منطق الطير

فريد الدين عطار



بسم الله الرحمن الرحيم

منطق الطیر

شرح از آغا محمد اشرف صاحب دہلوی

تحقیق و تہذیب

طاہرہ غفور

الفیصل
ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

297.03 Ashraf Dehlvi, Agha Mohammad
Mantaq-utair/ / Agha Mohammad Ashraf Dehlvi; Tehqeeq Tahir Ghafoor.- Lahore: Al-Faisal Nashran, 2018.
223p

1. Islam - Hakayat 1. Title Card.

ISBN 978-969-503-1092-6

جنوری2018ء
محمد فیصل نے
زاہد بشیر پرنٹرز سے چھپوا کر شائع کی۔
قیمت:-/600روپے

AI-FAISAL NASHRAN
Ghazni Street, Urdu Bazar, Lahore. Pakistan
Phone:042-37230777 & 042-37231387
http: www.alfaisalpubl shers.com
e:mail: alfaisalpublisher@yahoo.com

فہرست

مقدمہ

خواجہ فرید الدین عطارؒ کی مثنوی منطق الطیر ایم اے اردو کے کورس میں شامل ہے۔ یہ مثنوی فارسی زبان میں ہے جس کا اردو میں ترجمہ کمیاب ہے۔ خوش قسمتی سے مجھے اپنے ایک عزیز کے ہاں ایک نسخہ مل گیا جسے تحقیق اور تہذیب کے بعد پیش کرنے کا سوچا۔

عموماً مثنوی میں زیادہ تر رنگینی پائی جاتی ہے لیکن اس مثنوی میں رنگینی کم اور خشکی زیادہ محسوس ہوتی ہے۔ جیسا کہ حسن عسکری صاحب فرماتے ہیں کہ بڑی چیزوں میں ایک طرح کی خشکی ہوتی ہے جو ہر کس و ناکس کو اس کے قریب نہیں آنے دیتی، جب تک کہ اس سے مناسبت پیدا کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔

خواجہ فرید الدین عطار فارسی زبان کے معروف صوفی شاعر ہیں۔ وہ ایران کے شہر نیشاپور میں گدکن نامی قصبے میں شعبان ۱۱۴۵ء/ ۵۳۹ھ میں پیدا ہوئے۔ فرید الدین لقب اور ابو حامد کنیت ہے۔ عطار کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا آبائی پیشہ عطاری تھا اور اسی سے منسلک رہے۔ طب کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی، طبیب کی حیثیت سے لوگوں کے لیے نفع رساں ثابت ہوئے۔ دوا فروشی کے ساتھ ساتھ طبابت بھی کرتے تھے۔ ان کے حلقۂ درویشی میں شامل ہونے کے بارے میں ایک حکایت بیان کی جاتی ہے کہ فرید الدین عطارؒ ایک روز اپنی دوکان میں بیٹھے تھے کہ ایک درویش آیا اور کافی دیر تک ان کی دکان کے ساز و سامان اور آرائش و زیبائش کو دیکھتا رہا۔ آپ نے خفگی سے کہا کہ میاں! تم کیوں اپنا وقت ضائع کرتے ہو؟ جاؤ اپنا راستہ لو۔ اُس نے کہا، تم اپنی فکر کرو، میرا جانا کیا مشکل ہے! لو میں چلا۔ یہ کہہ کر وہ درویش وہیں زمین پر گر گیا اور خالق حقیقی سے جاملا۔ عطار کافی دیر اُسے ہلاتے رہے لیکن جب اُسے مردہ محسوس کیا تو اُسی وقت دکان کو چھوڑ کر جنگل کی راہ لی۔ اس واقعے کا اُن پر بہت گہرا اثر ہوا۔ عطارؒ صوفیا سے ملاقاتیں کرتے تھے جس سے ان کی سوچ و نظریات مکمل طور پر صوفیانہ رنگ میں ڈھل گئے۔ ان کی فکر میں عطارؒ کے استاد مجد دالدین بغدادی کے متصوفانہ نظریات کا بہت اثر تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ مجد دالدین بغدادی سے

ملاقات کے بعد ان کی خود سے ملاقات ہوئی۔ عطارؒ کے بچپن سے وفات تک کے لمحات میں صوفی نظریات سے انسیت نظر آتی ہے۔ عطارؒ کی تصانیف کا جائزہ لیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ آپ فلسفہ وحدت الوجود کے قائل تھے جس کی جھلکیاں آپ کے کلام میں ملتی ہیں۔ ان کے مطابق انسان زندگی کے کسی بھی میدان میں ہو اسے اس میں کمال پیدا کرنا چاہیے۔ علامہ اقبال نے بھی یہی بات مختلف انداز میں کی۔

حافظ شیرانی کے مطابق عطارؒ کو سب سے زیادہ ان کی مثنویوں کی بنا پر شہرت ملی۔ ان مثنویات میں اخلاقیات اور مضامین تصوف کا امتزاج ہے۔ انھوں نے اس میں حکایات سے بہت کام لیا ہے۔ حافظ شیرانی مرحوم نے عطارؒ کے اس پہلو کا ذکر بڑے دلچسپ انداز میں کیا ہے، لکھتے ہیں: ''قصہ گوئی کا چسکا اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ حمد و مناجات جیسی مقدس زمینوں میں بھی قصہ نقل کرنے سے باز نہیں آتے۔''

ان کا ہر شعر صدق و اخلاق کا عمدہ نمونہ ہے۔ عطارؒ نے بہت سی حکایات کے لیے تاریخی ماخذ سے استفادہ کیا ہے۔ بطور مثال سلطان محمود غزنوی کا ذکر کیا جا سکتا ہے جس کے بارے میں عطارؒ نے کئی داستانیں لکھی ہیں جن کی رو سے سلطان مذکور کی سیرت اور اس کے اخلاق کے ایسے پہلوؤں پر روشنی ڈالی جا سکتی ہے جن کی طرف اُس کے مؤرخین نے قطعاً توجہ نہیں کی۔ آپ کی اہم تصانیف میں تذکرۃ اولیا، مظہر العجائب، منطق الطیر، الٰہی نامہ، اسرار نامہ، مصیبت نامہ، لسان الغیب، خسرو نامہ، پند نامہ شامل ہیں۔ مذکورہ تصانیف کے علاوہ عطارؒ سے کچھ اور بھی تصانیف منسوب کی گئی ہیں لیکن جدید تحقیق کے مطابق یہ نسبت مشکوک ہے۔

منطق الطیر عطارؒ کی تمثیلی مثنوی ہے جس میں انہوں نے ۴۶۰۰ اشعار اور ۴۵ مقالے پیش کیے ہیں۔ اس تمثیل میں علامتی انداز میں تصوف کے مراحل بیان کیے گئے ہیں۔

عطارؒ کی تمام زندگی گوشہ قناعت میں گزری۔ آپ نے بغداد، کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، دمشق، خوارزم تک کا سفر کیا اور صوفیا کرام سے ملاقاتیں کیں۔ تصوف میں ان کا جو بلند مقام ہے اس کے متعلق مولانا روم فرماتے ہیں کہ:

عطارؒ روح بود و سنائی دو چشم او ماازپے سنائی و عطارؒ آمدیم

عطارؒ کو صوفی شعرا میں جو مرتبہ اور قدر و منزلت حاصل ہے اس کی ایک اہم وجہ یہ شہرہ آفاق مثنوی بھی ہے جس کا ہر ایک شعر معنویت اور گہرائی سے پُر ہے۔

''منطق الطیر'' میں تصوف کی سات وادیوں سے گزرنے کے بے حد مشکل مرحلے بیان کیے گئے ہیں۔ تمثیل کے طور پر پرندوں کے پردے میں انسانی جذبات کا نہایت دلکش اور اثر انگیز انداز میں اظہار کیا گیا ہے۔ خوب صورت علامات کے استعمال میں حقیقت کی تلاش کا عنصر موجود ہے قصہ مختصر یہ کہ ایک دن تمام پرندے یہ طے کرتے ہیں کہ وہ خود سے برتر پرندے (سیمرغ) کو اپنا بادشاہ بنائیں گے اور پھر تمام پرندے ہدہد کی رہنمائی میں اس کی تلاش میں نکل جاتے ہیں، سات مشکل ترین راہوں سے گزرنے کے بعد بالآخر تیس پرندے منزل مقصود تک پہنچنے میں

کامیاب ہو جاتے ہیں اور اس مقام پر ان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ ان تمام پرندوں اور سیمرغ میں کوئی امتیاز نہیں۔ گویا جس حقیقت کی تلاش میں وہ نکلے تھے وہ دراصل ان کے اندر موجود تھی مگر ان تھک کوشش کے بعد یہ شعور حاصل ہوا، اس مقام پر سالک عالم وحدت کا ایک جزو بن جاتا ہے۔

''منطق الطیر'' میں پرندوں کو سیمرغ کی تلاش میں جب دشوار گزار راہ سے واسطہ پڑتا ہے تو اپنی اپنی مجبوریوں کا عذر پیش کر کے راہ فرار کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن ہدہد جسے انہوں نے اپنا مرشد بنایا ہوا تھا اتنے مضبوط اور پر اثر دلائل سے ان کے عذر رد کر دیتا ہے کہ انہیں اپنی اپنی تاویلوں کے بودے پن کا احساس ہونے لگتا ہے۔ انہیں پڑھتے ہوئے مجھے محسوس ہوا یہ میری آپ کی بلکہ ہم میں سے ہر ایک کی قلبی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ راہ حق کی تلاش کے لیے تو ہم میں سے ہر ایک تیار ہو جاتا ہے اور جب ذرا سی راہ کی صعوبت در پیش ہوتی ہے تو سارے دعوے ریت کے گھروندے ثابت ہوتے ہیں۔ منطق الطیر میں دلائل میں اتنی خوب صورت حکایات بیان کی گئی ہیں کہ پڑھنے والا ان کے سحر میں گم ہو جاتا ہے۔ اس کتاب میں مثنوی کے منتخب حصوں کا ترجمہ ہے جو مکمل مثنوی کا فہم و ادراک فراہم کرتا ہے۔ میری خواہش تھی کہ میں مثنوی کے اردو ترجمے کے ساتھ ساتھ اس کا فارسی متن بھی شامل کروں۔ بہت سی مجبوریاں آڑے رہیں۔ میری کوشش ہو گی کہ آگے کبھی اس خواہش کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکوں۔

اس کتاب کو منظر عام پر لانے میں ڈاکٹر ندیم روش نے رہنمائی فرمائی اور یاسر جواد نے خصوصی تعاون کرتے ہوئے اس کی طباعت ممکن بنائی جس کے لیے میں ان کی بے انتہا شکر گزار ہوں۔ اس کے علاوہ میرے تمام اساتذہ کرام خاص طور پر ڈاکٹر نفیس اور ڈاکٹر نجیبہ عارف، ڈاکٹر حمیرا اشفاق، ڈاکٹر سائرہ بتول اور ڈاکٹر صباحت نے بھی میری بہت حوصلہ افزائی کی۔

طاہرہ غفور۔ جنوری ۲۰۱۸ء

خواجہ فرید الدین عطّار

''منطق الطیر'' کے مصنف کا نام ابو حامد یا ابو طالب محمدؒ ابن ابی بکر ابراہیم بن مصطفیٰ بن عباس ہے۔ لیکن عام طور پر خواجہ فرید الدین عطار کے لقب سے مشہور ہیں۔ صوفی شعرا میں آپ کی قدر و منزلت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مولانا جلال الدین رومیؒ اس قدر مرتبہ اور بزرگی کے باوجود (خواجہ صاحب کے قائل ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

عطارؒ روح بود و سنائی دو چشم او ‌ ‌ ‌ ‌ ما از پس سنائی و عطار آمدیم

لیکن افسوس ہے کہ تمام تذکرہ نویسوں نے آپ کے متعلق بہت اجمال سے کام لیا ہے۔ ''لباب الالباب'' جو شعرا کے تذکروں میں سب سے قدیم اور مشہور کتاب ہے خواجہ صاحب کے متعلق خاموش ہے۔ لباب الالباب کے بعد سب سے مشہور اور قدیم کتاب تاریخ گزیدہ ہے۔ اس میں بھی خواجہ صاحب کے متعلق صرف ایک جملہ لکھا ہے۔ ملا جامی نے اپنی کتاب نفحات الانس میں خواجہ صاحب کے متعلق چند روایات نقل کی ہیں، جو موجودہ دور کے محققوں کی نظروں میں قرین از قیاس معلوم نہیں ہوتیں۔ اس کے بعد دولت شاہ سمر قندی نور اللہ شستری وغیرہ نے خواجہ صاحب کے متعلق اپنے تذکروں میں جو کچھ لکھا ہے وہ ملا جامی کی مذکورہ کتاب سے اخذ کیا ہے اور بعض نے تو اسی بیان کو حرف بہ حرف نقل کر دیا ہے اور بعض تذکرہ نویسوں نے خواجہ صاحب کے حالات کو طویل بنانے کے لیے چند بعید از قیاس روایات کو نقل کیا ہے جو سر تا سر لغو اور مضحکہ خیز معلوم دیتی ہیں۔ مگر خدا بھلا کرے دانایانِ فرنگ کا جو ایسے موقعہ پر آڑے آتے ہیں اور ہماری مشکل کشائی کرتے ہیں۔ کیمبرج یونیورسٹی کے مشہور استاد پروفیسر نکلسن نے خواجہ صاحب کے تذکرۃ الاولیا کو مرتب کر کے شائع کیا ہے اور اس کے شروع میں پروفیسر موصوف کے ایما سے میرزا محمد بن عبدالوہاب قزوینی نے نہایت عرق ریزی اور جاں فشانی سے ایک محققانہ مقدمہ لکھا ہے، جس میں خواجہ صاحب کے متعلق تمام معلومات آپ ہی کی تصانیف سے اخذ کی گئی ہیں۔ میرزا محمد قزوینی کے متعلق پروفیسر براؤن نے اپنی تاریخ ادبیات ایران میں بار بار نہایت عمدہ خیالات کا اظہار کیا ہے اور اپنی کتاب میں خواجہ صاحب کے تمام حالات

قزوینی ہی کے مقدمہ سے نقل کیے ہیں۔ قزوینی صاحب کی محنت کا صرف اس امر سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خواجہ صاحب کی لامحدود تصانیف کا مطالعہ کر کے آپ نے متعلقہ اشعار کو ایک جگہ جمع کیا ہے جس سے خواجہ صاحب کی سوانح مکمل ہو جاتی ہے اور اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ چنانچہ ہمارا مندرجہ ذیل بیان قزوینی صاحب کے متذکرہ بالا مقدمہ سے ماخوذ ہے۔ اس کے علاوہ علامہ شبلی کی شعر العجم سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ علامہ شبلی کی تحقیق کے مطابق خواجہ صاحب کی ولادت شعبان ۶۱۳ھ میں بمقام نیشاپور ہوئی۔ لیکن پروفیسر براؤن کو اس سے اختلاف ہے۔ خواجہ صاحب کے کلام سے جگہ جگہ مترشح ہوتا ہے کہ آپ کو طبابت میں دخل تھا اور آپ کا ایک شفا خانہ بھی تھا جس میں بعض اوقات پانچ پانچ سو مریض تک اپنی نبض دکھانے آتے تھے اور خواجہ عطار اس خدمت خلق کو اپنا فرض عین سمجھتے تھے۔ اسی دوران میں آپ زہد وسلوک کی منزلیں بھی طے کرتے رہے۔ چونکہ ان کے والد ابراہیم بن مصطفیٰ بن شعبان ایک صوفی منش بزرگ تھے اس لیے خواجہ صاحب کا گزر کوچہ فقر وریاضت میں بچپن ہی سے تھا اور اوائل عمر ہی میں متعدد تصانیف آپ کے قلم سے نکل کر مشہور ہو چکی تھیں۔ بظاہر خواجہ صاحب کے نام کے ساتھ عطار کے اضافہ کی یہی وجہ معلوم ہوتی ہے آپ طبیب بھی تھے اور آپ نے دواخانہ بھی کھول رکھا تھا۔ جس طرح آج کل کے انگریزی دواخانوں میں بعض اوقات خود ڈاکٹر دوائیاں فروخت کرتے ہیں۔ اسی طرح خواجہ صاحب بھی عطاری کا کام کرتے تھے اور مریضوں کے لیے نسخے بھی تجویز کرتے تھے۔

ریاض العارفین کے مصنف نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ طبابت خواجہ صاحب کو وراثتاً اپنے آبا واجداد سے ملی تھی۔ آپ اپنے وقت کے کامل حکما میں سے تھے اور نیشاپور میں متعدد کارخانے آپ کے زیر اہتمام جاری تھے۔ آپ کی دوسری تصنیف لسان الغیب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو علم وحکمت اور تصوف کی تلاش دور دور ممالک تک لے گئی۔

اوائل عمر میں سترہ سال تک مشہد مقدس میں مقیم رہے کہ جہاں حضرت امام علی الرضاؑ کا روضہ ہے اور اس لیے ایران وہندوستان کے شیعوں کی زیارت گاہ اور مرجع خاص وعام ہے۔ خواجہ صاحب انتالیس سال کی عمر تک عارفین وسالکین کے اقوال جمع کرنے میں مصروف رہے۔

اُس زمانے میں ایرانی شاعری کی معراج قصیدہ گوئی سمجھی جاتی تھی اور ہر ایک شاعر اپنے کمال کو اپنے ممدوح کی جا وبے جا ستائش ومدح میں صرف کرتا تھا، کیونکہ ان شعرا کی زندگی کا انحصار ہی ممدوحین کے دست کرم کے رشحات پر تھا۔ لیکن اس زمانے کی عام روش کے خلاف خواجہ صاحب کی زندگی کی خصوصیت سونے کے حروف سے لکھنے کے قابل ہے کہ تمام عمر آپ نے اپنی زبان کسی امیر یا بادشاہ کی مدح سے آلودہ نہیں کی۔

اشتر نامے میں خواجہ صاحب لکھتے ہیں کہ ایک شب میں نے خواب میں حضرت رسول اکرم ﷺ کو دیکھا۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈال دیا۔ میرے کلام میں تمام اثر اور برکت اسی لعاب دہن کی وجہ

سے ہے۔

خواجہ صاحب کے ترک دنیا کے متعلق تمام تذکرہ نویسوں نے متفقہ طور پر یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک روز خواجہ صاحب اپنے شفاخانے میں بیٹھے تھے کسی طرف سے ایک فقیر آنکلا اور ان کی دکان کے سازوسامان اور آرائش کو دیر تک غور سے دیکھتا رہا۔ خواجہ صاحب نے ناراض ہو کر فرمایا کہ "کیوں وقت ضائع کرتے ہو۔ جاؤ اپنا راستہ لو" فقیر نے جواب دیا۔ "میرا جانا کیا مشکل ہے تم اپنی فکر کرو۔ لو میں یہ چلا" یہ کہہ کر وہ فقیر وہیں لیٹ گیا۔ خواجہ صاحب نے اُٹھ کر دیکھا تو تمام ہو گیا تھا۔ خواجہ صاحب اس واقعہ سے بہت متاثر ہوئے اور کھڑے کھڑے دکان لٹوادی اور سارا کاروبار چھوڑ کر فقیر ہو گئے۔ سمرقند کی شورش کے بعد خواجہ صاحب نے دنیا بالکل ترک کر دی اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

اکثر تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ خواجہ صاحب سے مولانا روم کے والد بہاء الدین نیشاپور میں آکر ملے۔ خواجہ صاحب کی دوربین آنکھوں نے مولانا روم کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ حالانکہ مولانا کی عمر اس وقت مشکل سے چھ برس کی تھی۔ خواجہ صاحب نے مولانا بہاء الدین سے فرمایا، "زود باشد کہ ایں پسر آتش در سوختگان عالم زند" اور تحفہ کے طور پر خواجہ صاحب نے اپنا الٰہی نامہ مولانا کو دیا۔ خواجہ صاحب کی وفات کے متعلق تذکرہ نویسوں میں اس قدر تفاوت ہے کہ کسی تاریخ پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ ہم ذیل میں چند سنین درج کرتے ہیں، جو عام طور پر سب تذکروں میں متفقہ طور پر مندرج ہیں۔ لیکن ان سنین کا باہمی تفاوت اس قدر زیادہ ہے کہ اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ فرق بذاتِ خود ایک انسان کی عمر بن جاتا ہے: سنہ ۵۸۹ھ، دولت شاہ قاضی نوراللہ شتری؛ ۵۹۷ھ، فہرست برٹش میوزیم؛ ۶۱۹ھ، دولت شاہ وتقی کاشی وغیرہ؛ ۶۲۷ھ، جامی، دولت شاہ، نوراللہ تقی کاشی، رضا قلی وغیرہ۔

بعض تذکرہ نویسوں نے خواجہ صاحب کی موت کا باعث مغلوں کے حملے کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ ریاض العارفین میں مذکور ہے کہ ۶۲۷ھ میں جبکہ چنگیز خاں مرقع عالم کو زیروزبر کر رہا تھا۔ خواجہ صاحب نیشاپور میں مقیم تھے۔ نیشاپور کی غارت گری میں ایک مغل نے خواجہ صاحب کو پکڑ کر قتل کرنا چاہا۔ برابر سے ایک مغل بولا کہ اسے ہزار روپے میں میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ خواجہ صاحب نے اپنے گرفتار کرنے والے سے کہا، "اس قدر قیمت پر مجھے ہرگز مت بیچنا۔ میرے دام بہت زیادہ ہیں۔" اتنے میں ایک اور مغل آنکلا۔ اس نے کہا کہ اس غلام کو میرے ہاتھ ایک توبڑہ گھاس کے عوض میں فروخت کر دو۔ خواجہ صاحب نے اپنے گرفتار کرنے والے سے کہا کہ "مجھے ضرور بیچ ڈالو، کیونکہ میری قیمت اس سے بھی کم ہے۔" خواجہ صاحب کی اس اختلاف بیانی کو وہ جاہل مغل تمسخر سمجھا اور غصہ میں انہیں قتل کر ڈالا۔ یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد علامہ شبلی لکھتے ہیں، "کہ وہ مغل اس نکتہ کو کیا سمجھ سکتا تھا کہ واقعی انسان سے بڑھ کر کوئی چیز گراں نہیں اور اس سے بڑھ کر کوئی چیز ارزاں نہیں۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ۔ اگرچہ اس مغل نے خواجہ صاحب کو قتل کر ڈالا۔ لیکن خواجہ صاحب کا خون خالی نہیں جا سکتا تھا۔ بعد میں اسے خواجہ صاحب کی عظمت کا حال معلوم ہوا تو توبہ کر کے آپ کے مزار کا مجاور ہو گیا اور مرتے دم تک آپ کی

خاک سے جدا نہیں ہوا۔

لیکن پروفیسر براؤن کو خواجہ صاحب کے قتل کے واقعہ سے انکار ہے کیونکہ ان کے قول کے مطابق یہ رنگ آمیزی اور مبالغہ دولت شاہ کی تصحیف معلوم ہوتا ہے۔ تصانیف کے لحاظ سے ایران کا کوئی اور مصنف مشکل سے ہی خواجہ صاحب کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ عام طور پر مشہور ہے کہ آپ کی تصانیف کی مجموعی تعداد قرآن کی سورتوں جتنی ہے یعنی کل ۱۴۰ تصانیف خواجہ صاحب کے نام سے منسوب کی جاتی ہیں۔ لیکن خواجہ صاحب کی جو تصانیف عام طور پر مروج ہیں اور جن کا ذکر آپ نے اپنی تصانیف میں کیا ہے چالیس سے زیادہ نہیں ہیں۔ عمر خیام اور مولانا روم کی طرح متعدد تصانیف خواجہ صاحب سے منسوب ہیں۔ اگر چہ فی الحقیقت خواجہ صاحب کو ان سے دور کا بھی لگاؤ نہیں ہے۔ خواجہ صاحب کی مندرجہ ذیل تصانیف خاص طور پر مشہور ہیں: الٰہی نامہ، اسرار نامہ، مصیبت نامہ، منطق الطیر ، وصلت نامہ، وصیت نامہ (بعض نے وصلت نامہ اور وصیت نامہ کو ایک ہی کتاب تصور کیا ہے۔ حالانکہ دونوں کتابیں علیحدہ علیحدہ ہیں) بلبل نامہ، پند نامہ، جواہر یا جواہر الذات، پہلاج نامہ، بیسر نامہ، خسرو نامہ یا خسرو وگل یا گل و ہرمز۔ حیدر نامہ، مختار نامہ، اشتر نامہ یا شتر نامہ، دیوان، شرح القلب، مظہر العجائب، لسان الغیب، تذکرۃ الاولیا ہفت وادی وغیرہ۔

خواجہ صاحب کی بیشتر تصانیف پر گم نامی کا پردہ پڑا ہوا ہے اور اکثر تصانیف نے تو آج تک پریس کی شکل بھی نہیں دیکھی۔ پروفیسر براؤن غالباً درست فرماتے ہیں کہ اگر خواجہ صاحب کی تصانیف اس قدر زیادہ نہ ہوتیں تو آپ کی تصانیف کو لوگ زیادہ شوق سے پڑھتے اور ان کی اشاعت و مقبولیت اب سے کہیں زیادہ ہوتی۔ خواجہ صاحب کی تصانیف میں تذکرۃ الاولیا اور منطق الطیر کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہے۔ تذکرۃ الاولیا میں صوفیوں کے سوانح ہیں۔ پروفیسر نکلسن نے کیمبرج یونیورسٹی سے اسے دو جلدوں میں نہایت اہتمام سے شائع کیا ہے۔ خواجہ صاحب نے اکثر اصنافِ شاعری کو تصوف سے رنگ دیا ہے۔ قصیدہ، غزل، رُباعی، مثنوی وغیرہ سب میں صوفیانہ خیالات ادا کیے ہیں۔ خواجہ صاحب عقائد کے لحاظ سے وحدتِ وجود کے قائل ہیں جس کی جھلک تمام کلام میں نظر آتی ہے۔ مضمون آفرینی اور ندرتِ خیال آپ کے کلام میں موجود ہے۔ آخری عمر کی تصانیف میں وہ پہلا سا جوش اور چستی نہیں ملتی اور یہ عمر کا تقاضا بھی ہے۔ جس طرح فردوسی سا خدائے سخن شاہنامہ کے بعد یوسف و زلیخا میں وہ بات قائم نہیں رکھ سکا اسی طرح خواجہ صاحب کی آخری عمر کی تصانیف یعنی لسان الغیب اور مظہر العجائب میں وہ زور کلام نہیں ملتا۔ ان کتابوں کے بے مزہ اور پھیکے سیٹھے اشعار پڑھنے کے بعد کوئی مشکل سے یقین کرسکتا ہے کہ ان کے مصنف وہی خواجہ عطارؒ ہیں جن کے قلم سے منطق الطیر ، الٰہی نامہ اور پند نامہ جیسی زوردار تصانیف نکل چکی ہیں۔

منطق الطیر کا تعارف

فارسی علم و ادب میں جس قدر کتابیں تصوف کے متعلق موجود ہیں ان میں حکیم سنائی کا حدیقہ، مولانا روم کی مثنوی اور خواجہ عطارؒ کی منطق الطیر تصوف کی بہترین کتابیں شمار کی جاتی ہیں۔ منطق الطیر میں خواجہ صاحب نے تمثیل کے طور پر پرندوں کے مردہ میں انسانی جذبات کا اظہار کیا ہے اور افسانہ کی شکل میں انسانی زندگی کے عام واقعات کو پیش کیا ہے۔۔ اس کتاب کا ملخص یہ ہے کہ دنیا بھر کے تمام پرندے ایک جگہ جمع ہوتے ہیں آپس میں مشورہ کرتے ہیں کہ ہمیں کسی پرندہ کو اپنا بادشاہ بنانا چاہیے۔ ابھی سب اسی تجویز پر غور و فکر ہی میں مشغول ہیں ہدہد آ کر ان میں ہلچل مچا دیتا ہے۔ ہدہد کے سر کا تاج ان کی توجہ مبذول کرانے کے لیے بہت کافی ہے۔ اس کے علاوہ ہدہد کی شیوہ بیانی اور حکیمانہ باتیں تمام پرندوں کو اس کی طرف متوجہ کر دیتی ہیں۔ ہدہد پرندوں کو بتاتا ہے کہ ان کا بادشاہ سیمرغ موجود ہے جو کوہ قاف سے بھی پرے رہتا ہے۔:

ہست ما را پادشاہی بی خلاف   در پس کوہی کہ ہست آں کوہ قاف

نام او سیمرغ سلطان طیور   او بہ ما نزدیک و مازو دور دور

ہدہد اپنی تقریر میں یہ بات خوب اچھی طرح واضح کر دیتا ہے کہ سیمرغ اگرچہ ان سے بظاہر بہت دور رہتا ہے کہ آج تک وہاں کسی کی رسائی نہیں ہوئی۔ وہاں تک پہنچنے کا راستہ اس قدر خطرناک و دشوار گزار ہے کہ بڑے بڑے بہادر اور سورما راستے کی صعوبتوں اور دشواریوں سے تنگ آ کر یا تو بے نیل و مرام لوٹ آتے ہیں یا وہیں مر جاتے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ تمام پرندوں کو سیمرغ کی تلاش و جستجو کی ترغیب بھی دیتا ہے کیونکہ سیمرغ کی تلاش کیے بغیر پرندوں کی زندگی غیر مکمل اور ادھوری رہتی ہے۔ سیمرغ کی ذات ہی تمام پرندوں کی تخلیق کا باعث ہوئی ہے اور فی الحقیقت تمام پرندے سیمرغ کا پرتو ہیں۔

ابتدای کار سیمرغ اے عجب   جلوہ گر بگذشت بر چیں نیم شب

درمیان چیں فتاد از وی پری | لاجرم پر شور شد ھر کشوری
ہر کسی نقشی ازاں پر بر گرفت | ہر کہ دیدن آن نقش کاری در گرفت
آن پر اکنون در نگارستان چینست | اطلبو العلم و لو بالصین ازینست
گر نگشتی نقش پر او عیان | این ہمہ غوغا نبودی در جہان

ہُد ہُد کی اس تقریر سے تمام پرندے سیمرغ کے دیدار کے اشتیاق میں بے چین نظر آنے لگے۔لیکن جب ہُد ہُد نے راستے کی مشکلات اور دشواریوں کا ذکر کیا تو سب کے جوش ٹھنڈے پڑ گئے۔

جملہ ی مرغان شدند آن جایگاہ | بی قرار از عزت آن پادشاہ
شوق او در جان ایشان کار کرد | ہر یکی بی صبری بسیار کرد
عزم رہ کردند و در پیش آمدند | عاشق او دشمن خویش آمدند
لیک چون رہ بس دراز و دور بود | ہر کسی از رفتنش رنجور بود

یہاں یہ نکتہ قابل غور ہے کہ اگر چہ خدا کی راہ پر قربان ہونے والے انسان بظاہر بہت نظر آتے ہیں اور ہر ایک شخص دین داری اور زہد کا دعویٰ کرنے میں پیش پیش ہے۔لیکن جب امتحان کا موقعہ آتا ہے تو کھوٹے اور کھرے میں فرق نظر آجاتا ہے اور جو دل دریا کار زاہد بھاگتے نظر آتے ہیں۔اسی طرح پرندے اس مشکل سے جی چرانے لگے اور ہر ایک نے عذر پیش کرنا شروع کیا۔سب سے پہلے بلبل نے کہا کہ میں تو پھول کی عاشق ہوں اور میری زندگی کا انحصار ہی پھول پر ہے بھلا میں اس سے جدا ہو کر کیسے زندہ رہ سکتی ہوں، اس لیے میں سیمرغ کی تلاش میں سب کا ساتھ نہیں دے سکتی۔

لیکن اتفاقاً ہُد ہُد نے منطق بھی پڑھی تھی فوراً ایسا منہ توڑ جواب دے دیا کہ بی بلبل اپنا سامنہ لے کر رہ گئیں۔ ہُد ہُد نے کہا کہ تو ایسی چیز پر عاشق ہے جو صرف چند روز میں خاک میں مل جاتی ہے اور اس کا حسن غائب ہو جاتا ہے۔ایسا عشق جسے زوال آجائے عشق نہیں کہلاتا۔تجھے ایسی ذات سے عشق کرنا چاہیے جو لازوال ہے تاکہ تیری عشق بھی زوال سے محفوظ رہے۔بلبل کے بعد طوطے نے عذر پیش کیا کہ میرا مسکن تو صرف سبزہ زار اور ہرے بھرے جنگل میں ہو سکتا ہے میں جنگل و بیابان سے سیمرغ کو کیسے تلاش کرتا پھروں۔ہُد ہُد نے طوطے کو بھی دنداں شکن جواب دے کر خاموش کر دیا۔طوطے کے بعد مور نے بڑھ کر کہا کہ میں تو بہشت سے نکالا ہوا پرندہ ہوں، کیونکہ شیطان کی دوستی نے مجھے بارگاہ الٰہی سے معتوب کر دیا۔میں دن رات اسی غم میں گھلا جاتا ہوں۔پھر میں سیمرغ کو کیسے تلاش کروں۔ہُد ہُد نے مور کو بھی خاموش کیا تو بطخ نے عذر پیش کر ڈالا کہ میں پانی کی عاشق ہوں پانی میرا اوڑھنا ہے اور پانی میں میرا بچھونا ہے میں بغیر پانی کے ایک لمحہ زندہ نہیں رہ سکتی ایسی حالت میں سیمرغ کی تلاش میں آپ کا ساتھ کیسے دوں۔ہُد ہُد نے منطقی دلائل سے بطخ کو رضامند کیا تو تیتر اور پھر ہما نے عذر پیش کیے۔غرض اسی طرح تمام

پرندوں نے عذر پیش کیے لیکن ہُد ہُد نے ہر ایک کو لا جواب کر دیا اور لطف یہ ہے کہ ہر جواب اس قدر مدلل اور منطقی کہ کسی کو پس و پیش کی گنجائش ہی نہیں رہتی اور ہر جواب کو مختلف معنی خیز حکایات و تمثیلات سے مرصع کیا کہ تمام پرندوں کو ہُد ہُد کے ساتھ چلتے ہی بنی۔ جب سب پرندوں نے سفر اختیار کرنے کی ٹھانی تو انہیں ایک رہبر کی ضرورت ہوئی۔ اس انتخاب کا قرعہ بھی ہُد ہُد کے نام نکلا اور اب ہُد ہُد مسلمہ لیڈر کی حیثیت سے سب پرندوں کی فوج اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہوا۔ ابھی تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ بے پایاں راستہ دیکھ کر سب پرندوں کے ہوش و حواس غائب ہو گئے اور خوف کے مارے چلانے لگے۔ ہُد ہُد نے سب کی ڈھارس بندھوائی اور اپنی پند و نصیحت سے چلنے پر رضا مند کیا۔ راستہ بھر مختلف پرندے اپنی اپنی کمزوریوں اور کوتاہیوں کے متعلق ہُد ہُد سے استفسار کرتے رہے اور ہُد ہد سب کو تسلی بخش جواب دیتا رہا۔ سیمرغ تک پہنچنے سے پہلے تمام پرندوں کو سات وادیاں طے کرنی پڑیں جن کا ذکر نہایت تفصیل سے کتاب میں موجود ہے اور ان میں سے ہر ایک وادی سالک کو بھی معرفت حاصل کرنے سے طے کرنی پڑتی ہے۔ سب سے پہلے اُنس کی وادی میں گزر ہوا۔ اس کے بعد یکے بعد دیگرے حکمت انقطاع، اتحاد، حیرت، تحیر اور فنا کی منازل طے کیں۔ یہ وادیاں اس قدر دشوار گزار اور پر صعوبت تھیں کہ بہت سے پرندے راستے میں سے لوٹ گئے کچھ مر گئے۔ غرض ہزاروں پرندوں میں سے صرف تیس پرندے سب وادیاں اور منزلیں طے کرنے کے بعد سیمرغ کی درگاہ میں پہنچے۔ ایک نقیب آیا اور ان کی حالت زار دیکھ کر یہ بھی نہ پہچان سکا کہ آیا یہ گوشت کے لوتھڑے یا پرندے ہیں۔ فنا کی منزل سے قریب اپنی طرف دیکھا تو یہ خود ہی سیمرغ تھے اور سیمرغ کو دیکھا تو یہ سی مرغ (تیس پرندے) تھا گویا اس مقام پر جب غور سے سوال ختم ہو گیا اور ہر جگہ اسی کی ذات کا جلوہ دکھائی دینے لگا۔

هم ز عکس روی سیمرغ جهان ‏ ‏ چهره ی سیمرغ دیدند از جهان
چوں نگه کردند آن سی مرغ زود ‏ ‏ بی شک این سی مرغ آن سیمرغ بود
در تحیر جمله سرگردان شدند ‏ ‏ باز از نوعی دگر حیران شدند
خویش را دیدند سیمرغ تمام ‏ ‏ بود خود سیمرغ سی مرغ مدام
چون سوی سیمرغ کردندی نگاه ‏ ‏ بود این سیمرغ این کین جایگاه
ور بسوی خویش کردندی نظر ‏ ‏ بود این سیمرغ ایشان آن دگر
ور نظر در هر دو کردندی بهم ‏ ‏ هر دو یک سیمرغ بودی بیش و کم
چون ندانستند هیچ از هیچ حال ‏ ‏ بی زفان کردند از آن حضرت سال
کشفِ ایں سر قوی درخواستند ‏ ‏ حل مای و توی درخواستند
بی زفان آمد از آن حضرت خطاب ‏ ‏ کاینه ست این حجرت چون آفتاب
هرکه آید خویشتن بیند درو ‏ ‏ جان و تن هم جان و تن بیند درو

چون شما سی مرغ اینجا آمدید | سی درین آیینہ پیدا آمدید
گر چہل پنجاہ مرغ آیید باز | پردہ ای از خویش بگشایید باز
گرچہ بسیاری بہ سر گردیدہ اید | خویش را بینید و خود را دیدہ اید
ہیچ کس رادیدہ برماکے رسد | چشم موری بر ثریا کی رسد
چوں شما سی مرغ حیران ماندہ اید | بی دل وبی صبر و بی جان ماندہ اید
ما بہ سی مرغی اولی تریم | زاں کہ سیمرغ حقیقی گوہریم
محو ما گر دید در صد عز و ناز | تا بہ مادر خویش را یابید باز
محو او گشتند آخر بر دوام | تا بہ ما در خورشید گم شد والسلام
تا کہ می رفتند دمی گفت این سخن | چوں رسیدند و نہ سر ماند و نہ بن
لاجرم این جا سخن کوتاہ شد | رہ رو و رہبر نماند و راہ شد

خواجہ صاحب نے اس مقام پر وحدتِ وجود اور فنا کے بعد بقائے دوام کی حقیقت کو واضح کیا ہے۔ان کے خیال کے مطابق خودی کو مٹانے کے بعد نجاتِ ابدی اور قربِ خداوندی حاصل ہوسکتا ہے۔اسی خیال کو خواجہ معین الدین اجمیری نے بھی اَدا کیا ہے:

خود کو اِتنا مِٹا کہ تو نہ رہے | تیری ہستی کا رنگ و بو نہ رہے
ہُو میں ایسا وصال پیدا کر | کہ بجز ہُو کے غیر ہُو نہ رہے

آغاز

۱:تعریف اور حمد اس پاک جان بخشنے والے کی کہ جس نے اس مشتِ خاک (یعنی انسان) کو جان اور ایمان بخشا۔۲:اس نے آسمان کو پانی پر قائم کیا اور خاک کے پُتلوں (انسان) کی بُنیاد مٹھی بھر خاک پر رکھی۔آسمان کو بلندی بخشی اور خاک کو انتہائی پستی بخشی۔۳:ان میں سے ایک (آسمان) کو تو ہمیشہ حرکت میں رکھا اور دوسری (زمین) کو ہمیشہ کے لیے سکون بخشا۔۴:آسمان کو خیمہ کی طرح بنایا۔لیکن بغیر کسی ستون کی مدد کے اس کا مقام بلندی پر کیا۔ ۵:چھ دنوں میں سات ستارے پیدا کیے اور دو حرفوں (کُن) سے نو بالا خانے (آسمان) ظاہر کیے۔۶:جسم کے جال کو مختلف حالتیں بخشیں اور جان کے مرغ کے ساتھ خاک (جسم) کر دیا۔۷:روح کو خوب صورت شکل میں ظاہر کیا اور یہ تمام کام صرف مٹھی بھر خاک سے کیا۔۸:ستاروں کی ٹکیوں کو سنہری بنایا اور ہر رات یہ سنہری ڈبیاں (یعنی ستارے) چاند کے ہمراہ گردش کرتے ہیں۔۹:سمندر کو اپنے حکم سے پگھلا دیا اور پہاڑ کو اپنے غصہ اور خوف کے مارے رنجیدہ کر دیا۔۱۰:خشکی کے لبوں کو پیاس کے مارے خشک کر دیا۔پتھر کو یاقوت اور خون کو مشک بنا دیا۔۱۱:پہاڑ کو چوٹی اور دامن بخشا (کمر کوہ = دامن کوہ + تیغ کوہ = پہاڑ کی چوٹی) تا کہ یہ سپاہی بن سکے (شاعر نے جو خوبی تیغ و کمر اور سرہنگ کے الفاظ کی مناسبت سے پیدا کی ہے، کو ہ ترجمہ میں ظاہر نہیں ہو سکتی۔البتہ اس کی تشریح کی جا سکتی ہے کہ ایک سپاہی کے لیے تلوار اور پیٹی از بس ضروری ہیں اور یہ دونوں چیزیں پہاڑ میں بالذات موجود ہیں۔اس لیے پہاڑ سپاہی ہے)۔۱۲:کبھی آگ پر پھول کھلائے (اشارہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے واقعہ کی طرف کہ آپ کو آگ میں ڈال دیا گیا تھا اور آگ ایک گلستان میں تبدیل ہو گئی تھی) اور کبھی سمندر پر پُل باندھا (اشارہ حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کے واقعہ کی طرف کہ آپ سمندر عبور کر گئے اور فرعون کی فوج ڈوب کر مر گئی۔۱۳:نفس سرکش کو ذلیل کیا (بخاک افگندن = ذلیل و خوار کرنا) اور جسم کو روح سے اور روح کو معشوق سے زندہ کیا۔۱۴:اس نے جب عقل میں قوت بینائی دیکھی تو علم کی نعمت بخشی تا کہ صبر سے آراستہ ہو جائے۔۱۵:جب یہ جادو (زندگی) سامنے سے ہٹ جائے

گا تو تجھے خزانہ مل جائے گا اور جب یہ جسم فنا ہو جائے گا تو جان پیدا ہو لی۔۱۶: اس زندلی سے زیادہ نہیں کوئی جادو نہیں
ہے اور خدا کے سامنے تیری روح کی حقیقت جسم سے زیادہ نہیں ہے (روح جسم کی طرح فنا ہونے والی ہے)۔۱۷: تو
اسی طرح چلا جا (زندگی بسر کیے جا) اور اس راستہ کی منزل مقصود کے متعلق سوال نہ کر اور اس درد کا علاج مت پوچھ۔
۱۸: اس ناپیدا کنار سمندر کی تہہ میں بہت سے لوگ غرق ہو گئے اور ان کا پتہ تک نہ ملا (ناپیدا کنار سمندر = دنیا)۔
۱۹: اس سمندر میں جو کہ ایک بہت بڑا سمندر ہے۔ دنیا صرف ایک ذرہ کی مانند ہے اور ذرہ دنیا میں۔۲۰: (کوبلہ =
بلبلہ) اس سمندر میں ہماری دنیا ایک بلبلہ ہے۔ ذرہ بھی ایک بلبلہ کی طرح ہوتا ہے۔ تو اسے بھی سمجھ لے۔
۲۱: اگر ہماری دنیا کا ایک ذرہ تک باقی نہ رہے تو اس سمندر میں سے صرف ایک بلبلہ کم ہو جائے گا۔۲۲: کوئی کیا جانے
کہ اس گہرے سمندر میں معمولی سنگریزہ کی قدر ہے یا عقیق کی۔۲۳: میں نے اپنی عقل، مذہب، جان اور دل کو گنوا کر
اس ایک ذرہ کی اصلی قیمت پہچانی ہے۔۲۴: تو اپنے ہونٹ سی کر خاموش ہو جا اور آسمان و زمین سے ایک ذرہ کے
متعلق بھی سوال نہ کر۔۲۵: تیری عقل تیرے سر کے بال کی طرح جل جائے گی۔ اس لیے تجھے سوال نہیں کرنا چاہیے
اور اپنے دولبوں کو سلوا لینا چاہیے۔۲۶: (کنہ = راز۔ بھید) کوئی شخص بھی ایک ذرہ کے بھید کو پورا نہیں جانتا۔ میں
کہاں تک بیان کروں۔ اس لیے سلام پر ختم کرتا ہوں۔۲۷: یہ آسمان ہمیشہ سر کیوں لٹکائے رہتا ہے اور ہمیشہ بے قرار
رہتا ہے اور صرف ایک چیز پر ساکن ہے (زمین کو پہلے زمانے میں ساکن سمجھا جاتا تھا)۔۲۸: تو نے اس راستے میں
اپنے ہوش و حواش کھو دیے ہیں۔ لیکن اَب بھی یہ راز متعدد پردوں میں چھپا ہوا ہے۔۲۹: اتنے بڑے بادشاہ کے
رازوں کو اس بھاگ دوڑ کے ذریعہ کس طرح کھولا جا سکتا ہے (سلطان مُراد خداوند تعالیٰ)۔۳۰: (سرگزشتہ =
حیران۔ راستہ بھولا ہوا۔ پی کردہ۔ عاجز) یہ آسمان اس قدر حیران اور عاجز کیوں اور کس کے لیے ہے۔ اُسے کیا خبر کہ
اِس پردہ کے پیچھے کون ہے۔۳۱: افسوس کہ یہ (آسمان) اتنے سال سے راستہ میں بھٹکتا پھرتا ہے اور دیوانہ وار اِس
کے پیچھے مارا مارا پھر رہا ہے۔۳۲: یہ دنیا عبرت اور حیرت کا مقام ہے۔ جہاں تعجب ہی ہے۔۳۳: ہر وقت یہ راستہ
(دنیا) لامنتہا ہے اور لوگ ہر گھڑی اس میں حیران ہی رہتے ہیں۔۳۴: کوئی شخص اس پردہ کے اندرونی بھید کو نہیں
جانتا۔ تجھ جیسے کم عقل شخص پر یہ راز کیسے کھل سکتے ہیں؟ ۳۵: اس کام کا نہ سر ہے نہ پاؤں۔ اس کا چہرہ دیوار کی طرف
ہے (یعنی سب سے پوشیدہ ہے) اور افسوس کر رہا ہے (پشتِ دست خائیدن = افسوس کرنا)۔۳۶: بہت سے اور
پیشوا جو اس رستہ کو جانتے تھے بار بار اسی تلاش میں آ چکے ہیں۔۳۷: ان کی جانیں اور سر تا حیرت بن گئیں (یعنی اس
تلاش میں حیران ہو گئے) اور جان کے ساتھ حسرت دیاس اور عجز وانکسار کا نمونہ بھی بن گئے۔۳۸: تجھے کچھ معلوم بھی
ہے کہ راستہ چلنے والے نے راستہ بھی دیکھا تھا اور جس قدر زیادہ راستہ چلا تھا اُسے اور راستہ کی خبر بھی مل گئی تھی؟
۳۹: اگر اس (دنیا) کا کہیں کنارہ ہی نہ ہوتا اور یہ لا انتہا اور بہت طویل اور بسیط ہوتی۔۴۰: کبھی کبھی تو نے بہت سی
عجیب باتیں بھی دیکھی ہیں اور تمام چیزوں کو اپنے آپ میں سے غائب بھی دیکھا ہے۔۴۱: اپنے رازوں اور بھیدوں

کو کوئی نہیں جان سکتا۔ ایک ذرہ تک دوسرے ذرہ سے واقف نہیں ہے۔ ۴۲: سب سے پہلے دیکھ کہ آدمؑ کے ساتھ کیا گزری اور ایک مدت تک اس زمانے میں ان سے کیا سلوک ہوا۔ ۴۳: پھر اس کے بعد حضرت نوح نے اس تباہ کرنے والی دنیا میں ایک ہزار سال تک کافروں کے ہاتھوں کیا کیا مصیبتیں اُٹھائیں۔ ۴۴: پھر اس کے بعد حضرت یعقوبؑ کو حیران و پریشان دیکھ کر انہوں نے اپنے فرزند (حضرت یوسف) کے متعلق کیا کیا سنا اور دیکھا (اشارہ حضرت یوسف اور ان کے بھائیوں کی طرف)۔ ۴۵: اس کے بعد تو حضرت یوسف کو بادشاہت میں دیکھ اور غلامی اور کنوئیں میں بھی دیکھ (حضرت یوسف کو چاہ کنعان میں ان کے بھائیوں نے ڈال دیا تھا۔ اس کے بعد یہ مصر میں غلام ہو کر فروخت ہوئے اور بعد میں مصر کے بادشاہ بن گئے)۔ ۴۶: اس کے بعد مصیبتیں اُٹھانے والے حضرت ایوب کو دیکھ کہ وہ کیڑوں میں رہے (حضرت ایوبؑ کے جسم میں کیڑے پڑ گئے تھے اور آپ نے اس مصیبت کو نہایت ہمت سے برداشت کیا تھا)۔ ۴۷: اس کے بعد حضرت یونسؑ کے راستہ بھولنے کو دیکھ کہ وہ اس بزرگی اور مرتبہ سے مچھلی کے پیٹ میں آ گئے تھے (حضرت یونسؑ کو مچھلی نگل گئی تھی اور خدا کے حکم سے اس نے پھر زندہ سلامت آپ کو اگل دیا)۔
۴۸: پھر حضرت موسیٰ کو شروع سے دیکھ کہ فرعون ہی ان کی دایہ بن گیا اور ان کا تابوت جھولا ہو گیا۔ ۴۹: ایک چھوٹا سا مچھر انھوں نے اپنے دشمن (فرعون) کے سر میں چھوڑ دیا اور اس کے سر میں چار سو سال تک مچھر رہا (حضرت موسیٰ کی بددعا سے خدا نے فرعون کے دماغ میں ایک مچھر داخل کر دیا، جس سے اسے بہت تکلیف رہتی تھی)۔
۵۰: اُس (خدا) نے اپنی حکمت سے مکڑی کو جالا بخشا اور حضرت محمد ﷺ کو اس میں پناہ دی (شب ہجرت حضرت رسُول مقبولؐ مدینہ سے نکل کر ایک غار میں پوشیدہ ہو گئے تھے جس کے منہ پر مکڑی نے جالا تن دیا تھا۔ جب دشمن آپ کو تلاش کرتے ہوئے اس غار کے منہ پر پہنچے تو جالا تنا ہوا پایا اور یہ سمجھ کر لوٹ گئے کہ یہ غار خالی ہے)۔ ۵۱: اس نے چیونٹی کو سر کے بال جیسی ایک باریک کمر بخشی اور اسے حضرت سلیمانؑ جیسے جلیل القدر بادشاہ کے برابر کیا۔ ۵۲: اور اسے (چیونٹی) کو آل عباس کا سا خلعت دیا اور رنگنے کی زحمت کے بغیر سیاہ لباس عطا کیا (آلِ عباس سیاہ رنگ کے کپڑے پہنتے تھے اور چیونٹی بھی سیاہ رنگ کی ہوتی ہے۔ دوسرے مصرع میں طاؤسین کی جگہ طاؤشے ہے)۔ ۵۳: اس نے جبکہ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ سوئی دیکھی۔ تو اس کے چہرے پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہو گئے (حضرت عیسیٰؑ جب آسمان پر تشریف لے گئے تو آپ کے ساتھ ایک سوئی بھی تھی اور چونکہ درگاہ رب العزت میں کسی دنیاوی چیز کے لے جانے کی اجازت نہیں ہے، اس لیے آپ کو آسمان چہارم پر روک لیا گیا)۔ ۵۴: تلوار کو لالہ کے خون نے بھر دیا اور یہ آسمان دھوئیں سے بنایا۔ ۵۵: تھوڑا سا خون (لالہ کا) مٹی میں مل گیا جس سے بعد میں عقیق و لعل پیدا ہوئے۔
۵۶: دن رات سُورج اور چاند اُسے سجدہ کرتے ہیں اور اپنی پیشانی کو اس کے راستہ کی خاک میں گھستے ہیں ۵۷: اُن کی پیشانی سجدہ ہی کے لیے ہے۔ سجدہ کے بغیر کوئی پیشانی کیسے رہ سکتی ہے۔ ۵۸: دن اُس کی فراخی اور کشادگی کی وجہ سے روشن ہے اور رات اس کے فیض اور کرم کی وجہ سے سیاہی میں جل رہی ہے۔ ۵۹: طوطے کے گلے میں سونے کا

کنٹھا ڈالا اور ہُد ہُد کو اُسی نے قاصد اور رہنما بنایا (ہُد ہُد حضرت سلیمان کا قاصد مشہور ہے اور اس کے سر پر تاج اس کی بزرگی کی دلیل ہے۔ اسی لیے مُصنّف نے اِس مثنوی میں ہُد ہُد کو تمام پرندوں کا رہبر قرار دیا ہے)۔ ۶۰: آسمان کو دن رات گردش میں رکھتا ہے۔ رات ختم کرتا ہے۔ دِن لاتا ہے اور لوگوں کو روزی دیتا ہے۔ ۶۱: خاک میں رُوح پھونک کر آدمی پیدا کرتا ہے اور کبھی شیر جیسے جوان ہمّت آدمی کو کتے کے برابر کر دیتا ہے (بے عزت کر دیتا ہے)۔ ۶۲: کبھی ایک کُتّے جیسی ناپاک مخلوق کو اپنی درگاہ میں آنے کی اجازت دیتا ہے اور کبھی بلی جیسے مسکین جانور پر اپنی حقیقت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ ۶۳: جب انسان کو کتے کے قریب کر دیتا ہے تو یہ بے قرار اور بے چین ہو جاتا ہے (اشارہ اصحاب کہف کی طرف جن کے ہمراہ کتا تھا اور اُسے ان جیسی عزت حاصل تھی)۔ ۶۴: کبھی لکڑی (عصا) کو باتیں کرنے کی قوت بخشتا ہے اور کبھی چیونٹی کو حضرت سلیمان کا سا مرتبہ بخشتا ہے۔ ۶۵: عصا سے اژدہا بنا دیتا ہے اور ایک تنور سے طوفان ظاہر کرتا ہے (حضرت موسیٰؑ کا عصا اژدہا بن جاتا تھا)۔ ۶۶: جب آسمان کو ایک مُنہ زور اور سرکش گھوڑا بنا دیتا ہے تو چاند سے اسے بے قرار کر دیتا ہے) (نعل در آتش افگندن = بے قرار کرنا)۔ ۶۷: پتھروں سے اونٹنی ملی تھی۔ حضرت موسیٰؑ کی اُمت نے ایک سونے کی گائے بنا کر اس کی پرستش کرنی شروع کر دی تھی)۔

۶۸: سردی کے موسم میں اوس کو نچھاور کرتا ہے اور موسم خزاں میں درختوں کی شاخوں سے سونے جیسے رنگ کے پتے جھاڑتا ہے۔ ۶۹: وہ غنچہ کو ایسا سُرخ رنگ عطا کرتا ہے، جس طرح کہ کوئی شخص کسی کے خون میں خنجر بھر لائے۔ ۷۰: چنبیلی کو چار پتیاں بخشتا ہے اور لالہ کے سر پر خون کی ٹوپی پہناتا ہے۔ ۷۱: کبھی نرگس کے سر پر سُنہری تاج رکھتا ہے اور کبھی اس کے تاج پر شبنم کے موتی ٹانکتا ہے۔ ۷۲: تمام ذرات اُس کی ذات کی گواہی دیتے ہیں، جو کچھ بھی مشتِ ماہی سے لے کر چاند تک ہے، اُس پر شاہد ہے۔ ۷۳: عقل بے کار ہے۔ آسمان گردش میں ہے اور زمین ساکن ہے۔ ۷۴: پہاڑ اُس کی مرضی کی وجہ سے پتھر جیسے ہو گئے اور سمندر اُس کے غصہ کی وجہ سے پانی ہو گئے۔ ۷۵: زمین کے سر پر خاک ہے (پریشان و تباہ حال ہے) اور آسمان دروازے کی کُنڈی کی طرح ہے (بے کار و ساکن ہے)۔

۷۶: آٹھوں بہشتیں اُس کے سامنے ایک گھونسلہ سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں اور آٹھوں دوزخ اُس کے سامنے ایک شعلہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ ۷۷: تو اس دنیا اور دوسری دنیا کو دیکھ۔ سوائے اُس کے کوئی نہیں ہے اور اگر کوئی ہے تو وہی ہے۔ ۷۸: تمام مخلوقات اُس کی حمد و ثنا میں مشغول ہے۔ مشغول کیا معنی بلکہ وہ صرف اسی میں محو ہیں۔

۷۹: خاک کی پستی اور آسمان کی بلندی بس یہی دونوں چیزیں اُس کی ذات پر کافی گواہی دے سکتی ہیں۔ ۸۰: وہ ہوا، خاک، آگ اور خون پیدا کرتا ہے اور اپنے بھیدوں کو پردۂ راز سے ظاہر کرتا ہے۔ ۸۱: کبھی تو عناصرِ اربعہ یعنی آب، باد، خاک اور آتش کو ایک دُوسرے کا دُشمن بنا دیتا ہے اور کبھی دوست۔ ۸۲: تمام چیزیں اور اِن میں سے ہر ایک چیز اُس کی پاک ذات کی دلیل ہیں اور آسمان و زمین اُس کی مٹھی بھر خاک کا ایک جزو ہیں۔ ۸۳: اُس کی ذات تمام اوصاف سے پُر ہے۔ تمام دنیا ایک ہی چیز ہے۔ اگرچہ بظاہر مختلف شکلیں معلوم ہوتی ہیں۔ ۸۴: ہماری خاک کو

چالیس روز میں گوندھا اور اس کے بعد اس میں رُوح پھونکی۔ ۸۵: جب روح جسم میں داخل ہوئی تو جسم میں زندگی آ گئی۔ اِس نے عقل بخشی تا کہ اِس سے یہ دیکھ سکے۔ ۸۶: جب یہ (انسان) واقف ہو گیا تو اپنی عاجزی کا اقرار کیا۔ حیران رہ گیا اور اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔ ۸۷: خواہ کوئی اس کا دشمن ہے یا دوست۔ تمام کی گردنیں اس کے پاؤں کے نیچے ہیں (تمام اُس کے تابع و مطیع ہیں)۔ ۸۸: اس کی حکمت تمام کے بوجھوں کو ہلکا کر دیتی ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ وہ تناسب کی حفاظت کرتا ہے۔ ۸۹: اوّل دن سے پہاڑوں کو زمین کی میخ بنایا اور اس کے بعد زمین کا چہرہ دریاؤں کے پانی سے دھویا (زمین پر اگر پہاڑ نہ ہوں تو یہ قائم اور ساکن نہ رہے۔ اِس لیے پہاڑ میخوں کی طرح اسے ساکن رکھتے ہیں)۔ ۹۰: زمین گائے کی پشت پر ٹھہری ہوئی ہے اور گائے اور مچھلی ہَوا میں معلّق ہیں۔ ۹۱: پھر ہوا کس چیز پر قائم ہے؟ کسی چیز پر بھی نہیں۔ کچھ بھی نہیں ہے اور تمام دنیا ہیچ ہے۔ ۹۲: اس بادشاہ کی صناعی اور کاریگری پر غور کر کہ یہ تمام دنیا میں سے ہر ایک چیز پر نظر رکھتا ہے۔ ۹۳: وہ واحد ہونے کے باوجود سب چیزوں پر غالب ہے اور واحد ہونے کے باوجود سب سے بلند رتبہ ہے۔ ۹۴: یہ آسمان اور دُنیا ایک چادر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے اور ان کے لیے اس سے زیادہ مناسب کوئی نام نہیں ہے۔ ۹۵: افسوس کہ کسی شخص میں قابلیت اور اہلیت نہیں ہے۔ آنکھیں تو اندھی ہیں اور تمام دُنیا روشن ہے ۹۶: اگر تو اسے دیکھ لے گا۔ تو اپنی عقل کو گم کر دے گا۔ اُس کو تو تمام دیکھ لے گا۔ لیکن اپنے آپ کو کھو دے گا۔ ۹۷: نہایت تعجب کا مقام ہے کہ تمام دنیا اُسے تلاش کر رہی ہے (اور اپنی ناکامیابی پر) معذرت کرتی جاتی ہے اور اُس کی تلاش میں مست ہے۔ ۹۸: اے وہ ہستی جو اپنی موجودگی کی وجہ سے سب سے پوشیدہ ہے۔ تمام دُنیا میں تو موجود ہے اور پھر بھی ہر ایک سے پوشیدہ ہے۔ ۹۹: روح جسم میں پوشیدہ ہے اور تو روح میں چھپا ہُوا ہے۔ اے محبوب جو پردہ در پردہ ہے۔ ۱۰۰: اے خدا تو سب سے زیادہ ہے اور سب سے قدیم ہے (تیری ذات قدیم ترین ہے) تو سب کو دیکھتا ہے اور تیری شان سب مخلوق میں دکھائی دیتی ہے۔ ۱۰۱: تیرا نام حفاظت کرنے والے اور سپاہی کے سامنے لیتا ہے۔ جب کوئی شخص تیری طرف جاتا ہے۔ ۱۰۲: جان اور عقل کو تیری ذات تک باریابی نہیں اور تیری صفات و بزرگی سے کوئی شخص بھی آگاہ نہیں ہے۔ ۱۰۳: اگرچہ رُوح کے اندر چھپا ہوا خزانہ تو ہی ہے اور جسم اور رُوح پر تو ہی ظاہر ہے۔ ۱۰۴: تمام لوگ تیرے رازوں سے ناواقف ہیں اور نبی تیرے راستے کی خاک پر جان چھڑکتے ہیں (قربان ہو رہے ہیں)۔ ۱۰۵: اگر عقل تیرے وجود کی تلاش میں بڑھے بھی تو وہ تیرے رازوں سے آگاہ نہیں ہو سکتی۔ ۱۰۶: چونکہ تمام دنیا میں صرف تو ہی بقائے دوام رکھتا ہے اور تو نے ہی تمام پھولوں کے گلدستے باندھے ہیں۔ ۱۰۷: تو جان کے اندر بھی ہے اور باہر بھی۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تو وہ بھی ہے اور نہیں بھی ہے۔ ۱۰۸: خرد تیری جناب میں حیران و پریشان ہے اور عقل تیری راہ میں رستہ بھول گئی ہے۔ ۱۰۹: تمام دنیا کو میں تیری ذات کی وجہ سے دیکھتا ہوں لیکن تیری ذات کا اس عالم میں کوئی نشان بھی نہیں دیکھتا۔ ۱۱۰: ہر شخص نے تیری پہچان بتائی لیکن اے تمام رازوں کے جاننے والے تیرا کوئی نشان ہی نہیں ہے۔ ۱۱۱: اگرچہ آسمان نے اپنی بہت

سی آنکھیں کھولیں (ستارے آسمان کی آنکھیں ہیں) لیکن تیری راہ کی گرد کا ایک ذرہ تک نہیں پایا۔۱۱۲:اور نہ ہی زمین ہی نے تیری گرد تک پائی۔ اگرچہ تیرے واسطے اس نے اپنے سر پر بہت سی خاک اُڑائی (خاک چھانی)۔ ۱۱۳:سُورج تیرے اشتیاق میں ہوش وحواس کھو بیٹھا اور ہر رات زمین پر اپنے دونوں کان ملتا ہے (اظہار عجز کرتا ہے)۔۱۱۴: چاند بھی تیری محبت میں بے قرار ہے اور ہر مہینہ تعجب وحیرت کی وجہ سے اظہار عجز کرتا ہے (سپر انداختن =اظہار عجز کرنا)۔۱۱۵:سمندر بھی تیری پریشانی میں سرنگوں ہے۔ اگرچہ پانی میں اس کا جسم بھیگا ہُوا ہے۔ مگر اس کے لب خشک ہیں (اظہار پریشانی کر رہا ہے، کیونکہ پریشانی میں انسان کے لب خشک ہو جاتے ہیں)۔۱۱۶: (عقبہ، وہ راستہ جس سے گزرنا مشکل ہو) پہاڑ کے راستے میں بھی بہت سی مشکلات حائل ہیں۔ یہ دلدل میں کمر تک پھنسا ہوا ہے۔۱۱۷: تیرے بغیر ہوا بھی بے سروپا اور بے قرار ہے اور بے کار کام کر رہی ہے۔۱۱۸: پانی تیرے عشق میں آگ بن گیا ہے۔ یہ بے قرار اور سرکش ہے۔۱۱۹: خاک تیرے راستے میں عاجز ودرماندہ ہے۔ یہ خاکسار (عاجز) ہے اور اس نے اپنے سر پر خاک ڈالی ہے۔۱۲۰: تیرے عشق میں ابر کے جگر میں پانی نہیں رہا (سُوکھ گیا) اور آگ تیرے شوق میں دیوانی ہوگئی ہے۔۱۲۱: اے دل اگر تو اس کا طالب ہے اپنے آگے پیچھے دیکھ اور اُس کو پہچان لے۔۱۲۲: میں کہاں تک بیان کروں کیونکہ تیری تو تعریف ہی نہیں ہو سکتی اور مَیں تعریف بھی کیسے کروں کیونکہ مجھے تو تیری معرفت حاصل نہیں ہے۔۱۲۳: ہر ایک ذرّہ سے اس کا سلوک علیحدہ ہے اور ہر راستہ سے اس کا راستہ الگ ہے۔۱۲۴: ان سالکوں (راستہ چلنے والوں) کو دیکھ کہ یہ اُس کی جناب میں سب مِل کر حاضر ہوئے ہیں۔۱۲۵: تو کیا جانے کہ کونسا راستہ چلنے والا کونسے راستے سے اس درگاہ میں حاضر ہوا ہے۔۱۲۶: کسی وقت اگر وہ ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن انسان اسے اندرونی طور پر تلاش کرتا ہے اور کبھی یہ چھپا ہوا ہوتا ہے اور انسان ظاہر دیکھتا ہے۔۱۲۷: اگر تو اسے کُھلم کُھلا ڈھونڈھے گا۔ تو وہ چھپ جائے گا اور اگر اپنے دل میں تلاش کرے گا۔ تو ظاہر ہو جائے گا۔۱۲۸: اُس کی تلاش کر کیونکہ وہ ظاہر ہے اور اس وقت وہ دونوں زمانوں (حال وماضی) سے باہر ہے۔۱۲۹: تو نے کچھ نہیں کھویا۔ کچھ مت بول، جس کی تو تلاش کر رہا ہے وہ چیز وہ نہیں ہے۔ اس لیے تلاش مت کر۔۱۳۰: جو کچھ تو تلاش کر رہا ہے، جو کچھ تو کہتا ہے، تو وہی ہے۔ تو اپنے آپ کو پہچان تو اس سے کہیں زیادہ ہے۔۱۳۱: تعریف کرنے والوں کے لیے اُس کی تعریف نہیں ہے اور وہ ہر مرد اور نامرد کے قابل نہیں ہے۔۱۳۲: اِسی وجہ سے عجز معرفت میں مل گیا کیونکہ نہ اُس کی شرح کی جا سکتی ہے نہ تعریف (مطلب یہ ہے کہ عجز ومعرفت کا مرتبہ ایک ہے معرفت کا مطلب ہی عجز وانکساری ہے)۔ ۱۳۳: لوگ جو کچھ بھی اس کی ہستی کے متعلق جانتے ہیں۔ اس کی حقیقت وہم وگمان سے زیادہ نہیں ہے اور اس کی ہستی کے متعلق کچھ کہنا ناممکن ہے۔۱۳۴: آسمان پانی پر ہے اور دنیا ہوا پر قائم ہے۔ اس پانی اور ہوا سے گزر تو سب خدا ہی خدا ہے۔۱۳۵: آدمی کو چاہیے کہ وہ بادشاہ کو ہر حال میں پہچانے۔۱۳۶: کسی کو کیا معلوم کہ اُس کی ہستی کیا ہے۔ جب کہ تمام دنیا میں خدا ہی خدا ہے۔ پھر حیرت ہے کہ ہم اُس کی ہستی کو کیوں نہیں پہچانتے۔۱۳۷: بھینگا (احول)

شخص ہی غلطی کر سکتا ہے کیونکہ ایسا حال کسی ناکارہ مرد کا ہوتا ہے۔ ۱۳۸: اگر انھوں نے بہت سی اچھی بری باتیں کہی ہیں۔ جو کچھ بھی انھوں نے کہا ہے خود ہی کہا ہے۔ ۱۳۹: وہ علم سے بالاتر ہے اور دکھائی نہیں دیتا کیونکہ اپنی پاکیزگی اور لطافت کی وجہ سے وہ بے نشان ہے۔ ۱۴۰: اُس کے نشان میں سوائے بے نشانی کے کسی کو کچھ نہیں ملا اور سوائے بے نشانی کے چارہ ہی کیا تھا۔ ۱۴۱: ہر ایک شخص خواہ وہ ہوش میں ہو یا بے ہوش۔ اس کے حصہ میں خدا کو تلاش کرنے کے بعد وہی آتا ہے جو اُس کی تقدیر میں ہوتا ہے (خدا کو کوئی تلاش نہیں کر سکتا)۔ ۱۴۲: اس دنیا اور دُوسری دنیا کا ذرّہ ذرّہ صرف تیرا خیال ہی خیال ہے۔ سوائے خدا کے جو کچھ بھی تو دیکھتا ہے صرف تیرے ہی قیاس کا نتیجہ ہے۔ ۱۴۳: کسی شخص کی آواز اُس تک نہیں پہنچتی۔ تو پھر کسی شخص کی رُوح وہاں تک کیسے پہنچ سکتی ہے۔ ۱۴۴: وہ ہزاروں طریقوں سے بھی بالاتر ہے اور ہماری فہم و ذکا سے بلند تر ہے۔ ۱۴۵: عقل اُس کے جنون میں حیران و سرگشتہ ہے اور ہماری جان اپنے عجز کی وجہ سے انگشت بدنداں (حیرت زدہ) ہے۔ ۱۴۶: جان کیا ہے؟ اُس کے کام میں حیران و پریشان۔ دل زخمی ہے اور خون میں بھرا ہوا ہے۔ ۱۴۷: اے حق کو پہچاننے والے تو اس قدر خیال آرائیاں مت کر کیونکہ اس طرح صرف قیاس اور خیال سے یہ کام نہیں چل سکتا۔ ۱۴۸: اس کے حُسن کی وجہ سے عقل اور جان بوڑھے شخص کی طرح ناکارہ ہو گئی ہیں۔ عقل حیران ہو گئی اور جان ششدر رہ گئی۔ ۱۴۹: چونکہ انبیا اور رسُولوں میں سے کوئی بھی اُس ذات کُل میں سے ایک حصہ تک نہیں تھا۔ ۱۵۰: اس لیے تمام عاجز ہو کر زمین پر گر پڑے (اظہار ندامت و عجز کیا) اور انھوں نے ''ماعرفناک'' پکارا (جس کا مطلب یہ ہے کہ تجھے جیسا پہچاننے کا حق تھا ہم نہیں پہچان سکے)۔ ۱۵۱: میں کون ہستی ہوں جو اُسے پہچاننے کی ڈینگ ماروں۔ اُس نے اُس کو پہچانا جس نے کہ خود کو پہچانا۔ ۱۵۲، چونکہ دونوں عالموں میں اس کے سوائے کوئی ہستی نہیں ہے تو کس کے ساتھ اپنے اس ہوس، حرص اور جنون کو منسوب کر رہا ہے؟ ۱۵۳: اُس کی قدرت کے جواہر کا سمندر موجیں مار رہا ہے۔ تو اس بات کو نہیں سمجھتا اس لیے حیران ہے۔ ۱۵۴: جس شخص نے کہ اس دریا کے جوہر کو نہیں پایا۔ وہ کوئی چیز نہیں ہے اور اس نے کچھ بھی نہیں پایا (یعنی خدا کو تلاش کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ کچھ بھی معلوم نہیں ہو سکا)۔ ۱۵۵: جس شخص اور ہستی کی اس قدر تعریف کی گئی ہے یہ کس طرح ممکن ہے کہ اُس کی تعریف نہیں ہو سکتی اور خاموش رہ کر کر سکوں۔ ۱۵۶: تو مت بول جب اشاروں میں اس کی تعریف نہیں ہو سکتی اور خاموش رہ جبکہ اُس کی تعریف عبارت میں نہیں آسکتی۔ ۱۵۷: نہ تو وہ اشارے قبول کرتا ہے نہ بیان سمجھتا ہے اور نہ کسی شخص کو اُس کا علم ہی ہے۔ ۱۵۸۔ کمال تو یہی ہے کہ تو یہی ہے کہ تو کچھ بھی نہ ہو تو اس میں گم ہو جا، وصال یہی ہے۔ ۱۵۹: تو اُس میں غائب ہو جا۔ حلول کرنا اسے ہی کہتے ہیں اور جو یہ نہیں کرتا وہ فضول اور بے کار کام کرتا ہے۔ ۱۶۰: تو اپنا خیال ایک ہی طرف رکھ اور ''دوئی'' سے بھاگ تو ایک دل، ایک قبلہ اور رو رہ (یعنی تو ظاہر و باطن ایک رہ)۔ ۱۶۱: اے بے معرفت خلیفہ زادے (انسان کو خلیفہ قرآن میں کہا ہے) اپنے باپ (آدم) کی طرح معرفت حاصل کر۔ ۱۶۲: خداوند تعالیٰ نے جو کچھ بھی عدم سے دنیا میں پیدا کیا تمام چیزیں اُس کے سامنے سجدے میں جھک

گئیں۔ ۱۶۳: اور جب اُس کی قدرت آدمؑ تک پہنچی تو آدمؑ کو اپنی غیرت کی وجہ سے سو پردوں کے پیچھے لے گئے۔ ۱۶۴: اُس نے کہا کہ اے آدمؑ تو سخاوت کا سمندر بن جا۔ یہ تمام مخلوق تجھے سجدہ کرے گی۔ ۱۶۵: لیکن اُن میں سے ایک (شیطان) نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور خدا کی درگاہ سے اُس پر لعنت و ملامت کی گئی۔ ۱۶۶: جب یہ (شیطان) روسیاہ ہو گیا (معتوب ہو گیا) تو اس نے کہا کہ اے خداوند تعالیٰ مجھے بے کار مت رکھ اور مجھے بھی کوئی کام دے۔ ۱۶۷: حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے راندۂ درگاہ۔ آدمؑ خلیفہ بھی ہے اور بادشاہ بھی۔ ۱۶۸: جب کہ جان جسم میں داخل ہو گئی تو جز وکل ہو گیا۔ کوئی بھی اس سے نرالا طلسم اور جادو پیدا نہیں کر سکتا۔ ۱۶۹: اس خاک کی ہستی (انسان) کی وجہ سے روح کو بلند مرتبہ ملا اور ذلیل مٹی اور لطیف روح ایک جگہ ہو گئیں۔ ۱۷۰: جبکہ بلند (روح) اور لبیت (مٹی) ایک جگہ جمع ہو گئے تو انسان بھیدوں کا عجائب خانہ بن گیا۔ ۱۷۱: لیکن کوئی بھی اس بھید سے آگاہ نہیں ہوا، کیونکہ یہ کام ہر ایک نہیں کر سکتا۔ ۱۷۲: نہ تو ہم سمجھے اور نہ ہم نے پہچانا اور نہ ہم نے کبھی اس طرف توجہ ہی کی (کہ اس بھید کو معلوم کریں)۔ ۱۷۳: تو کب تک کہے جائے گا، سوائے خاموش رہنے کے کوئی چارہ نہیں ہے، کیونکہ اب ایک آہ تک بھرنے کی ہمت نہیں ہے۔ ۱۷۴: اگرچہ بہت سے لوگ اس سمندر سے ضرور واقف ہیں۔ لیکن اس سمندر (دنیا) کی گہرائیوں سے کوئی واقف نہیں ہے۔ ۱۷۵: خزانہ اس گہرائی میں ہے اور دنیا ایک جادو ہے۔ آخر کار تیرے جسم کا جادو ایک روز ٹوٹ جائے گا۔ ۱۷۶: اس کے بعد تو داؤدؑ کو دیکھ کہ لوہے کو اپنی جگر کی گرمی کی وجہ سے موم کر دیتے تھے (حضرت داؤدؑ کا معجزہ تھا کہ لوہے کو موم کی طرح پگھلا دیتے تھے (۱۷۷: پھر حضرت سلیمانؑ جیسے بادشاہ کو دیکھ کر ان کا وسیع ملک شیطان کے قبضہ میں آ گیا۔ ۱۷۸: پھر حضرت ذکریاؑ کے دل میں جب جوش اُٹھا تو سر پر آرا چلوا لیا اور خاموش رہے (حضرت ذکریاؑ اپنے دشمنوں سے بچ کر بھاگے راستہ میں ایک درخت آ گیا اس سے پناہ مانگی۔ درخت قدرت الٰہی سے پھٹ گیا اور حضرت ذکریاؑ اس میں چھپ گئے۔ لیکن ان کا دامن باہر رہ گیا جس سے دشمنوں نے پہچان لیا کہ اسی درخت میں پوشیدہ ہیں اور فوراً درخت پر آرا چلوا کر حضرت ذکریاؑ کو شہید کر دیا)۔ ۱۷۹: اس کے بعد حضرت ابراہیمؑ کو دیکھ کہ منجنیق (ایک قسم کی مشین تھی کہ جس میں حضرت ابراہیمؑ کو بٹھا کر آگ میں ڈالا گیا) آگ ہی ان کی منزل بن گئی۔ ۱۸۰: اگرچہ اُن کی منزل آگ میں بنائی گئی لیکن آگ کو اپنے لُطف و کرم سے گلزار بنا دیا۔ ۱۸۱: اس کے بعد حضرت اسماعیلؑ کو غمگین دیکھ کہ ان کا مذہب اور طریقہ اپنے محبوب کے کوچہ میں ذبح ہوتا ہے (خدا کے حکم سے حضرت ابراہیم نے حضرت خلیلؑ کو ذبح کرنا چاہا لیکن ان کی جگہ دُنبہ ہو گیا اور یہ بچ گئے)۔ ۱۸۲: اس کے بعد حضرت یحییٰؑ کو سب کے سامنے دیکھ کہ طشت میں ان کا سر شمع کی طرح کاٹ کر رکھا گیا۔ ۱۸۳: پھر حضرت عیسیٰؑ کو سُولی پر دیکھ کہ جبکہ وہ یہودیوں سے بھاگے۔ ۱۸۴: پھر اس کے بعد افضل الانبیا حضرت محمد ﷺ کو دیکھ کہ دُشمنوں اور ظالموں کے ہاتھ سے انھوں نے کیا کیا تکلیفیں اُٹھائیں۔ ۱۸۵: اس کے بعد ولیوں کے بادشاہ (حضرت علیؓ) کو دیکھ کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد انھوں نے کافروں کے ہاتھوں کیسی کیسی تکلیفیں اُٹھائیں۔ ۱۸۶: پھر حضرت علی مرتضیٰ کو نماز

میں دیکھ جبکہ ایک کافر نے ہلاک کرنے والی تلوار سے اُن پر وار کیا۔ ۱۸۷: پھر حضرت محمد ﷺ کی صاحبزادی (حضرت فاطمہؓ) کو دیکھ کہ باغِ فدک (جو اُن کے حصہ میں حضرت رسُولِ خدا نے لکھ دیا تھا اور بعد میں لوگوں نے ان سے چھین لیا) اور دوسرے غموں کی وجہ سے کس قدر حلول و رنجیدہ رہیں۔ ۱۸۸: جبکہ حضرت امام حسنؓ شہید ہو گئے تو یہ شیر (امام حسینؓ) کربلا میں شہید کر دیے گئے۔ ۱۸۹: اگر میں اولادِ نبیؐ کے حالات کو علیحدہ علیحدہ بیان کروں تو حیران رہ جائے گا۔ ۱۹۰: تو سمجھتا ہے کہ یہ آسان بات ہے اور جان دینا اس سے بھی آسان ہے؟ ۱۹۱: میں کہاں تک بیان کروں کوئی اور بات باقی نہیں رہی۔ اگر میں شاخ پر سے چلا جاؤں تو کوئی پھول نہ بچے۔ ۱۹۲: میں حیرت کی وجہ سے مر گیا۔ میں سوائے عاجزی کے کوئی علاج ہی نہیں جانتا۔ ۱۹۳: اے (خدا) تیرے راستے میں عقل دُودھ پیتا بچہ ہے اور بوڑھی عقل تیرے راستے میں ٹھیک رہی ہے۔

خدا کی تعریف

۱: اے خدا جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ تیرے سوا اور کوئی نہیں ہے جبکہ تو ہی بغیر حد اور شمار کے ہے تو تیرے سوا دوسرا کون ہو سکتا ہے؟ ۲: مجھ جیسا بیوقوف اور کم عقل خدا کو کیسے پہچان سکتا ہے اور میں اس (ناپاک) زمین سے اس پاک ہستی تک کیسے پہنچ سکتا ہوں۔ ۳: نہ تو علم میں آسکتا ہے اور نہ تو ظاہر ہے۔ تو فائدہ اور نقصان کی حدود سے بالاتر ہے۔ ۴: نہ تو تجھے موسیٰ سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے اور نہ فرعون سے کوئی نقصان۔ ۵: کوئی چیز دنیا میں اُس ذات سے زیادہ وسیع نہیں ہے۔ جب کوئی اُس کی ذات کی تحقیق نہیں کر سکتا پھر اُسے ہم کیسے جان سکتے ہیں؟ ۶: اے خدا تمام دنیا حیران ہے اور تو پردہ کے پیچھے پوشیدہ ہے۔ ۷: اپنے سامنے سے پردہ اُٹھا دے اور مجھے مت جلا اور اس سے زیادہ مجھے اس پردہ میں مت جلا۔ میں آسمان کے سمندر کے اندر پڑا ہوا ہوں اور پردہ سے باہر ہوں۔ ۱۰: مجھے اس سمندر سے نکال کر رازوں سے آگاہ کر۔ تو نے ہی مجھے اس سمندر میں ڈالا تھا اور تو ہی نکالے گا۔ ۱۱: میں سر سے لے کر پاؤں تک ہوا و ہوس میں گرفتار ہوں۔ اگر تو ہی میرا ہاتھ نہ پکڑے اور میری مدد نہ کرے تو میری حالت قابلِ افسوس ہے۔ ۱۲: میری جان بیہودہ اور فضول باتوں میں بھری ہوئی ہے۔ مجھ میں اور طاقت گناہ کی نہیں ہے۔ ۱۳: یا تو مجھے اس برائی اور گناہ سے نجات دلا ورنہ مجھے مار ڈال۔ ۱۴: زمانہ تجھ سے ڈرتا ہے اور میں اپنے آپ سے ڈرتا ہوں، کیونکہ میں نے تجھ سے ہمیشہ نیکی دیکھی ہے اور اپنے آپ سے بدی۔ ۱۵: اب میں مردہ ہوں۔ اگر میں زمین کے اندر چلا جاؤں تو اے پاک ہستی (خدا) میں اپنے آپ کو زندہ سمجھنے لگوں۔ ۱۶: اگرچہ مسلمان اور کافر ایک دوسرے سے لڑ رہے ہیں اور اس دیوانہ پن کے باوجود دیوانہ ہیں۔ ۱۷: اگر تو اسے دیوانہ پن کہے اور اگر تو اُسے بُرا کہے۔ ۱۸: میں اس دنیا اور اس کے لوگوں سے سیر ہو گیا ہوں۔ اَب میری آرزو موت کی ہے۔ ۱۹: اے بے نیاز (خدا) میری التجا کو دیکھ اور میری جان کو خوف و خطرے سے رہائی دے۔ ۱۰: اے بادشاہ (خدا) ہمارے دل خون میں لتھڑے ہوئے۔ سر سے پاؤں تک آسمان کی طرح ہم دیوانے اور سر پھرے ہوئے ہیں۔ ۱۲: میں تو یہ کہتا ہوں کہ دن رات ایک منٹ کے لیے بھی

خدا کی تلاش سے مت چُوکوں جبکہ ہم اس طرح ایک دوسرے کے قریب ہیں، کیونکہ تو خورشید ہے اور ہم سایہ ہیں۔ ۲۲: چونکہ تو ہی غریبوں کا نگہبان اور دوست ہے۔ تو تجھے ہی اپنے ہمسایوں کے حقوق کو پورا کرنا چاہیے (ان کی مدد کرنی چاہیے)۔ ۲۳: میں درد سے بھرے ہوئے دل اور افسوس وحسرت ویاس کی کہانی تجھے سنا دوں تو جب تک تجھے تلاش کروں گا خود گم ہو جاؤں گا۔ ۲۵: چونکہ میں راستہ بھول گیا ہوں اس لیے میری رہنمائی کہ مجھے دولت عطا کر، اگرچہ میں (تیری درگاہ اور جناب میں) بے وقت مانگنے آیا ہوں۔ ۲۶: جو شخص بھی تیرے کوچہ میں آیا نصیبہ اُس کا دوست ہو گیا۔ وہ تیرے میں محو ہو گیا اور اپنے آپ سے بیزار ہو گیا (خود کو بھُول گیا)۔ ۲۷: میں نا امید نہیں ہوں بلکہ بے قرار ہوں۔ ممکن ہے کہ وہ ہزاروں میں سے مجھے ہی منتخب کر لے۔ ۲۸: اے عطارؔ کب تک تو اپنی آرزوئیں اور حسرتیں بیان کرتا رہے گا جبکہ تو جانتا ہے کہ وہ ان تمام باتوں سے بے نیاز ہے (اُسے سب علم ہے)۔

حکایت

(نولکشور کے نسخہ میں یہ پہلا شعر موجود نہیں ہے، جس کے بغیر مطلب صاف نہیں ہوتا)

بود مردے تاجرے بس با نظام　　　روز وشب اندر سفر بودے مدام

۱: ایک ڈاکو نے اس کو لوٹ لیا اور اس کے ہاتھ باندھ کر اپنے گھر لے گیا۔ ۲: وہ گھر میں گیا تا کہ تلوار لا کر اس کی گردن مارے۔ اُس وقت اس کی بیوی نے (قیدی کو) روٹی کا ٹکڑا دے دیا۔ ۳: جبکہ وہ شخص تلوار لے کر آیا تو اُس وقت اُس بے چارے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا دیکھا۔ ۴: اُس نے کہا کہ یہ روٹی تجھے کس نے دی ہے۔ اُس (قیدی) نے جواب دیا کہ یہ روٹی تیری بیوی نے دی ہے۔ ۵: اُس شخص نے یہ جواب سُنا تو کہا اب تیرا قتل کرنا مجھ پر حرام ہو گیا۔ ۶: کیونکہ جس شخص نے ہماری روٹی توڑی (کھائی) اُس کی طرف ہاتھ تلوار نہیں لے جا سکتا (مار نہیں سکتا)۔ ۷: جس نے ہماری روٹی کھائی اُس سے ہمیں اپنی جان بھی دریغ نہیں ہے (جان بھی اُس کے لیے موجود ہے) اَب میں اُس کا خون کیسے بہا سکتا ہوں (قتل نہیں کر سکتا)۔ ۸: اے میرے پیدا کرنے والے جب سے کہ میں پیدا ہوا ہوں تیرے دستر خوان پر تیرا دیا ہوا رزق کھا رہا ہوں۔ ۹: جبکہ کوئی شخص کسی کی روٹی کھاتا ہے تو وہ اُس سے وفاداری کرتا ہے۔ ۱۰: اے خدا تیری سخاوتوں کے ہزاروں سمندر موجیں مار رہے ہیں اور میں نے تیری بے شمار روٹیاں کھائی ہیں۔ ۱۱: اے تمام عالموں کے مالک میں عاجز ہوں۔ میں خون میں غرق ہوں اور خشکی پر کشتی چلا رہا ہوں (یعنی کارِ لاحاصل کر رہا ہوں)۔ ۱۲: میری مدد کر اور میری دعاؤں کو سُن۔ میں مکھی کی طرح اپنا سر کب تک پیٹتا رہوں۔ ۱۳: اے گناہوں کو بخشنے والے میرا اعذار اور معذرت بھی سُن لے۔ میں تو جل ہی رہا ہوں تو مجھے کس لیے جلاتا ہے۔ ۱۴: میرے خون میں شرمندگی اور خجالت کی وجہ سے جوش آجاتا ہے۔ میں اب تک بہت نامردی اور کم ہمتی سے کام لیتا رہا ہوں۔ ۱۵: میں نے اپنی غفلت اور گمراہی کی وجہ سے سینکڑوں گناہ کیے۔ لیکن تو نے اس کے بدلے ہزاروں رحمتیں کیں۔ ۱۶: اے بادشاہ مجھ غریب کو مت پکڑ (سزا مت دے) اگر مجھ سے بُرائی سرزد ہوئی تو اُسے

مت پکڑ۔ ۱۷: چونکہ میں نے جان بوجھ کر خطا کی ہے مجھے بخش دے۔ میں نے اپنے دل اور جان پر ظلم کیا ہے اس لیے مجھے معاف کر دے۔ ۱۸: اگر چہ میری آنکھیں بظاہر گریہ و زاری نہیں کرتیں لیکن اندرونی طور پر میری روح تیرے اشتیاق میں بہت روتی ہے۔ ۱۹: اے میرے پیدا کرنے والے خواہ میں نے اچھائی کی ہے یا بُرائی، جو کچھ بھی کیا ہے اپنے نفس پر کیا ہے۔ ۲۰: میری کم ہمتی اور بُرائی کو معاف کر دے اور میری بے عزتی کو درگزر کر۔ ۲۱: میں اپنے آپ (نفس) میں پھنسا ہوا ہوں اور تیری ذات کو دیکھ کر حیرت میں ہوں۔ خواہ میں اچھا ہوں یا بُرا لیکن ہوں تیرا ہی مال۔ ۲۲: میں بہت حقیری شے ہوں۔ اگر تو ابھی میری طرف (نظرِ عنایت سے) دیکھ لے تو میں (ایک بہت بڑی) مکمل شے بن جاؤں۔ ۲۳: ایک نظر میرے خون سے بھرے ہوئے دل کی طرف دیکھ لے اور مجھے اس (مصیبت) سے باہر نکال۔ ۲۴: اگر تو مجھ جیسی ذلیل اور ناکارہ ہستی کو طلب کر لے تو کوئی دوسرا میرے جیسا مرتبہ حاصل نہیں کر سکتا (میری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا)۔ ۲۵: میں کون ہوں (میری ہستی ہی کیا ہے؟) کہ تجھ سے اپنا رشتہ اور ناطہ جوڑ سکوں۔ میرے لیے یہی کافی ہے کہ تیری جناب میں مجھے حقیر ترین رُتبہ مل جائے۔ ۲۶: اگر میں اس قدر بھی کہہ سکوں کہ تیرا غلام ہوں (ہندو بمعنی غلام) اور تیرے کوچہ کی خاک کا ادنیٰ ترین غلام ہوں۔ ۲۷: میں نے اپنی روح کو (جو مثل غلام کے ہے) تجھ سے ہی پایا ہے اور میری پیشانی پر (غلامی کا) داغ تیری درگاہ ہی کا ہے۔ ۲۸: اس داغ دار غلام کو تو فروخت مت کر اس غلام کے کان میں تو غلامی کا حلقہ (بالیٰ) ڈال دے۔ ۲۹: اگر میں تیرا غلام نہیں ہوں تو مجھے اس قدر عزت کہاں سے ملی۔ جب سے میں تیرا غلام ہوا ہوں میرا دل حبشی کی مانند (سیاہ) ہو گیا ہے۔ ۳۰: اے خدا تیری مہربانی اور کرم سے کبھی کوئی شخص نا اُمید نہیں ہوا۔ تیری غلامی کے داغ کا حلقہ میرے پاس ہمیشہ سے ہے۔ ۳۱: جس شخص کا دل تیری دی ہوئی تکلیف سے خوش نہیں ہوتا۔ خدا کرے کہ وہ کبھی خوش نہ ہو، کیونکہ باہمت شخص نہیں ہے۔

۳۲: اے خدا میرا علاج یہی ہے کہ تو مجھے تھوڑا سا درد بخش دے، کیونکہ درد کے بغیر میں مرا جاتا ہوں۔ ۳۳: کافر کے لیے اور ایمان دار کے لیے ایمان (جس قدر ضروری ہیں) اُسی طرح تھوڑا سا درد عطارؒ کے لیے (ضروری ہے)۔

۳۴: اے خدا تو میری گریہ وزاری سے واقف ہے تو میری راتوں کی آہ وبکا میں بھی موجود رہتا ہے۔ ۳۵: میرا رنج وغم حد سے بڑھ گیا ہے اب تو میرے لیے خوشی عنایت کر۔ اس تاریکی اور اندھیرے میں مجھے نور کی روشنی بخش۔

۳۶: (پائے مرد = مدد) اس رنج وغم میں تو ہی میرا مددگار ہے۔ میں تنہا ہوں میری مدد کرنے والا صرف تو ہی ہے۔

۳۷: تو مجھے اسلام کے نور کی لذّت بخش اور میرے تاریک نفس کو فنا کر دے۔ ۳۸: میں ایک ذرّہ کی مانند تاریکی میں کھو گیا ہوں اور زندگی میں مجھے کوئی خوشی نہیں ہے۔ ۳۹: میں آفتاب کی طرح تیری درگاہ پر سوال کر رہا ہوں۔ ممکن ہے کہ میں بھی آفتاب کی طرح چمک اُٹھوں (جس طرح تو سُورج کو نور بخشتا ہے اسی طرح ممکن ہے کہ میرے اوپر رحم کھا کر مجھے بھی نور بخش دے)۔ ۴۰: میں ایک دیوانہ وار ذرّہ کی طرح کوشش کر رہا ہوں اور ہاتھ پاؤں مار رہا ہوں۔

۴۱: میں اس سوراخ (دُنیا) سے باہر نکلتا ہوں اور میں اُس روشن دُنیا (دوسری دُنیا) میں جو میرے سامنے ہے داخل

ہوتا ہوں (مندرجہ بالا دونوں اشعار میں اشارہ ان ذرّات کی طرف ہے جو اکثر تاریک مکانوں میں جب کبھی کسی سوراخ سے سورج کی روشنی داخل ہوتی ہے تو سورج کی طرف بڑھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ اسی طرح شاعر اس تاریک دنیا میں ایک ذرّہ کی طرح سورج کی روشنی میں جو خداوند تعالیٰ کے الطاف کا نور ہے سرگرداں بڑھ رہا ہے)۔

۴۲: جب تک یہ جان لبوں پر نہیں آتی (یعنی جب تک میں نہیں مرتا) میں دُنیا کے جھگڑوں میں پھنسا رہوں گا۔

۴۳: جب میں مرجاؤں گا تو سوائے تیرے میرا کوئی نہ ہوگا۔ تب اے میرے دوست تو میرے ساتھ رہیو۔ ۴۴: جبکہ میری جگہ مجھ سے خالی ہو جائے (جب میں مرجاؤں) اگر اُس وقت تو میرے ساتھ نہ ہو تو میرے او پر افسوس ہے۔

۴۵: مجھے امید ہے کہ تو میرا ساتھ دے گا۔ اگر تو ایسا چاہے تو کر سکتا ہے۔

حضرت محمد ﷺ کی نعت

ا: دُنیا اور دین کے مالک۔ وفا کے خزانے۔ دونوں عالموں کے صدر اور بڑے مرتبے والے حضرت محمد ﷺ (ہیں)۔ ۲: شرع (طریقہ دین) کے سورج اور یقین (خدا کی ذات کو پہچاننا) کے سمندر دُنیا کے نور اور دونوں عالموں کی رحمت۔ ۳: پاک انسانوں کی روحیں ان کی پاک روح کی خاک ہیں۔ روزِ آفرینش (جس روز دنیا پیدا کی گئی) آپ کی خاک سے اوروں کی روحیں بنائی گئی تھیں۔ ۴: دین اور دنیا کے مالک اور تمام چیزوں کے مالک روحوں کے سورج اور تمام کے ایمان ہیں۔ ۵: آپ کو معراج ملی اور آپ تمام عالم کے صدر ہیں۔ آپ کی خورشید صفت ہستی خدا کے نور کا سایہ ہے۔ ۶: آپ اس دنیا اور دوسرے جہان کے رہنما ہیں اور آپ تمام مخلوق کے جو ظاہر ہے یا چھپی ہوئی ہے رہبر ہیں۔ ۷: دونوں عالم آپ کے فتراک (شکاریوں کے شکار کا تھیلہ) میں بندھے ہوئے ہیں۔ زمین و آسمان نے آپ کی خاک کو اپنا قبلہ (سجدہ کی جگہ) بنایا ہے۔ ۸: تمام نبیوں میں سب سے بہتر اور سب سے بڑے نبی اور تمام ولیوں اور تمام برگزیدہ اور پاک لوگوں کے راستہ دکھانے والے ہیں۔ ۹: اسلام کی ہدایت کرنے والے اور راستہ بتانے والے۔ غیب کا فتویٰ دینے والے اور تمام مخلوقات کے امام و رہنما۔ ۱۰: میں جو کچھ بھی کہتا ہوں ان تمام چیزوں سے بڑی ہستی اور تمام مخلوقات سے اپنے رتبہ کے لحاظ سے آگے ہیں۔ ۱۱: خداوند تعالیٰ نے آپ کو قیامت کے میدان کا مالک کہا اور فرمایا کہ بے شک آپ کی ذات باعثِ رحمت اور ہدایت کرنے والی ہے۔ ۱۲: دونوں جہان صرف اسی کی ذات کی وجہ سے وجود میں آئے اور آسمان نے بھی اسی کے نام کی وجہ آرام پایا ہے۔ ۱۳: ہستی کے سمندر سے وہ شبنم کی طرح وجود میں آیا (شبنم کی طرح لطیف اور پاک ہے) اور تمام دنیا اسی کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ ۱۴: تمام مخلوقات صرف اسی کے نور کی وجہ سے پیدا کی گئیں اور تمام وہ چیزیں جو ظاہر ہیں اور وہ تمام چیزیں جو معدوم ہیں ان کی اصل اور بناوہی ہستی ہے۔ ۱۵: خداوند تعالیٰ نے جب حضرت کا نور اپنی جناب میں دیکھا تو آپ کے لیے نور کے سو سمندر پیدا کیے۔ ۱۶: سوائے آپ کی ذات کے دنیا پیدا کرنے کی کوئی اور وجہ نہیں ہے اور آپ سے زیادہ مقدس اور پاک ہستی دنیا میں موجود نہیں ہے۔ ۱۷: جو چیز کہ سب سے پہلے غیب سے وجود میں آئی بے شک وہ آپ کا پاک نور

تھا۔۱۸:اس کے بعد آپ کے بزرگ مرتبہ والے نور نے عرش و کرسی اور لوح و قلم پر قبضہ کرلیا۔۱۹: آپ کے پاک نور میں سے ایک تو یہ دنیا ہے اور آپ کے نور کے ذرّے حضرت آدمؑ میں موجود ہیں۔۲۰: کئی سو سال تک وہ سجدہ میں گرے رہے اور ایک مدت تک وہ رکوع میں کھڑے رہے (رکوع نماز میں جھکنے کو کہتے ہیں)۔۲۱: جب کہ وہ عظمت اور بزرگی والا نور ظاہر ہوا تو خدا کے سامنے سجدہ میں گر پڑا۔۲۲: اُس رازوں کے دریا (حضرت محمد ﷺ) کی اس نماز کی وجہ سے آپ کی تمام اُمت پر نماز فرض اور واجب ہوگئی۲۳: کئی سال تک آپ کھڑے رہے (قیام نماز میں کھڑے رہنا) اور تمام عمر آپ تشہد پڑھتے رہے (یعنی کلمہ شہادت اشھدان لا الٰہ الا اللہ کہتے رہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی خدا سوائے ایک خدا کے)۔۲۴: خداوند تعالیٰ نے آپ کے نور کو سورج اور چاند کی طرح بہت دیر تک اپنے پاس رکھا۔۲۵: پھر وہ اپنے آپ کو ڈھونڈنے کے لیے سات مرتبہ نکلے اس وجہ سے سات آسمان ظاہر ہوئے۔۲۶: پھر جبکہ اُس کے بھیدوں کے سمندر (خدا) نے آپ کے نور کو دیکھا تو اس میں اپنی بزرگی اور فخر کی وجہ سے جوش آگیا۔۲۷: اس کے بعد اُس پاک نور کو آرام مل گیا وہ بلند آسمان بن گیا اور اسے کرسی کا خطاب ملا۔ ۲۸: ہر ایک نظر جو خدا کی طرف سے اُس تک پہنچی وہ ایک ستارہ بن گئی اور آسمان پر ظاہر ہوگئی۔۲۹: اس کے سانسوں سے نور ظاہر ہوا اور اس کے فکر سے بھرے ہوئے دل سے بھید نکلے۔۳۰: عرش و کرسی اس کی ذات کا سایہ چاہتے تھے اور فرشتے اس کی سی صفت مانگتے تھے۔۳۱: جبکہ اُس کے سانسوں کی وجہ سے بہت سے بھید جمع ہوگئے اس وجہ سے بہت سا نور بھی جمع ہوگیا۔۳۲: رُوح صرف عالم خیال کا ایک راز ہے (جو محسوس نہیں ہوسکتی۔ صرف خیال میں آسکتی ہے) خدا نے روح کے متعلق فرمایا ہے کہ "میں نے اس میں روح پھونکی۔" ۳۳: آپ کو پیغمبری اور نبوت کا درجہ (بعثت) تمام دنیا کے لیے تا قیامت مل گیا (یعنی آپ ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا اور تمام دنیا کو ہدایت دینے والے تنہا آپؐ ہی ہوں گے)۔۳۴: کیونکہ تمام اُمتیں آپؐ کے نور کی وجہ سے ہی پیدا ہوئیں اِس لیے بے شک تمام اُمتوں کے لیے آپ ہی کو نبی بنایا گیا۔۳۵: آپ نے خداوند تعالیٰ کے حکم سے جنات کو دعوتِ اسلام دی اور ایک رات تمام جنّ ظاہر ہوئے (اشارہ اس واقعہ کی طرف ہے کہ جنّات نے قرآن شریف کی تلاوت سن کر اسلام قبول کیا تھا)۔۳۶: جبکہ آپ نے شیطان کو بُلوایا تو شیطان بھی اس وجہ سے مسلمان ہوگیا۔۳۷: جبکہ آپ نے حیوانوں کو طلب کیا تو اس کا گواہ پہاڑی بکرا اور گوہ ہے۔۳۸: فرشتوں کو رُسول ﷺ کے برابر بٹھایا اور تمام کو ایک ہی شب دعوت پر بلوایا۔۳۹: وہ پاک ذات چونکہ ذرّوں تک کو ایمان کی دعوت دے رہی تھی۔ اس لیے ہاتھ میں تسبیح رکھنا بھی آپ کی صفت میں داخل ہوگیا۔۴۰: آپ تمام دُنیا کے بتوں کو بھی ایمان کی دعوت دیتے تھے اِس لیے تمام بُت آپ کے سامنے سجدہ میں گر پڑے (حضرتؐ نے خانہ کعبہ کو بُتوں سے پاک کیا تھا)۔۴۱: اُس کی اُمت میں جس قدر بھی اشخاص پیدا ہوئے سب لوگ آپؐ کی عزت کے خوشہ چینوں میں سے تھے۔۴۲: تمام نبیوں میں سے کون سے نبی نے اس قدر عزّت اور بلند مرتبہ پایا۔ تمام اُمتوں سے پوچھا جاتا ہے۔ بتائیں کہ اتنا رُتبہ کس کو ملا۔

۴۳: دونوں جہان کو دعوتِ ایمان دینا آپ کا فرض ہو گیا۔ آپ نے ذرّوں کو بھی ایمان کی دعوت دی خواہ وہ ظاہرہ تھے یا چھپے ہوئے۔ ۴۴: چونکہ آپ کا نور تمام موجودات کے وجود کا باعث تھا اور آپ کی ذات ہر ایک ذات کو زندگی عطا کرنے والی تھی۔ ۴۵: خداوند تعالیٰ اُس ہدایت کرنے والی شمع۔ ۴۶: قیامت کے دن ایک بے کار اینٹ کے عوض میں اُس کی امت اس قسم کی بہت سی باتیں کہتی ہے۔ ۴۷: (تنگری = خدا) اگرچہ وہ ہر ایک چیز کا مالک اور خدا ہے لیکن اس کی ہر چیز کے واسطے رونا نہیں چاہیے۔ ۴۸: چونکہ آپ تمام کاموں میں ماہر اور اُستاد تھے اس لیے تمام کام آپ ہی کے سپرد کیے گئے، کیونکہ کام ہمیشہ تجربہ کار کو دیا جاتا ہے ۴۹: جس طرح کہ اس کی خاصیت تھی وہ اسی طرح رہا تو پھر اُسے کوئی خواب میں کس طرح دیکھ سکتا ہے۔ ۵۰: جو چیز بھی دُنیا میں موجود ہے اُس کی حفاظت میں ہے اور جو چیز بھی ہے اُس کی مرضی کے مطابق ہے۔ ۵۱: خداوند تعالیٰ نے نبوّت کو اُس پر ختم کر دیا (یعنی اس کے بعد کوئی اور نبی پیدا نہیں ہوگا) اپنے پیدا کرنے کے معجزے اور جواں مردی کو بھی اس پر ختم کیا۔ ۵۲: آپ نے اپنی ذات میں تمام (کُل) چیزوں کو دیکھا اور کُل میں اپنی ذات دیکھی اور جس طرح کہ پیچھے سے دیکھا اُسی طرح سامنے سے دیکھا (یعنی آپ ظاہر و باطن کا علم رکھتے تھے)۔ ۵۳: خدا نے آپ کی معرفت ہر خاص و عام کو دین کی دعوت دی اور اپنی تمام نعمتوں کو آپ پر ختم کر دیا۔ ۵۴: خدا نے غصہ کی حالت میں بھی کافروں کو مہلت بخشی (غور و فکر کا موقعہ دیا) اور آپ کے زمانے میں انسان پر کوئی عذاب نازل نہیں کیا۔ ۵۵: آسمان آپ کی ہمّت اور جواں مردی کی حفاظت کرتا تھا اور خدا نے آپ کی اُمت کو زندگی بخشی۔ ۵۶: رات کے وقت آپ کو معراج دی اور تمام راز آپ کے سامنے کھول دیے۔ ۵۷: وہ اپنے رُتبہ اور عزت کی وجہ سے دو قبلوں کے مالک تھے (اسلام کے شروع میں مُسلمان بیت المقدس کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ پھر خانہ کعبہ کو (قبلہ قرار دیا) اور آپ کے سایہ کے بغیر آپ کا سایہ مشرق سے مغرب تک تھا۔ ۵۸: آپ کو خدا کی طرف سے سب سے عمدہ کتاب (قرآن شریف) ملی اور آپ کو تمام کائنات بغیر کسی حساب کے مل گئی۔ ۵۹: آپ کی ازدواج مطہرات تمام مومنوں کی مائیں تھیں اور آپ کی معراج تمام نبیوں اور پیغمبروں کے باعثِ عزت واحترام ہے۔ ۶۰: آپ کی خاک اپنی عزت کی وجہ سے قبلہ بن گئی ہے اور آپ کی اُمت کی صورتیں مسخ (بدشکل) نہیں ہوں گی (خداوند تعالیٰ نے اور نبیوں کی اُمتوں کو مسخ کر دیا تھا۔ کسی کو بندر اور کسی کو کتا بنا دیا اور یہ لوگ قیامت کے روز اسی شکل میں اُٹھائے جائیں گے۔ لیکن مسلمان اس عذاب سے بری ہیں)۔ ۶۱: اور نبی تو پیچھے ہوں گے اور آپ اُن کے آگے ہوں گے اور آپ کی اُمت کے علما اور نبیوں سے بہتر ہیں (حضرت کا ارشاد ہے کہ میری اُمت کے عالم بنی اسرائیل کے پیغمبروں سے زیادہ رتبہ رکھتے ہیں)۔ ۶۲: خداوند تعالیٰ نے نہایت عزت و احترام سے آپ کا نام توریت وانجیل میں لیا ہے۔ ۶۳: پتھر کو آپ سے بزرگی اور بڑائی عطا ہوئی اور بعد میں آپ کو ''یمین اللہ'' (یعنی خدا کے داہنے ہاتھ) کا خطاب ملا۔ ۶۴: آپ کو جب نبوّت کا درجہ ملا تو بت سرنگوں گر پڑے اور آپ کی اُمت سب سے بہترین اُمت ہے۔ ۶۶: قحط سالی کے زمانے میں سوکھے ہوئے کنوئیں کو آپ کے دہن

مُبارک کے ایک قطرہ نے شیریں اور صاف پانی سے بھر دیا۔۶۶: چاند آپ کی اُنگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو گیا (معجزہ شق القمر حضرت کا بہت مشہور ہے) اور سورج آپ کے حکم سے واپس لوٹ گیا۔۶۷: آپ کے شانوں کے درمیان خورشید کی طرح مُہرِ نبوت ظاہر تھی (حضرت ﷺ کے شانے پر ایک نشان تھا، جسے ''مُہرِ نبوت'' کہتے ہیں)۔ ۶۸: آپ نے مدینہ منورہ (خیر البلاد) میں ہدایت کی اور آپ تمام دنیا کے لیے تمام زمانوں میں باعث خیر و برکت ہیں۔۶۹: خانۂ کعبہ کو آپ ہی کی وجہ سے ''خدا کے گھر'' کا خطاب ملا اور جو شخص بھی اس میں داخل ہو گیا اُسے امن اور راحت مل گئی (خانہ کعبہ میں کسی کا قتل کرنا حرام ہے)۔۷۰: جبریل نے آپ ہی کے ہاتھوں خلعت پہنا اور آپ کے لباس میں سوئی ظاہر ہوئی۔۷۱: خاک کو آپ کے ہی عہد میں سب سے زیادہ مضبوط اور عمدہ چیز ملی۔ یعنی خاک سے مسجد بنی اور اس کو پاکیزگی عطا ہوئی۔۷۲: آپ پر ایک ایک ذرّہ کا بھید ظاہر تھا (اصل کتاب میں نہاں ہے اسے عیاں بنالینا چاہیے) آپ اس لیے اَن پڑھ (اُمّی) پیدا ہوئے کہ آپ کتاب نہیں پڑھ سکتے تھے (یعنی آپ کو ہر ایک چیز کا حال معلوم تھا اِس لیے کتاب پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی)۔۷۳: چونکہ خدا کی زبان آپ کی زبان ہے (جو خدا کہتا ہے وہی آپ فرماتے ہیں) بہترین زمانہ آپ کا ہی عہد مبارک تھا۔۷۴: قیامت کے روز تمام چیزیں غائب ہو جائیں گی شروع سے لے کر آخر تک۔ سوائے خدا کی زبان کے تمام زبانیں (بند ہو جائیں گی)۔۷۵: آخر وقت تک جب تک کہ آپ زندہ رہے آپ خدا کی درگاہ کے طالب رہے۷۶: جب کہ آپ کا دل بھیدوں کے سمندر میں بے خود ہو گیا تو آپ کے سیلاب کا جوش نماز کی طرف بہہ نکلا (یعنی آپ بے خودی کی حالت میں فریضہ نماز ادا کرتے تھے جبکہ آپ کو مطلق اپنی ذات کا علم نہیں رہتا تھا)۔۷۷: چونکہ آپ کا دل عجیب و غریب سمندر تھا اور یہ ظاہر ہے کہ گہرے سمندر میں طوفان زیادہ آتا ہے۔۷۸: آپ حضرت بلالؓ سے یہ فرماتے ہوئے کہ اے بلال ہم کو راحت بخشو اندر تشریف لے گئے تا کہ میں اس مصیبت اور خیالات کی پریشانی سے باہر نکلوں۔۷۹: اور پھر پریشان خاطر باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اے سُرخ چیز مُجھ سے کلام کرو (حضرت پر وحی نازل ہونے کے بعد ایک حالت طاری ہو جاتی تھی اور اُس وقت آپ یہ خطاب حضرت عائشہؓ سے کرتے تھے)۔۸۰: اگر آپ کے اندر اور باہر آنے جانے پر ذرا سا بھی غور کیا جائے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کوئی اس خیال سے اپنی جان باہر لے جا سکتا ہے (یعنی سب اسی خیال میں ختم ہو جائیں)۔۸۱: آپ کی خلوت میں عقل کو راستہ نہیں (عقل کی وہاں تک پہنچ نہیں) اور علم بھی آپ کے وقت سے واقف نہیں ہے۔۸۲: جب کہ خلوت میں آپ اپنے دوست (خدا) کے ساتھ باتیں کرتے ہیں۔ تو جبریل کے بھی اُس جگہ جاتے ہوئے پر جلتے ہیں (نہیں جا سکتا)۔۸۳: جبکہ آپ کی ہستی کا سیمرغ ظاہر طور پر اُڑتا ہے تو حضرت موسیٰؑ خدا کی جناب میں پہنچے تو خدا نے حکم دیا کہ اپنی جوتیاں اتار دو۔۸۵: جبکہ آپؐ جوتیاں اتارنے لگے تو حکم ملا کہ اسی طرح چلے آؤ کیونکہ یہ بھی نور ہیں۔۸۶: پھر معراج میں اس خدا کی شمع نے ہلال (پہلی رات کا چاند) کو خوب دیکھا۔۸۷: موسیٰؑ عمران اگرچہ بادشاہ تھے۔ لیکن خدا کی جناب تک آپ کو جوتیاں لے جانے کی اجازت

نہیں تھی (حضرت موسیٰؑ کو موسیٰؑ عمران اپنے والد کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ آپ کے والد کا نام عمران تھا)۔۸۸: دیکھ خدا نے اپنی مہربانی کی وجہ سے آپ کو اس قدر بلند مرتبہ دیا کہ آپ کے ہمراہ آپ کا ملازم بھی آ گیا۔۸۹: خدا نے آپ کے ملازم کو اپنے ہاں باریابی بخشی اور جوتیوں سمیت آنے کی اجازت دی۔۹۰: موسیٰؑ نے جب یہ عزت و مرتبہ دیکھا اور آپ کے ملازم کی یہ عزت افزائی دیکھی۔۹۱: تو خدا سے التجا کی کہ اے خدا مجھے آپ کی اُمت میں سے کر دے اور مجھے آپ کی سخاوت کی پناہ میں جگہ دے۔۹۲: اگرچہ التجا تو حضرت موسیٰؑ نے کی لیکن یہ عالی مرتبہ حضرت عیسیٰؑ کو مل گیا۔۹۳: بے شک جب (یہ دونوں نبی) اُس خلوت میں سے باہر نکلیں گے تو لوگوں کو آپ کے دین کی دعوت دیں گے۔۹۴: جب حضرت عیسیٰؑ چوتھے آسمان سے زمین پر آئیں گے تو اپنا منہ تو زمین پر رکھ دیں گے (سجدہ کریں گے یا اظہارِ عجز) اور اپنی جان آپ کے سامنے بطور نذرانہ پیش کریں گے۔۹۵: حضرت مسیحؑ آپ کے غلام ہو گئے اس لیے خدا نے آپ کا نام ''مبشر'' یعنی بشارت دینے والا رکھا۔۹۶: اگر کوئی یہ کہے کہ کسی کو کسی کی ضرورت ہے۔ اگرچہ وہ اس دنیا سے چلا گیا لیکن پھر واپس آ جائے۔۹۷: اور ہماری مشکلات کو ایک ایک کر کے حل کر دے تا کہ ہمارے دل میں کوئی شک نہ رہے۔۹۸: کوئی شخص بھی ظاہر اور غائب میں سے پیدا نہیں ہوگا (کہ مندرجہ بالا باتوں کو پورا کر دے) حضرت محمد ﷺ کے علاوہ کوئی شخص بھی ان دونوں عالموں میں (یہ قطعہ بند ہے)۔۹۹: آپؐ اپنی بینائی کی وجہ سے اس عالی رُتبہ پر پہنچے اور دوسرے نبی اپنی عقل مندی کی وجہ سے وہاں پہنچے (یعنی دوسرے نبیوں کو نبوت کا رتبہ حاصل کرنے میں بہت عقل اور کوشش سے کام لینا پڑا اور حضرت محمد ﷺ کو سب رموز معلوم تھے، جس طرح کوئی راستہ جانتا ہے اور اس پر بے دھڑک چلا جاتا ہے۔ اسی طرح آپ بھی اس نبوت کے راستہ پر تشریف لے گئے۔۱۰۰: آپ بادشاہ ہیں اور تمام چیزیں آپ کی وجہ سے ہیں۔ آپ بادشاہوں کے بھی بادشاہ ہیں اور تمام چیزیں آپ کے لشکر میں داخل ہیں۔۱۰۱: جب آپ کے سر پر بادشاہت کا تاج رکھا گیا تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سمندر میں پہاڑ ہو (آپ کا سر سمندر تھا اور تاج اس پر پہاڑ کی طرح قائم تھا)۔۱۰۲: تمام دنیا آپ کے بالوں کی وجہ سے معطر ہو گئی اور سمندر کے پیاس کے مارے ہونٹ خشک ہو گئے۔۱۰۳: کون ہے جو اُس کے دیدار کا پیاسا نہیں ہے (دیدار کی خواہش نہیں رکھتا) حتیٰ کہ لکڑی اور پتھر تک آپ کے عشق میں گرفتار ہیں۔۱۰۴: جبکہ آپ منبر پر تشریف لے گئے تو حنّانہ کا رونا دور تک سنائی دیتا تھا (حضورؐ منبر بننے سے قبل ایک لکڑی کے ستون سے کمر لگا کر وعظ فرماتے تھے۔ جب منبر بن گیا تو اس پر تکیہ کرنا موقوف کر دیا۔ اس فراق میں یہ ستون اس قدر روتا تھا کہ لوگ اس کی آواز سُنتے تھے۔ اس کے رونے کو نالہ حنّانہ کہتے ہیں)۔۱۰۵: آسمان بے ستون تو روشن ہو گیا (یعنی حضور چھت کے نیچے سے نکل کر صحن مسجد میں وعظ فرمانے لگے) اور وہ لکڑی کا ستون آپ کے فراق میں رنجیدہ ہو گیا۔۱۰۶: جبکہ میں آپ کے اوصاف بیان کرتا ہوں تو شرم کے مارے مجھے خون پسینہ کی طرح آتا ہے۔۱۰۷: آپ دنیا بھر سے زیادہ فصیح تھے اور میں گونگا ہوں۔ پھر میں آپ کے حالات کیسے بیان کر سکتا ہوں۔۱۰۸: آپ کے اوصاف مجھ جیسے نالائق سے کیسے بیان ہو سکتے

ہیں۔آپ کے اوصاف بیان کرنے والا تو خدا ہے۔۱۰۹: یہ دنیا اپنے رتبہ اور عزت کے باوجود تیری خاک ہے۔ سو جہانوں کی جاں تیری پاک خاک کی گرد ہے۔۱۱۰: تمام نبی اس کے اوصاف دیکھ کر حیران وششدر ہیں۔بھید جاننے والے تک حیران وسرگرداں ہیں۔۱۱۱: آپ کے مسکرانے کے طفیل آفتاب چمک رہا ہے اور آپ کے رونے کی وجہ سے بادلوں سے بارش ہوتی ہے۔۱۱۲: دونوں جہان آپ کے پاؤں کی خاک ہیں۔اس خوابیدہ کمبل (زمین) میں آپ کی جگہ نہیں ہے (یہ زمین آپ کے مدفن کے قابل نہیں ہے)۔۱۱۳: اے بولنے والے (حضور ﷺ سے خطاب) اس کمبل سے سر باہر نکالیے اور اپنے پاؤں اس ذلیل جگہ سے نکال لیجیے۔۱۱۴: تمام پیغمبروں کی شرعیں آپ کی شرع میں مِل گئیں (یعنی آپ کی شرع تمام پیغمبروں کی شرعوں پر حاوی ہے) اور تمام پیغمبروں کی جڑیں آپ کی شاخ کے سامنے غائب ہو گئیں۔۱۱۵: قیامت تک آپ کی شرع اور آپ کا حکم قائم رہے گا اور آپ کا نام خدا کے نام کے ساتھ لیا جائے گا۔۱۱۶: ہر شخص خواہ وہ رسول ہو یا نبی سب آپ کے دین ہی پر ایمان لائیں گے۔۱۱۷: چونکہ آپ سے پہلے نہ آپ کے بعد آپ جیسا کوئی نبی نہیں ہوا۔اس لیے سب نبیوں کو بے شک آپ ہی کے دین کو قبول کرنا چاہیے۔ ۱۱۸: کوئی آپ کی خاک کو بھی نہیں پہنچ سکتا اور نہ کسی نبی کو آپ جتنی عزت ہی مل سکتی ہے۔۱۱۹: دونوں جہان کی سرداری قیامت تک خدا نے حضرت محمد ﷺ کے لیے مخصوص اور وقف کر دی ہے۔۱۲۰: اے رسول اللہ میں بہت عاجز ہوں میرے ہاتھ پر ہوا ہے (کم مایہ ہوں) اور سر پر خاک ہے (بدحال و پریشان ہوں)۔۱۲۱: بے کس اور بے چاروں کے مددگار اس دنیا میں ہمیشہ آپ ہی ہیں دو جہان میں سوائے آپ کے کوئی ہمدرد نہیں رکھتا۔۱۲۲: ایک نظر کرم مجھ بے چارہ پر بھی ہو جائے اور مجھ عاجز کا علاج بھی کر دیجیے۔۱۲۳: اگرچہ میں نے اپنی عمر گناہ میں برباد کی ہے۔لیکن اَب اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور آپ خدا سے مجھے بخشوا دیجیے۔۱۲۴: اگر میں خدا کے اس حکم سے کہ "خدا کے خوف سے بے امن مت بیٹھو" ڈرتا ہوں تو خدا کا دوسرا حکم کہ "خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو" میری ہمت بندھوا دیتا ہے۔۱۲۵: میں دن رات رنج وغم میں مبتلا رہتا ہوں تاکہ ایک لمحہ کے لیے آپ میری شفاعت اور نجات کی سفارش کر دیں۔۱۲۶: اگر آپ کے دروازے سے میری شفاعت ہو جائے تو میرے گناہوں کی تاریکی میں اطاعت وبندگی کا اجالا ہو جائے۔۱۲۷: اے میری شفاعت کرنے والے میرے اندھیرے دنوں میں اپنی مہربانی سے شفاعت کی شمع روشن کر کے اجالا کر دیجیے۔۱۲۸: تاکہ میں پروانے کی طرح آپ کی محفل میں اپنے پر مارتا ہوا آپ کی شمع کے سامنے (جلنے کو) آؤں۔۱۲۹: جو شخص بھی آپ کی (شفاعت کی) شمع کو روشن دیکھتا ہے۔وہ پروانہ کی طرح برغبت تمام اپنا دل وجان آپ پر نثار کر دیتا ہے۔۱۳۰: جان کی آنکھوں کے لیے آپ کا دیدار ہی کافی ہے اور دونوں عالموں کے لیے آپ کی خوشی کافی ہے۔۱۳۱: میرے دل کے درد کی دوا آپ کی حمیت ہے اور میری جان کا نور آپ کے چہرہ کا آفتاب ہے۔۱۳۲: آپ کے دروازے پر میں ہتھیلی پر جان لیے کھڑا ہوں۔تلوار کا جو ہر بھی میرے پاس موجود ہے۔میری طرف دیکھ تو لیجیے۔۱۳۳: میں نے اپنی زبان سے جواہر کی کانیں بکھیری ہیں۔آپ کے راستے میں

یہ گوہرافشانی روح کی گہرائیوں سے کی ہے (صدق دل سے یہ اشعار کہے ہیں)۔۱۳۴: میں اپنی روح کے لیے یہ گوہرافشانی کر رہا ہوں۔صرف آپ کی وجہ سے میری جان کا سمندر دکھائی دے رہا ہے (میں آپ کی وجہ سے زندہ ہوں)۔۱۳۵: جب سے کہ میری جان کو آپ کا پتہ لگا ہے۔تو آپ میں اس قدر محو ہو گیا ہوں کہ میری ہستی ہی باقی نہیں رہی۔۱۳۶: اے عالی نسب اور بڑے مرتبہ والے میری درخواست یہ ہے کہ اپنے کرم اور مہربانی سے میری طرف دیکھ لیجیے (مجھ پر رحم کر)۔۱۳۷: تا کہ آپ کی اُس ایک نظر التفات سے میں اس قدر آپ میں محو ہو جاؤں کہ میرا کوئی نشان ہی نہ رہے اور میں بقائے دوام حاصل کرلوں۔۱۳۸: ان تمام خیالاتِ فاسد۔کفر اور بیہودہ باتوں سے اے پاک ذات والے (حضرت محمد ﷺ) مجھے نجات دلوا دیجیے۔۱۳۹: میرے گناہوں کی وجہ سے میرا چہرہ سیاہ نہیں کیجیے (روسیاہی سے مراد شرمندگی و بدنامی) میں آپ کا ہم نام ہوں۔یہ بھی خیال رہے (عطار کا نام محمد اور لقب فریدالدین تھا) اور اس کا حق بھی ادا کیجیے (یعنی میری شفاعت کیجیے)۔۱۴۰: میں آپ کے راستہ پر ایک بچہ کی طرح چل رہا ہوں اور ڈوب گیا ہوں۔میرے چاروں طرف پانی ہی پانی ہے۔۱۴۱: مجھے امید ہے کہ اس بھنور سے مجھے آپ نکال لیں گے۔

حکایت ایک ماں کی کہ جس کا بچہ پانی میں گر پڑا تھا

۱: ایک ماں کا بچہ پانی میں گر پڑا اور ماں کی جان بے چین ہو گئی۔۲: بچہ حیرت و پریشانی میں ہاتھ پاؤں مارنے لگا اور پانی اس بچہ کو بہا کر پن چکی کے پرنالہ تک لے گیا۔۳: ماں نے چاہا کہ پانی میں کود کر بچہ کو بچا لے۔وہ پرنالہ کی طرف بڑھی اور ایک آہ بھری۔۴: پانی پیچھے ہٹ گیا اور وہ پیارا بچہ پانی پر آ گیا۔اتنے میں ماں بھی پہنچ گئی۔۵: ماں نے لپک کر بچہ کو اُٹھا لیا۔اسی وقت دودھ پلایا اور گود میں لیا۔۶: اے خدا تو نے ماں کو شفقت اور اولاد کی محبت دی ہے۔اس (دُنیا) کے بھنور میں تو بہت بڑا پرنالہ ہے۔۷: جب میں اس حیرت کے بھنور میں گر پڑا تو حسرت و یاس کے پرنالہ کے آگے جا پڑا۔۸: میں اس بے چارے بچہ کی طرح پانی میں پڑا ہوں اور اس پریشانی میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہوں۔۹: اُس وقت اے راستہ والے، بچوں پر مہربانی کرنے والے۔مہربانی فرما کر اپنے بھنور پر بھی نظر کر۔ ۱۰: میرے بے قرار دل پر مہربانی اور رحم کر اور اپنی مہربانی سے مجھے اس پانی میں سے نکال۔۱۱: اپنے مہربانی کے پستان سے ہمیں دودھ دے (مہربانی کر) اور ہمارے سامنے سے اپنی نعمتوں کا خوان مت ہٹا (ہم پر کرم فرما)۔۱۲: تو عقل اور سمجھ سے بالاتر ہے۔تو تعریف کرنے والوں کی تعریف سے بے نیاز ہے۔۱۳: تیرے فتراک (شکار کے تھیلے یہاں مراد حکمت سے) تک کسی کو رسائی نہیں بے شک ہم تیری خاک کی بھی خاک ہیں (بہت حقیر و ذلیل ہیں)۔ ۱۴: تیرے پاک دوست (خلفائے راشدین) تیری خاک ہو گئے (تجھ میں فنا ہو گئے) اور تمام دنیا والے تیری خاک کی خاک بن گئے۔۱۵: جو کہ تیرے دوستوں کی خاک نہیں ہے وہ تیرے دوستوں کا دشمن ہے۔۱۶: جس شخص کے دل میں حضرت محمد ﷺ کے خاندان (اہل بیت) سے دشمنی ہے اُس شخص نے آپ کے بعد ظلم کا بیج بویا (ظلم کیا)۔۱۷: اور

وہ شخص جو کہ دل و جان سے آپ کی اولاد کا تابعدار ہو گیا وہ آپ کے راستہ میں درست چلا (وہ ایمان دار اور مرد مومن ہے)۔ ۱۸: سب سے آخر میں امام مہدی (فرقہ اثنا عشری کے لحاظ سے بارھویں امام جو اس وقت روپوش ہیں اور قیامت سے قبل دنیا کو ہدایت کرنے کے لیے نمودار ہوں گے) اور حضرت علیؑ مرتضٰی کی اولاد ایمان کا جزو ہیں اور یہی حضرت محمد ﷺ کی اولاد میں سے ہیں۔ ۱۹: یہ تمام (اہل بیت نبیؐ) سچے ہیں اور عدل و انصاف میں سورج کی مانند چمک رہے ہیں ۲۰: ان میں سے کوئی تو حلم، بردباری، غیرت اور حیا کا سمندر ہے اور کوئی علم کا بادشاہ اور بہت بڑا سخی ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کی بزرگی اور تعریف میں

۱: پہلے مالک (حضرت رسول خدا) کے پہلے دوست آپ ہی تھے۔ آپ کا نمبر دوسرا ہے (ثانی۔ اثنین کا مطلب ہے دو میں سے دوسرا یہ حضرت ابو بکرؓ کا خطاب ہے) اور آپ رسول مقبولؐ کے ہمراہ غار میں بھی تھے (شب ہجرت جب رسول خدا مدینہ سے مکہ کو تشریف لے گئے ہیں تو حضرت ابو بکرؓ آپ کے ہمراہ تھے اور راستے میں کفار کے خوف سے ایک غار میں پناہ لی تھی، جس کے منہ پر مکڑی نے خدا کے حکم سے جالا تن دیا تھا)۔ ۲: آپ دین کے صدر۔ سب سے بڑے سچے (صدیق اعظم آپ کا خطاب ہے) اور سچائی کے قطب ہیں (قطب ستارہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتا۔ اسی طرح آپ بھی سچائی اور حق سے نہیں نکلتے)۔ ۳: جو کچھ بھی خداوند تعالیٰ کی درگاہ سے حضرت رسول خدا ﷺ (علم کا حصہ) کو ملا۔ ۴: وہ تمام (رسول خدا نے) حضرت ابو بکرؓ کے سینہ میں ڈال دیا۔ بے شک اس کی تحقیق ہو چکی ہے کہ وہ آپ ہی کو ملا۔ ۵: جبکہ آپ نے دونوں جہانوں کو ایک سانس میں کھینچ لیا (فتح پالی) آپ نے اپنے ہونٹ پتھر سے بند کر لیے اور خود خاموش ہو گئے۔ ۶: آپ نے رات سے لے کر صبح تک (خدا کی درگاہ میں) سر جھکائے رکھا اور آدھی رات کے وقت اپنے اندرونی سوز و گداز کی وجہ سے ایک چیخ ماری۔ ۷: آپ کی اس ہُو نے چین تک مُشک بکھیر دیا اور تاتار کے آہو کے خون کو مُشک میں بدل دیا (مشک خون سے بنتا ہے اور آہوئے تاتار کا مشک مشہور ہے)۔ ۸: اسی وجہ سے شرع اور دین کے سورج (حضرت رسول خدا نے) فرمایا تھا کہ علم کی تلاش چین تک کرنی چاہیے (اشارہ حدیث نبوی کی طرف جس میں ارشاد ہوا ہے کہ اطلبو العلم ولوکان بالصین۔ علم حاصل کرو خواہ وہ چین ہی میں کیوں نہ ہو)۔ ۹: اسی لیے آپ نے اپنی عقل مندی کی وجہ سے منہ میں پتھر رکھ لیا تھا۔ تا کہ پوری قوت اور بلند آواز آپ کی زبان ''ہُو'' پکار سکے۔ ۱۰: آپ کی زبان پر پتھر اس لیے تھا تا کہ آپ سوائے خدا کے کوئی اور نام نہ لے سکیں۔ ۱۱: آدمی میں کچھ ہمت اور قوت ہونی چاہیے تا کہ اس کا مرتبہ بڑھ سکے اور بے ہمت آدمی کس طرح کام آتا ہے۔ ۱۲: جبکہ حضرت عمرؓ نے آپ کی عزت اور مرتبہ میں سے صرف ایک بال کے برابر دیکھا تو کہا کہ اے کاش میں آپ کے دروازے پر مر جاتا۔ ۱۳: چونکہ آپ نے (ابو بکرؓ نے) ان کی دعا قبول کی اس لیے وہ رسول مقبول ﷺ کے بعد ثانی اثنین ہوئے (یعنی حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے)۔

امیر المومنین عمرؓ کی تعریف میں

ا:شریعت کے مالک اور دین کے راستہ کے سورج۔خدا کا سایہ فاروق اعظم (حضرت عمرؓ کا لقب) اور دین کی شمع۔۲:خدانے عدل وانصاف آپ پر ہی ختم کر دیا اور اپنی عقل مندی کی وجہ سے سب پر سبقت لے گئے۔۳:چونکہ خدانے سورۂ طٰہٰ سب سے پہلے آپ پر پڑھی۔اس لیے آپ سورہ طٰہٰ کی برکت سے پاک ہو گئے۔۴:سورہ طٰہٰ کی ''ہ'' آپ کے دل میں ہائے اور ہُو بن گئی اور مبارک ہے وہ ہستی جس کو یہ ہائے ہُو ملی (خدا کے عشق میں یہ گریہ وزاری سے مراد ہے)۔۵:رسولِ خدا کے ارشاد کے مطابق وہ شخص جو پُل صراط پر سب سے پہلے گزرے گا وہ حضرت عمرؓ ہی ہوں گے (قیامت کے روز تمام مخلوق ایک پُل پر سے گزرے گی جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے نیک اعمال والے تو اس پر سے گزر جائیں گے اور بد اعمال و گنہگار نہیں گزر سکیں گے)۔۶:جسے سب سے پہلے خلعت دارالسّلام (بہشت) سے ملے گا وہ آپ ہی ہیں۔آپ کا مرتبہ کس قدر بلند ہے۔۷:جب خدا سب سے پہلے آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ لے گا اور آخر وہاں لے جائے گا جس جگہ کہ خدا خود ہے۔۸:تمام مذہب کو آپ کے انصاف سے آرام ملا۔آپ نے دریائے نیل کو حرکت اور ذرّہ کو آرام بخشا۔۹:آپ ہر محفل کو جنت کی شمع کی طرح روشن کرتے تھے اور کسی شخص کو شمع کا سایہ تک نہیں دکھاتے تھے (یعنی آپ کی موجودگی میں روشنی کے لیے شمع درکار نہیں تھی)۔ ۱۰:شمع کا چونکہ نور کی وجہ سے سایہ نہیں ہوتا۔اس لیے شیطان آپ کے سایہ سے دور بھاگتا تھا۔۱۱:جب آپ اپنی زبان پر کوئی بات لاتے تھے تو وہ حقیقت اور سراسر سچ ہوتی تھی۔اس وقت آپ نہیں ہوتے تھے بلکہ خدا خود کلام کرتا تھا۔۱۲:کبھی تو آپ عشق حقیقی کے درد میں اپنی جان ہلاک کرتے تھے اور کبھی سچے کلام سے اپنی زبان تڑپاتے تھے۔۱۳:جبکہ حضرت رسولِ خدا نے دیکھا کہ آپ عشقِ خدا میں جلے جاتے ہیں تو فرمایا آپ جنّت کی شمع ہیں۔

امیر المومنین حضرت عثمانؓ کی بزرگی میں

ا:آپ اسلام کی پیروی کرنے میں سب سے آگے ہیں اور آپ دونوروں کے مالک ہیں (آپ کا خطاب ذوالنورین ہے)۔۲:آپ خدا کے علم میں غرق تھے عثمان بن عفان مذہب کے صدر تھے۔۳:دین اور دنیا کو آپ سے رونق ملی اور اپنے نورانی دل کی وجہ سے آپ ''ذوالنور'' (یعنی دو نور والے کا خطاب ملا)۔۴:حضرت رسولِ مقبولؐ کے قول کے مطابق آپ دوسرے یوسف تھے اور پارسائی وحیا کے سمندر اور وفا کی کان تھے۔۵:آپ نے رسولِ مقبولؐ کے ارشاد کے مطابق اپنے قریبی عزیزوں کو بہت فیض پہنچایا اور آخر کار اپنی جان ہی ان پر فدا کر دی (حضرت عثمانؓ کے خلاف یہ الزام تھا کہ تمام بڑے بڑے عہدوں پر آپ کے عزیز موجود ہیں۔اس لیے بغاوت ہوئی اور آپ کو شہید کر دیا گیا)۔۶:آپ کے زمانہ میں مذہب کی تبلیغ ہوئی اور علم و ہنر بہت زیادہ پھیلایا گیا۔۷:آسمان پر آپ کو سرداروں کا سردار کیا گیا۔رسولِ مقبولؐ نے بھی اشارۃً فرمایا کہ خدا حضرت عثمانؓ سے نہیں بولے گا۔۹:چونکہ آپ خود

موجود نہیں تھے کہ دعوت (خدا) قبول کر لیتے اس لیے آپ کے ہاتھ کی جگہ رسول خدا کے ہاتھ نے دعوت قبول کر لی۔
۱۰: تمام لوگوں نے جو موجود تھے کہا کہ اگر چہ آپ ''ذوالنورین'' ہیں لیکن غائب ہیں۔

امیر المومنین حضرت علیؓ کی بزرگی کے متعلق

۱: سچائی کے مالک اور راست بازوں کے رہنما۔ علم اور بُردباری کے پہاڑ اور دین کے قطب۔ ۲: بہشت کے چشمہ کوثر سے لوگوں کو شراب طہور پلانے والے اور راستہ دکھانے والے امام (امام کا مطلب آگے چلنے والے سے ہے) حضرت رسول مقبولؐ کے چچازاد بھائی اور خدا کے شیر (شیر خدا حضرت علیؓ کا لقب ہے)۔ ۳: آپ کا لقب مرتضےٰ (پسندیدہ) اور مجتبیٰ (برگزیدہ) ہے اور آپ حضرت فاطمہ بتولؓ (صاحبزادیء رسولِ خدا) کے شوہر ہیں۔ آپ بے گناہوں اور معصوموں کے سردار اور رسولِ خدا کے داماد ہیں۔ ۴: اور اپنی تقریر سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اور راستہ دکھاتے تھے اور آپ کو من وسلویٰ کا بھید معلوم ہے (من وسلویٰ وہ غذا تھی جو بنی اسرائیل پر آسمان سے نازل ہوئی تھی)۔ ۵: اپنے رُتبہ اور حق کی وجہ سے دین میں سب سے بڑی اور مقتدر ہستی آپ کی ہے اور بے شک آپ ہی تنہا فتویٰ دینے کے قابل ہیں۔ ۶: چونکہ حضرت علی کو عین اللہ (یعنی خدا کی آنکھ بھی کہا جاتا ہے) اس لیے عقل کو آپ کے علم پر کیسے شبہ ہو سکتا ہے۔ ۷: حضرت علیؓ کو خدا کی ذات کا بھی علم ہے۔ ۸: اگر حضرت عیسٰیؑ کے حکم سے مردہ زندہ ہو جاتا تھا تو آپ ایک لمحہ میں کٹے ہوئے ہاتھ کو درست کر دیتے تھے۔ ۹: آپ کی مقبول ہستی نے کعبہ میں حضرت رسولِ خدا کی پُشت پر سوار ہو کر بُت توڑے۔ ۱۰: آپ کے ضمیر میں غیب کا علم موجود تھا۔ اِس لیے اپنے گریبان سے (حضرت موسٰیؑ کی طرح) ید بیضا نکالتے تھے (حضرت موسٰیؑ کا معجزہ تھا کہ جب گریبان میں سے ہاتھ نکالتے تھے تو سورج کی طرح چمکتا تھا۔ اس لیے اسے ید بیضا یا چمک دار ہاتھ کہتے تھے)۔ ۱۱: اگر آپ ید بیضا نہ دکھاتے تو آپ کا ہاتھ ذوالفقار جیسی تلوار کیسے پکڑ سکتا تھا (آپ کو ایک تلوار خدا نے عطا کی تھی جس کے دو منہ تھے اس لیے ذوالفقار کہتے ہیں)۔ ۱۲: کبھی آپ اپنا کام (یعنی عبادتِ خدا) کرتے کرتے بہت جوش میں آ جاتے تھے اور کبھی اپنے بھیدوں کے کنوئیں سے کوئی بات بتا دیتے تھے۔ ۱۳: تمام دنیا میں آپ جیسی ہستی نہیں مل سکتی۔ آپ اندر (جنت) تشریف لے گئے لیکن آپ کو کوئی راز دار نہیں ملا۔

تعصّب کے متعلق کہتا ہے

۱: اے شخص تو ہمیشہ تعصب میں پڑا ہوا ہے۔ ہمیشہ بُغض وعناد یا محبت میں گرفتار رہتا ہے (تعصب کا مطلب طرف داری کرنے کے ہے)۔ ۲: اگر تو خدا سے اپنی عقل مندی کی ڈینگ مارتا ہے تو پھر تو تعصب کے لیے کرتا ہے۔
۳: اے بے خبر خلافت کے معاملہ میں رعایت نہیں ہو سکتی اور پھر حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ رعایت کیسے کر سکتے ہیں؟ ۴: اگر یہ دونوں رعایت ہی کرتے تو سب سے پہلے اپنے اپنے لڑکوں کو خلافت کا جانشین مقرر کرتے۔ ۵: اگر یہ دونوں سچائی

اور درستی کے راستے سے ہٹ جائیں تو دوسروں کو لازم ہے کہ انہیں منع کریں (ان کی غلطی سے آگاہ کریں)۔ ۶: اگر کسی نے کبھی ان کو منع کیا تو ان پر درستی چھوڑنے کا الزام لگایا جا سکتا ہے۔ ۷: اور اگر کسی نے ان دوستوں (خلفائے راشدین) کو منع ہی نہیں کیا۔ تو تجھے اختیار ہے کہ سب کی مذمت اور برائی کر۔ ۸: اور اگر تو رسولِ خدا کے دوستوں کی بے عزتی کرے گا تو تو نے رسولِ خدا کا حکم نہیں مانا (یعنی آپ نے ان ''یاروں'' کو اپنا دوست کہا ہے اس لیے ان کی مذمت جائز نہیں)۔ ۹: حضرت نے فرمایا کہ میرا ہر ایک دوست تمام مجلس میں سب سے زیادہ روشن (عقل منداور برگزیدہ) ہے اور میرا زمانہ سب سے زیادہ اچھا زمانہ ہے۔ ۱۰: میرے یار سب سے اچھی مخلوق ہیں۔ یہ میرے عزیز اور دوست ہیں۔ ۱۱: تو کیسے مان سکتا ہے کہ رسولِ خدا کے دوست ایک ایسے شخص کو کہ جس کا خلافت پر کوئی حق نہیں ہے، خلیفہ قبول کر سکتے ہیں۔ ۱۲: جب سب سے اچھا شخص تیرے نزدیک سب سے بُرا ہے تو تجھے عقل مند کون کہہ سکتا ہے۔ ۱۳: صحابہ رسولِ خدا پر یہ الزام کہ انھوں نے خلافت بروں کو دی درست نہیں ہو سکتا۔ ۱۴: اگر ان اصحاب کا فیصلہ درست نہیں ہے تو پھر قرآن کا فیصلہ بھی درست نہیں ہو سکتا۔ ۱۵: بلکہ جو کچھ بھی یہ اصحاب رسول کرتے ہیں اور خدا کے لائق کرتے ہیں۔ ۱۶: انھوں نے کوئی کام سوائے راستی کے ایک دم کے لیے بھی نہیں کیا۔ بلکہ کوئی بات اونٹ کے پاؤں باندھنے والی رسی جتنی بھی غلطی نہیں کی۔ ۱۷: جب تو ایک شخص کو سب کے سامنے اپنی جگہ سے علیحدہ کردے گا تو اس طرح تو ۳۳ ہزار انسانوں کی مذمت کرے گا (یعنی خلفائے راشدین کی نیتوں پر حملہ کرنے سے اس وقت کے تمام مسلمانوں کی مذمت ہوتی ہے)۔ ۱۸: تو ان سے کب تک الجھا رہے گا کیونکہ تیرے یہ خیالات سچائی پر الزام رکھتے ہیں۔ اس لیے تو ان خیالات سے درگزر کر۔ ۱۹: اگر حضرت ابو بکرؓ صدیق کسی کی رعایت کرتے تو اس طرح قتل کا حکم نہ دیتے۔ ۲۰: اور اگر حضرت عمرؓ میں ذرا سی بھی رعایت ہوتی تو اپنے لڑکے کو کوڑے مار مار کر کیسے ہلاک کر دیتے (حضرت عمرؓ نے اپنے لڑکے کو کوڑے مارنے کی سزا دی جس میں وہ مر گیا)۔ ۲۱: ہمیشہ صدیقؓ (ابو بکر) اسی طرح راہِ حق پر چلتے رہے۔ وہ تمام علائق دنیوی سے آزاد تھے اور درگاہ ایزدی میں حاضر رہتے تھے۔ ۲۲: اپنے مال و دولت اور لڑکی کو اپنے محبوب (رسولِ خدا) پر سے قربان کر دیا۔ ایسا شخص کبھی ظلم نہیں کر سکتا تو شرم کر (یعنی ان کے متعلق اپنے دل میں فاسد خیالات کو جگہ مت دے)۔ ۲۳: آپ نقل کے چھلکے سے پاک وصاف ہیں کیونکہ دانائی اور عقل مندی کا مغز ہیں (آپ نقل نہیں کرتے بلکہ اصلیت آپ کی ذات سے وابستہ ہے)۔ ۲۴: وہ شخص جو کہ منبر پر چڑھ کر بھی ادب کو ملحوظ رکھتا ہے اور مالک کو اس کے رتبہ کے مطابق جگہ دیتا ہے۔ ۲۵: وہ جب کہ سب کو ظاہر و باطن دیکھتا ہے تو پھر وہ غلط بات کیسے کہہ سکتا ہے؟ ۲۶: اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ جن کا کام انصاف کرنا تھا۔ کبھی تو وہ اینٹیں ڈھوتے تھے اور کبھی کانٹے گھسیٹتے تھے۔ ۲۷: اس دنیا میں ہر روز آپ کی خوراک، سات لقمے روٹی کے تھے۔ ۲۸: جو شخص بھی فرشتوں کے ساتھ آپ کے دستر خوان پر شریک ہوتا تھا آپ کی خوراک (کو دیکھتا تھا کہ) بیت المال سے نہیں آتی تھی (بیت المال وہ خزانہ جس میں تمام کا حق ہوتا ہے اور خلیفہ اس کا منتظم ہے)۔ ۲۹: اگر آپ سوتے

تھے تو آپ کا بستر خاک ہوتی تھی اور آپ کے سر کے نیچے تکیہ کی جگہ ریت کے ذرّات ہوتے تھے۔ ۳۰: رات بھر پریشان رہتے تھے اور اپنے لشکر کا خیال رکھتے تھے۔ ۳۱: پانی کی مشک سقے کی طرح اُٹھاتے تھے اور سوتے وقت بوڑھی عورت کو پانی دیتے تھے۔ ۳۲: حضرت عمرؓ نے حضرت خدیجہؓ سے پوچھا کہ اے عقل مند کیا تو عمرؓ میں کوئی عیب دیکھتی ہے۔ ۳۳: تو میرے منہ پر میری برائی کہہ دے۔ میری کوئی رعایت نہ کرے اور میرے عیب بطور تحفہ میرے سامنے لائے۔ ۳۴: اگر وہ تخت خلافت پر ناجائز طور پر بیٹھے تھے۔ تو پھر وہ سات من کی گدڑی کیسے اوڑھ سکتے تھے (یہ بلند رتبہ کیسے مل سکتا تھا)۔ ۳۵: نہ آپ نے کپڑے پہنے، نہ کوئی جُبّہ اوڑھا بلکہ اپنی گدڑی پر دس جگہ چمڑے کا پیوند لگایا۔ ۳۶: وہ لوگ جو اس قدر بادشاہت کرتے ہیں یہ ناممکن ہے کہ ایسے لوگ کسی کی رعایت کریں۔ ۳۷: وہ شخص جو کبھی گارا بنائے اور کبھی اینٹیں اُٹھائے۔ وہ شخص یہ تمام سختیاں یونہی برداشت نہیں کرتا۔ ۳۸: اگر آپ خلافت ہوا پر کرتے تھے تو اپنا تخت زمین پر رکھا تھا (یعنی آپ کی حکومت آسمان اور زمین پر یکساں تھی)۔ ۳۹: کافروں کے شہر صرف آپ کا نام سن کر کفر سے خالی ہو گئے۔ ۴۰: اگر تو دین کے واسطے تعصب کرتا ہے یہ انصاف نہیں، تُو دین کے لیے مر جا۔ ۴۱: وہ (حضرت عمرؓ) تو تیری مہربانی اور قہر کی وجہ سے مر گیا۔ اگر تو اس کا زہر کھالے گا تو نامعلوم کتنی دفعہ مر جائے گا (یعنی حضرت عمرؓ تو دین کی وجہ سے مر گئے۔ اگر تو ان جیسی مصیبتیں برداشت کرے تو نامعلوم کتنی مرتبہ مر جائے)۔ ۴۲: اے جاہل اور اے وہ شخص جو سچائی کو نہیں پہچان سکتا۔ خلافت دیکھ کر اپنی بڑائی کا خیال مت کر۔ ۴۳: اگر (خلافت کی بڑائی اور ذمہ داری) تیرے سر پر رکھ دی جائے تو اس عظیم الشان ذمہ داری کی وجہ سے تو بے قرار ہو جائے گا۔ ۴۴: اگر کوئی اس طرح خلافت کرے تو یہ ذمہ داری ہزاروں آفتیں لے آئے۔ ۴۵: یہ کوئی آسان کام نہیں ہے کہ جب تک بدن میں جان رہتی ہے یہ خلافت کی ذمہ داری بھی گردن پر رہتی ہے۔

حکایت

۱: جبکہ عمرؓ جناب اویسؒ کے سامنے جوش میں بھرے ہوئے آئے تو کہا کہ میں خلافت کی ذمہ داری اپنے کندھوں سے پھینکتا ہوں۔ ۲: اگر کوئی خلافت کا خریدار ملے تو میں خلافت کو ایک دینار کے عوض میں فروخت کرنے کو تیار ہوں۔
۳: جب اویسؒ نے حضرت عمرؓ کے یہ الفاظ سنے تو کہا کہ جاؤ خاموش ہو کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ۔ ۴: تو جو چیز چاہے راستے میں پھینک دے۔ لیکن وہ چیز پھر بارگاہ خداوندی میں چلی جائے گی (اور وہاں سے تجھ کو مل جائے گی)۔ ۵: جب حضرت عمرؓ نے چاہا کہ خلافت ترک کر دیں۔ تو آپ کے دوست چلا اُٹھے۔ ۶: تمام نے کہا کہ اے ہمارے رہبر خدا کے لیے دنیا کو تباہ مت کر۔ ۷: یہ ذمہ داری تیری گردن پر ابوبکر صدیقؓ نے رکھی تھی اور یہ انھوں نے خود جان بوجھ کر نہیں رکھی تھی بلکہ تحقیق کے بعد تجھے سونپی تھی۔ ۸: اگر تو ان کے فرمان سے سرتابی کرے گا تو اسی وقت ان کی روح تجھ سے ناراض ہو جائے گی۔ ۹: جب یہ دلیل حضرت عمرؓ نے سُنی تو اس پر نہایت پابندی اور تندہی سے عمل کرنا شروع کیا۔

حکایت

ا: جبکہ اُس بد بخت کافر نے قضاراحضرت علیؓ پرتلوار کا وار کیا۔۲: حضرت علی کے لیے لوگوں نے شربت بنایا۔ حضرت علیؓ نے پوچھا کہ میرا قاتل کہاں ہے۔۳: پہلے شربت اُس کو پلاؤ پھر مجھے دو، کیونکہ اس کو میرے ساتھ رہنا چاہیے۔۴: جب شربت اس (قاتل) کے پاس لے گئے تو وہ بولا کہ یہ ظلم ہے کیونکہ علی مجھے زہر پلا کر قتل کرنا چاہتے ہیں۔۵: علی نے کہا کہ خدا کی قسم اگر وہ نابکار میرا بھیجا ہوا شربت پی لیتا۔۶: میں خدا کے سامنے جنت میں اس کے ہمراہ جاتا۔۷: جبکہ مرتضیٰ کو اس بدکار مرد نے قتل کر دیا اُس وقت بھی حضرت علی اس کے بغیر جنت میں جانا نہیں چاہتے تھے۔۸: جبکہ ایک دشمن پر آپ اس قدر مہربان تھے تو کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کبھی ناراض ہو سکتے ہیں۔۹: جس شخص کو دشمن کا بھی اس قدر خیال ہو تو وہ بھلا اپنے دوست اور ساتھی سے کیسے دشمنی کا خیال تک لا سکتا ہے۔۱۰: تو کب تک کہے گا کہ علی مظلوم تھے اور آپ کو خلافت سے محروم کر دیا تھا۔

حکایت

ا: جبکہ حضرت علیؓ خدا کے شیر اور سر کے تاج ہیں تو اے لڑکے کوئی شخص شیر کے ساتھ ظلم نہیں کر سکتا (کیونکہ شیر فوراً بدلہ لے لیتا ہے)۔۲: حضرت رسولِ خدا راستے میں ایک جگہ ٹھہرے اور فرمایا کہ لشکر کے لیے کنوئیں سے پانی لاؤ۔ ۳: ایک شخص گیا اور فوراً آ کر کہا کہ کنوئیں میں پانی نہیں ہے۔ بلکہ خون سے پر ہے۔۴: حضرت علیؓ نے کنوئیں سے اپنا راز کہا اور کہا کہ تجھے کچھ ہمارے درد کی خبر بھی ہے۔۵: جب کنوئیں نے یہ بات سنی تو خون غائب ہو گیا اور پانی ظاہر ہو گیا۔۶: تجھے تعصب میں جوش آ رہا ہے۔ مرتضیٰ کی جان ایسی (متعصب) نہیں تھی اس لیے تو خاموش ہو جا۔ ۷: جس کی جان ایسی ہو بھلا اس کے دل میں چیونٹی کے برابر بھی کینہ اور فساد کیسے ہو سکتا ہے۔۸: تو علی کا قیاس اپنے اوپر مت کر کیونکہ وہ حق شناس ہستی تو خدا میں محو تھی۔۹: اگر علی میں تیرے جیسا کینہ ہوتا تو وہ حضرت محمدؐ کی امت سے لڑائی لڑتے۔ ۱۰: حضرت علیؓ تجھ سے کہیں زیادہ دلیر اور قوی تھے۔ پھر انھوں نے جنگ کیوں نہ کی۔ ۱۱: اگر ابوبکر صدیقؓ سچائی پر نہیں تھے اور حضرت علیؓ حق پر تھے تو انہیں حضرت ابوبکرؓ سے اپنا حق طلب کرنا چاہیے تھا۔ ۱۲: حضرت علیؓ کے سامنے حضرت رسول خدا کی ازواج مطہرات چونکہ مذہب کے مطابق مذہب کو تلاش نہیں کرتی تھیں۔۱۳: بے شک جبکہ حضرت علی نے اس قدر شور و غل دیکھا تو ان کو اپنے زور قوت سے دبا دیا (یعنی حضرت علی رسول مقبولؐ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ سے جنگ جمل میں لڑے)۔۱۴: جو شخص کہ لڑکی (یعنی حضرت عائشہؓ دختر حضرت ابوبکرؓ) سے جنگ کر سکتا تھا تو وہ باپ (حضرت ابوبکرؓ) سے بھی لڑ سکتا تھا۱۵: اے لڑکے تو حضرت علی کو نہیں پہچانتا تو ان کی حقیقت سے ناواقف ہے اور صرف علیؓ کو جانتا ہے۔۱۶: تو اپنی جان کے عشق میں بے قرار ہے اور حضرت علیؓ اپنی سو جانیں قربان کرنے کو تیار ہیں۔۱۷: اگر رسولِ خداؐ کے صحابہ میں سے کوئی مارا جاتا تھا تو حضرت علیؓ

بہت رنجیدہ ہوتے تھے۔ ۱۸: جب تک میں خود نہ مارا جاؤں میری آنکھوں میں میری پیاری جان ذلیل رہے گی
(عطار کی یہ دعا قبول ہوئی اور انہیں قتل کیا گیا)۔

حکایت

۱: ایک روز بلالؓ (حبش کے رہنے والے، آنحضرتؐ کے غلام، اذان بہت خوش الحانی سے دیتے تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد کفار کے ہاتھوں ایک مدت تک ظلم اُٹھاتے رہے) نے اپنے نازک بدن پر بہت سے کوڑے کھائے۔ ۲: اس قدر بے شمار لکڑیاں اور کوڑے کھا کر آپ کے جسم سے خون جاری ہو گیا۔ لیکن صدق دل سے اسی طرح خدا کا نام لیتے رہے کہ وہ ایک ہے۔ ۳: اگر کسی کے پاؤں میں راہ چلتے ذرا سا کانٹا بھی چبھ جاتا ہے تو کسی کی محبت یا دشمنی کا خیال نہیں رہتا۔ ۴: وہ شخص (حضرت بلالؓ) جب اس قدر مصیبتوں میں گرفتار تھا۔ تو ایسی قوم کے ہاتھوں میں رہ کر اپنا مذہب بدلنا بہت بڑی بات ہے۔ ۵: وہ لوگ تو ایسے (باہمت) تھے تو ایسا (ذلیل و کم ہمت) ہے۔ تو کب تک پریشان اور حیران رہے گا۔ ۶: تیری زبان سے صحابہ رسول ﷺ کو تکلیف پہنچتی ہے اور تیری زبان پر کافروں کے سے لفظ آ گئے ہیں (یعنی تو کافروں کی طرح صحابہ کی مذمت کرتا ہے)۔ ۷: تو واہیات باتوں میں اپنا نامہ اعمال سیاہ مت کر اگر تو اپنی زبان کو قابو میں رکھے تو سب پر سبقت لے جائے (باایمان ہو جائے)۔ ۸: خواہ علیؓ تھے یا ابوبکرؓ ان میں سے ہر ایک کی جان خدا کو پہچاننے میں مصروف تھی۔ ۹: جبکہ شبِ ہجرت حضرت محمد ﷺ غار میں تشریف لے گئے تو آپ کی جگہ آپ کے بستر پر حضرت علیؓ سوئے۔ ۱۰: حضرت علیؓ نے اپنی جان اس رات اسی لیے (خطرہ میں پڑ کر) قربان کی کہ کسی طرح حضرت رسول خدا پر آنچ نہ آنے پائے۔ ۱۱: اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت رسول خدا ﷺ کے لیے اپنی جان خطرہ میں ڈالی (شبِ ہجرت حضرت ابوبکرؓ غار میں حضرت رسولِ خداؐ کے ہمراہ تھے)۔ ۱۲: یہ دونوں بہادر (حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ) حضرت رسولِ خدا کے لیے جان دینے کو تیار تھے اور اس طرح اپنی جان کھو کر اس کی حفاظت میں چلے گئے۔ ۱۳: تو تعصب کیے جا لیکن ان دونوں نے مردانہ وار اپنی جانیں حضرت رسولِ خدا پر قربان کر دیں۔ ۱۴: اگر تو مرد ہے تو خواہ حضرت علیؓ جیسا بن جا یا حضرت ابوبکرؓ ہو جا یا حضرت علیؓ جیسی تکالیف برداشت کر یا حضرت ابوبکرؓ جیسی مشکلات سہہ۔ ۱۵: ان دونوں کی طرح جاں نثاری اختیار کر ورنہ خاموش ہو جا اور یہ خیال چھوڑ دے۔ ۱۶: اے لڑکے تو حضرت علیؓ اور حضرت ابوبکرؓ کو پہچان اور خدا اور عقل سے بے خبر ہو جا۔ ۱۷: تو اس جھگڑے کو اسی طرح ناتمام چھوڑ دے اور دن رات تو سچائی کا غلام رابعہ کی طرح ہو جا (رابعہ رودکی کی ہمعصر تھی۔ عربی، فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتی تھی اس کا شمار صوفیہ میں کیا جاتا ہے۔ ایک غلام سے عشق تھا جو مجازی سے گزر کر حقیقی تک جا پہنچا۔ عورت کا غیر مرد سے عشق اسلام میں معیوب ہے، اس لیے لوگوں نے اسے قتل کر ڈالا)۔ ۱۸: رابعہ عورت نہیں تھی بلکہ سو مردوں کے برابر تھی اور سر سے پاؤں تک عشق حقیقی میں غرق تھی۔ ۱۹: وہ ہمیشہ عشق حقیقی میں ڈوبی رہتی تھی اور عوام کی غلطی سے قتل کر دی گئی۔

حکایت

ا:ایک شخص نے اس سے پوچھا کہ اے صاحبِ قبول تو یارانِ رسولؐ کے متعلق کیا کہتی ہے۔۲:اس نے کہا کہ مجھے اپنی ہی خبر نہیں ہے تو پھر میں یارانِ رسولؐ کی کیسے خبر دے سکتی ہوں۔۳:اگر خدا کی راہ میں میرا دل اور جان غائب نہ ہوتی تو ایک لمحہ کے لیے میں اوروں کے رائے کے متعلق بھی غور کر سکتی۔۴: کیا میں وہ نہیں ہوں کہ سجدہ میں میری آنکھ میں ایک کانٹا چُبھ گیا۔۵:اور میری آنکھ سے زمین پر خون بہنے لگا اور مجھے اپنے اس خون بہنے کی خبر تک نہ ہوئی۔۶: جس کا دل ایسے عشقِ حقیقی میں گرفتار ہو۔ اُسے بھلا دُوسروں کی مصیبتوں میں پڑنے کی فرصت کہاں ملتی ہے؟۷: جب میں ایسے مرتبہ پر نہیں پہنچی تھی (تو اور بات تھی) اور جب سے کہ میں نے خدا کو پہچانا ہے۔ تو میں کسی اور کو صرف اپنے خیال کے مطابق کیسے پہچان سکتی ہوں (یعنی اَب سوائے یادِ خدا کے مجھے کسی کام کی فرصت نہیں)۔ ۸:تو اس راستہ میں خدا کا رسول نہیں ہے۔ اس لیے اس جھگڑے سے باز آ۔۹:(تبرّا مطلب ہے کسی سے اپنی برأت ظاہر کرنا۔ اصطلاحاً گالیاں دینا) تو تبرّا اور محبت جتلانے سے باز آ۔ تو ایک مُٹھی بھر خاک ہے اِس لیے خاک ہو جا۔ ۱۰:تو مُٹھی بھر خاک ہے اِس لیے خاک سے باتیں کر۔ سب کو پاک سمجھ اور پاک ہو جا۔

حکایت

ا: دنیا کے سردار (محمد ﷺ) نے خدا سے درخواست کی کہ میری تمام امت کا کام میرے سپرد کر دے۔۲: تا کہ میری امّت میں سے کسی کے گناہ کی مجھ تک ایک لمحہ کے لیے بھی اطلاع نہ پہنچے۔۳: خداوند تعالیٰ نے کہا کہ اے سب سے بڑے سردار اگر آپ اُن بے شمار گناہوں کو دیکھیں گے۔۴: آپ اُن کو برداشت نہیں کر سکیں گے اور شرمندہ ہو کر غائب ہو جائیں گے۔۵: عائشہؓ جو کہ آپ کو جان کے برابر عزیز تھیں۔ جب اُن کے خلاف ایک الزام لگایا گیا تو آپ اُن سے بیزار ہو گئے۔۶: آپ نے اہلِ حجاز کی باتیں سن کر انہیں اپنی جگہ واپس کر دیا۔۷: آپ تمام دنیا سے افضل ہیں اور آپ کی امّت کو میرے ہی حوالے کر دیجیے۔۹: اگر آپ چاہتے ہیں کہ دنیا میں کسی کو بھی آپ کی امّت کے گناہوں کی خبر نہ ہو۔۱۰: اے عالی نسب سردار میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ ان کے گناہوں کی آپ تک خبر نہ ہو۔ ۱۱: آپ اس میں پاؤں مت رکھیں بلکہ ایک کنارہ پر چلے جائیں (اس معاملہ سے قطع تعلق کر لیں) اور اپنی اُمّت کے دن رات کا کام میرے حوالے کر دیں۔۱۲: جب کہ حضرتؐ کی اُمت کا کام حضرت محمدؐ کے قبضہ میں نہیں ہے تو پھر یہ تیرے قبضہ میں کیسے ہو سکتا ہے۔۱۳: اپنی زبان اور حکم کو مت چلا تو بے تعصب ہو کر اس راہ (خدا) پر چل۔۱۴: جو کچھ بھی وہ کر گئے کر گئے۔ تو سلامتی سے چل اور اپنا خیال رکھ۔۱۵: یا تو سچائی کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرح چل یا عمر فاروقؓ کی طرح انصاف اختیار کر۔۱۶: یا حضرت عثمانؓ کی طرح بردباری اور حیا پر قائم رہ یا حضرت علیؓ کی طرح تو سخاوت اور علم کا سمندر بن جا۔۱۷: یا خاموش بیٹھ کر میری نصیحت سن اور اس راستہ پر چل۔۱۸: اگر تو سچا (انسان ہے

اور تجھ میں حضرت علیؓ کا سا علم ہے۔اے شخص ہر سانس کُفر میں بڑھتا جاتا ہے (یعنی دُنیا میں کُفر ترقی کر رہا ہے)۔ ۱۹: کافر نفس کو مار اور مومن بن جا اور جب تو نے اپنے نفس کو مار دیا تو اب آرام اور چین سے زندگی بسر کر۔ ۲۰: تعصب میں تو بیہودہ اور فضول باتیں مت کر اور اپنے دل سے تو رسولؐ کی طرح حکم مت چلا۔ ۲۱: تیری اکیلے کی بات مذہب قبول نہیں کر سکتا اور خاص طور پر جبکہ تو یارانِ رسولؐ کے متعلق کوئی بات کہے۔ ۲۲: اے خدا مجھ میں تعصب نہیں ہے اور تو میری جان کو تعصب سے محفوظ رکھیو۔ ۲۳: میری جان کو تعصب سے پاک رکھیو اور اس گناہ سے میرے نامۂ اعمال کو خالی رکھیو۔

کتاب کی ابتدا اور ہُد ہُد سے خطاب

ا: اے ہوا کے ہُد ہُد شاباش۔ حقیقت میں تو ہر جگہ قاصد کا کام دیتا ہے۔ ۲: اے ہُد ہُد تو نے سبا (شہر کا نام جہاں بلقیس حضرت سلیمان کی زوجہ رہتی تھیں۔ یہ لفظ ص سے غلط ہے) تک سیر کی ہے (حضرت سلیمانؑ کا پیغام بلقیس تک ہُد ہُد لے کر گیا تھا) اور تو نے حضرت سلیمانؑ کے پرندوں کی زبان میں خوب اچھی طرح گفتگو کی ہے۔ ۳: تجھے سلیمانؑ کا راز معلوم ہے اور اسی فخر کی وجہ سے تجھے تاج ملا ہے۔ ۴: شیطان کو قید خانہ میں بند رکھ تاکہ تو سلیمانؑ کی طرح راز دار رہے۔ ۵: جس وقت کہ تو شیطان کو قید کر لے گا۔ اُس وقت تو حضرت سلیمانؑ کے ہمراہ بارگاہ ایزدی میں جا سکے گا۔

موسیچہ سے خطاب

ا: واہ واہ اے چھوٹی سی چڑیا (موسیچہ) جو حضرت موسیٰؑ کی سی ہے۔ تو خدا کی معرفت میں وہ چار موسیقی کی تانیں اُڑا (موسیقار ایک جانور جو بہت اچھا گاتا ہے۔ اسی سے لفظ موسیقی نکلا ہے)۔ ۲: تو نے اپنی ہستی سے لوگوں کو موسیقی جاننے والا بنا دیا اور لوگ موسیقار کی موسیقی کو سمجھنے لگے۔ موسیٰؑ کی طرح سے دور سے آگ دکھائی دی۔ بے شک کوہِ طور پر موسیچہ ہی تھا (حضرت موسیٰؑ نے رات کو کوہِ طور کی چوٹی پر آگ دیکھی۔ جانے پر معلوم ہوا کہ نور خدا ہے)۔ ۴: تو بھی فرعون کے پاس سے بھاگ آ۔ تو بھی میقات پر آ اور کوہِ طور کا پرندہ بن جا (میقات وہ مقام جہاں حج کا احرام بندھتا ہے)۔ ۵: بس یہ کلام کا جوش بہت بڑھ گیا۔ اے بے عقل کچھ سمجھ اور اپنے کانوں سے سُن۔

طوطے سے خطاب

ا: (طوبیٰ بہشت کے ایک درخت کا نام ہے) اے طوبیٰ پر بیٹھے والے طوطے شاباش تو نے بہشت کا زیور اور سُرخ رنگ کا طوق پہنا (طوق سے مُراد طوطے کے کنٹھ سے ہے)۔ ۲: جب کہ حضرت ابراہیمؑ (خلیل اللہ آپ کا خطاب ہے) نے نمرود کے ہاتھ سے رہائی پائی۔ تو آگ میں نہایت اطمینان سے بیٹھ گئے (حضرت ابراہیمؑ کو نمرود نے آگ میں ڈلوا دیا تھا)۔ ۳: تو نمرود کا سر قلم کر دے (کاٹ ڈال) اور حضرت ابراہیمؑ کی طرح آگ میں قدم رکھ۔

۴: جب کہ تو نمرود کی وحشت اور عذاب سے رہا ہو گیا تو زیور پہن۔ اَب تجھے اس آگ کے طوق سے کیا ڈر؟ ۵: آگ کا طوق تو دوزخ ہی میں ملے گا اور یہ زیور (طوطے کا کنٹھ) صرف بہشت والوں اور سخاوت کرنے والوں کے لیے مخصوص ہے)

چکور سے خطاب

ا: واہ واہ اے خراماں خراماں چلنے والی چکور۔ تو خوشی خوشی خدا کی معرفت کے پہاڑ پر ٹہل رہی ہے۔ ۲: اس (معرفتِ خداوندی) راستہ پر ٹھٹھے لگا اور خانہ کعبہ کا دروازہ کھٹکھٹا۔ ۳: اس پہاڑ کو بھوک کی وجہ سے چھوڑ دے تا کہ تیرے لیے اس پہاڑ میں سے (حضرت صالحؑ کی طرح اونٹنی) برآمد ہو جائے (حضرت صالحؑ کو پہاڑ میں سے اونٹنی ملی تھی)۔ ۴: یعنی تجھے جنت ملے گی جہاں ہمیشہ دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں)۔ ۵: اگر تجھے اپنی بھلائی اور بہتری منظور ہے تو سفر کرتا کہ تیرے استقبال اور پیشوائی کے لیے حضرت صالح آئیں۔

چرغ سے خطاب

(چرغ ایک شکاری جانور شکرہ کی قسم سے ہوتا ہے، جسے عربی میں صفرہ کہتے ہیں)

ا: شاباش اے باز کے قاصد اور تیز نظر رکھنے والے۔ تو کب تک غصہ میں بھرا رہے گا۔ ۲: ازل سے تیرے پاؤں میں عشق کا خط بندھا ہوا ہے۔ تو ابد تک اس خط کو اپنے پاؤں سے نہیں کھول سکتا (باز وغیرہ شکاری جانور ہمیشہ اپنے پاؤں پر چونچیں مارتے رہتے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ ان کے پاؤں میں نامۂ عشق بندھا ہے اسے کھولنے کی کوشش کرتے ہیں)۔ ۳: اپنی خدا کی طرف سے بخشی ہوئی عقل کو دل سے بدل لے۔ تا کہ تو ابد سے لے کر ازل تک تمام زمانہ دیکھ سکے۔ ۴: اپنی طبیعت کی چاروں لکڑیوں (یعنی ہر جاندار کا خمیر آب، آتش، خاک، باد سے بنا ہے) کو مردانہ وار توڑ دے (تو فنا ہو جا) اور توحید کے غار میں سکونت اختیار کر۔ ۵: جب کہ تو اس غار میں جائے گا اس وقت تجھے اطمینان اور چین نصیب ہوگا اور رسولِ خدا اس غار میں تیرے ساتھ ہوں گے۔

تیتر سے خطاب

ا: (الست سے اشارہ اس روز کی طرف ہے جبکہ خدا نے تمام مخلوق سے خطاب فرمایا۔ الست بربکم یعنی کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ تو تمام نے جواب دیا، ''بلا'' بے شک (تو ہی ہمارا خدا ہے) اس سے مراد ابد ہے) واہ واہ اے تیتر کہ تجھے ابد سے معراج حاصل ہے اور تیری آنکھیں اب تک رازِ الست پر لگی ہوئی ہیں (یعنی تجھے اپنا قول یاد ہے)۔ ۲: چونکہ تو نے روزِ الست خدا کا حکم دل و جان سے مان لیا تھا۔ اس لیے اَب تو اپنے نفس (جان) سے بیزار ہو جا۔ ۳: چونکہ تیرے نفس کے ساتھ مصیبت کا بھنور بھی موجود ہے۔ تو بھلا اس بھنور میں تو کیسے سلامت رہ سکتا ہے

(یعنی نفس کی موجودگی میں تیری سلامتی ناممکن ہے۔تو گناہ کا ارتکاب ضرور کرے گا)۔۴: اپنے نفس (نفس سے مراد نفسِ امّارہ ہے جو انسان میں خیالاتِ فاسد بھڑکاتا ہے) کو حضرت عیسیٰؑ کے گدھے کی طرح جلا دے اور پھر عیسیٰؑ کی طرح اپنی جان کو پاک کر لے اور اسے روشن کر۔۵: گدھا (نفس) جلا دے اور اپنی جان کے پرندے سے کام لے۔ تاکہ حضرت عیسیٰ (روح اللہ حضرت عیسیٰؑ کا لقب ہے) تیری پیشوائی کو خوشی خوشی آئیں۔

بُلبُل سے خطاب

۱: اے عشق کے باغ کی بُلبل شاباش۔تو اپنے عشق کے داغوں کی تکلیف کی وجہ خوب آہ و بُکا کر۔۲: اپنے دل کے درد سے داوٗدؑ کو بھی رُلا دے (حضرت داوٗدؑ بہت اچھا گاتے تھے۔لیکن یہ بُلبل سے کہتے ہیں کہ تو اس قدر عمدہ نالہ کر کہ داوٗد تک رونے لگیں) تاکہ وہ تیرے اوپر ہر وقت سینکڑوں جانیں قربان کرنے کو تیار ہو جائیں۔۳: تو کب تک اپنے نصیب نفس کے ساتھ زرہ بناتا رہے گا۔داوٗدؑ کی طرح تو اپنے لوہے کو موم کر دے (حضرت داوٗدؑ کو یہ قدرت حاصل تھی کہ لوہے کو موم کر دیتے تھے)۔۴: اگر یہ تیرا لوہا (نفس) موم کی طرح نرم ہو جائے گا۔تو عشق خداوندی میں حضرت داوٗدؑ کی طرح بڑا درجہ حاصل کر لے گا۔

مور سے خطاب

۱: واہ واہ اے بہشت کے باغ کے مور۔تو نے سات سر والے سانپ کو جلا دیا (روایت ہے کہ بہشت میں حضرت آدم کو ورغلانے کے لیے شیطان نے سانپ کی صورت اختیار کی اور مور چونکہ سانپ کھاتا ہے اس لیے سانپ کو زخمی کر کے بہشت میں لے گیا، حالانکہ یہ سانپ شیطان تھا۔اس پاداش میں مور کو بہشت سے نکالا گیا جس کا اشارہ دوسرے شعر میں ہے)۔۲: تیرے خون میں سانپ کی اس دوستی کا اثر آج تک موجود ہے اور تجھے بہشت سے باہر نکال دیا۔۳: تو نے راستے میں طوبیٰ درخت کو دیکھا اور تیرا دل سیاہ ہو گیا (تو حیران) ہو گیا۔۴: جب تک تو اس سانپ (اپنے نفس) کو ہلاک نہیں کرے گا۔تو اس راز (خدا کے عشق کا راز) کے سمجھنے کے قابل نہیں ہو گا۔۵: اگر تجھے اس کم بخت سانپ سے نجات مل جائے تو تجھے بہشت میں ایک خاص اور اعلیٰ درجہ حضرت آدمؑ کے ساتھ مل جائے گا۔

بٹیر سے خطاب

۱: اے خوب صورت اور عاقبت اندیش بٹیر شاباش۔تیرے دل کا چشمہ نور کے سمندر میں غرق ہے۔۲: تو اندھیرے کنوئیں میں پڑی ہوئی ہے اور آرام و تکلیف میں پھنسی ہوئی ہے۔۳: تو اپنے مچھلی جیسے نفس امّارہ کے ہاتھوں پریشان ہے۔تو کب تک نفس کی برائیاں دیکھتی رہے گی۔۴: تو اس برائی چاہنے والی نفس کی مچھلی کا سر کاٹ ڈال تاکہ تو اپنا سر چاند سے گھس سکے (ماہی پستی سے مراد ہے اور چاند بلندی سے۔یعنی تو اس پستی سے بلند مرتبہ پر جا

پہنچے۔ ۵: اگر تجھے اپنے نفس کی مچھلی سے رہائی مل جائے تو حضرت یونسؑ کے ہمراہ تجھے بہشت کے صدر میں جگہ ملے۔

فاختہ سے خطاب

ا: شاباش اے فاختہ تو بھی نغمہ سرائی کرتا کہ ساتوں آسمان تجھ پر موتی برسائیں۔ ۲: چونکہ تیرے گلے میں وفا کا طوق ہے اس لیے بے وفائی کرنا تیرے لیے معیوب ہے۔ ۳: جب تک کہ تیرے جسم کا ایک بال بھی باقی رہے گا میں تجھے سر سے لے کر پاؤں تک بے وفا کہتا رہوں گا۔ ۴: اگر تو اپنے آپ سے باہر آجائے گی تو اپنی عقل مندی کی وجہ سے تجھے حقیقت خداوندی کا راستہ مل جائے گا۔ ۵: اور جبکہ تیری عقل تجھے معرفت اور حقیقت کی طرف لائے گی تو حضرت خضرؑ تیرے لیے آب حیات لائیں گے۔

قمری سے خطاب

ا: واہ واہ اے گانے والی قمری تو بھی آ گئی۔ تُو تو خوش خوش گئی تھی اَب رنجیدہ واپس کیوں آئی ہے۔ ۲: اس رنجیدہ قمری کو دیکھ کہ خون میں ڈوبی ہوئی آئی ہے اور حضرت یونسؑ (ذوالنون حضرت یونسؑ کو اس لیے کہتے ہیں کہ آپ سات روز تک مچھلی کے پیٹ میں رہے) کی طرح قید خانہ میں ہے۔ ۳: اپنے تئیں اس اندھیرے کنوئیں سے نکال اور اپنا سر آسمان سے بھی بلند کر لے (بلند مرتبہ ہو جا)۔ ۴: یوسف کی طرح قید خانے اور کنوئیں میں سے نکل آتا کہ عزت کے مصر میں ان کی طرح بادشاہ بن جائے (حضرت یوسفؑ پہلے چاہ کنعان میں رہے پھر مصر میں قید رہے اور آخر کار مصر کے بادشاہ بن گئے اسی طرح شاعر قمری سے کہتا ہے کہ تو ان حوادثات اور مشکلوں کو برداشت کر پھر تجھے بھی حضرت یوسفؑ کا سا رتبہ مل جائے گا)۔ ۵: اگر تو اس طرح ملک کو فتح کر لے گی (اپنے نفس سرکش کو دبا لے گی) تو حضرت یوسفؑ تیری راہنمائی کرنے کے لیے آئیں گے۔

باز سے خطاب

ا: واہ واہ اے باز تو بھی اُڑتا ہوا آ گیا۔ تو سرکشی کر کے گیا تھا (یعنی آسمان کی طرف اُڑا تھا) لیکن اب پھر سر لٹکائے پستی کی طرف آیا۔ ۲: جب تک کہ تو شرمسار (سرنگوں ہے) سرکشی اور غرور مت کر۔ تو اپنے آپ کو فرماں بردار اور مطیع رکھ جب تک کہ تو اس گناہ کے خُون میں بھرا ہوا ہے۔ ۳: تو دنیا بھر کے مردار جانوروں میں پھنسا ہوا ہے (باز جانوروں کو ہلاک کرتا ہے۔ اس کی طرف اشارہ ہے) بے شک تو رنجیدہ اور غمگین ہے، کیونکہ تیری مراد حاصل نہیں ہوئی۔ ۴: تو دنیا اور عاقبت کے جھگڑوں سے آزاد ہو جا۔ پھر تو سر سے ٹوپی اتار کر دیکھ (تو حقیقت خداوندی معلوم ہو گی)۔ ۵: جب کہ تو ان دونوں جہانوں کا خیال چھوڑ دے گا تو پھر سکندر (ذوالقرنین سکندر کا لقب ہے) کے تخت پر تجھے جگہ ملے گی۔

مُرغ زرّیں سے خطاب

(مرغ زرّیں ایک پرندہ ہے جو تیتر اور کسی قدر مور سے مشابہ ہوتا ہے۔ اس کے بال و پر سبزی مائل اور سنہری ہوتے ہیں اور سر پر کلغی ہوتی ہے۔ قد میں مُرغی کے برابر ہوتا ہے)

ا: اے مُرغ زرّیں شاباش۔ اندر آجا۔ اپنے کام میں آگ کی طرح تیزی سے مشغول ہو جا۔ ۲: جو چیز بھی تیرے سامنے آئے اُسے اپنی گرمی اور تیزی سے جلا ڈال۔ روزِ ازل سے تجھے جسم اور روح ایک سی سلی ہوئی ملی ہے (یعنی جس طرح تیرا جسم چمک دار ہے اسی طرح تیری روح بھی روشن و خوش نما ہے)۔ ۳: جبکہ تو ہر چیز جو تیرے سامنے آئے گی اُسے جلا دے گا تو خدا کی مہربانی ہر لحہ تیرے لیے بڑھتی جائے گی۔ ۴: جبکہ تیرا دل خدا کے بھیدوں سے واقف ہو جائے۔ تو اپنے آپ کو خدا کے کاموں کے لیے وقف کر دے۔ ۵: اور جب تو خدا کے کاموں میں غائب ہو جائے گا تو تیری ہستی فنا ہو کر صرف خدا کی ہستی رہ جائے گی اور بس (یعنی تو فنافی اللہ ہو جائے گا)۔

تمام دنیا کے پرندوں کا جمع ہونا اور منطق کی کہانی کی ابتدا

ا: تمام دنیا کے پرندے ایک جگہ جمع ہوئے تمام پرندے خواہ وہ ظاہر تھے یا غائب سب جمع ہوئے۔ ۲: سب نے مل کر کہا اس وقت دنیا میں کوئی شہر بھی بادشاہ سے خالی نہیں ہے (یعنی ہر شہر کا ایک بادشاہ ہوتا ہے)۔ ۳: چونکہ ہمارے ملک میں کوئی بادشاہ نہیں ہے اس سے زیادہ عرصہ ہم بغیر بادشاہ کے نہیں رہ سکتے۔ ۴: ہمیں چاہیے کہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر بادشاہ کی تلاش کریں۔ ۵: کیونکہ وہ ملک کہ جس میں بادشاہ نہیں ہوتا اُس کی فوج میں کوئی انتظام اور ترتیب نہیں ہوتی۔ ۶: اِس لیے تمام جمع ہو گئے اور بادشاہ کی تلاش کرنے لگے۔

ہُدہُد کی تقریر اپنی تعریف میں اور سیمُرغ کی صِفتوں کے متعلق

ا: بے چارہ غمگین ہُدہُد جواب تک انتظار میں تھا اِس جلسہ میں بے قرار ہو کر آیا۔ ۲: اُس کے جسم پر اپنے مذہب کا زیور تھا اور معرفت کا سر پر تاج تھا۔ ۳: اس (مذہب کے) راستے میں وہ بہت عقل مند تھا اور برائی بھلائی سے واقف تھا۔ ۴: اُس نے کہا کہ اے پرندو! بے شک میں خدا کی درگاہ کا مُرید ہوں اور خدا کا بھیجا ہُوا نامہ بر ہوں۔ ۵: خدا نے مجھے تمام رازوں سے آگاہ کیا ہے اور مجھے ازل سے تمام بھیدوں کا علم ہے۔ ۶: جس کی چونچ میں ہمیشہ ''بسم اللہ'' ہو کچھ تعجب کی بات نہیں ہے اگر اسے خدا کے بھیدوں کا علم ہو۔ ۷: میں اپنے رنج و غم میں اس دنیا کو ترک کر چکا ہوں۔ اَب کسی شخص کو مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ۸: چونکہ میں لوگوں کے تعلقات سے آزاد ہوں اِس لیے لوگ میرے تعلقات سے آزاد ہیں۔ ۹: چونکہ مجھے بادشاہ کی تلاش کا درد لاحق ہے۔ اِس لیے مجھے سپاہ و فوج کا رنج و غم ہی نہیں (یعنی فوج سے مجھے کوئی تعلق نہیں)۔ ۱۰: میں اپنی عقل و فراست سے پانی ناپتا ہوں (سمندروں پر اُڑتا ہوں) اور

میرے پاس بہت سے بھید موجود ہیں۔ ۱۱: میں نے حضرت سلیمان سے بھی باتیں کی ہیں۔ بے شک میں ان کی امت میں سب سے زیادہ بڑا مرتبہ رکھتا تھا۔ ۱۲: تعجب کی بات ہے کہ جو شخص بھی ان کے مُلک اور حکومت میں سے غائب ہو جاتا تھا حضرت سلیمانؑ اس کی تلاش نہیں کرتے تھے۔ ۱۳: لیکن جب میں ایک وقت وہاں سے غائب ہو گیا تو میری تلاش میں حضرت سلیمانؑ نے ہر جانب ایک شخص بھیجا۔ ۱۴: کیونکہ میں حضرت سلیمانؑ سے ایک لمحہ کے لیے بھی جدا نہیں ہوا۔ ہُد ہُدوں کے لیے یہ بات قیامت تک باعث فخر ہے۔ ۱۵: میں ان کا خط لے کر اُڑا اور پھر واپس آیا اور حضرت سلیمانؑ کے راز سے آگاہ ہو گیا (ہُد ہُد کو حضرت سلیمانؑ نے قاصد بنا کر سبا کی ملکہ بلقیس کے بھیجا تھا۔ اِن اشعار میں اُسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے)۔ ۱۶: جو شخص کہ پیغمبر کا اس قدر عزیز دوست ہوا گر اُس کے سر پر تاج ہو تو یہ اُس کے لیے مناسب ہے، ۱۷: جس کا ذکر خدا نے بھلائی سے کیا ہو کوئی دوسرا پرندہ اس کی خاک کو بھی نہیں پہنچ سکتا، ۱۸: ایک مُدت تک میں خشکی اور تری پر سفر کر چکا ہوں اور مسافت طے کی ہے۔ ۱۹: پہاڑ، جنگل اور وادیاں میں نے صاف کی ہیں (رُفتن کا مطلب جھاڑو دینا اور صاف کرنا ہے) اور حضرت نوحؑ کے طوفان کے وقت میں نے تمام دنیا کو جھاڑا۔ ۱۰: میں نے حضرت سلیمانؑ کے ساتھ سفر کیا ہے اور دنیا کا میدان بہت ناپا ہے (یعنی تمام دُنیا کی سیر کی ہے)۔ ۲۱: میں اپنے بادشاہ کو خوب جانتا ہوں۔ لیکن میں اکیلا کیسے جاؤں کہ میں تنہا وہاں تک نہیں جا سکتا (بادشاہ سے مُراد سیمُرغ)۔ ۲۳: تم خود بینی اور غرور کی بدنامی سے رہائی حاصل کرو۔ تم کب تک اس غرور و تکبر کی شرمندگی میں پڑے رہو گے۔ ۲۴: جس نے بھی اُس (بادشاہ سیمُرغ کے حوالے اپنی جان کر دی وہ آزاد ہو گیا اور اپنے معشوق (سیمُرغ) کے راستے میں اچھائی بُرائی سے بری ہو گیا۔ ۲۵: اس راستہ میں تم اپنی جان فدا کر دو اور اپنا سر اُس کی درگاہ میں رکھ دو۔ ۲۶: ہمارا بادشاہ سیمُرغ یقیناً موجود ہے اور کوہِ قاف سے پچھلے پہاڑ میں مقیم ہے۔ ۲۷: اُس کا نام سیمُرغ ہے اور وہ پرندوں کا بادشاہ ہے۔ وہ ہم سے نزدیک ہے اگرچہ ہم اُس سے دور ہیں۔ ۲۸: عزت کی چار دیواری میں مقیم ہے اس کا نام ہر شخص کی زبان پر نہیں آ سکتا۔ ۲۹: وہ ہزاروں پردوں کے اندر رہتا ہے اور اس کا مقام تاریکی (ظلمت) اور روشنی (نور) کی حدود سے بالاتر ہے۔ ۳۰: دونوں جہان میں کسی شخص کی بھی ہمت نہیں ہو سکتی کہ اس کی عزت اور عالی مرتبہ میں سے حصہ بٹائے۔ ۳۱: وہ ہمیشہ سے سب کائنات کا بادشاہ ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور وہ ہمیشہ اپنی بزرگی میں ڈوبا رہتا ہے۔ ۳۲: وہ اس قدر مخمور ہے کہ وہ جہاں خود ہے اس کی اسے خبر نہیں ہے پھر بھلا کسی دوسرے کی عقل کی رسائی اس کے مرتبہ اور مقام تک کیسے ہو سکتی ہے۔ ۳۳: اُس تک نہ کوئی راستہ ہے نہ کوئی صبر و استقلال سے وہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ ہزاروں لوگ اس پر دیوانے ہیں۔ ۳۴: ہماری پاک روح میں بھی اس جیسے اوصاف موجود نہیں ہیں اس لیے ہماری عقل اس کی ہستی کو نہیں سمجھ سکتی۔ ۳۵: بے شک ہماری عقل اور ہماری جان (اُس کو سمجھنے سے) عاجز ہیں اور اُس کی خوبیوں اور اوصاف کی درخشانی میں ہماری آنکھیں چُندھیا گئی ہیں۔ ۳۶: کسی عقل و فراست نے آج تک اُس کے کمال کو نہیں دیکھا اور کسی کی آنکھ نے اُس کی خوب صورتی کو نہیں دیکھا۔

۳۷: اُس کے کمال میں پیدائش کوراہ نہیں (یعنی وہ ایسا با کمال ہے کہ اُس کا کمال فعل اور مخلوقات کے پیدا نہیں ہوا بلکہ ازل سے ہے) عقل و بینائی نے اسے دیکھنے کے واسطے جانا چاہا لیکن اجازت نہ ملی (یعنی عقل و بینائی اُسے دیکھ نہیں سکیں۔ ۳۸: اگر تو ذرا سا غور و فکر کرے تو معلوم ہو کہ دنیا کے لوگوں کو کمال وحُسن میں اُس کے حُسن و کمال کا ذرا سا حصہ ملا ہے (جب دنیا میں اس قدر با کمال اور حسین موجود ہیں تو پھر اندازہ کر لے کہ اُس کا حُسن اور کمال کس قدر زیادہ ہوگا)۔ ۳۹: اُس کی صفات اور خوبیوں کو تو آنکھیں بند کر کے کس طرح دیکھ سکتا ہے اور اُس کے مُلک تک کا راستہ مچھلی کی طرح کیسے طے کر سکتا ہے (یعنی راستے میں سمندر و خشکی دونوں ہیں)۔ ۴۰: اگر چہ ہزاروں لوگ وہاں جانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن راستہ ہی میں تکالیف سے شور وغوغا برپا کر دیتے ہیں۔ ۴۱: اُس کے راستہ میں بہت سے سمندر اور بہت خشکی ہے۔ تو یہ نہ سمجھو کہ راستہ چھوٹا ہے۔ ۴۲: اس عجیب راستہ کو طے کرنے کے لیے شیروں کی سی ہمّت چاہیے کیونکہ راستہ بڑا ہے اور دریا وسمندر بہت گہرے ہیں۔ ۴۳: تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم وہاں حیرانی میں پہنچ جائیں گے ہم کو راستہ میں کبھی رونا پڑے گا اور کبھی ہنسنا پڑے گا۔ ۴۴: اگر ہمیں اپنے بادشاہ کا نشان مل گیا تو ہمارا کام بن جائے گا ورنہ بغیر بادشاہ کے زندہ رہنا ذلّت کا باعث ہے ۴۵: بغیر معشوق کے جان بے کار ہوتی ہے۔ اگر تو باہمّت ہے تو معشوق سے اپنی جان عزیز مت رکھ (معشوق پر قربان کر دے)۔ ۴۶: اس راستہ پر چلنے کے لیے بہت ہمت کی ضرورت ہے اور اس بادشاہ کی درگاہ میں جان تک قربان کرنی پڑتی ہے۔ ۴۷: بغیر معشوق کے جان کی کچھ حقیقت نہیں ہوتی۔ تو اپنی عزیز اور پیاری جان کو معشوق پر قربان کر دے۔ ۴۸: اگر تو اپنی جان کو مردانہ وار معشوق پر قربان کر دے گا تو تیرا معشوق بھی تجھ پر اپنی جان قربان کر دے گا۔ ۴۹: اگر تو اپنی جان معشوق پر نثار کر دے گا تو تجھے ایک جان کے بدلے میں ہزاروں جانیں ملیں گی۔

سیمُرغ کے احوال شروع ہونے کا مقام مثال کی شکل میں

۱: کتنے تعجب کا مقام ہے کہ شروع میں سیمُرغ آدھی شب کے وقت چین پر سے گذر رہا تھا۔ ۲: چین میں اُس کا ایک پر گر پڑا، جس کی وجہ سے ہر ملک میں ایک شور مچ گیا۔ ۳: ہر شخص نے اُس پر کی تصویر حاصل کر لی، جس شخص نے اُس پر کی تصویر دیکھی اُس کا شیدا ہو گیا اور اُس کی نقل میں مشغول ہو گیا۔ ۴: اَب یہ پر چین کے نگار خانہ میں موجود ہے اور اسی لیے حضرت رسُول خدا نے حکم دیا ہے کہ علم حاصل کرو خواہ وہ چین ہی میں کیوں نہ ہو (حدیثِ نبوی)۔ ۵: اگر اُس کے پر کا نقش ظاہر نہ ہوتا تو دنیا میں یہ تمام پرندے نہ ہوتے۔ ۶: دُنیا میں یہ تمام صنعت و دستکاری اُسی پر کی وجہ سے ہے اور یہ تمام نقش اور مصوّری اُسی پر کا نتیجہ ہے۔ ۷: چونکہ سیمُرغ کے اوصاف بیان میں نہیں آسکتے اِس لیے اس کے متعلق کوئی اور بات کہنی مناسب نہیں ہے۔ ۸: اب تم میں سے جو جو ہمت والے ہیں سیمُرغ کو تلاش کرنے کے لیے میرے ہمراہ سفر کریں۔ ۹: اُس وقت تمام پرندے ایسے عظیم الشان بادشاہ کی عزّت کا حال سُن کر بے چین ہو گئے۔ ۱۰: سیمُرغ کا شوق اُن پر سوار ہو گیا اور ہر ایک پرندہ نے بے چینی کا اظہار کیا۔ ۱۱: سب نے اُس کی تلاش کا

مُصمّم ارادہ کرلیا اور تیار ہو گئے۔ یہ پرندے اگرچہ سیمرغ کے تو عاشق تھے لیکن اپنے آپ کے دشمن تھے (کیونکہ) ایسے پُرخطر راستے پر چلنا گویا اپنے آپ سے دُشمنی کرنا تھا)۔۱۲: لیکن چونکہ راستہ بہت لمبا تھا۔ اس لیے ہر پرندہ جانے سے گھبرانے لگا۔۱۳: اگرچہ ان میں سے ہر ایک پرندہ راستہ چل سکتا تھا۔ لیکن ہر ایک نے اپنے نہ جانے کے لیے عُذر اور بہانہ تلاش کرنا شروع کیا۔۱۴: خداوند تعالیٰ (کارساز) دل کے پرندے کی جان جلا دیتا ہے (دل عشق خداوندی میں گرفتار ہو جاتا ہے) اور پھر خوشی ظاہر ہوتی ہے)۔

بُلبُل کا عُذر پیش کرنا

۱: عاشق بُلبل سب سے پہلے مستانہ وار بڑھی۔ یہ پھول کے عشق میں فنا ہو چکی تھی۔۲: ہر آواز میں اس کی معرفت پوشیدہ تھی اور ہر معرفت میں رازوں کا ایک جہان آباد تھا۔۳: یہ معرفت الٰہی کے نعرے بلند کر رہی تھی۔ اس نے اپنی آواز کے سامنے دوسرے پرندوں کو خاموش کر دیا۔۴: بُلبل نے کہا کہ مجھ پر عشق کے تمام راز ختم ہیں۔ میں تمام رات عشق میں سرمست رہتی ہوں۔۵: میں حضرت داوٗدؑ کی طرح بے کار نہیں ہوں کہ رو رو کر عشق کی زبور پڑھوں (لحنِ داوٗدی مشہور ہے۔ زبور حضرت داوٗد پر خدا کی طرف سے اُتری تھی)۔۶: بانسری میں سے گریہ وزاری کی آواز آتی ہے وہ میری ہی وجہ سے ہے اور عاشقوں کے دل میں جوش کا باعث بھی میں ہی ہوں۔۸: ہر وقت میں ایک نیا بھید ظاہر کرتی ہوں اور ہر لمحہ ایک نئی آواز پیدا کرتی ہوں۔۹: عشق چونکہ میری جان پر غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔ میری جان میں سمندر کی طرح زور اور شور پیدا ہو جاتا ہے ۱۰: جس نے میری گریہ وزاری سن لی وہ بے قرار ہو گیا۔ اگرچہ وہ اَب تک ہوشیار تھا لیکن اَب بے ہوش ہو گیا۔۱۱: چونکہ ایک مدت سے مجھے کوئی محرم اور دوست نہیں ملا ہے۔ میں خاموش ہوں اور کسی سے اپنا راز نہیں کہتی۔۱۲: جبکہ میرا معشوق (پھول) موسم بہار میں اپنی خوشبو کو تمام دنیا میں پھیلا دیتا ہے۔۱۳: میں ایک لمحہ کے لیے بھی اس سے جدا نہیں ہو سکتی، کیونکہ میں اپنی (عشق کی) مشکلات اس کی خوب صورتی اور حسن سے حل کرتی ہوں (اُس پر چہچہاتی ہوں)۔۱۴: اور جبکہ میرا معشوق (پھول) غائب ہو جاتا ہے۔ میں دیوانی بُلبل پھر خاموش ہو جاتی ہوں۔۱۵: میرا بھید ہر شخص نہیں جانتا۔ البتہ صرف پھول جانتا ہے۔ ۱۶: میں پھول کے عشق میں اس قدر مخمور رہتی ہوں کہ اپنے آپ کو بھول جاتی ہوں۔۱۷: پھول کی وجہ سے میں بہت مست اور دیوانی ہوں، کیونکہ میرا معشوق (پھول) بہت زیادہ حسین و جمیل ہے۔۱۸: بُلبل بے چاری میں سیمُرغ کو تلاش کرنے کی طاقت اور ہمت نہیں ہے۔ بُلبل غریب کے لیے تو بس پھول کا عشق ہی کافی ہے۔۱۹: میرا معشوق سو پتیوں والا ہوتا ہے۔ بغیر پتیوں (پھول) کے میں کیسے زندہ رہ سکتی ہوں۔۲۰: پھول ابھی ابھی ہزاروں رعنائیوں کے ساتھ کھلنے والا ہے اور پھول کو دیکھ کر میرے چہرے سے مُسرّت کا اظہار ہوتا ہے۔۲۱: جب پردہ کے اندر پھول ظاہر ہوتا ہے۔ اُس وقت میں بھی خوش ہو جاتی ہوں۔۲۲: کس طرح ممکن ہے کہ بُلبل ایک رات کے لیے بھی اِس مسکراتے ہوئے پھول کے عشق سے خالی رہ سکے۔

ہُد ہُد کا بُلبُل کو جواب

۱: عاشق بُلبل سب ہُد نے بُلبل سے کہا کہ تو صورت اور ظاہراً شکل پر مٹی ہوئی ہے۔ پس اس سے زیادہ اپنے حُسن اور عشق پر غرور مت کر۔ ۲: عشق نے پھول کے چہرے کے گرد بہت سے کانٹے لگادیے ہیں۔ اس عشق نے تجھ پر قبضہ کرلیا ہے اور تیرے سے دھوکا کیا ہے۔ ۳: پھول اگرچہ بہت خوب صورت ہوتا ہے لیکن چند روز کے بعد ہی اس کے حُسن کو زوال آجاتا ہے۔ ۴: ایسے عشق سے کہ جسے کوئی چیز کم کردے اُن لوگوں کو جو عشق میں کامل ہیں (عشق حقیقی کے بندے ہیں) بہت رنج ہوتا ہے۔ ۵: اگرچہ پھول کی مسکراہٹ تجھ پر اثر کرتی ہے اور تو اسے دیکھ دیکھ کر دن رات نالہ وزاری کرتی ہے۔ ۶: تو پھول سے عشق چھوڑ دے کیونکہ موسم بہار میں پھول فی الحقیقت تجھ پر ہنستا ہے (تیری بوالہوسی کا مضحکہ اڑاتا ہے) تو اپنے عشق پر شرمندہ ہو۔ ۷: اگر تیری آنکھ میں ذرا بھی شرم وحیا ہوتی تو پھول کو آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھتی۔ ۸: لیکن ہر ایک شخص تجھ جیسا بے شرم ہوتا ہے اور اپنے ایسے کام پر شرمندہ نہیں ہوتا۔

مثال کے طور پر حکایت

۱: ایک بادشاہ کی چاند جیسی خوب صورت لڑکی تھی اور تمام دنیا اس پر عاشق تھی۔ ۲: اس لڑکی کے حُسن کا فتنہ ہمیشہ مصیبتیں برپا کرتا رہتا تھا، کیونکہ اس کی نیم خواب آنکھیں ہمیشہ مست رہتی تھیں۔ ۳: اُس کے رخسار کافور کی مانند سفید تھے اور زلفیں مشک کی طرح سیاہ اور خوشبودار تھیں اور اس کے سرخ ہونٹوں کے سامنے لعل کے ہونٹ خشک تھے (یعنی لعل سے زیادہ خوب صورت اور سرخ اس کے لب تھے)۔ ۴: اگر اس کے جمال اور حسن میں سے ذرہ برابر حسن بھی ظاہر ہوجاتا تو عقل اپنی بے عقلی کی وجہ سے بدنام ہوجاتی (یعنی تمام عالم دیوانہ ہوجاتا)۔ ۵: اگر پیپٹ کو اس کے لبوں کے مزے کا علم ہوجاتا تو اس ہوس میں یہ سکڑ کر پگھل جاتا۔ ۶: اتفاقاً ایک فقیر اُس راستہ سے گذر رہا تھا۔ اس کی نظر اس چاند جیسی حسین لڑکی پر پڑگئی۔ ۷: اُس غریب درویش کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔ ۸: جب اس درویش کی نظر اس چاند جیسے چہرہ پر پڑی تو اسکے ہاتھ سے روٹی چھوٹ کر زمین پر گر پڑی۔ ۹: وہ لڑکی اس کے سامنے سے آگ کی طرح گزر گئی (اُس کی حالت دیکھ کر) خوب ہنسی اور بھاگ کر چلی گئی۔ ۱۰: اُس فقیر نے جب اُس کو ہنستے ہوئے دیکھا تو بس اپنے آپ کو زمین پر خون میں تڑپتے ہوئے دیکھا۔ ۱۱: اُس فقیر کے پاس آدھی روٹی اور آدھی جان (کمزور نحیف) تھی۔ اَب دونوں آدھی چیزوں (یعنی آدھی روٹی اور آدھی جان) کو بھی ایک لحہ میں کھو بیٹھا۔ ۱۲: نہ اُسے رات کو چین تھا نہ دن کو آرام۔ وہ اس قدر روتا تھا کہ ایک لفظ تک منہ سے نہ نکال سکتا تھا۔ ۱۳: جب اُسے شہزادی کی ہنسی یاد آجاتی تھی تو موسم بہار کے ابر کی طرح روتا تھا۔ ۱۴: الغرض، سات سال تک وہ بہت پریشان رہا اور اُس شہزادی کے کُتوں کے ساتھ سوتا رہا (بہت ذِلت سے زندگی بسر کی)۔ ۱۵: یہ عجیب بات ہے کہ اُس شہزادی کے ملازمین اور نوکر اس بات سے آگاہ ہوگئے۔ ۱۶: اُن ظالموں نے مِل کر ارادہ کیا کہ اُس فقیر کا سر شمع کی طرح کاٹ

دیں۔ ۱۷: پوشیدہ طور پر شہزادی نے فقیر کو بلوا کر کہا کہ تیرے جیسے شخص سے میں کس طرح شادی کر سکتی ہوں۔ ۱۸: لوگ تیرے قتل کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ تو بھاگ جا۔ تو میرے دروازہ پر مت بیٹھ بلکہ کہیں نکل جا۔ ۱۹: اُس فقیر نے جواب دیا کہ جس روز سے میں تجھ پر عاشق ہوا ہوں میں نے اپنی جان سے ہاتھ دھو لیے ہیں۔ ۲۰: مجھ جیسے بے قرار شخص کی ہزاروں جانیں تجھ پر ہر لحہ قربان ہونے کو تیار ہیں۔ ۲۱: چونکہ یہ لوگ مجھے اپنی غلطی کی وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ بس تو میرے ایک سوال کا جواب دے دے۔ ۲۲: اب یہ لوگ میرا سر بے فائدہ اور بغیر کسی جرم کے کاٹ رہے ہیں۔ لیکن تو اُس وقت میرے اوپر کیوں ہنسی تھی۔ ۲۳: شاہزادی نے جواب دیا کہ چونکہ میں نے تجھے بے ہنر دیکھا تھا۔ اے جاہل میں اس لیے تجھ پر ہنسی تھی۔ ۲۴: تیرے سر اور منہ پر ہنسنا واجب ہے لیکن تیرے سامنے ہنسنا غلطی ہے (یعنی تیری بے ہنری پر ہنسنا تو درست ہے لیکن مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ تیرے سامنے ہنس پڑی ۲۵: شاہزادی نے یہ کہا اور فقیر کے سامنے سے دھوئیں کی مانند غائب ہو گئی جو کچھ بھی تھا وہ کچھ بھی نہیں تھا (یعنی درویش دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا)۔

طوطے کا عُذر پیش کرنا

۱: طوطا پستے جیسے رنگ (سبز رنگ) کا لباس پہن کر اور سونے کا طوق گلے میں ڈالے مٹھاس سے منہ بھرے ہوئے آیا (دہن پُرشکر سے مراد نغز گفتار ہے)۔ ۲: اس کی وجہ سے یہ پستئی رنگ بہت بلند مرتبہ ہو گیا تھا اور دنیا میں جہاں کہیں بھی سبزی تھی۔ اسی کی شان و شوکت کی وجہ سے تھی۔ ۳: اس کی بات بات پر منہ سے پھول جھڑ رہے تھے اور موتی برسا رہا تھا۔ ۴: اس نے کہا کہ ہر ظالم شخص مجھ جیسے پرندہ کے لیے لوہے کا پنجرہ بناتا ہے۔ ۵: میں پرندوں میں حضرت خضرؑ کا سا درجہ رکھتا ہوں (حضرتِ خضرؑ مسافروں کی رہنمائی کرتے ہیں اور آپ نے سکندر کو آبِ حیات کا راستہ بتایا تھا) میرے لیے زیبا ہے کہ میں آبِ حیات پیوں (آبِ خضر سے مراد آبِ حیات ہے)۔ ۶: میں سیمرغ کی تلاش میں جو مشکلات ملتی ہیں انہیں برداشت نہیں کر سکوں گا۔ میرے لیے تو چشمہ خضر کا ایک قطرہ (آبِ حیات) کافی ہے۔ ۷: میں دیوانہ وار راستہ (آبِ حیات کی تلاش میں) چلوں گا اور میں پاگلوں کی طرح اس کی تلاش میں ہر جگہ جاؤں گا۔ ۸: چونکہ آبِ حیات مل سکتا ہے اسی کی تلاش میں مجھے سلطنت اور حکومت (یعنی قربِ خداوندی) مل جائے گی۔

ہُد ہُد کا طوطے کو جواب

۱: ہُد ہُد نے طوطے کو جواب دیا کہ تو خوش نصیبی کی دولت سے خالی ہے۔ وہ مرد کہلانے کے قابل نہیں ہے کہ جو اپنی جان قربان نہیں کر سکتا۔ ۲: تجھے جان اس لیے ملی ہے کہ تو اپنے محبوب پر قربان کر سکے۔ ۳: تو اپنی زندگی کے لیے آبِ حیات حاصل کرنا چاہتا ہے۔ میرے سامنے سے دور ہو۔ تیرے جسم میں مغز اور عقل نہیں ہے۔ ۴: تو جان کا کیا

کرے گا اپنے معشوق پر فدا کر دے اور اپنے محبوب کے لیے مردانہ وار قربان ہو جا۔ ۵: سکندر (ذوالقرنین سکندر کا خطاب ہے) نے بہت زیادہ مشکلات برداشت کیں اور آبِ حیات کے عشق میں مر گیا۔ ۶: اگر تو میری طرح (سیمرغ کی تلاش میں) کوشش کرنی چاہے تو اپنی جان اُس کی تلاش کے راستہ پر نثار کر دے۔ ۷: تو اس (دُنیا کی) حرص اور آرزو میں مبتلا مت ہو تا کہ تو کسی کا محتاج نہ ہو۔ ۸: اور اگر تو سیمرغ کو تلاش نہیں کر سکتا جا دُنیا میں تجھ جیسا کوئی عاجز اور بے چارہ نہیں ہے۔ ۹: تیری تمام عمر بے کار ضائع ہوئی ہے اور تیری زندگی کا قافلہ راستہ بھٹکتا پھرتا ہے اور ٹھوکریں کھا رہا ہے (یعنی تو اپنی منزل مقصود تک کبھی نہیں پہنچ سکتا)۔

اُس دیوانے کی حکایت کہ جس نے خضر سے گفتگو کی

۱: ایک بلند مرتبہ دیوانہ تھا۔ خضر نے اس سے کہا کہ اے مردِ کامل۔ ۲: میرا دل چاہتا ہے تو میرا دوست ہو جائے۔ دیوانہ نے جواب دیا کہ تو میرے مطلب کا نہیں ہے (یعنی میں تیرا دوست نہیں بن سکتا)۔ ۳: کیونکہ تو نے آبِ حیات کئی مرتبہ پیا ہے۔ اس لیے تو ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ۴: میں ایسا شخص ہوں کہ ہر وقت اس جان سے رہائی پانے کی سوچتا رہتا ہوں کیونکہ بغیر معشوقِ حقیقی (خدا) کے مجھے راحت نہیں ملتی۔ ۵: چونکہ تو ہر وقت اپنی جان کی حفاظت کرتا ہے اور میں ہر وقت اپنی جان قربان کرنے کی فکر میں رہتا ہوں۔ ۶: ہمارے لیے مناسب یہی ہے کہ پرندوں کی طرح ایک دوسرے سے ہمیشہ علیحدہ علیحدہ رہیں اور بس سلام۔

مور کا عذر پیش کرنا

۱: اس کے بعد مور آیا کہ اس کے جسم پر سنہری رنگ پھرا ہوا تھا اور ہر ایک پر نو سو نقوش تھے اور ہر سر پر ایک ہزار دِلوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں (مور کے پروں کی شکل کے نقش ہوتے ہیں)۔ ۲: جب اُس کی مورنی اس کے سامنے آئی تو اس کا پر اپنا جلوہ دکھانے لگا۔ ۳: اُس نے کہا کہ جب غیب کے نقاش (خدا) نے میرے جسم پر یہ مصوری کی تو اس نے قلم کی جگہ جنت والوں کی انگلیاں استعمال کیں۔ ۴: اگرچہ میرا مرتبہ پرندوں میں حضرت جبرئیلؑ جیسا ہے (یعنی جس طرح فرشتوں میں جبرئیلؑ سب سے زیادہ مرتبہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح پرندوں میں میرا سب سے زیادہ رتبہ اور عزت ہے) لیکن بدقسمتی سے مجھ پر ایک مصیبت نازل ہوگئی۔ ۵: اس دوست (شیطان) کی صحبت کا اثر مجھ پر ہو گیا اور اس وجہ سے مجھے جنت کے باغوں سے نکال دیا گیا (شیطان سانپ بن کر حضرت آدم کو ورغلانے کے لیے جنت میں مور کی مدد سے پہنچا تھا۔ اس پاداش میں مور کو جنت سے نکال دیا گیا)۔ ۶: ایک جگہ سانپ (شیطان) میرا دوست بن گیا۔ اس لیے مجھے نہایت ذِلّت اور بے آبرو کر کے جنت سے نکال دیا گیا۔ ۷: جب میرا مکان جنت سے تبدیل کر دیا گیا تو میری مصیبت میرے ساتھ ہو گئی۔ ۸: اَب میرا ارادہ ہے کہ اس اندھیری دنیا سے اے ہُدہُد تو کسی طرح بہشت تک میری رہنمائی کر دے۔ ۹: میری اتنی بڑی ہستی کہاں کہ اپنے بادشاہ (سیمرغ) تک پہنچوں۔ ہاں تو

مجھے اُس کے دربان کے دروازے (جنت) تک پہنچا دے تو یہی غنیمت ہے۔ ۱۰: سیمُرغ کو بھلا میری کیا پرواہو سکتی ہے۔ بس میں تو جنت ہی میں رہنا کافی سمجھتا ہوں۔ ۱۱: مجھے دنیا میں کوئی کام سوائے اس کے نہیں ہے کہ ایک مرتبہ مجھے بہشت میں اور پہنچا دیا جائے۔

ہُد ہُد کا مور کو جواب

۱: ہُد ہُد نے کہا اے مور تُو اپنا راستہ بھول گیا ہے اور تُو (بادشاہ کو تلاش نہیں کرتا) بلکہ بادشاہ (سیمرغ) کے گھر (جنت) کو تلاش کرتا ہے۔ ۲: آ میں تجھے ابھی بہشت پہنچا دوں لیکن سیمُرغ بہشت سے کہیں بہتر ہے۔ ۳: تیرا نفس اور تیری آرزوئیں ہی بہشت ہیں تو نے جس چیز کا نام بہشت رکھا ہے وہ تیری آرزو ہی ہے اور دل ہمیشہ سچائی اور وفاداری کا گھر ہے۔ ۴: خداوند تعالیٰ کی بزرگ و برتر ہستی ایک عظیم الشان سمندر ہے اور جنتیں اس سمندر میں سے صرف ایک قطرہ ہیں (یعنی خدا کی ذات جنت سے بھی زیادہ مسرت و شادمانی عطا کر سکتی ہے)۔ ۵: جس جگہ کہ دریا ہو وہاں قطرہ کی کیا ہستی ہو سکتی ہے اور دریا کے سوا تمام چیزیں جنون وسودا ہوتی ہیں (یعنی حقیقی چیز دریا ہے۔ دریا کی موجودگی میں قطرے کی کچھ حقیقت نہیں)۔ ۶: جبکہ دریا تک تیری رسائی ہو سکتی ہے پھر تو شبنم کے ایک قطرہ کو حاصل کرنے کی کیوں کوشش کرتا ہے۔ ۷: جو شخص کہ اپنا بھید سورج سے کہہ سکتا ہے تو پھر وہ ایک ذرہ سے بات نہیں کرتا (قناعت نہیں کرتا)۔ ۸: جو شخص کہ کُل (مکمل) ہو گیا وہ جزو (غیر مکمل شے) سے کوئی مطلب نہیں رکھتا اور جبکہ جان (رُوح) بن گئی تو پھر عضو سے کیا کام؟ (یعنی جب بڑے مرتبے تک رسائی ہو سکتی ہے تو چھوٹے درجے کے لوگوں سے بات کرنا خلاف عقل ہے)۔ ۹: اگر تو مردِ کامل ہے تو حقیقت کل کی تلاش کر۔ کل کو ڈھونڈ و اور مرد کامل ہو جا (یعنی مرد کامل اِنسان حقیقت کُلّی حاصل کرنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ جزدیات میں الجھے رہنے سے کچھ حاصل نہیں)۔

حکایت شاگرد کے استاد سے سوال کرنے کی

۱: ایک شاگرد نے استاد سے سوال کیا کہ حضرت آدمؑ کو بہشت سے کیوں نکالا گیا تھا ۲: استاد نے جواب دیا کہ حضرت آدمؑ بڑے مرتبہ والے تھے جبکہ وہ بہشت میں داخل ہوئے۔ ۳: غیب کے فرشتہ نے بآوازِ بلند کہا کہ اے آدمؑ بہشت میں اب تم قید ہو گئے ہو ۴: جو چیز بھی دونوں جہانوں میں بہشت سے باہر موجود ہے۔ وہ ہمارے مقابلے میں کم حقیقت ہے۔ ۵: ہم ہر چیز کو نقصان اور زوال پہنچا سکتے ہیں، کیونکہ بغیر خدا کی مدد کے کوئی کام نہیں ہو سکتا)۔ ۶: جو شخص بھی خدا کی مدد کے بغیر کسی اور کے وسیلہ کے زندہ رہا۔ خواہ وہ آدمؑ ہی کیوں نہ ہو۔ وہ ذلیل ہو گیا (یعنی دنیا میں کوئی کام خدا کی مرضی کے خلاف نہیں ہو سکتا)۔ ۷: ایک جان کیا بلکہ محبوب حقیقی (خدا) کے لیے ہزاروں جانیں قربان ہیں۔ بغیر معشوق کے جان کس کام آ سکتی ہے؟ حدیث میں آیا ہے کہ سب سے پہلی چیز جو جنت میں اہل جنت کو ملے گی وہ جگر ہو گا۔ ۹: چونکہ اہل جنت حقیقت سے واقف نہیں ہوں گے۔ اس لیے جگر کھانے سے انکار کر دیں گے۔

بطّخ کا عذر پیش کرنا

ا: بطّخ نہایت پاک وپاکیزہ ہوکر پانی سے نکلی اور پرندوں کے مجمعے میں اس کا لباس سب سے عمدہ تھا (ثیاب = جمع ثوب کی۔ پہننے کے کپڑے)۔۲: بطّخ نے کہا کہ دونوں جہانوں میں مجھ سے زیادہ پاک وپاکیزہ چہرہ کسی اور کا نہیں ہے۔۳: میں ہر وقت نہایت اہتمام اور درستی سے وضو کرتی رہتی ہوں اور پانی پر نماز پڑھ کر سجدہ کرتی ہوں۔ ۴: میری طرح بہت کم پرندے پانی پر تیر سکتے ہیں۔اَب میرے کرامات اور معجزوں میں کوئی شک کی گنجائش نہیں ہے۔۵: میں اپنے عمدہ مشورہ اور عقل کی وجہ سے پرندوں میں سب سے زیادہ پاک اور زاہد ہوں۔ میں ہر وقت پاک کپڑے پہنتی ہوں اور پاکیزہ مقام (یعنی پانی) میں رہتی ہوں۔۶: میں دنیا میں بغیر پانی کے نہیں رہ سکتی، کیونکہ میں پیدا ہی پانی میں ہوئی ہوں۔۷: اگر چہ میرے دل میں غم ورنج کی ایک دنیا آباد ہے لیکن اَب میں نے اپنے ہمدم اور دوست کے خیال سے دم کو پاک کر لیا ہے (یعنی اَب میرے دل میں دوست کا خیال نہیں رہا)۔۸: اس ندی میں ہمیشہ پانی رہتا ہے۔ میں بھلا خشکی میں کیسے رہ سکتی ہوں۔۹: چونکہ میری زندگی ہی پانی پر منحصر ہے۔اب میں پانی سے کیسے علیحدہ رہ سکتی ہوں۔۱۰: دنیا میں ہر ایک ذی حیات چیز صرف پانی ہی کی وجہ سے زندہ ہے۔اس لیے میں پانی کو نہیں چھوڑ سکتی۔۱۱: میں بھلا وادی میں کیسے جا سکتی ہوں اس لیے میں سیمُرغ کی بھی تلاش میں حصہ نہیں لے سکتی (کیونکہ ہُدہُد کے قول کے مطابق سیمرغ کا آشیانہ خشک وادیوں میں ہے)۔۱۲: جس شخص کا دین ومذہب پانی ہو۔ وہ بھلا سیمرغ سے کیسے دوستی رکھ سکتا ہے (کیونکہ سیمُرغ تو خشکی کا جانور ہے)

ہُدہُد کا بطّخ کو جواب

ا: ہُدہُد نے بطّخ سے کہا کہ اے وہ جو پانی پر عاشق ہے۔پانی تیری جان پر آگ کی طرح مسلّط ہے (یعنی تو پانی کے عشق میں گرفتار ہے اور ایک روز پانی تجھے آگ کی مانند جلا کر خاک کردے گا)۔۲: پانی کی ضرورت تو ایسے لوگوں کو ہوتی ہے کہ جن کا منہ غلیظ اور ناپاک ہوتا ہے۔بس اگر تیرا منہ پاک وصاف نہیں ہے تو پانی کی تلاش کر (ورنہ اگر تو پاک ہے تو میرے ساتھ چل)۔۳: پانی تیری عزّت وآبرو کو تباہ کردے گا اور پانی کا صرف ایک قطرہ تیری عزّت گنوانے کے لیے کافی ہے۔۴: جب تک کہ غلیظ لوگوں کے چہرے پانی کی طرح چمک دار اور روشن رہتے ہیں۔اُس وقت تک اُن کے چہرے دیکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔

حکایت ایک شخص کے دیوانے سے سوال کرنے کی

ا: ایک شخص نے ایک دیوانے سے سوال کیا کہ تیرے خیال کے مطابق یہ دونوں جہان کیا چیز ہیں؟ ۲: دیوانے نے کہا کہ یہ دونوں جہان جو اس قدر بلندی وپستی پر مشتمل ہیں۔ایک پانی کے قطرہ کی طرح ہیں۔ان کو ہم ہستی میں

شامل کر سکتے ہیں نہ انہیں نیست کہہ سکتے ہیں (یعنی جس طرح پانی کا قطرہ بے کار ہوتا ہے اسی طرح یہ دونوں جہان کسی کام کے نہیں)۔۳:اوّل دن سے یہ ایک پانی کا قطرہ دنیا میں اتنے خوب صورتیوں کو ظاہر کر رہا ہے۔۴: ہر خوب صورت انسان اسی پانی کے قطرے سے بنا ہے۔ اگر یہ لوہے سے بنتا تو اس قدر حسین و خوب صورت نہ ہوتا۔ ۵: دنیا میں خیال کر کے دیکھ لے کوئی چیز لوہے سے زیادہ سخت نہیں ہے۔لیکن پانی میں لوہا گل جاتا ہے۔۶: جس چیز کی بنیاد پانی پر ہوتی ہے۔خواہ اس کی طاقت آگ جیسی زبردست کیوں نہ ہو لیکن حقیقت میں وہ چیز بے بنیاد ہوتی ہے۔۷: کسی شخص نے پانی کو دیرپا نہیں دیکھا۔ پانی پر کسی چیز کی بنیاد مضبوطی سے قائم نہیں رہ سکتی۔

تیتر کا عذر پیش کرنا

۱: تیتر خوشی خوشی چلتا ہوا آیا اور پہاڑ میں سے سرکش اور مستانہ وار برآمد ہوا۔۲: اس کی چونچ سرخ تھی اور اس نے ایک پُغہ پہنا ہوا تھا اور جوش وخروش میں اس کی آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا (یعنی اس کی آنکھیں سرخ تھیں)۔ ۳: کبھی تو یہ پہاڑ کے دامن پر اڑتا تھا اور کبھی پہاڑ کی چوٹی تک اڑتا ہوا چلا جاتا تھا۔۴: اس نے کہا کہ میں ہمیشہ کان میں رہتا ہوں اور میرا مسکن ہمیشہ سے جواہرات کی کان میں رہا ہے۔۵: میں ہمیشہ پہاڑ کے دامن میں رہا ہوں۔اس لیے میں جواہرات کا محافظ اور پاسبان ہوں۔۶: جواہرات کے عشق نے میرے دل میں آگ لگا دی ہے۔بس یہ جواہرات کے عشق کی آگ ہی میرے لیے کافی ہے۔۷: جب میرے دل سے ان جواہرات کے عشق کی آگ نکلتی ہے تو میرے سنگ ریزہ (معدہ میں ایک پوٹلی ہوتی ہے جس میں جا کر غذا ہضم ہوتی ہے اسے سنگ دانہ کہتے ہیں) تک کو خون بنا دیتی ہے۔۸: ان جواہرات کو دیکھنے کی خواہش پتھروں تک کو خون کر دیتی ہے (یعنی میں اس قدر بے قرار ہو کر خون کے آنسو روتا ہوں کہ یہ پتھر سخت ہو جاتے ہیں)۔۹: ان پتھروں کی آگ کے درمیان میں پڑا ہوں (جواہرات کے عشق میں گرفتار ہوں) میں نہایت پریشان اور بالکل بے کار ہوں۔۱۰: میں اس حالتِ رنج وغم میں پتھر کے ٹکڑے کھاتا ہوں۔میرے دل میں آگ سی لگ رہی ہے میں پتھروں پر سوتا ہوں (یعنی بے قرار اور بے چین رہتا ہوں)۔۱۱: اے میرے دوستو میری حالت کو دیکھو اور میرے کھانے پینے اور رہنے سہنے کے حالات پر غور کرو (کہ میں کس قدر بے چین رہتا ہوں)۔۱۲: جو شخص کہ پتھر کھاتا ہو اور پتھروں پر سوتا ہو کیا ایسا شخص تیرے ساتھ اس جنگ (سیمرغ کی تلاش) میں شریک ہو سکتا ہے۔۱۳: میرا دل اس مصیبت میں تڑپ رہا ہے کیونکہ جواہرات کے عشق نے مجھے پتھروں میں قید کر دیا ہے۔۱۴: جو شخص جواہرات کے علاوہ کسی اور چیز کو محبوب رکھتا ہے وہ اُس محبوب چیز کو چھوڑ سکتا ہے (مگر میں جواہرات ترک نہیں کر سکتا)۔۱۵: جواہرات کا انتظام بہت باقاعدہ ہے، کیونکہ یہ صرف پہاڑوں ہی میں ملتے ہیں۔۱۶: میں تو جواہرات کے عشق میں جواہرات کی خاک بن گیا۔ میں ایک منٹ کے لیے بھی پہاڑ سے جدا نہیں ہو سکتا (تیغ وکمر سے مراد تیغ کوہ = پہاڑ کی چوٹی اور کمرِ کوہ یعنی دامنِ کوہ)۔۱۷: کیوں جواہرات ہمیشہ پہاڑوں پر ہی ملتے ہیں۔اس لیے میں انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں پر تلاش کرتا پھرتا ہوں۔۱۸: آج تک مجھے

جواہرات جیسا کوئی معشوق نہیں ملا اور نہ کوئی جواہرات سے زیادہ خوب صورت محبوب دکھائی ہی دیا۔ ۱۹: چونکہ سیمُرغ کو تلاش کرنے کا کام بہت کٹھن اور مشکل ہے۔ میرے پاؤں پتھروں کی قید میں ہیں اور جواہرات کا عشق میرے دل پر مسلّط ہے۔ ۲۰: میں سیمُرغ جیسے بہادر پرند کے پاس کس طرح جا سکتا ہوں۔ میں ایسا کٹھن کام کیسے کرسکتا ہوں۔ ۲۱: میں آگ کی مانند پتھروں سے اپنے دل کو نہیں ہٹا سکتا۔ یا تو میں مرجاؤں گا یا جواہرات حاصل کرلوں گا۔ ۲۲: انسان کو چاہیے کہ اپنا اصلی جوہر ظاہر کردے۔ ورنہ بغیر جوہر کا انسان کسی کام کا نہیں ہوتا (بے گوہر سے مراد مردِ جاہل اور بے ہُنر ہے)۔

ہُدہُد کا تیتر کو جواب

۱: ہُدہُد نے کہا کہ اے تیتر تیرا رنگ جواہرات کا سا خوش نما ہے تو کب تک ایسے عذر لنگ پیش کرتا رہے گا (عذرِ لنگ سے مُراد ایسے عذر جو قابل قبول نہ ہوں)۔ ۲: خدا کرے کہ تیری چونچ ہمیشہ تیرے خون جگر میں ڈوبی رہے اور جواہرات کی طرح پتھر بن جائے۔ ۳: جواہرات کی بھلا حقیقت ہی کیا ہے؟ صرف رنگ برنگ کے پتھر ہیں۔ تیرا دل ان پتھروں میں پھنس گیا ہے۔ ۴: اگر جواہرات کا رنگ نہ ہو تو معمولی پتھر ہیں۔ جن جواہرات کا کوئی رنگ نہیں ہوتا وہ معمولی پتھر کہلاتے ہیں۔ ۵: جس شخص کو ذرا سی بھی عقل ہے وہ اس رنگ پر نہیں مرتا، کیونکہ عقل مند اور عالی نسب انسان بے عزتی پسند نہیں کرتا۔ ۶: اگر تو اسی طرح پتھروں اور جواہرات میں پھنسا رہے گا تو تمام عمر ان کی قید سے آزاد نہیں ہوگا۔ ۷: کسی گوہر کو اس قدر بلند مرتبہ حاصل نہیں ہوا جس قدر کہ حضرت سلیمان کی انگوٹھی میں جڑے ہوئے گوہر کو حاصل تھا۔ ۸: وہ رنگ بہت عمدہ رنگ کا تھا۔ اگرچہ اس کا رنگ اُڑ چکا تھا (نیم رنگ، اُڑا ہوا رنگ یا معمولی رنگ)۔

حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی کی حکایت

۱: جبکہ حضرت سلیمانؑ نے اس گوہر کو اپنی انگوٹھی میں جڑ لیا تو تمام زمین آپ کے حکم کی تابع ہوگئی۔ ۲: جبکہ حضرت سلیمانؑ نے اپنی سلطنت اس قدر وسیع دیکھی اور تمام دنیا کو اپنا مطیع پایا۔ ۳: آپ کا شامیانہ چالیس فرسنگ کا تھا (ایک فرسنگ تین میل جتنا ہوتا ہے) اور یہ زمین کے مقابلہ میں نیم دانگ (ایک دانگ چھ رتی کے برابر ہوتا ہے) وقعت رکھتا تھا۔ ۴: حضرت سلیمان نے کہا کہ جب میرا ملک اور تمام کاروبار اس قدر وسیع ہیں اور چونکہ اس کی اس قدر عظیم الشان وقعت اور عزت ہے اس لیے یہ ضرور پائیدار اور مضبوط ہوگا۔ ۵: میں نہیں چاہتا کہ اس کے بعد دنیا اور دین میں کسی کے قبضہ میں اس قدر بڑا ملک ہو۔ ۶: اے خدا میں نے اپنی ان بااعتبار آنکھوں سے اس قدر بڑے ملک کی مصیبتوں اور مشکلوں کو دیکھا ہے۔ ۷: لیکن یہ ملک آخرت کے مقابلے میں بہت چھوٹا ہے۔ میرے بعد اتنا ملک کسی کو مت دیجیو۔ ۸: مجھے اس ملک و دولت اور فوج سے کوئی غرض نہیں ہے میں تھیلیاں بُننی شروع کردیتا ہوں۔ ۹: اگرچہ

اس گوہر (انگوٹھی کے نگ) کی وجہ سے سلیمانؑ بادشاہ ہوگئے تھے لیکن یہی گوہران کے راستہ میں حائل ہوگیا (یعنی ان کو حقیقی راحت اور اطمینان نصیب نہ ہوا)۔۱۰: پھر حضرت سلیمانؑ دوسرے نبیوں کے پانچ سو سال بعد بہشت میں تشریف لے گئے (مر گئے)۔۱۱: یہ گوہر جبکہ حضرت سلیمانؑ سے اس قدر بُرائی کر سکتا ہے۔تو تجھے اطمینان و راحت کیسے بخش سکتا ہے۔۱۲: چونکہ جواہرات پتھر ہیں اس لیے انہیں حاصل کرنے کے لیے پہاڑ مت کھود اور سوائے معشوقِ حقیقی (سیمرغ) کی طلب کے اپنی جان مت کھو۔۱۳: اے جواہرات کو تلاش کرنے والے جواہرات کا خیال دل سے نکال ڈال۔تو ہمیشہ جوہری (خدا) کو تلاش کر۔۱۴: پرندوں کے اس مجمعے کے سامنے ہما آیا کہ جس کا سایہ بادشاہت بخشتا تھا (عام عقیدہ ہے کہ جس کے سر پر ہُما کا سایہ پڑ جائے وہ بادشاہ ہو جاتا ہے۔ ہما ایک ایسا جانور ہے کہ جسے آج تک کسی نے نہیں دیکھا۔مگر قدیم روایات کے ذریعہ اس کا نام بہت مشہور ہے)۔۱۵: ہما بہت بابرکت تھا کیونکہ سب سے زیادہ باہمت تھا۔

ہُما کا عُذر پیش کرنا

۱: ہما نے کہا کہ اے خشکی اور تری کے پرندو! میں دوسرے پرندوں جیسا نہیں ہوں۲: میں بہت عالی ہمت ہوں۔ اسی وجہ سے میں تمام دنیا سے علیحدہ رہتا ہوں۔۳: بادشاہ کی طرف سے مجھے جو نور عطا ہوا ہے (یعنی میرے سایہ سے لوگ بادشاہ بن جاتے ہیں) اس دنیا میں میرے لیے یہی کافی ہے۔۴: میں اپنے کُتے جیسے نفس کو بہت ذلیل و خوار رکھتا ہوں (یعنی میں خود کبھی بادشاہت کی خواہش نہیں کرتا) بلکہ افریدوں اور جمشید کو عزت و بزرگی میں نے بخشی ہے۔ ۵: تمام بادشاہوں نے بادشاہت میرے سایہ کی وجہ سے حاصل کی ہے اور تمام فقیر میرے آرزومند ہیں۔۶: اپنے نفس کو جو کُتے کی مانند ذلیل ہے میں ہڈی کھلاتا ہوں (ہما ہڈیاں کھاتا ہے) اور اس طرح اپنی روح کو نفس سے نجات دلاتا ہوں۔۷: کیونکہ میں نفس کو ہمیشہ ہڈیاں کھلاتا ہوں (ذلیل و خوار رکھتا ہوں) اس لیے میری روح کو عالی مرتبہ اور عزت ملی ہے۔۸: جس کا سایہ بادشاہ پیدا کرنے والا ہو۔اس کے مرتبہ اور عزت سے کوئی کیسے انکار کر سکتا ہے۔ ۹: تمام لوگوں کو اس کے حکم کو ماننا چاہیے تاکہ انہیں اس کے سایہ (عظمت و عزت) میں ذرہ برابر حصہ مل سکے۔ ۱۰: سیمرغ جو اس قدر سرکش پرندہ ہے میرا دوست کیسے ہوسکتا ہے۔میرے لیے تو لوگوں کو بادشاہ بنانا ہی کافی ہے۔

ہُدہُد کا ہُما کو جواب

۱: ہُدہُد نے کہا کہ اے ہُما تجھے تیرے غرور نے اندھا کر دیا ہے۔تو اس سے زیادہ غرور مت کر اور اپنے آپ پر ناز و فخر مت کر۔۲: اس وقت دنیا میں بادشاہوں کا ہڈیوں کی طرح نشان تک باقی نہیں رہا۔۳: اے کاش تو بادشاہ نہ بناتا اور اپنے آپ کو ہڈیوں (کی خوراک) سے نجات دلاتا۔۴: میں نے مانا کہ دنیا بھر کے بادشاہ اس وقت تیرے سایہ کی وجہ سے بادشاہت کر رہے ہیں۔۵: لیکن کلّی (قیامت کے دن) تمام عمر اپنی اس بادشاہت پر افسوس کریں

ے۔۶: اگر بادشاہوں پر تیرا سایہ پڑتا ہے تو قیامت کے دن مصیبت میں بھی تو وہ گرفتار ہو۔ تے رہیں ۔

حکایت ایک شخص کے سلطان محمود کو خواب میں دیکھنے کی

۱: ایک شخص بہت پارسا اور نیک تھا۔ ایک رات اس نے خواب میں سلطان محمود کو دیکھا۔ ۲: اس نے پوچھا کہ اے بلند مرتبہ والے بادشاہ اَب تُو کس طرح ہے؟ ۳: سلطان محمود غزنوی نے جواب دیا کہ اے شخص ان باتوں سے مجھے ہلاک مت کر۔ تُو خاموش ہو جا۔ اس جگہ بادشاہوں کا حال بہت برا ہے۔ ۴: میں بادشاہت کی سزا بھگت رہا ہوں۔ بس بادشاہت کرنا صرف خدا کا ہی حق ہے۔ ۵: خدا دنیا کا بادشاہ ہے اور بادشاہت اسی کے لیے مناسب ہے۔ ۶: جب یہاں میں نے اپنی عاجزی اور پریشانی دیکھی تو اب مجھے اپنی بادشاہت سے شرم آتی ہے۔ ۷: اگر تُو چاہے تو مجھے پریشان حال کہہ کر خطاب کر۔ لیکن سلطان خدا ہی ہے۔ تو مجھے سلطان مت کہہ بلکہ خدا کو بادشاہ کہہ۔ ۸: بادشاہت کے قابل تو خدا ہی ہے۔ میں اس سے کہیں بہتر حال میں ہوتا اگر دنیا میں مجھے فقیر بنا دیا جاتا (یعنی فقیر ہونا بادشاہی سے بہتر ہے)۔ ۹: اے کاش میرا کوئی مرتبہ اور عزت نہ ہوتی اور بادشاہ ہونے کی بجائے میں فقیر اور خوشہ چین ہوتا۔ ۱۰: اب مجھے اس مصیبت سے باہر نکالنے والا کوئی بھی نہیں ہے۔ میرے ایک ایک خون (قتل) کا حساب مجھ سے طلب کیا جا رہا ہے۔ ۱۱: خدا کرے کہ اُس ہُما کے بازو سوکھ جائیں کہ جس کے سایہ کی وجہ سے میں ۔۔شاہ بن گیا تھا۔

باز کا عذر پیش کرنا

۱: پرندوں کے جلسہ میں نہایت فخر کے ساتھ باز داخل ہوا اور اپنے دل کے رازوں کو سب پر کھولا۔ ۲: باز اپنے بُرے اعمال پر بہت مغرور تھا اور اسے اپنی طاقت اور عزت پر بہت گھمنڈ تھا۔ ۳: باز نے کہا کہ میں نے بادشاہ کی عزت افزائی کی وجہ سے تمام دنیا کی طرف سے آنکھیں بند کر لی ہیں (کیونکہ بادشاہ کی عزت افزائی کی وجہ سے تمام دنیا کی طرف سے آنکھیں بند کر لی ہیں (کیونکہ بادشاہ میری عزت کرتا ہے، اس لیے میں اس غرور و نخوت میں کسی کی پروا نہیں کرتا)۔ میری آنکھیں اس لیے ٹوپی کے اندر بند ہیں کہ میرے بیٹھنے کا مقام بادشاہ کا ہاتھ ہے (باز کے سر پر ٹوپی چڑھا کر بادشاہ چمڑے کا دستانہ پہن کر باز کو ہاتھ پر بٹھاتے ہیں)۔ ۵: میں بہت با آداب ہوں (یعنی مجھے بادشاہوں کی محفل کے قاعدوں کا علم ہے) اور ریاضت کرنے والوں کی طرح میں نے بہت مدّت تک ریاضت کی ہے۔ ۶: اگر مجھے بادشاہ کے پاس لے جائیں تو (مجھے آداب محفل سکھانے کی ضرورت نہیں کیونکہ) میں شاہانہ رسوم و آداب سے واقف ہوں۔ ۷: میں تو سیمرغ کا خیال خواب تک میں نہیں لا سکتا۔ پھر بھلا میں فضول اس کی تلاش میں پریشان کیوں پھروں۔ ۸: میرے بادشاہوں کے ہاتھ سے غذا کھانا ہی کافی ہے اور اس دنیا میں میرے لیے اس قدر عزت اور مرتبہ کافی ہے۔ ۹: کیونکہ مجھ جیسی عزت کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔ اس لیے مجھے بادشاہ کے ہاتھ پر بٹھا کر

بڑا مرتبہ دیا جاتا ہے۔ ۱۰: اگر میں بادشاہ کی صحبت کے قابل ہو جاؤں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں سیمرغ کی تلاش میں وادیوں میں ٹکریں مارتا پھروں۔ ۱۱: مجھے اُمید ہے کہ میں، بادشاہ کے ہاتھ پر خوشی و مُسرت میں اپنی عمر ختم کر دوں گا۔ ۱۲: کبھی تو بادشاہ میرا انتظار کرتا ہے (یعنی جب میں شکار کرنے اُڑتا ہوں تو بادشاہ میرا منتظر رہتا ہے) اور میں کبھی بادشاہ کو خوش کرنے کے شوق میں شکار مار کر لاتا ہوں۔

ہُد ہُد کا باز کو جواب

۱: ہُد ہُد نے کہا کہ اے باز تو حقیقت کے خلاف مجاز میں پھنس گیا ہے۔ تیری صورت کچھ اور ہے اور تیرا ضمیر کچھ اور کہتا ہے (اَب تو قابل اعتبار نہیں رہا)۔ ۲: اگر ہمارے بادشاہ (سیمُرغ) جیسا کوئی اور اس دنیا میں ہوتا۔ تو پھر سیمرغ بادشاہی کے لائق نہ رہتا۔ ۳: سوائے سیمرغ کے کوئی اور بادشاہت کے قابل نہیں ہے، کیونکہ بادشاہت اُس ہستی کے لیے زیبا ہے جو کہ اپنی مثال نہیں رکھتی۔ ۴: وہ بادشاہ نہیں ہو سکتا جو ہر ملک میں اپنی بیوقوفی کی وجہ سے ایک نیا سر بنا لیتا ہے (یعنی جو ہر جگہ پایا جاتا ہے یا عام ہوتا ہے)۔ ۵: اگر دنیا کا بادشاہ کبھی وفا بھی کرتا ہے تو کسی دوسرے وقت ظلم بھی کر جاتا ہے۔ ۶: بادشاہ وہی ہے کہ جس جیسا کوئی اور نہ ہو اور سوائے وفا اور ہمدردی و سخاوت کے کچھ نہ کرے۔ ۷: (دُنیا کے بادشاہوں) سے جو شخص قریب تر ہوتا ہے۔ اس کی جان ہمیشہ خطرہ میں رہتی ہے (بادشاہ بعض اوقات ناراض ہو کر اپنے ملازمین اور قریبی درباریوں اور ندیموں کو قتل کر دیتے ہیں)۔ ۸: حقیقت میں دنیا کے بادشاہوں کی مثال آگ کی سی ہے۔ تو ان سے دور بھاگ کیونکہ آگ سے دور ہی رہنا بہتر ہے۔ ۹: اسی لیے بادشاہوں سے دور رہنا چاہیے اور بادشاہوں سے دور ہی رہنا مناسب ہے۔

ایک بادشاہ کے اپنے غلام پر عاشق ہونے کی حکایت

۱: ایک بہت بڑا بادشاہ تھا۔ وہ اپنے خوب صورت غلام پر عاشق ہو گیا۔ ۲: اور اس قدر عاشق ہوا کہ اُس غلام کے بغیر نہ ایک لمحہ کے لیے اطمینان سے بیٹھتا تھا نہ اسے چین پڑتا تھا۔ ۳: دوسرے غلاموں کی نسبت اس غلام کو زیادہ اچھی طرح رکھتا تھا اور اسے ہمیشہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھتا تھا۔ ۴: بادشاہ جب قلعہ میں سے تیر مارتا تھا تو یہ غلام ڈر کے مر جاتا تھا۔ ۵: کیونکہ بادشاہ ہمیشہ ایک سیب کا نشانہ بناتا تھا اور اس سیب کو غلام کے سر پر رکھتا تھا۔ ۶: بادشاہ اُس سیب کے اُسی وقت دو ٹکڑے کر دیتا تھا اور یہ غلام ڈر کے مارے بیمار اور کمزور شخص کی طرح کانپنے لگتا تھا۔ اُس غلام سے ایک ناواقف شخص نے پوچھا کہ تیرا سرخ چہرہ اب سونے کی مانند (زرد) کیوں ہے۔ ۸: تیری بادشاہ کی نظروں میں اس قدر عزت ہے۔ پھر بتا کہ تیرے چہرے کا یہ حال کیوں ہو گیا۔ ۱۹: غلام نے کہا کہ بادشاہ میرے سر پر سیب رکھتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس سیب کی وجہ سے (کسی روز) مجھے کوئی تکلیف پہنچے۔ ۱۰: مجھے اس کی غلامی سے کوئی انکار نہیں ہے۔ بادشاہ کی تمام فوج میں اَب کوئی مجھ جیسا کمزور شخص نہیں ملے گا۔ ۱۱: اگر کسی روز ایسا اتفاق ہوا کہ تیر سیدھا آیا

(اور مجھے ہلاک کر گیا) تو تمام لوگ کہیں گے کہ بادشاہ کے ہاتھوں مارا گیا۔۱۲: میں اس غم میں گھل گھل کر مر رہا ہوں اور میری جان پر یہ خطرہ سوار ہے۔

بگلہ کا عذر پیش کرنا

۱: اس کے بعد جلدی سے بگلہ آگے بڑھا۔ اس نے کہا کہ اے پرندو! میں بیمار ہوں۔۲: ہمیشہ میں دریا کے کنارے پر رہتا ہوں۔ کوئی میری آواز تک نہیں سنتا۔۳: میری وجہ سے دنیا میں کسی کو تکلیف نہیں ہوتی۔۴: میں دریا کے کنارہ اپنی مصیبت میں بیٹھا رہتا ہوں۔ میں ہمیشہ غمگین اور تکلیف میں پھنسا ہوا ہوں۔۵: پانی کی آرزو سے میرا دل خون ہو جاتا ہے۔ مجھے اپنی حالت پر افسوس آتا ہے میں کیا کروں۔۶: مجھ میں دریا میں داخل ہونے کی ہمت نہیں ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں دریا کے کنارے پیاسا مر جاؤں گا۔۷: اگرچہ دریا میں سے ایک قطرہ پانی میں کم ہو جائے تو غیرت کے مارے میں جل کر کباب ہو جاتا ہوں۔۹: میرے جیسے کے لیے تو دریا کا عشق ہی کافی ہے اور میرے سر کے لیے دریا کے عشق کا جنون ہی بہت ہے۔۱۰: میں سوائے دریا کے عشق کے کوئی اور غم پالنا نہیں چاہتا۔ میں سیمرغ کے عشق کو برداشت نہیں کر سکتا۔ خدا مجھے اس سے پناہ ہی میں رکھے۔۱۱: جس کی حقیقت ہی پانی کا ایک قطرہ ہو۔ وہ بھلا سیمرغ سے وصل کیسے حاصل کر سکتا ہے، یعنی میں بہت حقیر جانور ہوں۔ میں سیمرغ کی تلاش میں شریک نہیں ہو سکتا۔

ہُد ہُد کا بگلہ کو جواب

۱: ہُد ہُد نے بگلہ سے کہا کہ تو دریا سے ناواقف ہے۔ دریا میں مگرمچھ اور بہت سے جانور رہتے ہیں۔۲: کبھی تو اس کا پانی نمکین ہوتا ہے اور کبھی کڑوا کبھی دریا میں سکون ہوتا ہے اور کبھی اس میں طوفان آتا ہے۔۳: دریا ہمیشہ بدلتا رہتا ہے اور یہ پائیدار نہیں ہوتا کبھی آگے بڑھتا ہے اور کبھی واپس آتا ہے۔۴: بہت سے جواں مردوں سے یہ لڑا ہے اور انہیں نگل گیا ہے۔ جو کوئی بھی اس کے طوفان اور بھنور میں گرا بس وہ مر ہی گیا۔۵: اور جو غوطہ خوروں کی طرح اس میں کودا تو اسے اپنی جان کو خوف رہتا ہے۔۶: اگر کوئی سمندر کی گہرائی کا مقابلہ کرنا بھی چاہتا ہے تو وہ مر جاتا ہے اور سر کے بل خس (تنکے) کی طرح اس کی سطح پر تیرتا نظر آتا ہے۔۷: ایسے سمندر سے کس کو وفا کی امید ہو سکتی ہے اور کون شخص اس سے دوستی کی امید کر سکتا ہے۔۸: اگر تو سمندر میں سے کنارہ تک نہیں آ سکتا تو آخر کار تو غرق ہو جائے گا (یعنی سمندر کسی کی مدد نہیں کرتا)۔۹: سمندر اپنے شوق اور جوش و خروش میں ہاتھ مارتا ہے۔۱۱: سمندر کو جبکہ خود دل کی مُراد نہیں ملتی (سمندر کو خود اطمینان قلب نصیب نہیں اسی لیے دن رات شور مچاتا ہے) تو پھر اس سے تجھے بھی دل کا آرام نہیں مل سکتا۔۱۲: سمندر (سیمرغ) کے کوچہ کا ایک معمولی چشمہ ہے۔ تو پھر تو سمندر پر ہی کیوں قناعت کرتا ہے (خود سیمرغ کو دیکھ کہ کس قدر بلند و اعلیٰ ہستی ہے)۔

ایک آدمی کے دریا سے سوال کرنے کی حکایت

ا:ایک شخص کو دیکھا گیا کہ وہ دریا میں اُترا اور دریا سے پوچھا کہ اے دریا تو نیلا لباس (جو غم کی نشانی ہے) کیوں پہنے رہتا ہے۔۲:تو نے ماتمی لباس کیوں پہنا ہے۔ اگر چہ تیرے پاس آگ نہیں ہے۔ لیکن تو آگ کی مانند جوش کیوں کھا رہا ہے۔۳:دریا نے اس صاف دل انسان کو جواب دیا کہ مجھے اپنے معشوق کا افسوس ہے۔۴:چونکہ میں اپنی کم ہمتی کی وجہ سے اُس کی دوستی کے قابل نہیں ہوں۔ اِس لیے میں نے اُس کے فراق میں اپنا لباس نیلا کر لیا ہے۔ ۵:میرے لب بے ہوشی کی وجہ سے خشک نہیں ہیں۔ بلکہ میں اُس کے عشق کی وجہ سے اس قدر شور وغل مچا رہا ہوں۔ ۶:اگر مجھے میرے معشوق کے کوثر (بہشت کا ایک چشمہ۔ یہاں مراد ہے معشوق کے دہن سے) ایک قطرہ بھی مل جائے۔ تو میں اس کے دروازہ پر پڑا رہوں اور مجھے بقائے دوام حاصل ہو جائے۔۷:ورنہ مجھ جیسے ہزاروں حیران و پریشان عاشق اس کے عشق میں اسی طرح تڑپ تڑپ کر مر جاتے ہیں۔

بوف کا عُذر پیش کرنا

ا:بوف دیوانوں کی طرح آگے بڑھا اور کہا میں نے اپنے رہنے کے لیے ویران اور غیر آباد مقامات کو پسند کیا ہے۔۲:میں عاجز و بے چارہ ہوں، کیونکہ میں ویرانوں میں پیدا ہوا ہوں اور اسی طرح بغیر کسی مطلب اور مراد حاصل کیے ہوئے مر جاتا ہوں۔۳:اگر چہ میرے دل کو بہت زیادہ قناعت نصیب ہے۔ لیکن مجھے پریشانی اور تکلیف بھی بہت ہوتی ہے۔۴:جو شخص بھی اور لوگوں سے ملتا جلتا رہے گا اور آخر کار اسے ایک روز دیوانوں کی طرح ان سے کنارہ کشی اختیار کرنا پڑے گی (یعنی دوستوں سے لڑائی ہو جائے گی)۔۵:میں بہت زیادہ تکلیف برداشت کرتا ہوں اور ویرانوں میں اپنا گھر بناتا ہوں، کیونکہ ویرانوں میں خزانے ملتے ہیں۔۶:میرا عشق خزانہ جنگل اور ویران علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ اس لیے میں اپنے خزانے کی تلاش میں جنگل میں ہی رہتا ہوں۔۷:میں اپنی تکالیف اور مشکلات کو سب سے پوشیدہ رکھتا ہوں۔ تاکہ مجھے میرا خزانہ جادو کی مدد کے بغیر مل جائے۔۸:اگر تو کبھی میرے پوشیدہ خزانے تک جا نکلے تو میرے اس مقید دل کو رہائی دلا سکتا ہے۔۹:سیمُرغ کے عشق کی اصلیت ایک کہانی سے زیادہ نہیں ہے کیونکہ اس سے عشق کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے۔۱۰:اُس کے عشق کے لیے تو مجھ جیسی ہمت اور طاقت کی ضرورت ہے اور میری طرح عشق کا خزانہ اور ویران علاقہ درکار ہے (یعنی اس کے عشق میں جنگلوں کی خاک میری طرح چھاننی پڑے گی)

ہُدہُد کا بوف کو جواب

ا:ہُدہُد نے کہا کہ اے بوف جو اپنے عشق کے خزانہ پر فخر کرنے کی وجہ سے سُست اور کاہل ہو گیا ہے۔ میں نے

مان لیا کہ تیرے ہاتھ عشق کا خزانہ لگ گیا ہے۔۲: اس خزانہ پر تو بیٹھا بیٹھا مر جائے گا اور جو عمر تو نے اس پر بیٹھ کر گزاری ہے اسے سمجھ کہ تو نے یہ عمر ضائع کی ہے۔۳: خزانہ کی محبت اور سونے کا عشق کافری کی نشانی ہے اور جو شخص ان چیزوں کو دوست رکھتا ہے وہ آذر (حضرت ابراہیمؑ کے والد) کی طرح کافر ہے۔۴: زر کی پوجا کرنا کفر ہے۔ اگر تو اس کی پوجا کرے گا تو کیا تو سامری کی قوم میں سے ہے (سامری نے حضرت موسیٰ کے زمانے میں جادو سے سونے کی گائے بنائی تھی، جو بولتی بھی تھی اور لوگ اس کی عبادت کرتے تھے۔۵: ہر ایک انسان کہ جس کے دل میں زر کا عشق خلل ڈال دیتا ہے، قیامت کے روز اس کی صورت مسخ ہو جائے گی۔۶: اس کا حشر چوہے کی شکل میں ہوگا اور ہر وقت یہ اپنے گناہوں پر افسوس کرتا رہے گا (کہتے ہیں کہ چوہا پہلے ایک انسان تھا لیکن اس کے دل میں روپیہ پیسے کا بہت لالچ تھا۔ اس لیے اس کی شکل مسخ کر دی گئی اور اب یہ چوہا بن گیا)۔

اُس مُردہ کی حکایت کہ جس نے سونا چھپا دیا تھا اور اُس کے بیٹے کا خواب دیکھنا

۱: ایک بے سمجھ شخص کے پاس سونے سے بھری ہوئی ایک ڈبیا تھی۔ جب وہ مر گیا تو یہ سونے کی ڈبیا اسی طرح رکھی رہی۔۲: ایک سال کے بعد اُس کے لڑکے نے اپنے باپ کو خواب میں دیکھا اُس کی شکل چوہے کی سی ہو گئی ہے اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں۔۳: اور اس جگہ کہ جہاں اس نے سونا چھپا دیا تھا چوہے کی طرح بہت تیزی سے چکر لگا رہا ہے۔۴: اس کا لڑکا کہتا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سوال کیا کہ تو یہاں کیوں چکر لگا رہا ہوں، اپنا حال تو سُنا۔۵: اس نے (باپ نے) جواب دیا کہ میں نے اس مقام پر سونا رکھا تھا۔ مجھے خبر نہیں کہ کسی کو اس کا علم بھی ہے یا نہیں؟۶: لڑکے نے کہا کہ تیری شکل چوہے جیسی کیوں ہے۔ باپ نے کہا کہ ایسی شکل ہر ایک اس شخص کی ہے جس کے دل میں سونے چاندی کی محبت ہے۔۷: تو میری حالت کو دیکھ اور اے میرے لڑکے مجھ سے عبرت حاصل کر اور سونے کی محبت چھوڑ دے۔

ممولے کا عُذر پیش کرنا

۱: اس کے بعد کمزور اور نحیف ممولا آیا۔ یہ سر سے لے کر پاؤں تک آگ تھا (جلا ہوا تھا) اور اس کا دل اس گرمی میں تپ رہا تھا۔۲: اُس نے کہا کہ میں حیران پریشان اور بوڑھا ہو گیا ہوں نہ تو میں طاقت اور ہمت رکھتا ہوں اور نہ میرے پاس کھانے کو غذا ہی ہے۔۳ میرے بازوؤں میں چیونٹی کی طرح بھی طاقت اور قوت نہیں ہے اور میں اس قدر کمزور ہو گیا ہوں کہ چیونٹی جتنی طاقت بھی مجھ میں باقی نہیں رہی۔۴: نہ میرے پر ہیں نہ میرے پاس کوئی دولت و سرمایہ ہی ہے۔ پھر میں اپنے معشوق سیمرغ کی خاک تک کیسے پہنچ سکتا ہوں۔۵: مجھ جیسا عاجز و بے چارہ پرندہ سیمرغ تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ میں ممولا اُس کی خدمت میں ہرگز نہیں جا سکتا۔۶: دنیا میں سیمرغ کو چاہنے والے عاشق بہت ہیں۔ مجھ جیسا ناتواں اس سے وصل کے قابل نہیں ہے۔۷: میں سیمرغ تک کیسے پہنچ سکتا ہوں کیونکہ میں اس کے

ملک کے راستہ کے جنگل اور صحرا طے نہیں کر سکتا۔ ۸: اگر میں اُس کی درگاہ کی جانب اُڑنے کی کوشش بھی کروں تو یا تو میں راستے میں جل کر خاک ہو جاؤں گا۔ یا مر جاؤں گا (یعنی مجھ سے راستے کی تکالیف برداشت نہیں ہوں گی)۔ ۹: کیونکہ میں سیمرغ کی تلاش کے قابل نہیں ہوں۔ میں اپنا معشوق اسی کی جگہ رہ کر کنوؤں میں ڈھونڈتا پھروں گا۔ ۱۰: میرا معشوق (یوسف سے مراد معشوق ہے) کنوؤں میں غائب ہو گیا ہے۔ لیکن ایک نہ ایک دن وہ مجھے مل ہی جائے گا۔ ۱۱: اگر میرا معشوق کسی کنوئیں میں سے مِل جائے تو میں اس کے ہمراہ زمین کی تہہ میں رہنے والی مچھلی سے لے کر چاند تک اُڑتا پھروں گا۔

ہُدہُد کا مولے کو جواب

۱: ہُدہُد نے مولے سے کہا کہ تو اپنی اس مصیبت پر خوش ہے اور اس قدر ذلّت اور پستی میں رہنے کے باوجود تو غرور اور سرکشی کرتا ہے۔ ۲: میں تیرے مکروفریب کو خاطر میں نہیں لاتا۔ یہ تمام تیرا مکر ہے میں اس کی پروا نہیں کرتا۔ ۳: تو سیمرغ کی تلاش کے راستہ پر قدم رکھ، خاموش رہ اور اپنے ہونٹ سی لے۔ اگر تجھے یہ راستہ جلا کر خاک کر دے گا تو بھی اسے جلا دیجیو۔ ۴: اگر تو حقیقت میں یعقوب ہی بننا چاہتا ہے۔ تو یہ مکروفریب چھوڑ دے، کیونکہ تجھے یوسفؑ نہیں ملے گا (یعقوب حضرت یوسفؑ کے والد کا نام تھا۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ تو بے فائدہ آہ وفغاں کرتا ہے۔ تجھے تیرا معشوق نہیں مل سکتا۔ ۵: ہمیشہ سے غیرت کی آگ جل رہی ہے اور تمام دنیا پر حضرت یوسفؑ کا عشق حرام ہو گیا ہے۔ تو بھی اس عشق سے باز آ۔

حکایت حضرت یوسفؑ کی جدائی میں حضرت یعقوبؑ کی

۱: جبکہ حضرت یوسفؑ اپنے والد سے جدا ہوئے تو حضرت یعقوبؑ آپ کی جدائی میں روتے روتے اندھے ہو گئے۔ ۲: خون کا سمندر آپ کی آنکھوں سے بہہ رہا تھا اور حضرت یوسفؑ کا نام ہمیشہ آپ کی زبان پر تھا۔ ۳: حضرت جبرئیلؑ (ایک فرشتہ کا نام ہے جو خدا کی طرف سے مختلف پیغمبروں کے پاس پیغام لاتے تھے) نے آکر حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ اگر اس کے بعد آپ کی زبان پر حضرت یوسفؑ کا نام آیا۔ ۴: تو آپ کا نام نبیوں اور پیغمبروں کی فہرست سے نکال دیا جائے گا۔ ۵: جبکہ حضرت یعقوبؑ کے پاس خدا کا حکم پہنچا تو اسی وقت آپ نے حضرت یوسفؑ کا نام لینا بند کر دیا۔ ۶: اگرچہ حضرت یوسفؑ کا نام ان کے دل میں رہتا تھا۔ لیکن ان کا نام لینے کے خوف سے حضرت یعقوبؑ کی جان گھلی جاتی تھی۔ ۷: ایک دن آپ نے حضرت یوسفؑ کو اپنے سامنے دیکھا اور آپ نے چاہا کہ انہیں اپنے قریب بلائیں۔ ۸: لیکن اسی وقت آپ کو خدا کا حکم یاد آ گیا۔ اس لیے خاموش ہو گئے اور اس پریشانی میں حیران پھرنے لگے۔ ۹: لیکن اس رنج میں آپ نے ایک نہایت دردناک آہ بھری۔ ۱۰: جب آپ اس نیند سے بیدار ہوئے تو جبرئیلؑ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ خدا فرماتا ہے۔ ۱۱: اگرچہ تو نے حضرت یوسف کا نام اپنی زبان

سے نہیں لیا۔ لیکن تو نے اس درمیان میں ان کے لیے ایک آہ بھری۔ ۱۲: مجھے معلوم ہے کہ تو نے یہ آہ کس کے لیے بھری تھی۔ حقیقتاً تو نے اپنی توبہ توڑ دی اب کیا فائدہ ہوتا ہے۔ ۱۳: ہماری عقل عشق میں دیوانی ہو جاتی ہے دیکھ کہ عشق ہمارا کیا حال کر دیتا ہے (ہُد ہُد مولے سے مخاطب ہو کر کہتا ہے)۔ ۱۴: اس کے بعد اُس وادی کے بہت سے پرندوں نے اپنی کم علمی اور جہالت کی وجہ سے بہت سے عُذر پیش کیے۔ ۱۵: ہر ایک پرندہ نے اپنی جہالت کی وجہ سے عُذر پیش کیا۔ لیکن کسی نے کوئی معقول عُذر پیش نہیں کیا بلکہ یونہی بہانے کرتے رہے۔

دوسرے پرندوں کا عُذر پیش کرنا

۱: اگر میں تجھ سے ہر ایک پرندے کا عُذر بیان کروں تو اس کام سے مجھے معاف رکھ کیونکہ یہ بیان بہت لمبا ہو جائے گا۔ ۲: ہر ایک پرندے کا عُذر نہایت غیر معقول تھا، بھلا ایسی حالت میں یہ پرندے سیمرغ کیسے پہنچ سکتے تھے (جبکہ شروع ہی میں ہمت ہارے دیتے تھے)۔ ۳: جو شخص سیمرغ کو جان و دل سے تلاش کرنا چاہتا ہے تو مردانہ وار اپنی جان سے ہاتھ دھو لیتا ہے)۔ ۴: جس پرندے کے گھونسلے میں تمیں دانے تک نہیں ہیں (یعنی بالکل بے ہمت ہے) تو اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ سیمرغ پر عاشق نہ ہو (کیونکہ سیمرغ کے عشق میں بہت ہمت اور حوصلہ کی ضرورت ہے)۔ ۵: جبکہ تیرے پونے (حوصلہ) میں ایک دانے کی بھی گنجائش نہیں (یعنی تو بہت بے حوصلہ اور کم ہمت ہے) تو پھر تو سیمرغ کی برابری کیسے کر سکتا ہے۔ ۶: جبکہ تو نے بہادر پہلوان سے علیحدگی اختیار کر لی تو پھر تجھے اس بہادر سے امداد کی امید کس طرح ہو سکتی ہے۔ ۷: جبکہ تجھ میں ذرے کی طرح طاقت اور ہمت نہیں ہے تو پھر تجھے آفتاب کا قرب کیسے نصیب ہو سکتا ہے (ذرے آفتاب کی شعاؤں میں رقص کرتے کرتے آفتاب تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر تو ان ذروں کی طرح کوشش نہیں کرے گا تو آفتاب تک کیسے پہنچ سکتا ہے اور پھر دریا سے آگے بڑھ کر سمندر میں کیسے مل سکتا ہے۔ ۹: جیسی عظیم الشان ہستی سیمرغ کی ہے اُس کی کسی دوسرے کو خوشبو تک نہیں پہنچی اور ہر ایک غلیظ اور بے ہمت شخص کا کام اُسے تلاش کرنا نہیں ہے۔

پرندوں کا ہُد ہُد سے سوال کرنا

۱: سب پرندوں نے جب یہ حال سُنا تو ہر ایک نے ہُد ہُد سے پوچھا۔ ۲: تو ہماری رہبری اور رہنمائی میں سبقت کیسے لے گیا اور تو نے بزرگی اور سرداری کے مرتبے کیسے طے کیے۔ ۳: اس کے باوجود کہ تو اس قدر کمزور اور نحیف ہے۔ نہ تیرے پر ہیں نہ بازو ہیں اور نہ تیری زبان ہی ہے۔ ۴: ہم سیمرغ کی عظیم الشان ہستی تک کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ اگر ہم میں سے کوئی اُس تک پہنچ جائے تو یہ بالکل انوکھی اور نرالی بات معلوم ہوگی۔ ۵: ہمیں دوبارہ بتا کہ اس کی ہستی کس چیز سے بنی ہے، کیونکہ ہم اس کے بغیر اس کی تلاش کا قصد نہیں کر سکتے۔ ۶: اگر ہمارے اور سیمرغ کے درمیان کوئی رشتہ اور رابطہ قائم ہوتا تو ہم میں سے ہر ایک شخص کو اس کے پاس جانے کی تمنا اور آرزو ہوتی۔ ۷: وہ سلیمان بادشاہ کی سی عزت

اور مرتبہ والا ہے اور ہم چیونٹی کی مانند ذلیل و بے مایہ ہیں۔ دیکھ ہم کہاں ہیں اور وہ کہاں ہے۔ ۸: اگر چیونٹی کو کنوئیں میں قید کر دیا جائے تو وہ بلند مرتبہ سیمرغ کی گرد بھی حاصل نہیں کر سکتی (یعنی ہم اس دنیا میں قید ہیں۔ پھر ہم اُسے کیسے حاصل کر سکتے ہیں)۔ ۹: بادشاہت کرنا کسی فقیر کا کام نہیں ہے اور یہ کام ہماری طاقت سے باہر ہے۔

ہُد ہُد کا پرندوں کو جواب

۱: ہُد ہُد نے پرندوں سے کہا کہ اے کم ہمتو! بے حوصلہ لوگ عشق نہیں کر سکتے۔ ۲: اے فقیرو! تم کب تک بے ہمتی کرتے رہو گے۔ عاشقی بے ہمتی سے نہیں ہو سکتی (یعنی بے ہمت لوگ عشق نہیں کر سکتے)۔ ۳: جس شخص پر عشق کا مرتبہ ظاہر ہو گیا۔ وہ خوشی خوشی (ناچتا ہوا) آتا ہے اور اپنی جان قربان کر دیتا ہے۔ ۴: تم جان لو کہ جس وقت سیمرغ) اپنے چہرے کو آفتاب کی طرح نقاب سے نکالتا ہے۔ ۵: تو اس کے ہزاروں عکس زمین پڑتے ہیں۔ پھر ہم اس کے سایہ کو دیکھ سکتے ہیں (یعنی سیمرغ کو نہیں دیکھ سکتے کیونکہ وہ آفتاب کی طرح روشن ہے۔ جس طرح آفتاب پر کوئی نظر نہیں ڈال سکتا، اسی طرح ہُد ہُد کو بھی نہیں دیکھ سکتا)۔ ۶: جب وہ اپنا عکس زمین پر ڈالتا ہے تو اس سایہ میں سے بہت سے پرندے پیدا ہوتے ہیں۔ ۷: اے نادان پرندو! یہ تمام دنیا کے جانور صرف اسی کے سایہ کے طفیل ہیں۔ ۸: تم یہ بات اب سمجھ لو، کیونکہ اس سے پہلے تم یہ بات نہیں جانتے تھے اور اَب تم اپنا رشتہ اس سے پیدا کر لو (یعنی اب تم سمجھ لو کہ تم اُسی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہو)۔ ۹: اب تم اس حقیقت سے واقف ہو جاؤ اور جو کچھ تمہیں معلوم ہوا ہو اس راز کو کسی پر ظاہر مت کرو۔ ۱۰: جس شخص نے اس کو جان لیا وہ حقیقت کو پا گیا۔ اگر تو یہ کہے تو خدا کی قسم تو سچا ہے (یعنی تجھے حقیقت مل جائے گی)۔ ۱۱: اگر تو ایسا کرے جیسا کہ میں نے تجھے بتایا ہے اور تو حقیقت میں ہمیشہ ڈوبا رہا ہے۔ ۱۲: جو شخص کہ حقیقت میں ڈوب جاتا ہے وہ پھر کسی اور شے کی طرف مائل نہیں ہوتا اور یہ بات فضول و بیہودہ نہیں ہے۔ ۱۳: اگر تجھے یہ علم ہو جائے کہ تو کس کا سایہ ہے تو تجھے فراغت اور چین مل جائے گا اب خواہ تو مرے یا زندہ رہے۔ ۱۴: اگر دنیا میں کوئی پرندہ نہ ہوتا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ سیمرغ کا سایہ ہی نہ ہوتا (یعنی ہم اسی کے سایہ کی وجہ سے ہیں۔ اگر ہم نہ ہوتے تو اس کی وجہ یہ ہوتی کہ اُس کا سایہ ہی نہ تھا)۔ ۱۵: اَب اگر سیمرغ دوبارہ غائب ہو جائے اور اُس کا سایہ دنیا میں باقی نہ رہے۔ ۱۶: اُس کا جو سایہ دنیا پر پڑتا ہے سب سے پہلے سیمرغ کے رہنے کی جگہ پر ظاہر ہوتا ہے۔ ۱۷: اگر اب تک نہیں دیکھا تو اَب تو سیُمرغ کی آنکھوں کو دیکھ، کیونکہ تیرا دل اس کے نور سے روشن نہیں ہے (اُس کو دیکھنے سے تیرا دل روشن ہو جائے گا)۔ ۱۸: اُس کے حُسن کو کوئی دیکھنے کی ہمت اور طاقت نہیں رکھتا اور اُس کے حُسن کو دیکھ کر صبر کی بھی کسی میں طاقت نہیں ہے۔ ۱۹: اُس کے حُسن پر کوئی عاشق نہیں ہو سکتا (کیونکہ اُس سے عشق کرنا بڑی جواں مردی اور ہمت کا کام ہے) اپنی محبت کو صرف آئینہ کی طرح چمکا لینا چاہیے (تاکہ اس میں سیُمرغ کا عکس دکھائی دیتا رہے)۔ ۲۰: سیُمرغ کی محبت ایک آئینہ کی مانند ہے۔ تو دل میں اس پر غور کر۔ تاکہ تو دِل میں سیمرغ کا چہرہ دیکھ سکے۔

حکایت ایک خوب صورت بادشاہ کے آئینہ بنانے کی

۱: ایک بادشاہ بہت خوب صورت تھا اور حُسن کی دنیا میں اُس جیسا کوئی دوسرا نہیں تھا ۲: تمام دُنیا اس کے بھیدوں کی کتاب تھی اور اُس کو دیکھنا (دیدار) خوب صورتی کو دیکھنے کی نشانی تھی۔ ۳: صبح صادق گویا اُس کے چہرہ کے نور کی ایک جھلک تھی اور پاک روح اُس کے جسم کی خوشبو کا ایک جھونکا یا مہک تھی۔ ۴: آٹھوں بلند و بالا بہشتیں اپنی رنگ و بو کے باوجود اُس کے چہرہ کا ایک مختصر سا خاکہ تھیں (یعنی بہشت اُس کے چہرے کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتی تھی)۔ ۵: مجھے خبر نہیں کہ کسی شخص کو اس کی ہمت بھی ہو سکتی تھی کہ اُس کے حُسن سے بہرہ اندوز ہونے کی جرأت بھی کر سکے۔ ۶: کبھی تو یہ بادشاہ گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتا تھا اور پھولوں کی نقاب اپنے چہرے پر ڈالتا تھا۔ جو شخص بھی اُس نقاب کو دیکھ لیتا تھا اُس شخص کا فوراً سر قلم کر دیا جاتا تھا۔ ۹: اور جو شخص اس کا نام لیتا تھا۔ اُس کی زبان کاٹ دی جاتی تھی۔ ۱۰: اور کوئی اُس کے حُسن کا اپنے دل میں خیال تک لاتا تھا تو اس جرأت کی وجہ سے اس شخص کا دل اور جان تباہ و برباد ہو جاتی تھی۔ ۱۱: اور اگر کوئی شخص اُس کے حُسن کو بے نقاب دیکھ لیتا تھا تو اُس کے عشق میں روتے روتے جان دے دیتا تھا۔ ۱۲: اُس کے عشق میں مر جانا سینکڑوں طویل عمروں سے زیادہ بہتر تھا۔ ۱۳: ہر روز اُس کا عشق ہزاروں انسانوں کو ہوتا تھا اور وہ اس کے عشق میں مر جاتے تھے۔ بس (اُس کے حُسن کا) یہی کام تھا۔ ۱۴: نہ کسی کو صبر کی طاقت تھی نہ کسی میں عشق کی تاب تھی۔ ۱۵: اُس کے عشق میں ہمیشہ لوگ مرتے رہتے تھے۔ یہ تعجب کی بات ہے کہ نہ لوگوں کو اُس کے بغیر چین آتا تھا نہ اُس کو دیکھ کر صبر آتا تھا۔ ۱۶: اگر کوئی اُس کی نقاب کو دیکھ کر بھی صبر کرتا تھا۔ تو فوراً بادشاہ اپنا چہرہ دکھا دیتا تھا۔ ۱۷: لیکن چونکہ کسی کو بادشاہ کے دیکھنے کی جرأت نہیں تھی۔ لوگ اس کے حسن کے متعلق سُن سُن کر ہی لُطف اُٹھاتے تھے۔ ۱۸: لیکن چونکہ کسی کو اُس کے دیکھنے کا حوصلہ نہیں تھا۔ اِس لیے تمام اُس کے عشق میں تکالیف اُٹھا اُٹھا کر مر جاتے تھے۔ ۱۹: بادشاہ نے ایک آئینہ لانے کا حکم دیا کہ اُس آئینہ میں بادشاہ کو دیکھ سکتے تھے۔ ۲۰: اُس بادشاہ کے لیے ایک نہایت شان دار محل بنایا گیا اور اُس میں وہ آئینہ رکھا گیا۔ ۲۱: بادشاہ اُس محل میں گیا اور آئینہ میں جا کر اپنی صورت دیکھی۔ ۲۲: اس نے اپنی صورت کے عکس سے آئینہ کو روشن کیا اور ہر شخص نے اَب اس آئینہ میں اس کی شکل دیکھی۔ ۲۳: اگر تو اپنے دوست کے حُسن کو دیکھنا چاہتا ہے۔ تو اپنے دل کو اُس آئینہ کی طرح جلا دے تا کہ اس میں اُس کا عکس دیکھ سکے۔ ۲۴: اپنے دل کو اپنے قبضہ میں رکھ (اسے پاک و صاف کر اور جلا دے) اور اس دل میں اپنے دوست کا عکس دیکھ۔ اپنی جان کو آئینہ کی طرح روشن کر اور پھر اپنے محبوب کے حُسن (کا ہلال) اس میں دیکھ۔
۲۵: تیرا بادشاہ (سیمرغ) جاہ و جلال کے محل میں موجود ہے اور یہ محل اُس کے حُسن کے آفتاب سے روشن ہے۔
۲۶: اپنے بادشاہ کو تو اپنے دل میں دیکھ اور آسمان کو تو ایک معمولی ذرّہ میں دیکھ (اسی مضمون کو اُستاد ذوق نے باندھا ہے:

قطرہ دریا ہے ہمیں ذرّہ ہے سُورج ہم کو
آئے ہے جزو میں نظر کُل کا تماشا ہم کو

۲۷: جولباس بھی صحرا سے ملتا ہے وہ سیمرغ کے سایہ پر خوب پھبتا ہے۔ ۲۸: اگر تیرے سامنے تیس پرندے اپنا حُسن دکھائیں۔ ان کے مقابلہ میں صرف سیمرغ کا سایہ ہی بہت زیادہ حسین وخوب صورت ہے۔ ۲۹: خواہ تو چالیس پرندے دیکھے یا تیس پرندے۔ جو کچھ بھی تو دیکھتا ہے سب سیمرغ کا سایہ ہے (یعنی تمام پرندے اُس کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ ۳۰: کیونکہ سیمرغ اور اُس کا سایہ دونوں ایک دُوسرے کے ساتھ ہیں۔ اِس لیے تو اَب سایہ کو چھوڑ دے اور سیمرغ کی تلاش کر (حقیقت کو ڈھونڈ)۔ ۳۱: کیونکہ سیمرغ سے جدا کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر تو سایہ کو علیحدہ کوئی اصلی چیز سمجھتا ہے تو یہ تیری سراسر غلطی ہے۔ ۳۲: جب تو سایہ میں پھنس جائے گا۔ تو تجھے سیمرغ نہیں مل سکے گا (اشارہ یہ ہے کہ انسان کو ہمیشہ حقیقت اور اصل شے کی تلاش کرنی چاہیے۔ فروعات اور دوسری غیر ضروری باتوں میں نہیں پھنسنا چاہیے)۔ ۳۳: اگر تیرے سامنے فتح کا ایک دروازہ کھل جائے تو پھر انسان فروعات میں بھی حقیقت اور اصلیت دیکھ لیتا ہے)۔ ۳۴: تجھے آفتاب میں سایہ نہیں ملے گا۔ اگر تو آفتاب دیکھے گا تو صرف آفتاب ہی آفتاب دکھائی دے گا اور بس سلام (حقیقت دیکھنے والوں کو غیر حقیقی چیزیں اپنی طرف متوجہ نہیں کرتیں)۔

حکایت اسکندر کے قاصد بن کر جانے کی

۱: ہُد ہُد نے کہا کہ جب اسکندر کو ایک جگہ اپنا قاصدا اور پیغامبر بھیجنے کی ضرورت ہوئی۔ ۲: وہ تمام دنیا کا بادشاہ قاصدوں کے سے کپڑے پہن کر پوشیدہ طور پر قاصد ہو کر گیا۔ ۳: پھر اُس نے وہاں جا کر وہ باتیں کہیں جو کہ آج تک کسی نے نہیں سنی تھیں اور کہا کہ اسکندر بادشاہ نے اسی طرح مجھے حکم دیا ہے۔ ۴: تمام دنیا میں کسی کو بھی خبر نہیں تھی کہ یہی قاصد خود سکندر رومی ہے۔ ۵: چونکہ کسی کو اُمید نہیں تھی کہ یہ سکندر خود ہو سکتا ہے اگر چہ اُس نے کہا کہ میں اسکندر ہوں لیکن کسی نے اُس کی بات کا یقین نہیں کیا۔ ۶: اور جو اس راز کو جانتا تھا۔ وہ بادشاہ کے حکم کے مطابق خاموش تھا (اور یہ بھید اس کے دل میں محفوظ تھا)۔

حکایت سلطان محمود اور ایاز کے بیمار ہونے کی

۱: جب ایاز لوگوں کی نظر لگنے سے بیمار ہو گیا۔ تو آخر کار یہ سلطان محمود کی آنکھوں سے دور رہا (یعنی سلطان محمود کی حاضری نہ دے سکا)۔ ۲: وہ نہایت کمزور تھا اور بستر پر پڑا تھا۔ وہ مصیبت، بیماری اور تکلیف میں مُبتلا تھا۔ ۳: جب سلطان محمود کو ایاس (ایاز کو ایاس بھی کہتے ہیں) کی بیماری کی خبر ملی تو ایک ملازم کو حق پہچاننے والے بادشاہ نے بُلایا۔ ۴: اور کہا کہ ایاز سے جا کر کہو اے بیمار بادشاہ۔ ۵: میں تیری شکل سے دور ہوں (یعنی تجھے نہیں دیکھ سکتا) اور تجھ سے دور ہوں اور تیری بیماری کی وجہ سے میں بھی بیمار ہوں۔ ۶: جب میں تیری بیماری کے متعلق سوچتا ہوں۔ میں تجھے بیمار نہیں سمجھتا بلکہ میں خود بیمار ہو جاتا ہوں۔ ۷: میں اپنے دوست سے دور ہوں۔ لیکن میری جان اُس سے نزدیک ہے۔ ۸: میں تیرا مشتاق اور شیدا رہتا ہوں اور تو کبھی میرے خیال سے غائب نہیں ہوتا (یعنی میں ہمیشہ تجھے یاد کرتا

رہتا ہوں)۔۹: میری آنکھوں نے بہت ظلم اور برائی کی ہے کہ تجھ جیسے خوب صورت کو بیمار کر دیا (یعنی تجھے میری نظر لگ گئی (اس لیے تو بیمار ہو گیا)۔۱۰: سلطان نے اس قدر کہہ کر حکم دیا کہ اے غلام فوراً چلا جا۔ تو دھوئیں کی طرح جا اور آگ کی طرح آ (بہت جلد میرا پیغام پہنچا کر جواب لا)۔۱۱: تو راستے میں کہیں مت ٹھہریو، جس طرح کہ پانی برف کو چیرتا ہوا بہتا ہے اسی طرح تو بجلی کی طرح جا۔۱۲: اگر تو راستے میں ایک لحہ بھی دیر لگائے گا تو ہم یہ دنیا تیرے اوپر تنگ کر دیں گے (یعنی تجھے بہت سزا دیں گے)۔۱۳: پریشان حال غلام فوراً روانہ ہو گیا اور ہوا کی طرح ایاز کے پاس سلطان کا پیغام لایا۔۱۴: غلام نے ایاز کے سامنے سُلطان کو بیٹھے ہوئے پایا۔ اُس کی عقل حیران ہو گئی۔۱۵: غلام ڈر کے مارے کانپنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا وہ مصیبت میں پھنس گیا۔۱۶: اس نے بادشاہ سے کہا کہ آپ مجھے کس طرح پھانسی دیں گے اور کیا آپ ابھی مجھے قتل کرا دیں گے۔۱۷: اس نے قسمیں کھا کر کہا کہ راستہ میں نہ وہ کہیں ٹھہرا تھا نہ کہیں بیٹھا تھا۔۱۸: مجھے بالکل علم نہیں (ذرہ برابر خبر نہیں) کہ مجھ سے پہلے سلطان محمود یہاں کیسے تشریف لے آئے۔
۱۹: سلطان اگر میری بات کا اعتبار نہیں کرتا (تو یہ قسم کھا کر کہتا ہوں) کہ اگر اس میں میری کوئی غلطی ہو تو میں کافر ہو جاؤں۔۲۰: بادشاہ نے کہا کہ اس میں تیرا قصور نہیں ہے۔ تو اس طرح کیسے اُڑ سکتا ہے (یعنی میرے جیسی سُرعتِ رفتار تجھے حاصل نہیں ہو سکتی)۔۲۱: میں نے یہ ایاز کا راستہ اس لیے (جلد) طے کیا کہ مجھے اس کے بغیر ایک گھڑی بھی صبر و آرام نہیں ملتا۔۲۲: میں ہر وقت اس کے پاس پوشیدہ طور پر آتا ہوں اور اس کی دنیا میں کسی کو خبر تک نہیں ہوتی۔
۲۳: اگر میں اس بھید کو اور لوگوں سے چھپاؤں بھی تو اندرونی طور پر میری جان ہمیشہ ایاز کے پاس ہوتی ہے (خواہ میں یہ بات ظاہر کروں یا چھپاؤں۔ میں ہمیشہ ایاز کے ساتھ رہتا ہوں)۔

پرندوں کی سیمرغ سے رغبت اور ان کا ہُدہُد سے سوال کرنا

۱: جب تمام پرندوں نے یہ بات سُنی تو اس پرانے بھید کی تلاش کے گرویدہ ہو گئے۔۲: اَب ہر ایک پرندہ نے اپنا رشتہ سیمرغ سے جوڑ لیا اور اس کی تلاش پر بھی رضامند ہو گئے۔۳: اس بات کو سُن کر سب پرندے چلنے پر آمادہ ہو گئے اور سب نے مِل کر اپنا ایک ارادہ ظاہر کیا (یعنی سیمرغ کو تلاش کرنے پر آمادہ ہو گئے)۔۴: پھر انھوں نے ہُدہُد سے پوچھا کہ اے اس راستہ کو جاننے والے آخر ہم اس راستہ پر کس طرح چلیں۔۵: کیونکہ ہم جیسے کمزور پرندے اس قدر عالی مقام تک نہیں پہنچ سکتے۔

ہُدہُد کا پرندوں کو جواب

۱: اُن کے رہنما ہُدہُد نے اس وقت جواب دیا کہ جو عاشق ہو جاتا ہے اُسے اپنی جان کا خوف نہیں رہتا۔۲: جبکہ عاشق اپنی جان دینے کا عہد کر لیتا ہے اس کے بعد خواہ وہ زاہد اور نیک عمل بن جائے یا خواہ وہ بداعمال ہو جائے اور بُرے کام کرنے لگے اُس کے لیے سب برابر ہے۔۳: کیونکہ تیرا دل ہمیشہ سے تیری جان کا دشمن ہے۔ جب تو اپنی

جان قربان کردے گا تب تو منزل مقصود حاصل کرے گا۔۴: تیرے راستے میں جان اٹکی ہوئی ہے (سدِ راہ یعنی حائل ہے) تو جان کی قربانی پیش کر تو جان کا پردہ اتار کر پھینک دے (مر جا) اور پھر حقیقت کو دیکھ۔۵: اگر تجھ سے یہ کہا جائے کہ تو ایمان چھوڑ دے تو اس کا اصلی مطلب یہ ہوتا ہے کہ تو جان کو ہاتھ سے دے دے۔۶: تو ایمان کی طرف کم خیال کر بلکہ اپنی جان قربان کردے۔ ایمان کو چھوڑ دے اور جان نثار کردے (پھر تو نجات ابدی حاصل کر سکے گا)۔ ۷: اگر کوئی اس بات سے انکار کرے اور کہے کہ یہ غلط ہے تو کہہ دے کہ عشق کفر و ایمان کی حدود سے بالاتر ہے (عشق کے راستہ میں کفر و ایمان کوئی چیز نہیں۔ اسی مطلب کو جامی نے ادا کیا ہے:۔

بندۂ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی　　　اندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست)

۸: عشق کو کفر و ایمان سے کیا کام۔ عاشقوں کو جان سے ایک لمحہ کے لیے بھی کوئی مطلب نہیں ہوتا (عاشق اپنی جان فدا کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں)۔۹: عاشق اپنا تمام مال و دولت (خرمن) آگ میں جلا دیتا ہے۔ اگر اس کے سر پر آرا بھی چلایا جائے تو یہ خاموش رہتا ہے۔۱۰: عشق کے لیے خونِ دل بہانے اور مصیبتیں برداشت کرنی ضروری ہیں۔۱۱: عشق کے لیے بہت مشکلات سے گزرنا پڑتا ہے۔۱۲: اے ساقی شراب کے پیالے میں (شراب کی جگہ) خون جگر بھر۔ اگر تیرے پاس درد اور دکھ نہیں ہے تو ہم سے قرض لے لے۔۱۳: عشق کے لیے ایک حقیقت تک جلا دینے والے درد کی ضرورت ہے۔ کبھی تو یہ جان کا پردہ پھاڑتا ہے اور کبھی اس پردہ کو سیتا ہے۔۱۴: عشق کا ایک ذرّہ تمام دنیا سے بہتر ہے اور عشق کے درد کا ایک ذرّہ تمام عاشقوں سے بہتر ہے۔۱۶: فرشتوں کو عشق ملا ہے۔ لیکن اس کا درد نہیں ملا، کیونکہ سوائے انسان کے عشق کے درد و غم جھیلنے کے کوئی قابل نہیں ہے۔۱۷: جس شخص کے عشق میں پاؤں مضبوط جم گئے (یعنی عشق کے راستہ میں پورا (اُترا) وہ اسلام اور کفر سے بالاتر ہو جاتا ہے (اُس کے نزدیک کُفر و اسلام برابر ہوتا ہے)۔۱۸: عشق فقیری کی طرف لے جاتا ہے اور فقیری کُفر کا راستہ دکھاتی ہے۔۱۹: عشق اور کُفر ایک ہی چیز ہیں اور کافری اور فقیری ایک چیز ہے۔۲۰: جب کہ اس کفر و ایمان سے آزاد ہو گیا تو یہ تیرا جسم غائب ہو جائے گا اور تیری جان بھی باقی نہیں رہے گی (یہ منزل فنافی اللہ کی ہے)۔۲۱: اس کے بعد تم سیمرغ کو تلاش کر سکو گے) اس راستہ پر تو مردانہ وار قدم رکھ اور کسی سے خوف مت کھا اور تمام ایمان و کفر کی دسترس سے باہر ہو جا۔۲۳: کب تک تو بچوں کی طرح ڈرتا رہے گا۔ اس بچپن کو چھوڑ دے۔ تو پھر باہمت لوگوں کی طرح شکار کے لیے نکل۔۲۴: اگر اس کے بعد تیرے راستہ میں سینکڑوں مشکلات بھی حائل ہوں تو کوئی خطرہ کی بات نہیں ہے، کیونکہ اب تو اس راستہ پر گامزن ہے۔

حکایت شیخ صنعان اور ان کے خواب دیکھنے کی

۱: شیخ صنعان اپنے زمانے کے بہت بڑے بزرگ تھے اُن کے کمال کے متعلق میں جس قدر بھی کہوں وہ اس سے زیادہ مرتبہ رکھتے ہیں۔۲: شیخ صنعانِ خانہ کعبہ میں پچاس سال تک اپنے چار سو صاحب کمال مریدوں کے ہمراہ

رہے۔ ۳: یہ تعجب کی بات ہے کہ آپ کے ہر ایک مرید کا دل شب و روز کی ریاضت اور عبادت سے نہیں بھرتا تھا۔ ۴: یہ مرید علم اور عمل دونوں باتیں عزیز رکھتے تھے۔ اسرار الٰہی کو ظاہر طور پر اور پوشیدہ طور پر بھی دیکھتے تھے (کشف کے لفظی معنی پردہ اُٹھا دینا یا ظاہر کرنا ہیں۔ صوفیوں پر ایک ایسی حالت طاری ہو جاتی ہے جبکہ تمام بھیدوں و اسرار الٰہی کو ظاہری طور پر دیکھتے ہیں۔ اسے صوفیوں کی اصطلاح میں کشف کہتے ہیں)۔ ۵: تقریباً پچاس مرتبہ انھوں نے حج کیا تھا اور تمام عمر عمرہ کرتے رہے تھے (حج خانہ کعبہ کے اس طواف کو کہتے ہیں جو دس ذی الحجہ کو کیا جائے اور عمرہ ان ایام کے علاوہ طواف اور حج کی شرطیں پورا کرنے کو کہتے ہیں۔ یعنی یہ لوگ سال بھر تک حج کی شرطیں پوری کرتے رہتے تھے)۔ ۶: وہ بہت نماز روزہ کا پابند تھا اور کسی سنت تک کو ترک نہیں کیا تھا (فرض وہ باتیں جو ہر مسلمان کے لیے ضروری ہیں اور جن کے نہ کرنے کا گناہ ہے۔ مثلاً نماز، روزہ وغیرہ۔ سُنّت وہ باتیں جو فرض کی طرح واجبات میں داخل نہیں ہیں۔ اگر کوئی انہیں کرے تو ثواب ہے اور اگر نہ کرے تو عذاب نہیں ۷: جتنے بڑے بڑے رہنما اور پیشوا اُس کے پاس آئے۔ اُس کے سامنے آتے ہی بے خود ہو گئے۔ ۸: وہ مرد کامل اور حقیقت ہیں اپنے کرامات اور معجزوں کی وجہ سے بال کی کھال نکالتا تھا اور اس لیے بلند و اعلیٰ مقامات پر پہنچا ہوا تھا۔ ۹: جو شخص بھی بیمار یا کاہل ہوتا تھا اُس کی وجہ سے فوراً درست ہو جاتا تھا۔ ۱۰: تمام دنیا کی خواہ خوشی کا مقام ہو یا مصیبت کا وہ علم (جھنڈے) کی طرح ہر وقت رہنمائی کرتا تھا۔ ۱۱: اگر چہ وہ اپنے علم و عمل کی وجہ سے تمام صحابہ رسولؐ کی طرح برگزیدہ اور بڑھ چڑھ کر تھا لیکن چند رات تک اُس نے متواتر خواب میں دیکھا۔ ۱۲ کہ اسے حرم خانہ کعبہ سے نکال دیا گیا ہے اور وہ برابر لگاتار ایک بُت کے سامنے سجدہ کر رہا ہے۔ ۱۳: جبکہ وہ یہ خواب دیکھ کر اُٹھا تو اس نے کہا کہ افسوس ہے اس دنیا پر۔ ۱۴: سچا یوسفؑ کنوئیں میں پھینک دیا گیا اور اس کے راستہ میں بہت سی خطرناک مشکلات پیدا کر دی گئیں۔ ۱۵: مجھے خبر نہیں کہ میں اس غم سے جانبر بھی ہو سکوں گا یا نہیں مجھے ایمان کی سلامتی کے لیے اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ ۱۶: اس دنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کے راستہ میں اس قسم کی مشکلات حائل نہ ہوں۔ ۱۷: اگر انسان ان مشکلات کو طے کر لے تو اس کا راستہ خداوند تعالیٰ کی درگاہ تک روشن اور صاف ہو جاتا ہے (یعنی درگاہ ایزدی تک اس کی رسائی ہو جاتی ہے)۔ ۱۸: ان مشکلات کے بعد (درگاہ ایزدی کا) دروازہ کھلا رہتا ہے اور آخرت میں اُس کا راستہ طویل ہو جاتا ہے۔ ۱۹: آخر کار اُستاد (یعنی شیخ صنعان) کو معلوم ہو گیا اور اس نے اپنے مریدوں سے کہا کہ اب یہ کام میرے بس کا نہیں رہا۔ ۲۰: اَب مجھے فوراً روم کی طرف روانہ ہو جانا چاہیے۔ تا کہ مجھے اس خواب کی تعبیر معلوم ہو جائے۔ ۲۱: چار سو مریدانِ باصفا نے اس سفر میں شیخ کی ہمراہی کی۔ ۲۲: کعبہ سے لے کر روم کی سرزمین تک ان لوگوں نے سفر کیا اور روم کا اوّل سے لے کر آخر تک چپہ چپہ چھان مارا۔ ۲۳: اتفاقاً ایک نہایت عالیشان اور خوش نما جگہ تھی اور وہاں ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ ۲۴: یہ لڑکی بہت پارسا اور فرشتوں کی سی خصلت کی تھی۔ اِس کا مذہب عیسائی تھا اور حضرت عیسیٰؑ (روح اللہ حضرت عیسیٰ کا لقب) سے اس کو خاص محبت اور معرفت حاصل تھی۔ ۲۵: وہ لڑکی حُسن کے

آسمان پر خوب صورتی کے بُرج میں ایک ایسا آفتاب تھی کہ جسے کوئی زوال اور نقصان کا خطرہ نہیں تھا۔ ۲۶: سُورج اُس کے چہرہ کے عکس کو دیکھ کر اس قدر رشک کرتا تھا کہ اس کے عاشقوں سے زیادہ اس کا رنگ (غم عشق اور رشک کی وجہ سے) زرد پڑ گیا تھا۔ ۲۷: جو شخص بھی اُس لڑکی کی زلفوں پر عاشق ہوا اس کی زلفوں کے خیال کو تازہ رکھنے کے لیے اپنے گلے میں زُنّار (وہ ڈورا جو اہل ہنود تبرکاً گلے میں ڈالتے ہیں اور فارسی ادب میں کفر کی نشانی سے مراد ہے) ڈال لیتا تھا۔ ۲۸: جو کوئی اس معشوق کے لبِ لعلیں پر اپنی جان فدا کرتا تھا وہ اس کے عشق کے راستے میں گامزن ہوئے بغیر اپنا سر کٹوا دیتا تھا (یعنی اس کے عشق کا نتیجہ عشاق کی موت تھی)۔ ۲۹: جب ہوا اس کی زلفوں سے مس ہو کر مشک کی مانند خوشبودار ہو جاتی تھی تو روم اپنی اس مشک جیسی خوشبو کی وجہ سے چین کا ہم پلہ بن جاتا تھا۔ چین کا مشک مشہور ہے۔ ۳۰: اُس کی دونوں آنکھیں عاشقوں کو امتحان اور مصیبت میں مبتلا کرتی تھیں اور اس کی دونوں بھنویں (ابرو) اپنی خوب صورتی کی وجہ سے محراب دار تھیں (طاق سے مراد محراب دار اور بے مثل دونوں ہیں)۔ ۳۱: جب وہ لڑکی عاشقوں کو دیکھتی تھی تو تمام عاشق اس کے ناز و انداز اور غم زدہ کی وجہ سے اپنی جان اس کی ابرو پر نثار کر دیتے تھے۔ ۳۲: اس کی بھنوؤں نے اس کے چاند سے چہرہ پر محراب کا کام کیا تھا اور لوگ اس محراب (ابرو) پر جان دینے کو بیٹھے تھے (اس جگہ مردم سے مراد آنکھ کی پتلی بھی لی جا سکتی ہے یعنی اس کی ابرو کی محراب میں آنکھ کی پُتلی مقیم تھی ان اشعار میں ذو معنی الفاظ استعمال ہوتے ہیں)۔ ۳۳: اس کی آنکھ کی پُتلی نے بہت ہمت کے کام کیے تھے کیونکہ کئی سو آدمیوں کو شکار کر چکی تھی (یعنی کئی سو آدمی اس کی آنکھ کے اشارے پر مر چکے تھے)۔ ۳۴: اس کی چمک دار زلفوں کے اندر اُس کا چہرہ روشن آگ کی مانند چمک رہا تھا۔ ۳۵: اس کے لعل جیسے ہونٹ تمام دنیا کو بے قرار کر رہے تھے اور اس کی نرگس جیسی مست آنکھیں سینکڑوں بھالوں اور خنجروں کا کام کر رہی تھیں۔ ۳۶: جو شخص بھی اس کی آنکھ کے چشمہ پر عاشق ہو جاتا تھا۔ اس کے دل پر معشوق کی پلکیں سینکڑوں خنجروں کا کام کرتی تھی۔ ۳۷: اُس کا دہن اس قدر تنگ تھا کہ بات ہی نہیں کر سکتی تھی۔ اِس لیے وہ جو کچھ کہتی تھی کوئی سمجھ نہیں سکتا تھا۔ ۳۸: اس کے دہن کی شکل ایک سوئی کی سی تھی (اس کا دہن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سوئی کی طرح نازک اور باریک ہے) اور اپنی کمر میں زُلف کی طرح زنّار باندھے ہوئے تھی۔ ۳۹: اُس کی ٹھوڑی کے نیچے ایک چاندی کا کنواں تھا (گویا زنخدان نہیں تھا بلکہ نقرئی کنواں تھا) اور حضرت عیسیٰؑ کی طرح اس کی ہر بات میں یہ معجزہ موجود تھا کہ اسے سُن کر عاشق زندہ ہو جاتے تھے۔ ۴۰: ہزاروں دل اُس کے عشق میں خون میں ڈوبے ہوئے تھے اور اُس کے چاہِ زنخداں میں سر کے بل گرے ہوئے تھے۔ ۴۱: اس کے بالوں میں سورج کی مانند چمک دار ایک موتی تھا اور بالوں کی نقاب اس کے چہرہ پر تھی۔ ۴۲: اس عیسائی لڑکی نے جب اپنے چہرہ سے نقاب ہٹائی۔ تو شیخ کے جسم میں (اس کے عشق کی) آگ سی لگ گئی۔ ۴۳: اور جب اس نے نقاب میں سے اپنا چہرہ دکھایا۔ تو اپنے ایک ایک بال سے سینکڑوں زنّار باندھ دیے (یعنی شیخ کے متاعِ ایمان کو لُوٹ لیا)۔ ۴۴: اگرچہ شیخ نے اپنی نظر وہاں سے ہٹالی لیکن اس عیسائی لڑکی کا عشق اس پر اپنا کام کر گیا۔ ۴۵: اس کا دل اس

کے قابو سے باہر ہو گیا اور شیخ اُس لڑکی کے پاؤں پر گر پڑا۔ اگر چہ وہ آگ کی طرح جلا دینے والے قدم تھے لیکن یہ وہیں پڑا رہا۔ ۴۶: جو کچھ بھی ایمان اس کے پاس تھا وہ سب اس کے لیے ضائع و برباد کر دیا اور اس لڑکی کے عشق کے جنون کی آگ نے اس کو غم زدہ بنا دیا۔ ۴۷: اس لڑکی کے عشق نے اس کی جان تباہ کر دی اور اپنی زلفوں سے اس کے ایمان پر کُفر چھڑک دیا۔ ۴۸: شیخ نے ایمان بیچ کر عیسائیت خرید لی۔ اپنی عاقبت خراب کر کے رسوائی اور بدنامی مول لے لی۔ ۴۹: اس کے دل و جان پر عشق کا قبضہ ہو گیا۔ حتیٰ کہ یہ دل و جان سے نا امید اور دل برداشتہ ہو گیا۔ ۵۰: اس نے کہا کہ اَب جبکہ مذہب ہی کھو دیا تو دل کی کیا حقیقت ہے؟ بے شک عیسائی لڑکی کا عشق بہت مشکل کام ہے۔ ۵۱: جبکہ شیخ کے مریدوں نے اس کا اس قدر بُرا حال دیکھا تو سب سمجھ گئے کہ اب شیخ تو ہاتھوں سے نکل گیا۔ ۵۲: تمام مُریداُس کی وجہ سے بہت حیران و پریشان پھرنے لگے۔ ۵۳: مریدوں نے شیخ کو بہت سمجھایا لیکن شیخ پر کوئی اثر نہیں کیا، کیونکہ یہ مصیبت تو قسمت میں لکھی تھی، اس پر ان کی پند و نصیحت نے کوئی اثر نہیں کیا۔ ۵۴: جو کوئی شیخ کو نصیحت کرتا تھا۔ شیخ اُس کی بات نہیں مانتا تھا کیونکہ اُس کے درد کا کسی کے پاس علاج نہیں تھا۔ ۵۵: وہ بے قرار عاشق بھلا دوسروں کا کہنا کیسے مان لیتا۔ اُس کا دردِ عشق اس قدر زبردست تھا کہ جب اس کے پاس علاج لے کر کوئی جاتا تھا تو اس کے درد کے سامنے علاج جل کر خاک ہو جاتا تھا (یعنی اس کا دردِ عشق لاعلاج تھا اور کوئی چیز اسے فائدہ نہیں پہنچا سکتی تھی)۔ ۵۶: وہ روز و شب اُس لڑکی کے مکان کی طرف دیکھتا رہتا تھا اور اس کا منہ کھلا رہتا تھا (یعنی ہر وقت آہ و زاری کرتا رہتا تھا)۔ ۵۷: ہر رات جب ستارے (آسمان پر) چراغ روشن کرتے تھے تو اس بوڑھے شیخ کے دل کی ہمدردی اور غم خواری کرتے تھے (وہ رات بھر اختر شماری کرتا تھا)۔ ۵۸: ایک لمحہ کے لیے نہ اسے نیند آتی تھی نہ چین آتا تھا۔ وہ عشق میں جل رہا تھا اور برابر روتا رہتا تھا۔ ۵۹: کالی رات جس طرح آسمان کے نیچے غائب ہو جاتی ہے یا جس طرح گناہوں کے اندر کُفر گم ہو جاتا ہے اسی طرح یہ شیخ اس کے عشق میں غائب ہو گیا۔ ۶۰: اُس لڑکی کا عشق اُس رات بہت زیادہ بڑھ گیا اور شیخ پر وہ رات بہت بھاری گزری۔ ۶۱: اس نے اپنے دل کو تمام دنیا سے علیحدہ کر لیا۔ سر پر خاک ڈال لی اور نوحہ و بکا کرنا شروع کیا۔ ۶۲: شیخ نے کہا کہ اے خدا کیا آج رات کبھی ختم ہو کر صبح نہیں ہو گی اور کیا دنیا بھر کی شمعیں جلتے جلتے ختم نہ ہوں گی۔ ۶۳: میں نے بہت سی راتیں تیری عبادت اور ریاضت میں گزاری ہیں۔ لیکن آج تک اس قدر لمبی رات کبھی نہیں دیکھی۔ ۶۴: اب مجھ پر شمع کی طرح جلنے کی ہمت نہیں ہے اور میرے جگر میں اب سوائے خون دل کے کوئی طاقت نہیں رہی ہے۔ ۶۵: میں شمع کی طرح جل کر دنیا کو روشنی دیتا ہوں۔ میں رات بھر جلتا رہتا ہوں۔ اور صبح مجھے شمع کی طرح گل کر دیا جاتا ہے۔ ۶۶: رات بھر میں خون میں پڑا رہتا ہوں۔ سر سے پاؤں تک میں خون میں بھرا ہوا ہوں (خون سے مراد سوز و غم عشق)۔ ۶۷: رات کا ہر ایک لمحہ میرے لیے سو راتوں کی طرح بھاری ہوتا ہے (یعنی رات بھر میں بے چین اور بے قرار رہتا ہوں) اور مجھے خبر نہیں کہ دن بھر میں کیسے گزارتا ہوں (دن کی پریشانی اور بے قراری کا حال بیان سے باہر ہے)۔ ۶۸: وہ شخص کہ جسکی رات یوں گزرتی ہو

اور دن رات اُس کا کام عشق کی آگ میں جلنا ہو۔۶۹: میں دن رات اس آگ میں جلتا ہوں۔ میں آج تک صرف اپنی ہمت کی وجہ سے زندہ رہا ہوں۔۷۰: جس روز کہ مجھے بنایا گیا تھا (پیدا کیا تھا) کیا آج ہی کی رات (کی ہلاکت کے لیے پیدا کیا تھا)۔۷۱: اے خدا کیا آج کی رات کبھی ختم ہو کر دن نہیں نکلے گا۔ کیا آسمان کی شمع میں جلنے کی طاقت نہیں (آسمان کی شمع سے مراد سورج ہے)۔۷۲: اے خدا آج رات جو باتیں ظاہر ہو رہی ہیں کیا قیامت کی نشانیاں تو نہیں ہیں (کیا کل صبح قیامت تو نہیں ہوگی)۔۷۳: یا تو میری آہوں کی وجہ سے سورج گل ہو گیا ہے۔ یا میرے معشوق کو دیکھ کر شرمند ہو گیا ہے اور اَب پردہ سے باہر نہیں نکلتا۔۷۴: یہ رات میرے معشوق کی زلفوں کی طرح سیاہ اور لمبی ہے ورنہ میں اب تک اُس کو دیکھے بغیر کئی سو مرتبہ مر چکا ہوتا۔۷۵: میں آج رات اپنے معشوق کے عشق کے جنون کی آگ میں جل رہا ہوں اور اَب مجھ میں عشق کے شور و غل کی طاقت نہیں ہے۔۷۶: میری اتنی عمر کہاں ہے کہ میں اپنی ہمدردی اور غم خواری کروں یا اپنے اوپر آپ ہی آنسو بہاؤں (عمر کہاں سے مراد عمر نہیں ہے)۔۷۷: مجھ میں اتنا صبر کہاں کہ میں اس کے عشق سے دست بردار ہو جاؤں۔ یا مردانہ وار اُس کے عشق کی مشکلات کو جھیلوں۔
۷۸: میری ایسی قسمت کہاں کہ اسے خوشی نصیب ہوتا کہ یہ اپنی مُراد حاصل ہونے پر (خوشی) کے آنسو بہائے۔
۷۹: مجھ میں اتنی عقل کہاں کہ علم کو کام میں لاؤں اور کسی بہانے سے اپنی کھوئی ہوئی عقل وفراست کو واپس بلاؤں۔
۸۰: میرے ہاتھوں میں اتنی طاقت کہاں کہ راستہ کی خاک اپنے سر پر ڈالوں۔ یا خاک وخون کے نیچے سے اپنا سر باہر نکالوں۔۸۱: میرے پاؤں کہاں ہیں جو میں اپنے معشوق کا کوچہ دوبارہ ڈھونڈوں اور میری آنکھیں کہاں ہیں، جو میں معشوق کا چہرہ دوبارہ دیکھوں۔۸۲: میرا معشوق کہاں ہے کہ مجھے میرے غموں اور رنج میں تسلی دے اور میری عقل کہاں ہے جو اس مصیبت میں میری مدد کرے۔۸۳: دن کہاں ہے کہ میں رو پیٹ کر ہی دل کی بھڑاس نکالوں۔ میرے ہوش وحواس کہاں ہیں جو میں ہوشیاری اور عقل کی باتیں کروں۔۸۴: میرا صبر، عقل اور معشوق سب چلے گئے۔ اَب جو کچھ جو میرے پاس باقی ہے وہ میرا عشق ہے۔ اے خدا کیا مصیبت ہے۔

مُریدوں کا شیخ کے چاروں طرف جمع ہو کر اسے سمجھانا

۱: تمام دوست شیخ کی دلداری اور تسلی کے لیے اُس رات اُس کے رونے اور شور و غل مچانے پر اس کے چاروں طرف جمع ہو گئے۔۲: ایک مرید نے کہا کہ اے بزرگ مرتبہ شیخ۔ اُٹھو اور اس خیال کو دل سے نکال دو۔۳: شیخ نے کہا کہ آج رات میں خونِ جگر میں سو مرتبہ نہا چکا ہوں۔۴: دوسرے شخص نے کہا تیری تسبیح کہاں ہے۔ تیرا کام بغیر تسبیح کے کیسے درست اور صحیح ہو سکتا ہے۔۵: شیخ نے کہا کہ جب سے میں نے گلے میں زنار ڈالا ہے اُس وقت سے تسبیح ہاتھ سے پھینک دی ہے۔۶: ایک دوسرے نے کہا کہ اے بوڑھے شیخ اُٹھو اور خلوت (تنہائی) میں جا کر خدا کے سامنے سجدہ کرو۔۷: شیخ نے جواب دیا کہ اگر میرا معشوق اس جگہ ہوتو اُس کے چہرہ کے سامنے سجدہ کرنا درست ہے۔۸: ایک دوسرے شخص نے کہا کہ اے خدا کے بھیدوں کے جاننے والے۔ اُٹھو اور جا کر نماز میں اپنے ہوش وحواس جمع کرو۔

۹: شیخ نے جواب دیا کہ میرے معشوق کی ابرو کی محراب کہاں ہے۔ جب تک وہ محراب نہ ہو گی میرا نماز سے کوئی سروکار نہیں (یعنی میں مسجد کی محروب میں نماز پڑھنے کی جگہ اُس کی ابرو کو سجدہ کروں گا)۔۱۰: ایک اور نے کہا کہ یہ شیخ اپنی اس حالتِ کُفر پر نادم نہیں ہے۔ حالانکہ اَب اس میں ایمان اور اسلام ذرّہ برابر بھی نہیں رہا۔۱۱: شیخ نے کہا کہ خدا کرے کوئی مجھ سے زیادہ نادم اور پشیمان نہ ہو۔ (میں اب بہت پشیمان ہوں اور اس سے قبل کبھی اس قدر نادم نہیں ہوا تھا) کیونکہ اس سے پہلے میں کبھی کسی پر عاشق بھی نہیں ہوا تھا۔۱۲: ایک اور نے کہا کہ اس پر شیطان نے غلبہ حاصل کر لیا ہے اور اس کے دل پر اپنے مکر وفریب کا کاری تیر چلا دیا ہے۔۱۳: شیخ نے جواب دیا کہ وہ شیطان (یعنی میرا معشوق) جو میرا راستہ لوٹتا ہے اُس سے خدا کے لیے کہہ دو کہ مجھے تباہ و برباد کرے کیونکہ مجھے اُس کے ہاتھوں تکالیف برداشت کرنے میں لُطف آتا ہے۔۱۴: ایک اور نے کہا کہ شیخ جیسا عقل مند اور حقیقت سے واقف شخص بھی گمراہ اور کافر ہو گیا ہے۔۱۵: شیخ نے جواب دیا کہ اَب میں عزت اور شہرت کی قید سے آزاد ہوں (یعنی اَب مجھے نہ عزت کی فکر ہے نہ اپنی شہرت کا خیال ہے) کیونکہ میں اپنی عزت اور ناموس کا شیشہ توڑ چکا ہوں۔۱۶: ایک اور نے کہا کہ تیرے پُرانے اور قدیم دوست تجھ سے ناراض ہیں اور اُن کے دل تیری حالت پر رنجیدہ ہیں۔۱۷: شیخ نے جواب دیا کیونکہ وہ عیسائی لڑکی بہت زیادہ خوش مزاج ہے۔ اس لیے میں اپنے احباب کے رنج وغم سے بے پرواہوں۔ ۱۸: ایک اور نے کہا کہ اے شیخ اپنے دوستوں اور مریدوں سے فیصلہ کر لے۔ تا کہ ہم آج ہی کعبہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔۱۹: شیخ نے جواب دیا کہ اگر یہاں کعبہ نہیں ہے بُت خانہ تو ہے۔ میں کعبہ میں تمام عمر ہوشیار رہا ہوں۔ اب میں بت خانہ میں مست ہوں۔۲۰: ایک دوسرے شخص نے کہا کہ اے شیخ تو ابھی کعبہ جانے کا ارادہ کر لے۔ تو حرم کعبہ میں جا کر بیٹھ اور اپنے گناہوں کی معافی مانگ۔۲۱: شیخ نے جواب دیا کہ میرا سر اُس معشوق کی چوکھٹ پر ہے۔ میں اُسی سے اپنے گناہوں کی معافی مانگوں گا تم مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔۲۲: ایک اور نے کہا کہ دوزخ تجھ سے دور ہے، کیونکہ وہ شخص (جو گناہ اور برائی کو جانتا ہے) دوزخ میں نہیں جا سکتا۔۲۳: شیخ نے جواب دیا کہ اگر دوزخ میرے قریب بھی ہو تو میری ایک آہ سات دوزخوں کو جلا دیتی ہے۔۲۴: ایک اور نے کہا بہشت کی امید پر تو اپنے ان برے اعمال سے توبہ کر لے۔۲۵: شیخ نے جواب دیا کہ چونکہ میرے معشوق کی شکل بہشت جیسی ہے۔ اگر مجھے بہشت کی ضرورت ہو گی تو اس کا کوچہ میرے لیے جنت ہے۔۲۶: ایک اور نے کہا تو خدا سے شرم کر اور خداوند تعالیٰ سے اپنے اعمال کی معافی مانگ۔۲۷: شیخ نے جواب دیا کہ خدا ہی نے مجھے اس عشق کی آگ میں ڈالا ہے میں اس سے منہ نہیں موڑ سکتا۔۲۸: ایک اور شخص نے کہا، جا اور اطمینان سے بیٹھ (یعنی اس عشق سے دست بردار ہو جا) دوبارہ ایمان لا اور مردِ مومن بن جا۔۲۹: شیخ نے جواب دیا کہ مجھ جیسے حیران و پریشان شخص سے سوائے کُفر کے اور کوئی چیز مت مانگ (میں تو کافر ہوں) جو شخص کافر ہو گیا اُس سے ایمان مت مانگ۔۳۰: جب کہ کسی کی بات کا شیخ پر اثر نہ ہوا تو آخر کار وہ تمام لوگ خاموش ہو گئے۔۳۱: اُن کے دل کے پردے پر خون موجیں مارنے لگا (بے قرار ہو گئے)

اور یہ دیکھنے کے منتظر رہے کہ اس کے بعد پردۂ غیب سے کیا ظہور ہوتا ہے۔۳۲: دن کا معشوق سونے کی ڈھال (سُورج) لگائے ہوئے آیا اور رات کے رہزن اور چور کا تلوار سے سر قلم کر دیا (یعنی شب گئی اور دن نکل آیا)۔
۳۳: دوسرے دن یہ مکر وفریب کی دنیا سورج کے چشمہ کی وجہ سے نور میں ڈوب گئی (یعنی تمام عالم روشن ہو گیا)۔
۳۴: یہ شیخ معشوق کے کوچہ میں جا بیٹھا اور اس کی گلی کے کُتوں سے کھیلنے لگا۔ ۳۵: اُس کے راستہ کی خاک پر یہ اعتکاف میں بیٹھ گیا اور اس کا چاند سا چہرہ رنج و ملال کی وجہ سے بال کے برابر نحیف و زار ہو گیا (اعتکاف کسی مسجد میں چند روز تک شب و روز بیٹھنے کو کہتے ہیں)۔ ۳۶: معشوق کے کوچہ میں تقریباً ایک مہینہ تک وہ دن رات بیٹھا رہا اور اس کے آفتاب جیسے چہرہ کو دیکھ کر صبر کرتا رہا۔ ۳۷: آخر کار یہ غریب بیمار پڑ گیا اور کسی نے اس کے سرہانے آ کر اُس کا سر نہ اُٹھایا (خبر تک نہ پوچھی تیمارداری نہیں کی)۔ ۳۸: اُس معشوق کے کوچہ کی خاک اُس کا بستر تھی اور اس کے دروازے کی چوکھٹ اس کا تکیہ تھی۔ ۳۹: کیونکہ شیخ اس کوچہ سے نہیں ہلتا تھا، اس لیے وہ لڑکی اس کے عاشق ہونے کے حال سے واقف ہو گئی۔ ۴۰: اُس معشوق نے آپ کو گونگا (یعنی شیخ کے حال سے بے خبر ہو کر یا تجاہل عارفانہ سے) بنا کر کہا کہ اے شیخ! تم اس قدر بے چین اور بے قرار کیوں ہو۔ ۴۱: تم لوگ عشق کی شراب میں کس طرح مست ہو سکتے ہو؟ (یعنی تم عاشق نہیں ہو سکتے) اور زاہد کبھی عیسائیوں کے کوچے میں نہیں بیٹھتے۔ ۴۲: اگر شیخ میری زلفوں (پر عاشق ہونے) کا اقرار کر لے۔ تو اس کا جنون اور بھی بڑھ جائے گا۔ ۴۳: شیخ نے کہا کہ تو نے مجھے اس بری حالت میں دیکھ لیا ہے۔ بے شک تو نے ہی میرا دل چُرایا ہے۔ ۴۴: یا تو میرا دِل واپس کر دے یا مجھ سے دوستی کر لے۔ میری نیاز اور میرے عشق کو دیکھ مجھ سے اس قدر غیریت مت برت۔ ۴۵: تو اس قدر نخوت اور غرور چھوڑ دے۔ میرے بڑھاپے اور کمزوری کو دیکھ۔ ۴۶: میرا عشق ہوا کی طرح صرف تھوڑی سی دیر کا نہیں ہے۔ اے معشوق یا تو میرا سر میرے جسم سے علیحدہ کر دے یا (میری آغوش میں اپنا) سر لے آ۔ ۴۷: اگر تو حکم دے تو ابھی میں اپنی جان قربان کر دوں۔ اگر تو چاہے تو ابھی اپنے لبوں سے مجھے جان دوبارہ بخش سکتا ہے۔ ۴۸: اے معشوق تیرے لب اور تیری زُلفیں میرے لیے نقصان کا باعث بھی ہیں اور فائدہ کا موجب بھی ہیں۔ تیرا چہرہ اور تیرا کوچہ میرا مطمحِ نظر اور حاصل مقصد ہے۔ ۴۹: اپنی زلفوں کو بَل دے کر مجھے بے قرار مت کر اور اپنی مست آنکھوں سے مجھے مسحور مت کر (سلانے سے مطلب جادو کرنا ہے)۔ ۵۰: میرا دل تیری وجہ سے آگ کی طرح جل رہا ہے اور آنکھوں سے بادلوں کی طرح بارش ہو رہی ہے اور میں تیری وجہ سے بے قرار اور بے چین ہوں۔ ۵۱: تیرے فراق میں دُنیا سے میں نے ہاتھ دھو لیے اور دیکھ تیرے عشق سے میں نے جیب سی لی ہے (یعنی تیرے عشق سے میرا دامن مالا مال ہے)۔ ۵۲: بارش کی طرح میری آنکھوں سے آنسو گر رہے ہیں، کیونکہ تیرے فراق میں مجھے آنکھوں سے یہی امید ہے (کہ یہ ہمیشہ روتی رہیں گی)۔ ۵۳: میرا دل قابو سے نکل گیا (بے قرار ہے) اور میری آنکھیں تیرے غم میں رو رہی ہیں۔ میری آنکھیں تیرے چہرہ کو دیکھ چکی ہیں۔ اس لیے میرا دل غم میں مبتلا ہے۔ ۵۴: جو کچھ بھی میں نے ان آنکھوں سے دیکھا ہے۔ کسی

نے نہیں دیکھا اور جو کچھ بھی مشکلیں میرے دل نے برداشت کی ہیں وہ کسی نے بھی برداشت نہیں کیں۔۵۵: میرے دل میں اب سوائے خون کے کچھ باقی نہیں رہا۔ میں خونِ دل کب تک پیتا رہوں جب کہ دل ہی نہیں رہا۔۵۶: میری غریب جان پر اس سے زیادہ ظلم مت کر۔۵۷: میری تمام عمر اسی انتظار میں گزر گئی کہ شاید تیرا وصل مجھے کبھی نصیب ہو جائے۔۵۹: تیرے دروازے کی خاک پر منہ رکھے میں اپنی جان دیتا رہتا ہوں۔ میں اپنی جان خاک سے بھی زیادہ سستی دیتا ہوں۔۶۰: میں کب تک تیری آرزو میں روتا رہوں۔تو دروازہ کھول دے اور مجھے ایک لمحہ کے لیے اپنے قریب بٹھا لے۔۶۱: اے میرے سورج میں تجھ سے کس طرح دور رہ سکتا ہوں میں ایک ذرّہ ہوں۔ تیرے بغیر مجھے کیسے چین آ سکتا ہے۔۶۲: اگر چہ میں تیرے غم میں گھل گھل کر صرف سایہ کی طرح تھوڑے سے سوراخ میں سے بھی نکل آتی ہے۔ تیرے قریب آ جاؤں گا (یعنی جس طرح سورج کی روشنی سوراخ میں سے بھی نکل آتی ہے اسی طرح میں بہت تنگ سوراخ میں سے تیرے پاس آ سکتا ہوں)۔۶۳: اگر تو مجھ دیوانے کے پاس آ جائے تو میں سات آسمانوں کو اپنے قبضہ میں کرلوں گا۔۶۴: میں اپنی جان تیرے عشق میں جلا کر آخر کار مر رہا ہوں۔ میں نے اپنی آہوں سے تمام دُنیا کو جلا دیا ہے۔۶۵: میں تیرے عشق میں بے قرار ہوں اور تیرے اشتیاق میں میرا ہاتھ سینہ پر ہے (میں سینہ کوبی کر رہا ہوں)۔۶۶: تیری ابرو دیکھ کر میری جان بدن سے نکل جاتی ہے۔تو کب تک میرے ساتھ رہے گا اور کب تک مجھ سے چھپا رہے گا۔۶۷: لڑکی نے جواب دیا کہ اے دُنیا کی ٹھیکری (حقیر مخلوق) تو اپنے مرنے لیے لیے کافور اور کفن کی تلاش کر (تو قریب المرگ ہے)۔۶۸: چونکہ تیرا سانس تو ٹھنڈا پڑ گیا ہے۔ اس لیے بہانے اور حیلے مت کر۔ اَب تو بوڑھا ہو گیا ہے عشق بازی مت کر۔۶۹: اس وقت اگر تو کفن پہننے کی تیاری کرے تو تیرا ارادہ میرے عشق سے کہیں بہتر ہے (یعنی تیرے لیے میرے عشق سے زیادہ مناسب موت کی آرزو ہے)۔۷۰: چونکہ اس بڑھاپے میں تو ایک روٹی کا بھی مالک نہیں ہے۔ جا تو عشق نہیں کر سکتا۔۷۱: جبکہ بڑھاپے میں تجھے روٹی کی ہوس ہے۔ پھر تجھے بادشاہت کیسے مل سکتی ہے)۔۷۲: شیخ نے کہا کہ اگر تو اس قسم کی ہزاروں باتیں بھی کہے تو میں تیرے عشق کے غم کے سوا کسی اور بات سے مطلب نہیں رکھوں گا (یعنی تیرا عشق ترک نہیں کروں گا)۔۷۳: عاشقوں کو بڑھاپے اور جوانی سے کوئی مطلب نہیں ہوتا۔ عشق جس دل میں بھی تاثر کر گیا (وہ عاشق ہو گیا)۔۷۴: لڑکی نے کہا کہ اگر تو عشق میں سچا ہے تو اسلام سے ہاتھ دھو لے (اسلام ترک کر دے)۔۷۵: وہ شخص جو اپنے معشوق کی طرح کا نہیں ہوتا اُس کا عشق صرف ظاہر ادکھاوا ہوا ہے۔۷۶: شیخ نے کہا کہ تو جو حکم دیتی ہے میں وہی کرتا ہوں اور تیرے فرمان کو جان و دل سے قبول کرتا ہوں (اسلام چھوڑنے پر رضامند ہوں)۔۷۷: اے چاندی کے سے جسم والی معشوق میں تیرا غلام ہوں۔تو اپنی زلف کا حلقہ میرے کان میں ڈال دے (غلام زُلف بنا لے)۔۷۸: لڑکی نے کہا کہ اگر تجھے حقیقت میں عشق ہے۔ تو چار چیزیں منظور کر لے۔۷۹: بُت کے سامنے سجدہ کر۔ قرآن جلا دے۔ شراب پی اور اپنی آنکھیں ایمان کی طرف سے سی لو (ایمان ترک کر دے)۔۸۰: شیخ نے کہا کہ میں شراب پینی شروع کر دوں گا اور باقی

تینوں باتوں سے مجھے کوئی سروکار نہیں ہوگا۔۸۱: میں تیرے حُسن کی شراب پیا کروں گا اور باقی تینوں باتیں مجھ سے ہو نہیں سکتیں۔۸۲: لڑکی نے کہا کہ اچھا چلو اور شراب پیو۔ جب تو خوب شراب پی لے گا تو مست ہو جائے گا۔

شیخ کا لڑکی کے ساتھ شراب خانہ جانا اور مست ہونا اور اس کے حال کی عیسائیوں کو خبر لگنا

ا: شیخ کو شراب خانہ لے گئے۔ اُس وقت اُس کے مُریدرونے لگے۔۲: عشق کی آگ نے اُس کو بے عزت کر دیا اور عیسائی لڑکی کی زلفوں نے اس کی دنیا خراب کر دی۔۳: شیخ نے وہاں پہنچ کر نہایت خوش و خرم محفل دیکھی اور اپنے میزبان کا بے اندازہ حُسن دیکھا۔۴: اُس میں ذرّہ برابر بھی عقل و ہوش باقی نہ رہا اور اپنی جگہ خاموش جا بیٹھا۔۵: شیخ نے اپنے معشوق کے ہاتھ سے شراب کا پیالہ لے کر پیا اور پیتے ہی اس کا دل قابو سے باہر ہو گیا۔۶: جب شراب اور عشقِ یار ایک جگہ جمع ہو گئے۔ تو اُس معشوق کا عشق ہزار درجے بڑھ گیا۔۷: جب شیخ نے معشوق کے لب اور دانت دیکھے اور اُس کے ہونٹوں کو منہ کی ڈبیا میں بند دیکھا۔۸: اُس کی جان میں عشق کی آگ سی لگ گئی اور خون کا سیلاب اُس کی پلکوں کی طرف بڑھا (رونے لگا)۔۹: اُس نے ایک اور پیالہ معشوق سے لے کر پیا اور اُس کی زُلفوں کا غلام ہو گیا۔۱۰: اُسے تقریباً سو مذہبی کتابیں زبانی یاد تھیں اور قرآن زبانی یاد ہونے میں بہت مشہور اُستاد تھا۔۱۱: جب پیالہ کی شراب اُس کے پیٹ میں پہنچی تو اس کا دعویٰ اور فخر سب غائب ہو گیا (یعنی اسے علم دین کی کتابیں یاد کرنے اور قرآن کے حافظ ہونے کا دعویٰ تھا اَب سب بھول گیا)۔۱۲: جو کچھ بھی اسے یاد تھا۔ سب بھول گیا۔ شراب پیتے ہی اس کی عقل ہوا کی طرح غائب ہو گئی۔۱۳: ہر ایک لفظ کا مطلب اسے یاد تھا اَب وہ تمام مطالب اس کی یاد سے محو ہو گئے۔۱۴: صرف اس معشوق کا تکلیف دہ اور خطرناک عشق یاد رہ گیا اور باقی سب چیزیں بالکل بھول گیا۔۱۵: جب شیخ شراب میں مست ہوا تو عشق نے اور بھی زور کیا اور اس کی جان سمندر کی طرح بے قرار ہو گئی۔۱۶: شیخ نے جب اُس معشوق کو ہاتھ میں شراب لیے ہوئے مست دیکھا۔ شیخ ایک دم اپنی جگہ سے اُٹھا۔۱۷: اُس کا دل بے قابو ہو گیا اور شراب پینے کی وجہ سے وہ اس قدر مست ہوا کہ اس نے معشوق کے گلے میں ہاتھ ڈالنا چاہا۔۱۸: لڑکی نے کہا کہ تو باہمت نہیں ہے۔ تو عشق کا دعویٰ کرتا ہے تو عشق کی حقیقت سے ناواقف ہے۔۱۹: عشق قیامت کے روز مدد نہیں کرتا۔ عاشق صرف کُفر ہی پر اپنا دارومدار رکھتا ہے (عشق کے لیے کفر ضروری ہے اور عشق میں قیامت اور عاقبت کا خیال جائز نہیں)۔۲۰: اگر تو عشق کے راستہ پر گامزن ہے اور تو میری زلفِ خمیدہ پر ایمان لے آیا ہے۔۲۱: میری زلفوں کی طرح تو بھی کافر بن جا، کیونکہ عشق معمولی کھیل نہیں ہے۔۲۲: اگر تو میری زلفوں کی طرف بڑھ کر (کفر اختیار کر لے) تو ابھی میری گردن میں ہاتھ ڈال سکتا ہے۔۲۳: اور اگر تو قبول نہیں کرتا (یعنی کفر اختیار نہیں کرتا) تو جا کھڑا ہو جا یہ تیری عصا موجود ہے (جا نکل جا یہاں سے)۔۲۴: شیخ عاشق ہو چکا تھا اور اس کا کام تمام ہو چکا تھا اور اپنی جہالت اور

نا سمجھی کی وجہ سے اس نے قضاوقدر پر سب کام چھوڑ دیا تھا۔ ۲۵: اُس وقت وہ اگر چہ مست نہیں تھا۔ لیکن اُس میں زندگی کا ایک سانس تک نہیں تھا (یعنی عاشق ہونے سے پہلے)۔ ۲۶: اور جبکہ شیخ عاشق ہو گیا۔ تو مست ہو گیا اور مست عاشق کسی کے قابو میں نہیں آیا۔ ۲۷: اُسے اپنے اوپر قابو نہیں رہا اور وہ بدنام ہو گیا۔ وہ کسی سے نہیں ڈرتا تھا اور اَب اُس نے عیسائیت اختیار کر لی۔ ۲۸: چونکہ شراب بہت پُرانی تھی اس لیے شیخ پر اثر کر گئی اور شیخ کو پرکار کی طرح سرگشتہ اور دیوانی بنادیا (پرکار چاروں طرف دیوانوں کی طرح چکر لگاتی ہے)۔ ۲۹: اس بوڑھے کو پُرانی شراب اور جوان عشق ملا اور پھر معشوق بھی موجود تھا۔ اَب بھلا صبر کس طرح ہو سکتا تھا۔ ۳۰: وہ بوڑھا شراب میں مست ہو گیا اور مست عاشق بے قابو ہو جاتا ہے۔ ۳۱: شیخ نے کہا اے چاند جیسے چہرے والے معشوق اَب میں اپنے ہوش وحواس کی موجودگی میں بُت کی عبادت نہ کرتا لیکن اَب میں شراب کے نشہ میں مست ہو کر بُت کے سامنے قرآن بھی جلا سکتا ہوں۔ ۳۳: لڑکی نے کہا کہ اَب تو میرے کام کا آدمی بنا ہے۔ تو چین سے سو۔ اَب تو میرے عشق کے لائق ہے۔ ۳۴: اس سے پہلے تو عشق میں کچا تھا۔ اَب تو پک پکا کر خوب مضبوط اور کامل ہو گیا ہے۔ ۳۵: جب اور عیسائیوں کو معلوم ہوا کہ اس طرح ایک شیخ نے ان کا مذہب اختیار کر لیا ہے۔ ۳۶: شیخ کو مستی کی حالت میں بُت خانے لے گئے۔ اس کے بعد اُس کے گلے میں زُنار ڈال دیا۔ ۳۷: شیخ نے جب عیسائیت کا زنار پہن لیا تو اپنی عبا کو آگ لگا دی۔ ۳۸: اپنے دل کو اپنے پُرانے مذہب (اسلام) کی قید سے آزاد کر لیا۔ نہ اسے کعبہ یاد آیا نہ اپنی بزرگی کا خیال رہا۔ ۳۹: اتنی مدت تک اس قدر پختہ ایمان رکھنے کے بعد ایک دم یہ کافر ہو گیا۔ ۴۰: لوگ کہتے تھے کہ یہ درویش بہت بدنصیب ہے اس پر عیسائی لڑکی کے عشق نے پوری طرح اثر کر لیا ہے۔ ۴۱: درویش کہتا تھا کہ اس کے بعد تو جو حکم دے گی میں کروں گا اس سے بدتر تو کیا حکم دے گی جیسا کہ میں اب کر چکا ہوں (یعنی اَب میں ایمان چھوڑ کر کافر ہو چکا ہوں اس سے بُرا کوئی کام باقی نہیں رہا)۔ ۴۲: میں نے اپنے ہوش وحواس میں کبھی بُت پرستی نہیں کی۔ لیکن جب میں بالکل مست ہو گیا تو بُت پرستی بھی اختیار کر لی۔ ۴۳: بہت سے لوگ شراب پی کر اپنا دین چھوڑ دیتے ہیں۔ بے شک شراب (ام الخبائث شراب کو اس لیے کہتے ہیں کہ تمام بُرائیوں کی جڑ شراب ہی ہے) ایسے ہی بُرے کام کرتی ہے۔ ۴۴: شیخ نے کہا اے میری معشوقہ اَب کیا چیز باقی ہے، جو کچھ تو نے کہا میں نے کر دیا۔ اَب بتا کہ کیا بات کرنی رہ گئی۔ ۴۵: میں نے تیرے عشق میں بتوں کی پوجا کی اور شراب پی، جو کچھ میں نے اس عشق کے ہاتھوں دیکھا ہے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ ۴۶: کوئی مجھ جیسا عاشق نہیں ہوا ہے اور مجھ جیسا بلند مرتبہ شیخ آج تک اس قدر رُسوا نہیں ہوا ہے۔ ۴۷: پچاس تک میرے سامنے خدا کا راستہ کھلا رہا (یعنی پچاس برس تک میں مسلمان اور باایمان رہا) اور میرے دل میں اسرارِ خداوندی کا سمندر موجیں مارتا رہا۔ ۴۸: عشق کے ایک ذرّہ نے مجھ پر کمین گاہ (گھات لگانے کی جگہ) سے حملہ کیا اور فوراً میری حالت روزِ اوّل کی سی ہو گئی (یعنی انسان بچپن میں بے شعور اور نا سمجھ ہوتا ہے۔ اسی طرح تیرے عشق میں میرا حال بھی ہو گیا ۴۹: عشق نے اس قسم کی بہت سی حرکتیں کی ہیں اور آئندہ کرے گا۔ اس نے

تسبیح (ایمان) کو زنار (کفر) میں تبدیل کر دیا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہی کرتا رہے گا ۵۰: بڑے بڑے عقل مند عشق کے مکتب میں آ کر الف، ب پڑھتے ہیں (یعنی عشق کے مکتب میں عقل و ہوش گم ہو جاتے ہیں) اور غیب کے بھید جاننے والے عشق کی کٹھن منزلوں میں سرگرداں اور پریشان بھٹکتے پھرتے ہیں۔۵۱: یہ تمام باتیں تو ختم ہوئیں۔ اب تو بتا کہ مجھے تیرا وصل کب نصیب ہوگا۔۵۲: چونکہ میں حقیقت میں تیرے وصل کا طلب گار تھا۔ اِس لیے جو کچھ بھی میں نے کیا صرف تیرے وصل کی اُمید پر کیا۔۵۳: میں تجھ سے وصل چاہتا ہوں اور تجھ سے محبت کرتا ہوں۔ اَب میں کب تک تیری جدائی میں تڑپا کروں۔۵۴: پھر لڑکی نے کہا کہ اے بوڑھے قیدی (عاشق) میرا مہر بہت زیادہ ہوگا اور تو بہت فقیر اور غریب ہے (مہر وہ رقم جو شادی کے وقت شوہر کی طرف سے زوجہ کو دی جانی قرار پاتی ہے)۔۵۵: اے بے وقوف مجھے حاصل کرنے کے لیے بہت زیادہ چاندی اور سونے کی ضرورت ہے۔ بغیر سونے کے میں تیری کیسے ہو سکتی ہوں۔۵۶: اگر تیرے پاس مال و دولت نہیں ہے تو اپنا سر سنبھال اور بھاگ جا۔ میں تجھے تھوڑی سی خوراک دیے دیتی ہوں تو ابھی چلا جا۔۵۷: تو تیز رفتار سورج کی طرح چلا جا۔ تو مردوں کی طرح صبر کر اور ہمت سے کام لے۔۵۸: بوڑھے نے کہا کہ اے چاندی جیسے بدن والی سرو قد معشوق کی خدا کی قسم اپنا عہد اسی طرح پورا کرتے ہیں (یہ فقرہ طنزاً کہا ہے۔ یعنی اس نے اپنا عہد پورا نہیں کیا اس لیے بوڑھا شیخ طنزاً یہ کہتا ہے)۔۵۹: اے حسین لڑکی آج تک میں نے تیرے سوا کسی کو نہیں دیکھا کہ آخر میں آ کر اپنی باتوں اور وعدوں سے اس طرح پھر جائے ۶۰: تیرے عشق کے راستے میں میں نے ہر طرح کی مصیبتیں برداشت کیں۔ میں نے ایمان۔ کفر۔ منافع اور نقصان کی سب منازل طے کیں۔۶۱: تو اپنے انتظار میں مجھے کب تک بے چین رکھے گی تو نے مجھ سے یہ اقرار تو نہیں کیا تھا (کہ مجھے مال و دولت بھی پیش کرنا ہوگا)۔۶۲: اب میرے تمام دوست مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں اور مجھ غریب کی جان کے دشمن ہو گئے ہیں۔۶۳: تو مجھ سے ناراض ہے۔ وہ مجھ سے بیزار ہیں اور میں پریشان و حیران ہوں۔ نہ دل میرے بس میں ہے نہ جان میرے قابو میں ہے۔ بتا کہ اب میں کیا کروں۔۶۴: اے حضرت عیسیٰؑ کے مذہب کی پیرو۔ میں تیرے ہمراہ دوزخ میں رہنے کو تنہا بہشت میں رہنے پر ترجیح دیتا ہوں۔۶۵: آخر جب شیخ اُس کے عشق میں کامل اُترا۔ تو اس حسینہ کا دل بھی شیخ کی حالت دیکھ کر پسیجا۔۶۶: اُس لڑکی نے کہا کہ اے بوڑھے میرا مہر یہ ہے کہ تو میرے سُوروں کی حفاظت تمام عمر کرتا رہے۔۶۷: جب اس طرح دو سال ختم ہو جائیں گے تو ہم ایک دوسرے کے شادی و غم کے شریک بن جائیں گے (یعنی دو سال بعد میں تجھ سے نکاح کر لوں گی)۔۶۸: شیخ نے اپنے معشوق کے حکم سے انکار نہیں کیا، کیونکہ اپنے محبوب کے حکم ٹالنے کا اس میں یارا نہیں تھا۔۶۹: وہ خانہ کعبہ کا رہنے والا بزرگ شیخ ایک سال تک سُوروں کی محافظت کا کام کرتا رہا۔۷۰: ہر شخص کی فطرت میں سینکڑوں سؤر جیسی برائیاں موجود ہیں۔ یا تو ان برائیوں کو ترک کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ورنہ زنار پہن کر کافر ہونا پڑا ہے۔۷۱: اے شخص تجھے شاید یہ خیال ہوگا کہ صرف اس بوڑھے پر ہی یہ مصیبت پڑی اور ختم ہوگئی۔۷۲: ہر ایک شخص میں اس قسم کا خطرہ موجود ہے اور جب یہ آزمائش میں

پڑتا ہے تو یہ خطرہ ظاہر ہوتا ہے۔۷۳: اگر تو اپنے سُؤر (برائیوں اور فطرت) سے واقف نہیں ہے تو تو بالکل نکما اور بے کار ہے اور تو حقیقت میں نہیں ہے۔۷۴: کیونکہ حقیقت کے راستہ پر مردانہ وار چلے گا تو راستہ میں تجھے ہزاروں بُت اور سُؤر (برائیاں) ملیں گے۔۷۵: عشق کے جنگل میں تو سُؤروں کو مار دے اور بتوں کو جلا دے۔ ورنہ شیخ کی طرح عشق کی وجہ سے بدنام ہو جائے گا۔۷۶: آخر کار جب تک یہ شیخ اس طرح بدنام نہیں ہوا۔ اس کے متعلق روم میں شور و غل نہیں مچا۔

مریدوں کا شیخ کی طرف سے مایوس ہو جانا اور کعبہ کو واپس جانا

۱: شیخ کے ہمراہی اس قدر مایوس ہوئے کہ اس جگہ رہتے رہتے تنگ آ گئے۔۲: جب انھوں نے شیخ کو اس مصیبت میں مبتلا دیکھا۔ تو اس کی دوستی سے دست بردار ہو گئے۔۳: تمام اس کی دوستی سے منحرف ہو گئے اور اس کے غم میں اپنے سروں پر خاک ڈالنے لگے۔۴: ایک شخص ان مریدوں میں بہت زیادہ پرجوش تھا۔ یہ شیخ کے پاس گیا اور جا کر کہا اے مرد کامل۔۵: آج میں کعبہ واپس جا رہا ہوں۔ تیرا کیا حکم ہے۔ اپنا بھید مجھ سے کہہ دے۔۶: کیا ہم بھی تیری طرح عیسائی ہو جائیں اور اپنے آپ کو رسوائی کی محراب بنالیں۔۷: ہم صرف تجھ اکیلے کی یہ حالت نہیں دیکھ سکتے۔ ہم تیری طرح زنار پہن لیتے ہیں۔۸: ہم تیری یہ حالت نہیں دیکھ سکتے۔ ہم فوراً اس ملک سے نکل جاتے ہیں۔۹: ہم کعبہ میں اعتکاف کریں گے۔ تاکہ ہم اس خراب حالت کو نہ دیکھ سکیں، جواب ہم دیکھ رہے ہیں۔۱۰: شیخ نے جواب دیا میری جان تو عشق میں جل رہی ہے۔ تمہارا جہاں جی چاہے فوراً چلے جاؤ۔۱۱: یعنی جب تک میں زندہ ہوں میں اسی بت خانہ میں رہوں گا اور اس عیسائی لڑکی کو دیکھ دیکھ کر جیوں گا۔۱۲: مجھے خبر نہیں۔ تم لوگ آزاد ہو، کیونکہ اس شہر میں تو صرف عاشقوں کا کام ہے۔۱۳: اگر تم بھی کبھی عاشق ہوئے ہوتے تو ہر مصیبت میں میرا ساتھ دیتے۔۱۴: اے میرے پیارے ساتھیو تم واپس چلے جاؤ۔ خبر نہیں ابھی مجھ پر کیا کیا مصیبتیں آنے والی ہیں۔۱۵: (مرید کہتا ہے) کہ اگر ہم سے کوئی تیرے متعلق پوچھے تو کیا ہم سچ سچ بتا دیں کہ شیخ کیوں وہاں رہ گیا اور اس قدر حیران و پریشان کیوں ہے۔۱۶: اس کی آنکھیں خون کے آنسو رو رہی ہیں اور اس کے منہ میں زہر بھرا ہوا ہے اور وہ مصیبت کے اژدہے کے منہ میں پڑا ہوا ہے۔۱۷: کوئی کافر بھی ان باتوں کو قبول نہیں کرے گا جیسی باتیں کہ اس بوڑھے شیخ نے مسلمان ہو کر قبول کر لی ہیں۔۱۸: اس کو ایک عیسائی لڑکی کی شکل دور سے دکھائی دے گئی تھی اور شیخ نے اس کے عشق میں گرفتار ہو کر اپنا مذہب۔ بزرگی اور صبر سب کچھ چھوڑ دیا۔۱۹: اُس عیسائی لڑکی کی زُلف کا یہ غلام ہو گیا اور اس وجہ سے اس کا نام سب کی زبانوں پر آ گیا (بدنام ہو گیا)۔۲۰: اگر کوئی مجھ سے سوال کرے اور وجہ پوچھے کہ شیخ اس عشق میں کیونکر گرفتار ہوا۔۲۱: (تو میں جواب دوں گا) کہ کسی شخص کو عشق کے راستے میں اپنے سر اور پیر کی خبر نہیں رہتی اور کسی شخص کو اس معاملہ میں بولنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔۲۲: اس کے دوست اور مرید شیخ کے غم میں بہت روتے تھے۔ کبھی روتے روتے مر جاتے تھے اور کبھی پھر زندہ ہو جاتے تھے۔۲۳: اب ان کا شیخ روم میں اکیلا پڑا ہوا ہے۔ اس نے اپنا مذہب چھوڑ دیا ہے اور تنہا ہے۔۲۴: آخر کار تمام مرید کعبہ چلے گئے اور ان کی جان شیخ کے لیے اسی طرح بے چین رہی۔

۲۵:جب یہ مرید حرم کعبہ میں پہنچے۔تو ان میں سے ہر ایک، ایک کونے میں چھپ گیا۔ ۲۶: شیخ کا کعبہ میں ایک دوست اور مرید تھا اور شیخ سے اس قدر عقیدت تھی کہ یہ اس کے حکم سے کیچڑ تک سے ہاتھ دھونے کو تیار تھا۔ ۲۷: وہ شیخ کا بہت زیادہ منتظر تھا اور اسے شیخ کی حالت کی خبر نہیں تھی۔ ۲۸: جس وقت کہ شیخ نے کعبہ سے سفر کیا تھا۔ اس وقت یہ وہاں موجود نہیں تھا۔ ۲۹: جب شیخ کا یہ مرید واپس آیا تو اس نے شیخ کے مکان کو شیخ سے خالی پایا۔ ۳۰: اب اس نے دوسرے مریدوں سے شیخ کا احوال پوچھا اور انھوں نے شیخ کا سارا ماجرا سنا دیا۔ ۳۱ کہ قضا وقدر کے حکم سے شیخ پر کیا مصیبت پڑی۔ ۳۲: عیسائی لڑکی نے اپنے ایک بال سے شیخ کو غلام بنالیا اور اب ہر طرف سے اس پر ایمان کا راستہ بند ہو گیا (شیخ کافر ہو گیا)۔ ۳۳: شیخ اب چہرے کے خال اور زلفوں سے عشق بازی کرتا ہے اور اس کا حال تباہ ہے۔ ۳۴: اس نے خدا کی اطاعت وعبادت کرنے سے انکار کر دیا ہے اور اب وہ سوروں کی حفاظت کرتا ہے۔ ۳۵: اب اس عشق کی مصیبت میں پھنسے ہوئے شیخ نے اپنا علاج کمر میں زنار ڈالنے کو قرار دیا ہے۔ ۳۶: اگرچہ اس سے قبل ہمارا شیخ اسلام کا بہت پکا پیرو تھا۔ لیکن اب اس قدر عیسائی ہوا ہے کہ اس میں اور پرانے کافروں میں کوئی امتیاز نہیں کر سکتا۔ ۳۷: جبکہ اس شخص نے مریدوں سے یہ ماجرا سنا۔ تو اس کا چہرہ سونے کی طرح زرد پڑ گیا اور رونے لگا۔ ۳۸: اس نے مریدوں سے کہا کہ تم گناہگار ہو اور وفا کے راستہ پر نہ مرد ہو اور نہ عورت ہو (یعنی تم وفا نہیں کر سکتے)۔ ۳۹: خواہ دوست کتنی ہی مصیبت میں مبتلا ہو۔ اس کے دوست اسی روز کام آتے ہیں۔ ۴۰: اگر تم اپنے شیخ کے سچے دوست تھے تو پھر تم نے اس کا ساتھ کیوں نہ دیا۔ ۴۱: تمھیں شرم کرنی چاہیے۔ کیا دوستی میں وفا اور ہمدردی اسی کا نام ہے؟ (یعنی تم اسے چھوڑ کر آ گئے۔ اسے وفا نہیں کہتے)۔ ۴۲: جبکہ شیخ نے زنار پہننے کا ارادہ کیا تھا تم سب کو زنار پہن لینی چاہیے تھی۔ ۴۳: تمھیں اس کے پاس سے اس طرح نہیں چلے آنا چاہیے تھا۔ تم سب بھی عیسائی ہو جاتے۔ ۴۴: یہ دوستی اور ہمدردی نہیں ہے (جو کام تم نے کیا ہے وہ دوستی میں داخل نہیں ہے) یہ کام تو منافق اور دشمن کرتے ہیں۔ ۴۵: جو شخص کہ اپنے دوست کی دوستی کا دم بھرتا ہے۔ اُسے چاہیے کہ اگر اس کا دوست کافر ہو جائے تو یہ بھی کافر ہو جائے۔ ۴۶: مصیبت اور ناکامی کے وقت ہی دوست کو آزمایا جاتا ہے کیونکہ بھلے زمانے کے تو ہزاروں دوست ہوتے ہیں۔ ۴۷: جب شیخ اس مصیبت میں پھنس گیا تو تم سب اس کے پاس سے اپنی عزت اور ناموس بچا کر بھاگ آئے۔ ۴۸: عشق کی بنیاد ہی بدنامی اور رسوائی پر قائم ہے۔ جو شخص بدنامی سے بھاگتا ہے اُس کا عشق کچا ہے۔ ۴۹: سب مریدوں نے کہا کہ جو کچھ تو نے کہا ہم نے اس سے کہیں زیادہ شیخ کو سمجھانے کی کوشش کی۔ ۵۰: ہم نے ارادہ کر لیا تھا کہ ہم شیخ کے ساتھ مصیبت اور خوشی میں رہیں گے۔ ۵۱: ہم اپنی پارسائی اور زُہد فروخت کر کے بدنامی مول لیں گے۔ اپنا اسلام چھوڑ کر عیسائی ہو جائیں گے ۵۲: لیکن شیخ کی یہی مرضی تھی۔ اگرچہ ہم نے اُس کے سامنے سب مطلب ظاہر کر دیا تھا۔ ۵۳: کیونکہ اس نے ہماری دوستی سے کوئی فائدہ نہیں دیکھا۔ اس لیے شیخ نے ہمیں فوراً واپس جانے کا حکم دیا۔ ۵۴: ہم سب اُس کے حکم کے مطابق واپس چلے آئے۔ ہم نے تمام ماجرا بیان کر دیا ہے اور

کوئی بھید نہیں چھپایا۔ ۵۵: پھر اس مُرید نے اور مُریدوں سے کہا کہ اگر تمہیں اس سے بھی زیادہ مشکل پیش آتی۔ ۵۶: سوائے سچائی کے دروازہ کے تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں ہے (یعنی تم ہمیشہ سچ بولو) اور خدا کے حضور میں تم موجود ہو۔ ۵۷: خدا کے سامنے فریاد کرنے کی وجہ سے تم میں سے ہر ایک دوسرے سے سبقت لے گیا۔ ۵۸: اور جب خدا نے تم کو اپنے ارادوں پر قائم دیکھا۔ پھر تمہیں شیخ جیسی ہستی دوبارہ بغیر انتظار کی تکالیف برداشت کرنے کے عطا کر دی۔ ۵۹: اگر تم شیخ سے دور بھاگتے۔ تو پھر خدا کی مہربانیوں کا دروازہ دوبارہ نہ کھلتا۔ ۶۰: جب مُریدوں نے یہ سب باتیں اپنی عاجزی کی وجہ سے سنی تو ان میں سے کوئی شخص بھی شرمندگی کے مارے سر اونچا نہ کر سکا۔ ۶۱: اس مُرید نے کہا کہ اس شرمندگی سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اب جبکہ مصیبت ہی آپڑی ہے تو فوراً تیار ہو جاؤ۔ ۶۲: ہم سب کاغذ کا لباس پہنتے ہیں (پُرانے زمانے میں فریادی کاغذ کا لباس پہنتے تھے، جس کی طرف مرزا غالب کے دیوان کا مطلع اشارہ کرتا ہے) اور ہم اپنے شیخ کے پاس فریاد کر لے جاتے ہیں۔

مُریدوں کا کعبہ سے رُوم کی طرف جانا شیخ کی وجہ سے

۱: سب مُرید عرب سے روم کی طرف روانہ ہو گئے اور دن رات راستہ چلتے رہے۔ ۲: راستہ بھر ان میں سے ہر ایک خدا کی درگاہ میں ہزاروں مرتبہ کبھی روتا تھا اور کبھی سفارش و شفاعت کی درخواست کرتا تھا۔ ۳: اسی طرح چالیس روز تک دن رات یہ برابر چلتے رہے۔ ۴: پھر چالیس روز تک ان میں سے کسی نے نہ کھانا کھایا نہ کوئی سویا......۔ اسی طرح چالیس دن تک نہ روٹی کھائی نہ پانی پیا۔ ۵: اُس پاک گروہ کے رونے کی وجہ سے آسمان کو بہت زیادہ جوش آیا۔ ۶: جو چیزیں بلندی اور پستی پر سبز لباس پہنے ہوئے تھیں تمام نے سیاہ غم کا لباس پہن لیا۔ ۷: آخر کار اُس شخص کی جو ان کے آگے آگے تھا دعا کا تیر درست مقام پر لگا (یعنی اُس کی دعا قبول ہوئی)۔ ۸: چالیس روز کے بعد جبکہ وہ مرید باصفا تنہائی میں نماز پڑھ رہا تھا۔ ۹: صبح کے وقت مشک جیسی خوشبو لیے ہوئے ہوا آئی اور اس مُرید کو کشف ہوا (نماز میں اس پر خدا کا راز کھلا)۔ ۱۰: یعنی اس نے حضرت محمد ﷺ کو دیکھا کہ آپ چاند کی طرح تشریف لا رہے ہیں اور آپ کے کاندھوں پر دو سیاہ گیسو پڑے ہیں۔ ۱۱: آپ کا آفتاب جیسا چہرہ گویا خدا کے نور کا سایہ تھا اور تمام دنیا کی جانیں آپ کے گیسوؤں پر قربان تھیں۔ ۱۲: آپ آہستہ آہستہ قدم اُٹھا رہے تھے اور مسکراتے جاتے تھے اور جو کوئی آپ کو دیکھ لیتا تھا آپ میں محو ہو جاتا تھا۔ ۱۳: جب اُس مُرید نے آپ کو دیکھا تو فوراً اپنی جگہ سے اُٹھا اور کہا کہ اے خدا کے رسولؐ میری مدد کیجیے۔ ۱۴: آپ خدا کے حکم سے دنیا کو ہدایت کا راستہ دکھاتے ہیں۔ ہمارا شیخ گمراہ ہو گیا ہے اُسے بھی ایمان کا راستہ دکھایئے۔ ۱۵: حضرت نے فرمایا، اے مرد بلند ہمت! جا ہم نے شیخ کو اس مصیبت سے نجات دے دی ہے۔ ۱۶: تیرے حوصلہ اور بلند ہمت نے اثر کیا۔ تو خاموش رہ جب تک کہ شیخ کو اپنے سامنے نہ دیکھ لے۔ ۱۷: خداوند تعالیٰ کی درگاہ اور شیخ کے درمیان ایک مدت تک گرد و غبار رہا (خدا شیخ سے ناراض رہا)۔ ۱۸: میں نے اس کدورت اور غبار کو ہٹا دیا ہے اور اب وہ کفر کی تاریکی میں نہیں ہے۔ ۱۹: میں نے اُس پر شفاعت کے سمندر سے تھوڑا

سا پانی شبنم کی مانند چھڑک دیا ہے (اُسے نجات دلوادی ہے)۔۲۰: اَب اُس کفر وظلمت کا غبار اور گرد اُس کے ایمان کے راستے سے ہٹ گیا ہے۔ اَب گناہ تو غائب ہوگیا ہے اور اُس کی جگہ توبہ آ گئی ہے (یعنی شیخ اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہے)۔۲۱: تو یقین رکھ کہ گناہوں کے سینکڑوں عالم توبہ اور معافی کی صرف ایک آنچ سے راستے سے دو چار ہو جاتے ہیں (یعنی ہزاروں گناہوں کو توبہ دھو ڈالتی ہے)۔۲۲: جب احسان کا سمندر جوش میں آتا ہے تو مرد اور عورتوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔۲۳: حضرت اُس مرید سے یہ دو چار باتیں کہہ کر اُسی وقت اُس کی آنکھوں سے پوشیدہ ہو گئے۔۲۴: یہ مرید خوشی کے مارے بے ہوش ہو گیا ہے۔ اس نے اس قدر بلند نعرہ لگایا کہ آسمان تھرا اُٹھا۔۲۵: اور اس قدر بلند نعرے لگا تا ہوا چلا کہ اس کی آنکھوں سے پانی کی جگہ خون بہنے لگا۔۲۶: اس نے اپنے تمام ساتھیوں کو اس خوشخبری سے آگاہ کیا اور یہ خوشخبری سُنا کر فوراً چلنے کا ارادہ کر لیا۔۲۷: یہ بادلوں کی مانند روتا ہوا اپنے ساتھیوں کے ساتھ چلا۔ حتیٰ کہ وہاں پہنچ گیا کہ جس جگہ سُؤروں کو چرانے والا شیخ رہتا تھا۔۲۸: انھوں نے دیکھا کہ شیخ کا چہرہ آگ کی طرح روشن ہے اور اس بے قراری اور بری حالت میں بھی خوش ہے۔۲۹: انھوں نے دیکھا کہ شیخ اپنے راستہ پر دوبارہ آ گیا ہے اور اپنے خدا کے بھید پھر سمجھنے لگا ہے (یعنی پھر مسلمان ہو گیا ہے)۔۳۰: اس نے گرجا کی گھنٹی پھینک دی تھی اور کمر میں سے زنار بھی توڑ دیا تھا۔۳۱: اس نے عیسائیوں کی سی ٹوپی بھی اُتار پھینکی اور اس کا دل عیسائیت سے کھٹا ہو گیا تھا (اَب عیسائیت کی طرف رغبت نہیں رہی تھی)۔۳۲: شیخ نے جب اپنے ساتھیوں کو دور سے آتے ہوئے دیکھا تو اپنے آپ کو نور میں پایا (خوش ہو گیا)۔۳۳: شرمندگی کے مارے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور عاجزی کی وجہ سے اپنے سر پر خاک ڈال لی۔۳۴: کبھی تو یہ بادلوں کی طرح خون کے آنسو روتا تھا اور کبھی اپنی عزیز جان سے بیزار ہو جاتا تھا۔۳۵: کبھی اس کی آہوں سے آسمان چاک ہوتا تھا اور کبھی حسرت کی وجہ سے اُس کے جسم کا خون جل رہا تھا۔۳۶: قرآن کی حکمت ونصیحت اور مذہب کے بھید اور حدیثیں جو یہ بالکل بھول گیا تھا۔۳۷: فوراً یہ سب چیزیں اسے یاد آ گئیں اور دوبارہ اپنی جہالت اور عاجزی سے نجات پا گیا (یعنی پہلے کی طرح عالم بن گیا)۔
۳۸: جب اس نے اپنی پہلی حالت کفر پر غور کیا تو فوراً سجدہ میں گر پڑا اور زار وقطار رونے لگا۔۳۹: پھول کی طرح یہ اپنے خونِ دل میں آلودہ تھا اور شرمندگی کے مارے پسینے پسینے ہو رہا تھا۔۴۰: جب مسلمان مریدوں (لہ سے مراد کلمہ ہے "لاالہٰ اللہ") نے شیخ کی یہ حالت دیکھی تو وہ افسوس کرنے لگے۔ لیکن اس کے دوبارہ ایمان لانے پر خوشی کا اظہار کیا۔۴۱: تمام مرید کہ شیخ کے سامنے حیرت کا مجسمہ بن کر گئے اور خدا کے شکر میں اپنی جان فدا کرنے لگے۔
۴۲: انھوں نے شیخ سے کہا کہ اے خدا کے رازوں کو جاننے والے۔ اب حقیقت اور ایمان کا سورج تیرے سامنے دوبارہ آ گیا ہے۔۴۳: تیرے راستہ میں سے کفر ہٹ گیا ہے اور ایمان نے اس کی جگہ لے لی ہے۔ اب روم کا بت پرست خدا کو ماننے لگا ہے، (یعنی شیخ پہلے بُت پرست تھا اب خدا پرست مسلمان ہو گیا ہے)۔۴۴: خدا کی قبولیت کے سمندر سے ایک موج اُٹھی اور تیری شفاعت خود حضرت رسول خداؐ نے فرمائی ہے۔۴۵: اس وقت تمام دنیا تیرے

ایمان لانے پر خدا کا شکر کر رہی ہے۔ اَب یہ رونے دھونے کا وقت نہیں ہے۔ تو بھی خدا کا شکر ادا کر۔ ۴۶: خداوند تعالیٰ کا ہزار ہزار احسان ہے کہ اس نے اس کفر کے تاریک سمندر میں تجھے سورج کی طرح روشن ایمان کا راستہ دکھایا۔ ۴۷: وہ ہستی (خدا) جو روشن کو تاریک کر سکتی ہے۔ وہ گناہوں کو معاف بھی کر سکتی ہے۔ ۴۸: جب توبہ کی آگ جلائی تو سب چیزیں (گناہ) اس میں جل گئیں۔ ۴۹: اب میں قصہ کو ختم کرتا ہوں۔ اب ان لوگوں کا ارادہ جانے کا تھا (کعبہ جانے کا)۔ ۵۰: شیخ نے غسل کیا اور پھر اپنے مریدوں کے حلقہ (درمیان) میں خانہ کعبہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

عیسائی لڑکی کا خواب دیکھنا اور شیخ کے پیچھے جانا

۱: اس کے بعد اُس عیسائی لڑکی نے خواب میں دیکھا کہ سورج اس کی گود میں آپڑا۔ ۲: پھر آفتاب بولا کہ تو ابھی اسی وقت شیخ کے پیچھے روانہ ہو جا۔ ۳: تو شیخ کا مذہب اختیار کر لے (یعنی مسلمان ہو جا) اور اُس کی خاک ہو جا۔ تو نے اُسے ناپاک (کافر) کر دیا تھا۔ جا اب تو اس کی ہو جا۔ ۴: وہ تیرے لیے کعبہ چھوڑ کر یہاں آیا تھا۔ اَب تو اس کا راستہ اختیار کر۔ ۵: تو جب یہ راستہ طے کر لے تو اس کے ساتھ ہو جا اور جب تو اس کے ساتھ ہو جائے تو اس کی مرید بن جا۔ ۶: اب تک تو اس کا راستہ لوٹ رہی تھی (اُسے کافر بنا دیا تھا) اَب تو اس کے ہمراہ چل (مسلمان ہو جا) اور اپنی غفلت اور جہالت کو جان لے۔ ۷: جب یہ عیسائی لڑکی خواب سے بیدار ہوئی تو اس کا دل آفتاب کی طرح روشن تھا۔ ۸: اُس کے دل میں ایک عجیب سا درد ہو رہا تھا اور اُس درد سے یہ بے قرار تھی۔ ۹: اس درد نے اس کی جان بے چین کر دی۔ درد کے مارے اس کا ہاتھ دل پر تھا اور دل بے قابو ہوا جاتا تھا۔ ۱۰: اسے معلوم نہیں تھا کہ یہ بے قرار جان اندر ہی اندر کیا کام کر رہی ہے۔ ۱۱: اُسے مشکل پیش آئی اور اس مشکل میں اس کا کوئی ساتھی نہیں تھا۔ اس نے اپنے آپ کو ایک نئی دنیا میں دیکھا۔ ۱۲: وہ ایک ایسی دنیا تھی کہ کسی کو وہاں تک جانے کی مجال نہیں اور اس کے بھیدوں سے زبان گونگی ہے (زبان بتا نہیں سکتی کہ کیا راز ہیں)۔ ۱۳: اُسے اِن بھیدوں سے واقف ہونے کا بہت زیادہ اشتیاق تھا اور اس کا حال بیان سے باہر ہے۔ ۱۴: اس قدر ناز و آسائش میں ہونے کے باوجود لڑکی بارش کی طرح رو رہی تھی یہ تعجب کا مقام ہے۔ ۱۵: نعرہ لگاتی ہوئی کپڑے پھاڑ کر یہ باہر بھاگ گئی اس کے جسم سے خون بہ رہا تھا اور یہ سر پر خاک ڈالتی ہوئی نکل گئی۔ ۱۶: درد سے بھرے ہوئے دل اور کمزور و نحیف جسم کے ساتھ یہ شیخ اور اس کے مُریدوں کے پیچھے روانہ ہو گئی۔ ۱۷: پانی میں ڈوبے ہوئے ابر کی طرح یہ خون میں دوڑتی تھی۔ اس کا دل قابو سے باہر تھا اور یہ باہر بھاگ رہی تھی۔ ۱۸: اسے معلوم نہیں تھا کہ کون سے صحرا اور جنگل میں سے اس کا راستہ گزرتا ہے۔ ۱۹: عاجز اور حیران ہو کر یہ زار و قطار روتی تھی اور اپنا چہرہ خاک پر رگڑتی تھی۔ ۲۰: اور رو کر کہتی تھی کہ اے لوگوں کے کام بنانے والے خدا میں ایک بے چاری عورت ہوں اور اس مشکل میں آ پھنسی ہوں۔ ۲۱ میں نے تیرے مذہب کے پیرو کو اس کے راستہ سے ہٹایا تھا۔ تو مجھے سزا مت دے کیونکہ یہ کام میں نے غلطی اور بے سمجھی سے کیا تھا۔ ۲۲: اپنے قہر اور غصہ

کے سمندر کو جوش میں مت لا۔ مجھے علم نہیں تھا۔اس لیے میں نے یہ گناہ کیا۔اب تو مجھے معاف کر دے۔۲۳: جو کچھ بھی مجھ سے خطا ہوئی اس کا عذاب مجھ غریب پر نازل مت کر۔ میں نے اب تیرا مذہب (اسلام) قبول کر لیا ہے، اَب تو مجھے کافر مت سمجھ۔۲۴:اگر میں اَب مر جاؤں تو کوئی میرا ہمدرد نہیں ہے۔ میری قسمت میں سوائے ذِلّت و خواری کے اور کچھ نہیں ہے۔ ۲۵: شیخ کو پوشیدہ طور پر اطلاع ملی کہ اَب وہ عیسائی لڑکی عیسائیت چھوڑ چکی ہے۔ ۲۶:اُسے ہماری (خدا کی) درگاہ سے محبت ہوگئی ہے اور اَب وہ ہمارے راستے (اسلام) پر چل رہی ہے (مسلمان ہو گئی ہے)۔۲۷:تو واپس اس معشوق کی طرف جا اور اپنے محبوب کا دوست اور ہمراز بن جا۔ ۲۸: شیخ اسی وقت ہوا کی طرح پلٹا اور اُس کی اس حرکت پر مُریدوں میں دوبارہ شور مچ گیا۔ ۲۹: سب کہتے تھے کہ اس نے کفر سے منہ کیوں موڑا تھا اور اس قدر توبہ و معافی اور بھاگ دوڑ کیوں کی تھی؟ ۳۰:اب دوبارہ وہ عشق بازی کر رہا ہے۔ پھر اس نے توبہ اور نماز کیوں شروع کر دی تھی۔۳۱: شیخ نے اس لڑکی کا حال اپنے مریدوں سے بیان کیا اور جس شخص نے یہ سُنا (خوشی کے مارے) مرنے لگا۔۳۲: شیخ اور اس کے مرید واپس لوٹے اور وہاں گئے جس جگہ کہ یہ خوب صورت لڑکی تھی۔ ۳۳:انھوں نے اس لڑکی کا چہرہ سونے کی طرح زرد دیکھا اور راستہ کی خاک اس قدر جمی نہیں تھی کہ اس کے گیسو اس میں چھپ گئے تھے۔۳۴:اس کا سر ننگا تھا۔ پاؤں میں جوتی نہیں تھی اور کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور ایک بے جان مُردہ کی طرح زمین پر پڑی تھی۔ ۳۵: جب اس چاند سی حسین لڑکی نے اپنے شیخ کو دیکھا۔ تو اس رنجیدہ مظلوم لڑکی کو غش آ گیا۔۳۶: جب وہ لڑکی غش کی وجہ سے بے ہوش ہوگئی۔ شیخ نے اس کے چہرہ پر اپنی آنکھوں سے پانی چھڑکا۔ ۳۷: جب اُس لڑکی نے شیخ کو دیکھا تو ابر بہار کی طرح رونے لگے۔ ۳۸:اور جب اسے شیخ کا وعدہ اور اس کی وفا یاد آئی تو شیخ کے قدموں پر گر پڑی۔ ۳۹:لڑکی نے کہا کہ تیرے غم میں میری جان جل گئی۔ اَب میں اس غم میں اس سے زیادہ نہیں جل سکتی۔ ۴۰: تو اس (کفر کے) پردہ کو میرے اوپر سے ہٹا دے اور اسلام کی مجھے تلقین کرتا کہ میں سیدھے راستے پر چلوں (ایمان لے آؤں)۔ ۴۱: شیخ نے اُس لڑکی کو مسلمان کیا اور تمام مُریدوں میں خوشی کے مارے ہلچل مچ گئی۔۴۲:اور جب وہ لڑکی ایمان لے آئی تو اُسی وقت اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی بارش ہونے لگی۔ ۴۳: آخر کار جب وہ معشوقہ سیدھے راستہ پر آ گئی (مسلمان ہوگئی) تو ایمان نے اس کے دل میں گھر کر لیا۔ ۴۴:اس کا دل ایمان کی وجہ سے بے قرار ہو گیا اور اس مصیبت زدہ پر غم کے بادل چھا گئے۔ ۴۵: اُس لڑکی نے کہا کہ اے شیخ اب مجھ میں صبر کی طاقت نہیں رہی اور اَب میں جدائی میں صبر برداشت نہیں کر سکتی۔ ۴۶: میں اس مصیبت کی دنیا سے جاتی ہوں اے شیخ خدا حافظ۔ ۴۷: جب میں مر جاؤں تو میری عاجزی پر رحم کھا کر مجھے معاف کر دیجیو اور مجھ سے ناراض مت رہیو۔ ۴۸: یہ کہہ کر اس معشوقہ نے اپنی جان ہاتھ سے دے دی اور اپنی مظلوم و بے کس جان معشوق حقیقی (خدا) پر قربان کر دی۔ ۴۹:افسوس ہے اُس معشوقہ کی پیاری جان کی جدائی پر وہ ایک آفتاب تھی جو اَب بادلوں میں چھپ گئی۔ ۵۰: وہ عشق مجازی کے سمندر کا ایک قطرہ تھی اب وہ عشق حقیقی کے دریا کی طرف چلی گئی (عشق مجازی

سے حقیقی حاصل ہوگیا)۔ ۵۱: ہم اس دنیا سے ہوا کی طرح غائب ہو جائیں گے۔ وہ بھی چلی گئی اور ہم بھی چلے جائیں گے۔ ۵۲: عشق کے راستہ میں ایسی مشکلات پیش آتی ہیں اور ان مشکلات کو وہی بہتر جانتا ہے جو عشق سے واقف ہے۔ ۵۳: اس راستہ میں تو جو کچھ کہتا ہے سب ممکن ہے اور خدا کی رحمت اور اس سے نا امید ہونا یہ دونوں حالتیں حفاظت کی خاک ہیں (یعنی خدا کی رحمت سے امید اور نا امید ہونا ہی نجات کا باعث ہے ۵۴: انسان کا نفس ان رازوں سے آگاہ نہیں ہو سکتا تھا اور بغیر قسمت میں لکھے کوئی یہ بازی نہیں جیتتا (جس کو خدا چاہتا ہے اس راستہ پر کامیاب کرتا ہے)۔ ۵۵: اس بات کو جان اور دل کے کانوں سے سننا چاہیے اور ان مٹی اور پانی (یعنی ہمارے جسمانی کان جو مٹی اور پانی سے بنے ہیں) کے کانوں سے نہیں سُننا چاہیے۔ ۵۶: دل کے چنگل نے نفس پر زیادہ قبضہ جمالیا۔ اَب ہمیں آہ و بکا کرنی چاہیے کہ ہمارا رنج وغم بھی بڑھ گیا ہے۔ ۵۷: اس راستہ پر چلنے والا نہایت عقل مند اور ہوشیار ہونا چاہیے۔ پھر اس گہرے سمندر سے کوئی سلامتی سے نکل سکتا ہے۔ ۵۸: اُس لڑکی کے مرنے کی وجہ سے شیخ کی جان بھی تباہ ہوگئی۔ اُس کو مرتا دیکھ کر اس نے دُنیا سے آنکھیں بند کر لیں (دُنیا ترک کر دی)۔ ۵۹: اس مصیبت زدہ اور غمگین شیخ نے اپنے مریدوں سے کہا۔ ۶۰: اے دوستو اَب میرا حال دیکھنا اور اب میری حالت ملاحظہ کرنا۔ ۶۱: یہ عشق کی ابتدا اور یہ عشق کی انتہا ہوتی ہے (دیکھ لے) وہ شخص جو کہ عشق کے جال میں پھنسنا چاہتا ہے۔
۶۲: میں جال میں پھنسا ہوا پرندہ ہوں اور میرے بازو بندھے ہوئے ہیں۔ میں اپنے معشوق کے بغیر زیادہ عرصہ تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ ۶۳: میں اس دنیا سے جنت کی طرف جانے والا ہوں اور اپنے معشوق کی تلاش میں روانہ ہونے والا ہوں۔ ۶۴: صبح کے وقت اُس کا معشوق اس دنیا سے سدھارا (مر گیا) اور شیخ بھی اس مصیبت میں مر گیا۔
۶۵: اس کے مریدوں نے شیخ اور اُس لڑکی کی قبریں قریب قریب بنائیں۔ ۶۶: معشوق کے عشق کے راستہ کے رہنما نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور عاشق و معشوق کو قبروں میں برابر لٹا دیا۔ ۶۷: وہ دونوں عاشقوں کی طرح ہمیشہ کے لیے بے ہوش ہو گئے اور دو مناسب اور ایک جیسی چیزوں کی طرح یہ ایک دوسرے کی آغوش میں آ گئے۔ ۶۸: اُن دو مصیبت زدہ دوستوں کی قبروں سے سرو کا درخت بلند ہوا۔ گویا یہ افسوس وحسرت کا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر رہا تھا۔
۶۹: اور خداوند تعالیٰ نے اپنی مہربانی کی وجہ سے وہاں صاف پانی کا ایک چشمہ پیدا کر دیا تھا۔ ۷۰: یہ علاقہ چند فرسنگ تک اسی طرح سبز وشاداب تھا۔ دُنیا میں ایسی عمدہ جگہ بہت کم ملے گی۔ ۷۱: اگر تو وہاں جائے تو دیکھ کر خوش ہوگا کہ وہ میدان اپنی خوب صورتی اور دلکشی کی وجہ سے بہشت کا نمونہ ہے۔ ۷۲: اگر اس منزل پر تو کبھی جا کر قیام کرے کہ سال بھر بہار کا موسم دیکھے گا۔ ۷۳: کوئی موسم بھی یہاں میوہ سے خالی نہیں گزرتا۔ اس لیے کہ کہیں تو اس سرزمین کو معمولی سرزمین نہ سمجھے۔ ۷۴: یہ دونوں اپنے عشق کا پھل آج تک دے رہے ہیں حقیقتاً عشق کے کام عجیب ہوتے ہیں۔
۷۵: کعبہ کے راستہ میں وہ جگہ عوام وخواص کی زیارت گاہ بن گئی ہے۔ ۷۶: عطارؒ کا معاملہ اسی جگہ ختم نہیں ہوتا۔ خدا کا بھید کوئی شخص نہیں جان سکتا۔

پرندوں کاقُرعہ پھینکنا پیشوا منتخب کرنے کے لیے اور قُرعہ کا ہُد ہُد کے نام نکلنا

ا:جب اُن پرندوں نے یہ قصہ سُنا۔تو اسی وقت اپنی جان قربان کرنے پر رضامند ہو گئے۔۲:سیمرغ کے خیال نے ان کے دل کا چین اور آرام کھودیا اور سیمرغ کا عشق اُن کے دلوں میں ہزاروں درجہ بڑھ گیا۔۳:انھوں نے سیمرغ کو تلاش کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا اور یہ راستہ طے کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔۴:سب نے کہا کہ ہم میں ابھی ابھی ان معاملات کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے ایک رہنما کی ضرورت ہے۔۵:تا کہ وہ راستے میں ہماری رہنمائی اور رہبری کر سکے، کیونکہ ہم تنہا نہیں جا سکتے۔۶:اس راستہ میں رہنمائی کرنے کے لیے نہایت عقل مند حاکم چاہیے۔ تا کہ وہ اس گہرے سمندر (خطرناک راستوں) کو عبور کر سکے۔۷:ہم دل وجان سے اپنے افسر اور حاکم کا حکم مانیں گے۔اچھا بُرا وہ جو حکم بھی دے گا۔ہم اُس کی اطاعت کریں گے۔۸:تا کہ آخر کار اس فخر وغرور کی دنیا سے ہماری گیند کوہ قاف پر جا پڑے (ہم کوہِ قاف تک پہنچ جائیں)۔۹:اُس بلند مرتبہ سُورج کا ذرّہ ہمیں مل جائے اور سیمرغ کا سایہ ہم پالیں۔۱۰:آخر کار انھوں نے کہا کہ ہمارا پیشوا اور حاکم کوئی نہیں اَب طریقہ یہی ہے کہ ہم اس کے نام کے لیے قرعہ (لاٹری) ڈالیں۔۱۱:جس کے نام پر قرعہ نکلے گا وہ ہمارا بادشاہ ہوگا اور ہم چھوٹوں کا وہ بڑا ہوگا۔۱۲:جب بات یہاں تک پہنچی تو سب کے ہوش گُم ہو گئے اور اُس وقت تمام پرندے خاموش ہو گئے۔۱۳:جب اس کام میں قُرعہ ڈالا اور یہ سب سے زیادہ قابل اور موزوں پرندہ کے نام نکلا۔یعنی یہ قرعہ ہُد ہُد کے نام پر نکلا۔۱۵:تمام پرندوں نے ہُد ہُد کو اپنا سردار بنالیا۔اگر وہ سر کٹوانے کا حکم دیتا تو یہ سر کٹوا لیتے۔۱۶:سب نے عہد کرلیا کہ اس وقت سے ہُد ہُد سب کا سردار اور پیشوا ہے اور اس راستہ میں سب کا بادشاہ اور رہنما ہے۔۱۷:اُس کے حکم اور فرمان سے کسی کو اپنی جان اور جسم تک قربان کرنے میں عذر نہیں ہوگا۔

ہُد ہُد کا تاج پہننا اور پرندوں کا راستہ پر روانہ ہو جانا

ا:جب اس معاملہ میں ہدایت کرنے والے ہُد ہُد کو رہبر مقرر کیا گیا۔تو اُسی وقت اُس کے سر پر تاج رکھ دیا گیا۔
۲:اس راستہ پر لاکھوں پرندے روانہ ہونے کو تیار ہو گئے۔انھوں نے آسمان پر چاند کو اور زمین پر مچھلی کو چھپا دیا (یعنی ہر طرف پرندے ہی پرندے جمع ہو گئے)۔۳:جب راستے میں ایک وادی نظر آئی تو پرندوں کا شور وغل چاند تک بلند ہو گیا۔۴:راستہ کا خوف اور خطرہ اُن کی جانوں پر سوار ہو گیا اور اُن کی جانوں میں حیرت کی آگ لگ گئی (سب حیران ہو گئے)۔۵:وہ سب ایک دوسرے سے سبقت لے گئے۔کسی کو اپنے پروں، بازوؤں اور سر یا پاؤں تک ہوش نہ رہا (یہ راستہ طے کرنے میں کامیاب ہوئے)۔۶:سب نے اپنی جان سے ہاتھ دھو لیے۔ان کا بوجھ بہت زیادہ تھا اور راستہ لمبا تھا (راستہ طے کرنے میں مشکلات حائل تھیں)۔۷:اس کے بعد راستہ شر و فساد اور خطرہ سے خالی ہو گیا۔ اس راستہ پر شرارت فساد اور اچھائی یا برائی کا ایک ذرہ تک باقی نہیں رہا (راستہ صاف آ گیا)۔۸۔راستہ پر آرام اور

سکون کی وجہ سے خاموشی چھائی ہوئی تھی، نہ اس میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا اور نہ مصیبتیں جھیلنی پڑتی تھیں۔

۹:ایک پرندہ نے سوال کیا کہ یہ راستہ اس قدر پُرامن اور خطرہ سے خالی کیوں ہے۔ ہُدہُد نے جواب دیا کہ یہ خداوند تعالیٰ کے رُعب و عالی مرتبہ کی وجہ سے ہے۔

بایزید بُسطامی کا ایک چاندنی رات میں باہر نکلنا

(حضرت بایزید بسطامی ایک بہت بڑے صوفی تھے۔ آپ کا انتقال ۲۶۰ ھ میں ہوا۔ آپ کا قول تھا کہ میں ایک بحر بیکراں ہوں نہ جس کی ابتدا ہے نہ کوئی انتہا۔ از براؤن، تاریخ ادبیات ایران، جلد اول، صفحہ ۴۲۷)

۱:ایک شب بایزید شہر سے باہر تشریف لائے اور شہر کو لوگوں کے شور و غل سے خالی پایا۔ ۲:چاند اُس وقت دُنیا کو روشن کر رہا تھا اور اس کی روشنی سے رات دن بن گئی تھی۔ ۳:آسمان ستاروں سے بھرا ہوا تھا اور ہر ایک ستارہ دوسرے ستارہ کو روشن کر رہا تھا۔ ۴:جتنے عرصہ تک شیخ صحرا میں پھرتے رہے جنگل اور صحرا کی کسی چیز نے کوئی حرکت نہیں کی حضرت بایزید کو یہ حالت دیکھ کر جوش آ گیا اور آپ نے خدا سے کہا کہ اے میرے مالک میرا دل جوش مار رہا ہے۔ ۶:اتنی بڑی تیری بزرگی اور عالی مرتبہ کی درگاہ آج اس طرح اپنے مشتاقوں سے خالی کیوں ہے۔ ۷:فرشتہ غیب نے کہا کہ اے اس واقعہ پر حیران و متعجب۔ خداوند تعالیٰ اپنی درگاہ میں ہر ایک شخص کو آنے کی اجازت نہیں دیتا۔ ۸:اس عالی مرتبہ درگاہ کی عزت اور مرتبہ کا یہی تقاضہ ہے کہ ہمارے دروازہ سے ہر ایک فقیر دُور رہے۔ ۹:جب ہماری عزت والی درگاہ سے نور افشانی ہوتی ہے تو جاہل اور غافل جو خواب غفلت میں مست ہوتے ہیں نکال دیے جاتے ہیں۔

۱۰:انسانوں کو ایک عرصہ تک انتظار کرنا پڑتا ہے پھر کہیں جا کر خداوند تعالیٰ ہزاروں میں سے ایک پر مہربان ہوتا ہے۔

حکایت راستہ کے خوف سے چلّانے کی اور ہُدہُد کے تخت پر بیٹھنے کی

۱:تمام پرندے راستہ کے خوف اور خطرہ کی وجہ سے چلانے لگے اور اُن کے بال و پر خُون میں بھر گئے۔ ۲:وہ ایک راستہ چل رہے تھے کہ اس کی انتہا کی خبر تک نہیں تھی گویا انہیں ایک ایسا درد لاحق تھا کہ اس کا علاج سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ ۳:بے پروائی کی ہوا اُس راستہ میں آ گئی اور اس وجہ سے آسمان کی کمر بھی ٹوٹ گئی۔ ۴:وہ ایسا لق و دق بیابان اور صحرا تھا کہ اُس میں حضرت جبرئیل (طاؤس فلک حضرت جبرئیل کو کہتے ہیں) بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ ۵:جب حضرت جبرئیل کُو وہاں کوئی وقعت نہیں دی جاتی تو پھر دُنیا کے دوسرے پرندے اس راستہ پر کیسے چل سکتے ہیں

۶:جب وہ پرندے اس راستہ سے ڈرے تو سب ایک جگہ جمع ہو گئے ۷۔ یہ سب مل کر ہُدہُد کے پاس آئے یہ تمام مدہوش تھے اور ہُدہُد سے پوچھنا چاہتے تھے ۸:پھر انھوں نے ہُدہُد سے کہا کہ اے بھیدوں کے جاننے والے! اگرچہ ہمیں بادشاہ کے سامنے بے ادب اور گُستاخ نہیں ہونا چاہیے ۹:تو حضرت سلیمان کی خدمت میں بہت زیادہ رہا ہے اور بادشاہ سلیمان کی مسند حکومت پر بیٹھا ہے ۱۰:تجھے بادشاہوں کے آداب محفل تمام معلوم ہیں اور تو خوف و خطر کے

مقامات سے بھی واقف ہے۔۱۱: تو اس راستہ کے نشیب وفراز سے آگاہ ہے اور تو تمام دُنیا میں گھوم چکا ہے ۱۲: ہماری تجویز یہ ہے کہ اس وقت جبکہ تو ہمارا رہبر اور سردار ہے ۱۳: تو منبر پر چڑھ کر اسی مقام پر اپنی قوم (یعنی پرندے) کے لیے سفر کا سامان تیار کر (انہیں ہمت دلا) ۔۱۴ تو انہیں بادشاہوں کے قاعدے اور آداب سمجھا تا کہ یہ لوگ اپنے بادشاہ (سیمرغ) کے سامنے اپنی جہالت اور کم عقلی کا ثبوت نہ دیں ۱۵: ہر ایک پرندے کے دل میں اس وقت بہت مشکلات موجود ہیں اور یہ راستہ طے کرنے کے لیے فراغت اور صبر کی ضرورت ہے ۱۶: ہمارے دلوں کی مشکلات کو پہلے حل کر دے جبکہ ہم تجھ سے اپنی مشکلات بیان کریں ۱۷: جب ہم تجھ سے اپنی مشکلیں پوچھ لیں گے تو اپنے دلوں سے ان شبہات اور شکوک کو نکال دیں گے ۱۸: تا کہ ہم اس لمبے راستے میں تمام شبہات اور شکوک ہٹا کر ہُد ہُد کا نور حاصل کر لیں ۱۹: جب ہمارے دل کو فراغت مل جائے گی تو ہم یہ راستہ نہایت تندہی سے طے کریں گے اور ہم اپنا سر اور جان اس درگاہ پر قربان کر دیں گے۔

ہُد ہُد کا تخت پر بیٹھنا اور بات کرنا

۱: اس کے بعد ہُد ہُد نے باتیں کرنی شروع کیں اور منبر پر بیٹھ گیا ۲: جب تاجدار ہُد ہُد تخت پر بیٹھا جس نے بھی اس کا چہرہ دیکھا اُس کی قسمت جاگ گئی۔

بُلبُل اور چکور کا مل کر شور مچانا

۱: ہُد ہُد کے سامنے ہزاروں پرندوں سے بھی زیادہ پرندوں نے صف باندھ لی ۲: بُلبُل اور چکور ساتھ آئیں تا کہ دونوں مل کر گائیں ۳: دونوں نے مل کر اُس وقت گانا شروع کیا اور ان دونوں کی وجہ سے دُنیا میں شور مچ گیا ۴: جس کسی کے کان میں ان کی آواز گئی وہ بے قرار اور مدہوش ہو گیا ۵: ہر شخص کی ایسی حالت ہوئی کہ نہ وہ اپنے آپے میں تھا اور نہ اُسے اپنا ہوش تھا۔

ایک پرندے کا ہُد ہُد سے سوال

۱: اس کے بعد ہُد ہُد نے بولنا شروع کیا اور حقیقیت ومعانی بیان کیے ۲: ایک نے سوال کیا کہ اے سب سے سبقت لے جانے والے! تو سچائی میں ہم سب سے سبقت کیونکر لے گیا ۳: جبکہ تو ہم جیسا پرندہ ہے اور ہم تجھ جیسے ہیں تو پھر ہم میں اور تیرے میں فرق کیونکر پیدا ہوا ۴: ہمارے جسم اور جان سے ایسا کون سا گناہ سرزد ہو گیا تھا کہ تیری قسم تو گناہوں سے پاک وصاف ہے اور ہمارے حصہ میں درد وغم آیا ہے۔

ہُد ہُد کا اس کو جواب

۱: ہُد ہُد نے کہا کہ اے سوال کرنے والے! حضرت سلیمان کی نظر عنایت ہم پر ہو گئی تھی (اسی وجہ سے ہم عالی

مرتبہ ہو گئے)۔۲: یہ عزت نہ ہمیں سونے سے ملی ہے نہ چاندی سے یہ شرف حضرت سلیمان کی ایک نگاہ کا نتیجہ ہے ۳: کوئی اتنی عزت صرف بندگی اور اطاعت سے حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ دیکھ لے شیطان نے کس قدر اطاعت کی اور پھر اس پر عذاب نازل ہوا (شیطان پہلے فرشتوں کا اُستاد تھا لیکن حضرت آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے اس پر عذاب نازل ہوا اور مردود قرار پایا)۔۴: اور اگر کوئی یہ کہے کہ اطاعت کی ضرورت نہیں ہے تو اس پر ہر وقت خدا کی درگاہ سے لعنت ہوگی ۵: تو ایک لمحہ کے لیے بھی اطاعت اور بندگی کو مت چھوڑ لیکن بعد میں اس بندگی کو فروخت مت کر (اس کا صلہ اور اجرمت مانگ)۔۶: تم بھی اطاعت اور بندگی میں اپنی عمر گزارو تا کہ حضرت سلیمان تم پر نظر عنایت کریں ۷ اور جب تم حضرت سلیمان کے مقبول اور خاص بندے ہو جاؤ گے تو جس قدر کہ میں نے کہا ہے تمہارا درجہ اس سے بھی بلند ہو جائے گا۔

سُلطان محمود کی شکاری کے لڑکے سے شرکت کی حکایت

۱: ہُد ہُد نے کہا کہ اتفاقاً ایک روز سلطان محمود اپنے لشکر سے علیحدہ ہو گیا تھا۔۲: وہ اکیلا گھوڑا دوڑ رہا تھا اُس نے دریا کے کنارے ایک بچہ دیکھا ۳: اُس نے اپنا جال دریا کے دھارے پر ڈالا تھا۔ بادشاہ نے اُسے سلام کیا اور اُس کے سامنے جا بیٹھا۔۴: بچے کو (سلطان نے) غمگین بیٹھا ہوا دیکھا اور اسے خستہ دل اور رنجیدہ پایا۔۵: سلطان نے پوچھا کہ اے بچے تو غمگین کیوں ہے میں نے تجھ سا رنجیدہ کسی کو نہیں دیکھا ۶: لڑکے نے جواب دیا کہ اے ہُنر والے سردار ہم اس وقت بے باپ کے چار لڑکے ہیں (باپ مر گیا ہے)۔۷۔ ہماری ماں گھر بیٹھی ہے جو بہت زیادہ ضعیف اور غریب ہے ۸: میں مچھلی کے شکار کے لیے ہر روز جال ڈالتا ہوں اور اس جگہ صبح سے لے کر شام تک بیٹھا رہتا ہوں ۹: میں مچھلیاں بہت مشکل سے پکڑتا ہوں۔ اے سردار ہر رات ہماری خوراک یہی مچھلی ہوتی ہے۔۱۰: بادشاہ نے پوچھا کہ اے غمگین لڑکے کیا تو چاہتا ہے کہ اس کام میں میں بھی تیرا شریک ہو جاؤں ۱۱: بچہ شرکت پر رضا مند ہو گیا اور بادشاہ نے دریا میں جال ڈالا ۱۲: بچے کے جال کا نصیب اس دن بادشاہوں کے نصیبہ کی طرح ہو گیا یعنی اس دن بچے نے سو مچھلیاں پکڑیں ۱۳: جب یہ مچھلیاں بچہ نے اپنے سامنے دیکھیں تو کہا کہ یہ مجھے دولت ملی ہے ۱۴: بادشاہ نے کہا کہ اے بچے تجھے اور بھی خوشی ہوگی اگر تجھے اپنے ساتھی مچھلی پکڑنے والے کی اصلیت کا علم ہو جائے ۱۵: اے لڑکے تجھے بہت زیادہ دولت ملی کہ تو نے یہ تمام مچھلیاں پکڑ لیں ۱۶: یہ تیری دولت اور نصیبہ صرف میری وجہ سے ہے کیونکہ تیرا ماہی گیر بادشاہ ہے ۱۷: بادشاہ اتنا کہہ کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ لڑکے نے اُس سے کہا کہ ان مچھلیوں میں سے اپنا حصہ لے لے ۱۸: بادشاہ نے جواب دیا کہ آج میں کچھ نہیں لیتا کل کا شکار سب میں لوں گا ۱۹: کل ہمارا شکار تو خود ہوگا اور بے شک میں اپنا شکار کسی کو نہیں دیا کرتا ۲۰: دوسرے دن جب یہ محل میں واپس آیا تو بادشاہ کو اپنے ساتھی (مچھلی کے شکاری لڑکے) کا خیال آیا ۲۱: ایک سپاہی بھیج کر لڑکے کو بُلوا لیا اور بادشاہ نے اپنا شریک بنا کر مسند پر بٹھایا ۲۲: ہر ایک شخص نے کہا کہ اے بادشاہ یہ لڑکا فقیر ہے۔ بادشاہ نے کہا جو کچھ بھی ہے یہ میرا اشراکت دار ہے ۲۳: جب کہ میں

نے اس کی شراکت قبول کر لی ہے تو اب میں انکار نہیں کر سکتا۔ یہ کہا اور بادشاہ نے اُس لڑکے کو بھی اپنے جیسا بادشاہ بنادیا۔۲۴:ایک شخص نے لڑکے سے سوال کیا کہ آخر یہ مرتبہ تجھے کہاں سے ملا۔۲۵:لڑکے نے کہا کہ جب نصیبے والے بادشاہ کا میرے پاس گزر ہوا تو غم چلا گیا اور اُس کی جگہ خوشی نے لے لی۔

اُس خونی کی حکایت کہ جسے جنیدؒ نے خواب میں دیکھا تھا

(حضرت جنید بغدادیؒ صوفیائے کرام میں سے تھے آپ کا انتقال ۹۱۰ء میں ہوا پروفیسر براؤن کی تحقیق کے مطابق آپ منصور حلاج کے اُستاد تھے)۔

۱:ایک شاہی معتوب خونی کو صوفی (جنید) نے خواب میں دیکھا۔۲:کہ وہ بہشت عدن (بہشت کے سات طبقوں میں سے ایک طبقہ کا نام عدن ہے) میں کبھی آہستہ آہستہ اور کبھی خوش خوش پھر رہا ہے۔۳:صوفی نے اُس سے کہا کہ تو قاتل ہے اور ہمیشہ دنیا میں شرمسار اور ذلیل رہا ہے۴:یہ عالی مرتبہ تجھے کس طرح نصیب ہوا، تیرے افعال اور اعمال سے تو یہ جنت نہیں مل سکتی ۵:اُس نے جواب دیا کہ جب میرا خون زمین پر گرا تو وہاں سے میرا ایک گونگا دوست گزر رہا تھا۶:اُس پیر طریقت نے پوشیدہ طور پر آنکھ جھپکتے میں مجھ پر نظر عنایت کر دی ۷۔ یہ عزت اور ایسی ہزاروں عزتیں مجھے صرف اُس ایک نظر کی وجہ سے ملی ہیں۔۸:جس پر بھی اُس کی نصیبے والی نظر پڑ گئی تو اُس بے جان میں رُوح پڑ جاتی ہے۔۹:جب تک کہ تجھ پر کسی مرد کامل کی نظر نہیں پڑے گی (مہربان نہیں ہوگا) تجھے اپنے آپ کی خبر نہیں ہو سکتی۔۱۰:اگر تو تنہائی اور خلوت میں بیٹھا رہے گا تو کسی دُوسرے کی مدد کے بغیر راستہ طے نہیں کر سکے گا۔

۱۱:تجھے راستہ دکھانے کے لیے ایک تجربہ کار بوڑھے کی ضرورت ہے تو اکیلا اس راستہ (مذہب) پر مت چل اور اس اندھیرے خطرناک راستہ پر دریا کی جانب مت جا (کہیں ہلاک نہ ہو جائے)۔۱۲:کیونکہ تجھے راستے کے کنوؤں (خطرات) کا علم نہیں ہے تو بغیر کسی لکڑی تھام کر چلنے والے کے کیسے جا سکتا ہے؟۱۳:تو اندھا بھی ہے اور راستہ لمبا بھی ہے صرف تیرے قدم ہی راستہ بتانے والے ہیں۱۴:جو شخص کسی اچھے نصیبے والے کی حفاظت و پناہ میں چلا جاتا ہے اُس کو راستے میں کوئی تکلیف اور مشکل پیش نہیں آتی ۱۵:جو شخص کہ اُس کے نصیبے میں شامل ہو گیا اگر اُس کے ہاتھ میں کانٹے بھی ہوں گے تو گلدستہ بن جائیں گے۔

سُلطان محمود کی ایک کانٹے اُٹھانے والے بوڑھے کے ساتھ حکایت

۱:سلطان محمود ایک روز شکار میں اتفاقاً اپنے لشکر سے جُدا ہو گیا۔۲:ایک بوڑھا کانٹے اُٹھانے والا اپنا گدھا ہانک رہا تھا اُس پر سے کانٹے زمین پر گر پڑے اور بوڑھا پریشانی میں سر کھجانے لگا ۳:محمود نے اُسے اس مصیبت میں دیکھا کہ اُس کا بوجھ تو گر پڑا ہے اور وہ حیران کھڑا ہے۴:محمود نے اُس سے کہا کہ اے بے قرار بوڑھے! کیا تجھے کسی مدد کرنے والے کی ضرورت ہے اُس نے کہا کہ ہاں اے گھوڑے سوار مجھے ایک مددگار کی ضرورت ہے۔۵:اگر

تو میری مدد کر دے گا تو تیرا کیا بگڑ جائے گا میرا فائدہ ہو جائے گا اور تیرا اس سے کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ ۶: تیرے خوب صورت چہرے سے تو اچھے نصیب والا معلوم ہوتا ہے اور خوب صورت لوگ اگر مہربانی کر دیں تو کچھ تعجب کی بات نہیں ہے۔ ۷: وہ بادشاہ مہربانی فرما کر اپنے گھوڑے سے اُترا اور اپنا ہاتھ کانٹوں کے نیچے اس طرح لے گیا گویا وہ پھول تھے۔ ۸: اُس بلند مرتبہ بادشاہ نے اُس بوڑھے کا بوجھ گدھے پر لدوا دیا اور پھر اپنا گھوڑا اپنے لشکر کی طرف موڑ لیا۔ ۹: اور اپنے لشکر والوں سے کہا کہ میرے پیچھے پیچھے ایک بوڑھا کانٹے اُٹھانے والا اپنے گدھے کو لے کر آ رہا ہے۔ ۱۰: تم اُس کا راستہ چاروں طرف سے روک لو تا کہ وہ مجھے دیکھ لے اور میں اُسے دیکھ لوں۔ ۱۱: تمام لشکر والوں نے مل کر اُس بوڑھے کا راستہ روک لیا اور اُس کا راستہ سوائے بادشاہ کے قریب جانے کے کوئی اور نہ رہا۔ ۱۲: بوڑھے نے اپنے کمزور گدھے سے کہا میں کس طرح جاؤں یہ فوج بہت ظالم ہے۔ ۱۳: اگر چہ وہ ڈر رہا تھا لیکن اُس نے بادشاہ کا خیمہ دیکھا اور بادشاہ کے قریب ہو کر جانے کا راستہ بھی دیکھ لیا۔ ۱۴: وہ بوڑھا اپنا گدھا ہانکتا ہوا بادشاہ کے قریب پہنچا اور جب اس نے بادشاہ کو دیکھا تو فوراً شرمندہ ہو گیا۔ ۱۵: اُس نے چھتر کے نیچے ایک مانوس اور آشنا شکل دیکھی کہ وہ مشکل کے وقت اُس سے مہربانی کے ساتھ پیش آئی تھی۔ ۱۶: بوڑھے نے کہا کہ اے خدا میں اپنا ماجرا کس سے بیان کروں میں نے سلطان محمود کو اپنا مزدور اور بوجھ اُٹھانے والا بنایا ہے۔ ۱۷: بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ اے میرے بوڑھے تیری کیا حالت ہے مجھ سے بیان کر۔ ۱۸: بوڑھے نے کہا تو میرا حال خوب جانتا ہے مجھ سے ناراض مت ہو اور میرے حال سے ناواقفی (تجاہل عارفانہ) مت برت۔ ۱۹: میں ایک بوڑھا ہوں جو ببول کے درخت کی لکڑیاں اور کانٹے اُٹھاتا پھرتا ہوں اور میں رات دن جنگل میں لکڑیاں جمع کرتا ہوں۔ ۲۰: میں لکڑیاں بیچ کر روکھی روٹی کھا لیتا ہوں اگر تو چاہے تو مجھے روٹی بخش سکتا ہے۔ ۲۱: بادشاہ نے کہا کہ اے غمگین و مغموم بوڑھے تو مجھے قیمت بتا تا کہ تیرے کانٹوں کے عوض میں سونا دیدوں۔ ۲۲: بوڑھے نے کہا کہ اے بادشاہ یہ کانٹے مجھ سے سستے مت خرید میں انہیں اشرفیوں کی دس تھیلیوں سے کم میں فروخت نہیں کروں گا۔ ۲۳: لشکر والوں نے کہا کہ اے بیوقوف خاموش ہو جا ان کانٹوں کی قیمت دو جو کے دانے ہیں انہیں سستا فروخت کر۔ ۲۴: بوڑھے نے کہا کہ اگر چہ ان کی قیمت دو جَو کے دانوں برابر ہے لیکن سلطان محمود جیسے خریدار بار بار نہیں۔ ۲۵: جب سلطان محمود جیسے خوش قسمت شخص نے میرے کانٹوں کو ہاتھ لگا دیا تو میرے کانٹے ہزاروں باغوں جیسے ہو گئے۔ ۲۶: جو ایسے کانٹوں کو خریدنا چاہتا ہے وہ ہر ایک کانٹے کو ایک دینار میں خریدے گا۔ ۲۷: لیکن میری قسمت بہت زیادہ نامراد اور خراب ہے کہ سلطان نے کانٹوں جیسی حقیر چیز کو چھوا۔ ۲۸: اگر چہ یہ کانٹے بہت سستے بکتے ہیں لیکن جب ان کو سلطان محمود نے چھو لیا تو ان کی قیمت سینکڑوں جانوں کے برابر ہے۔ ۲۹: بادشاہ نے جب اُس بوڑھے کی یہ باتیں سُنیں تو اُسے بہت سا سونا اُسی جگہ دیا۔ ۳۰: بادشاہ نے حکم دیا کہ بوڑھے کا ایک ایک کانٹا ایک سونے کی تھیلی کے عوض خریدا جائے۔ ۳۱: بادشاہ کے لشکر والوں نے بادشاہ کے حکم کے مطابق سونا اپنے مرتبہ کے مطابق قربان کیا (وہ کانٹے سونا دے کر خریدے)۔ ۳۲: بادشاہ نے

اُس بوڑھے کو سونے کے ایک لاکھ بٹوے عطا کیے۔ یہ قصہ اُس بادشاہ کا اب تک یادگار کے طور پر باقی ہے۔

ایک دوسرے پرندہ کا سوال ہُدہُد سے کمزوری کے متعلق

ا: ایک اور پرندے نے کہا کہ اے میری مدد کرنے والے! جب تک مجھ سے ہو سکا میں اس راستہ پر چلا۔ ۲: مجھ میں طاقت نہیں میں بہت زیادہ کمزور ہوں ایسا راستہ میں اور نہیں چل سکتا۔ ۳: یہ وادی بہت طویل ہے اور راستہ مشکل اور پُرخطر ہے میں پہلی منزل ہی میں مرجاؤں گا۔ ۴: آتش فشاں پہاڑ اس راستے میں بہت زیادہ ہیں ایسا راستہ چلنا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ ۵: ہزاروں اس راستہ پر گیند کی طرح لڑھکتے پھرتے ہیں اور اس راستہ کی طلب میں بہت سے لوگوں کے خون ندیوں کے پانی کی طرح بہہ گئے (یعنی بہت لوگ اس راستہ پر ہلاک ہوئے)۔ ۶: ہزاروں عقل مندوں نے اس راستہ پر سر جھکا دیا (عاجز آگئے اور اپنی عاجزی کا اعتراف کیا) اور جس نے یہاں عاجزی کا اظہار کیا اُس نے اپنے آپ کو مطیع کر لیا۔ ۷: ایسے راستہ میں بڑے بڑے ہمت والے انسان شرم کے مارے چادر میں چہرہ چھپا لیتے ہیں۔ ۸: مجھ جیسے کمزور اور عاجز پرندے سے سوائے خاک اُڑانے کے اس راستہ میں اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ اگر میں اس پر چلنے کا بھی ارادہ کروں تو مشکلات برداشت کرتے کرتے مرجاؤں گا۔

ہُدہُد کا اُس کو کمزوری کے متعلق جواب

ا: ہُدہُد نے اُس سے کہا کہ تو کب تک غمگین اور افسردہ رہے گا اور تو کب تک ان غموں میں گھلتا رہے گا۔ ۲: یہ دُنیا اول سے لے کر آخر تک غلاظت اور نجاست (گناہوں) سے بھری ہوئی ہے دُنیا اس کے پیچھے ماری ماری پھرتی ہے۔ ۳: جب کہ اس دُنیا میں تیری عزت بہت کم ہے خواہ تو زندہ رہے یا مرجائے دونوں حالت میں تو ایک سا ہے (یعنی تیری کسی کو پرواہ نہیں ہوگی)۔ ۴: لاکھوں لوگ دُنیا میں زرد کیڑوں کی طرح اُس دنیا کے غم واندوہ میں مرجاتے ہیں۔ ۵: ہم بھی مشکلات میں مرنا چاہتے ہیں (یعنی اس راستہ کی مشکلات برداشت کر کے مرنا چاہتے ہیں) اور اس راستہ پر مرنا گناہوں کی دُنیا میں مرنے سے بہتر ہے۔ ۶: اس دنیا کی طلب اور خواہش خواہ میں کروں یا تو دو۔ں کے لیے گناہ ہے اور اگر ہم سیمرغ کے غم اور عشق میں مرجائیں تو یہ بالکل درست ہے۔ ۷: چونکہ دنیا میں بہت سے گناہ ہیں ایک اور گناہ اسی قسم کا ہے۔ ۸: اگر کوئی عشق کی وجہ سے بدنام اور رسوا ہے تو وہ بھنگی (کناس) اور حمام نہلانے والے سے بہتر ہے۔ ۹: لاکھوں لوگ زرد کتے کی طرح اس دنیا کے غم واندوہ میں رو رو کر جان دے دیتے ہیں۔ ۱۰: یہ مان لیا کہ یہ سودا (یعنی اسی راستہ پر چلنا) چوری اور ڈاکہ زنی سے کم فائدہ مند ہے۔ خواہ تو اس سودے کو کم خیال کرے۔ مجھے یہ کم ہی بہت زیادہ ہے۔ ۱۱: اگر تو اس سودے کو قبول کر کے اپنا دل دریا کی طرح کشادہ اور وسیع کر لے۔ تو ہر وقت تیرے دل میں ایک نیا شوق پیدا ہوگا۔ ۱۲: اگر کوئی تجھ سے کہے کہ تیری سیمرغ تک پہنچنے کی خواہش صرف دھوکا ہے۔ جب تو وہاں پہنچے گا تو وہاں کوئی بھی نہ ہوگا۔ ۱۳: اگر اس دھوکے کی ہوس (یعنی سیمرغ تک پہنچنے کی

خواہش) میں مَیں اپنی جان بھی دے دوں تو اس طرح جان دینا اس سے بہتر ہے کہ میں کسی دنیاوی کاروبار پر وقت ضائع کروں۔ ۱۴: ہم اپنے ارادہ سے ایک لمحہ کے لیے بھی باز نہیں آئیں گے۔ دنیا کی یہ باتیں دیکھتے اور سنتے رہیں گے۔ ۱۵: ہمارا کام دنیا والوں کی تکالیف میں اضافہ کرنے کی وجہ سے اور بھی زیادہ سخت ہو گیا ہے۔ افسوس ہے ان دنیا کے فقیروں کی حالت پر۔ ۱۶: جب تک ہم اس دنیا میں نہیں مریں گے اس وقت تک ہمارا دل اس دنیا کی چیزوں میں پھنسا رہے گا۔ ۱۷: جو شخص کہ اس دنیا میں مردہ بن کر نہیں رہتا (یعنی تمام دنیاوی تعلقات سے قطع تعلق نہیں کرتا) خدا اسے موت دے (بد دعا) وہ اس راز سے واقف نہیں ہو سکتا۔ ۱۸: بڑے بڑے عزت و احترام والے اس جان کے راز سے واقف ہوتے ہیں اور جو لوگ دنیاوی تعلقات میں پھنسے ہوتے ہیں۔ وہ اس راستہ پر نہیں چل سکتے۔ ۱۹: اگر تو مردوں جیسی ہمت رکھتا ہے تو اس راستہ پر قدم رکھ۔ عورتوں کی طرح تو ہمت نہ ہار۔ ۲۰: تو اس بات کا یقین رکھ کہ تیری سیمرغ کو تلاش کرنے کی ہوس کفر تک جا پہنچے گی (یعنی اس راستہ میں تجھے کفر تک اختیار کرنا پڑے گا) یہ کام بہت مشکل ہے اسے معمولی کام مت سمجھ۔ ۲۱: جس شخص کے عشق کے درخت میں پتے اور پھل نظر آئیں اس سے کہو کہ اپنا سر نیچا کر لو (یعنی عشق میں کسی کو راحت و چین نہیں ملتا۔ جو عشق میں مطمئن نظر آئے اس کا عشق جھوٹا ہے۔

۲۲: عشق جب کسی کے سینہ پر اپنی منزل بنالیتا ہے تو وہ شخص اس زندگی کے راز سے واقف ہو جاتا ہے۔ ۲۳: انسان کو عشق کا درد خون کے آنسو رلاتا ہے اور یہ سب کے سامنے سر جھکا کر شرمندہ چلتا ہے (رسوا اور بدنام ہو جاتا ہے)۔

۲۴: ایک منٹ کے لیے بھی عشق پیچھا نہیں چھوڑتا اور ہر وقت قصاص و خون بہا طلب کرتا ہے (یعنی انسان کی جان مانگتا ہے)۔ ۲۵: اگر یہ پانی بھی دیتا ہے تو رلا رلا کر اور اگر روٹی دیتا ہے تو اس میں خون ملا کر (بہت مشکل کے بعد)۔

۲۶: اگر عاشق کمزوری کی وجہ سے چیونٹی سے بھی زیادہ کمزور اور ناتواں ہو جائے لیکن عشق پھر بھی شور و غوغا مچاتا رہتا ہے۔ ۲۷: اگر عاشق دھوبی ہوتا ہے تو اسے سورج اور دھوپ دکھائی نہیں دیتی اور اگر زمین دار اور کاشت کار ہوتا ہے تو اسے پانی کا خیال نہیں رہتا (انسان اپنے فائدے کو بھول جاتا ہے)۔ ۲۸: انسان جب خطرے کے سمندر میں پڑ جاتا ہے تو بغیر تکلیف کے یہ روٹی کا ایک لقمہ تک نہیں کھا سکتا۔

شیخ خرقانی کے نیشاپور میں میدان صاف کرنے کی حکایت

۱: شیخ خرقانی نیشاپور روانہ ہوئے۔ راستہ کی تکان کی وجہ سے بیمار ہو گئے۔ ۲: ایک ہفتہ تک بغیر کسی خوراک کے ایک کونے میں بھوکے پڑے رہے۔ ۳: جب ایک ہفتہ گزر گیا تو کہا کہ اے خدا مجھ کو ایک روٹی کی ٹکیہ عطا کر۔ ۴: اس کو غیب سے آواز آئی کہ تمام نیشاپور کے میدان کی خاک اسی وقت صاف کر۔ ۵: اور جب تو میدان کی تمام خاک صاف کر لے گا تو تجھے آدھے جو کے برابر سونا ملے گا تو اس سے تو روٹی خرید کر کھا۔ ۶: شیخ خرقانی نے جواب دیا اگر میرے پاس جھاڑو اور چھلنی ہوتی تو مجھ کو روٹی کمانی کیا مشکل تھی۔ ۷: چونکہ مجھ میں بالکل ہمت نہیں ہے اس لیے بغیر کسی محنت و مشقت کے روٹی دے اور مجھے مت ستا۔ ۸: فرشتے نے کہا کہ اگر تو آرام و آسائش چاہتا ہے تو جھاڑو

دے اور روٹی حاصل کر۔۹: وہ بڑھا چلا گیا اور بہت گریہ وزاری کی یہاں تک کہ کسی شخص سے اس کو ایک جھاڑو اور چھلنی مل گئی۔۱۰: وہ خاک صاف کرتے تھے اور بھاگتے جاتے تھے آخر کار اس چھلنی میں سونے کا ٹکڑا ملا۔۱۱: جب اس نے سونے کا ٹکڑا دیکھا تو بہت خوش ہوا اور نانبائی کی دوکان پر گیا اور روٹی خریدی۔۱۲: جب نانبائی نے اس کو روٹی دی تو اسی وقت اتنی تیز ہوا چلی کہ اس کی جھاڑو اور چھلنی دونوں اُڑ گئیں۔۱۳: بوڑھے کے تن بدن میں آگ لگ گئی وہ بھاگا اور ایک زور سے چیخ ماری۔۱۴: اُس نے کہا کہ جب میرے پاس کچھ نہیں ہے تو مجھے کیوں اتنا تنگ کرتا ہے اور جب اس وقت میرے پاس سونا نہیں ہے تو میں کس طرح تاوان دوں۔۱۵: آخر کار وہ دیوانوں کی طرح چلا گیا اور اُس نے اپنے آپ کو ایک ویران جنگل میں ڈال دیا۔۱۶: جب وہ اس ویران جنگل میں غمگین اور افسردہ پہنچا تو اس نے وہاں ایک دوسری جھاڑو اور چھلنی دیکھی۔۱۷۔ بوڑھا خوش ہو گیا اور کہا کہ اے خدا تو نے کیوں مجھے اتنی مصیبت میں ڈالا۔ ۱۸: تو نے میرے واسطے یہ روٹی زہر کر دی تو اپنی روٹی واپس لے لے۔۱۹: فرشتے نے کہا کہ اے ناشکر گزار تو خوش نہیں ہوتا کہ کوئی روٹی بغیر سالن کے نہیں ہے۔۲۰: جب تو نے خالی روٹی بغل میں رکھی تو ہم نے اُس میں سالن اور بڑھا دیا تو ہمارا احسان مند ہو۔

ایک دیوانہ کی خدا تعالیٰ سے جُبّہ مانگنے کی حکایت

ا کہتے ہیں کہ وہ دیوانہ دل جلا تھا اور ننگا پھرتا تھا اور لوگوں سے آراستہ (لوگ اس کے اردگرد جمع ہو جاتے تھے)۔۲: اُس نے سوال کیا کہ اے خدا مجھے ایک مضبوط جُبہ دے اور مجھے دوسری خلقت کی طرح خوش وخرم کر دے۔ ۳: فرشتے نے اُسے آواز دی اور کہا کہ آگاہ ہو کہ ہم نے تیرے لیے گرم سورج بنایا ہے تو اُس میں بیٹھ۔۴: اُس نے کہا کہ اے خدا میں کب تک یہ عذاب سہوں کیا تیرا جُبہ اس آفتاب سے بہتر نہ تھا۔۵: جواب ملا کہ دس روز اور صبر کر پھر ہم تجھے ایک جُبہ بغیر مانگے عطا کر دیں گے۔۶: جب اس مصیبت زدہ شخص کو دس روز گزر گئے تو اس کے لیے ایک جُبہ لایا گیا جس میں بہت سے پیوند لگے ہوئے تھے۔۷: اچانک ایک شخص ہوا کی طرح آیا اور ایک جُبہ اُس کے سامنے رکھ دیا۔۸: اُس پر ہزاروں پیوند لگے ہوئے تھے کیونکہ وہ جُبہ دینے والا درویش تھا۔۹: دیوانے نے کہا کہ اے بھید کے جاننے والے جب سے تجھے یہ معلوم ہوا ہے کیا اُسی وقت سے تو نے یہ گدڑی سی ہے۔۱۰: تو نے اس پر ہزاروں پیوند لگائے ہیں اور تو نے یہ درزی پن کس سے سیکھا۔۱۱: تیرے کپڑوں کا خزانہ جل جائے کیونکہ ایسی گدڑیوں کو جلا دینا چاہیے۔۱۲۔ ہماری درگاہ میں کام آسان نہیں ہے اس لیے کہ ہماری راہ میں خاک ہونا چاہیے۔ ۱۳: بس جو کوئی شخص اس درگاہ میں دُور سے آتا ہے کبھی آگ سے جلتا ہے اور کبھی نور سے روشن ہوتا ہے۔۱۴: جب اتنی عمر کے بعد تو اپنے مقصد کے قریب پہنچا تو تجھے سخت حزن وملال ہوا اس لیے کہ تو نے اپنا مقصد نہ پایا۔

رابعہ علویہ کی مکہ معظّمہ جانے کی حکایت

ا: رابعہ کعبہ کے راستہ میں سات سال تک چلتی رہی اور وہ مردوں کا تاج تھی۔۲: جب کامیاب ہوکر حرم کے قریب پہنچی تو کہنے لگی کہ میں نے پورا حج کر لیا۔۳: اُس نے کعبہ جانے کا ارادہ کیا لیکن اُسی وقت وہ حائضہ ہوگئی (حائضہ عورت کعبہ میں داخل نہیں ہوسکتی)۔۴: وہ راستے سے واپس ہوگئی اور کہا کہ اے عزت ودبدبہ والے خدا میں نے سات سال تک متواتر کعبہ کا راستہ طے کیا ہے۔۵: اور جب میں اس طرح دن کے وقت ایک بازار میں پہنچی ہوں تو تو نے میرے راستے میں کانٹے ڈال دیے۔۶: یا تو مجھے اپنے گھر میں جگہ دے ورنہ پھر مجھے اپنے گھر واپس پہنچا دے۔۷: جب تک تو رابعہ کی طرح عاشق نہ ہوگا اُس وقت تک تیری قدر نہیں ہوگی۔۸: کب تک تو اس فضول سمندر میں پھرے گا قبولیت کی موج اُس میں اُٹھنے والی ہے۔۹: کبھی کعبہ کے سامنے تجھے جگہ دیتے ہیں اور کبھی بُت خانہ میں تجھے جگہ دیتے ہیں۔۱۰: اور اگر تو اس دنیا کے بھنور سے اپنا سر باہر نکال لے تو تجھے اطمینان قلب حاصل ہوجائے گا۔۱۱: اور اگر تو اسی گرداب میں پھنسا رہے گا تو تیرا سر چکی کے پاٹ کی طرح بھاری ہوجائے گا۔۱۲: جب تک کہ تو اسی وقت جو کچھ تیرے پاس ہے نہ جلادے گا تو تجھے ایک لمحہ کے لیے اطمینان قلب حاصل نہ ہوگا (اگر تیرا دل اطمینان قلب حاصل کرنا چاہتا ہے تو جو کچھ تیرے پاس ہے خدا کی راہ میں خیرات کردے)۔

ایک دوست اور دیوانہ کی حکایت

ا: ایک کونے میں ایک دیوانہ بیٹھا تھا اُس کے پاس اُس کا ایک عزت والا عزیز دوست پہنچا۔۲: اُس نے کہا کہ میں تجھ میں ایک قابلیت دیکھتا ہوں کہ تجھ کو اطمینان قلب حاصل ہے۔۳: اُس نے کہا کہ میں یہ دل جمعی کیسے حاصل کروں جبکہ میرا چھٹکارا مکھیوں اور پسّوؤں سے ہی نہیں ہے۔۴: دن بھر مجھے مکھیاں ستاتی ہیں اور رات کو مجھے مچھروں کی وجہ سے نیند نہیں آتی۔۵: چھوٹے سے پسّو نے جب نمرود کو ستایا تو اُس کا دماغ اُلٹ گیا۔۶: میں اگر اپنے وقت کا نمرود ہوں تو خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے نصیب میں مکھی اور پسّو لکھے ہیں۔

دوسرے پرندے کا سوال گناہگاری کی صفت میں

ا: دوسرے پرندے نے اس سے کہا کہ میں بہت گناہگار ہوں اور وہاں دوسری دُنیا میں میں اپنے گناہوں سے کس طرح چھٹکارا حاصل کروں گا۔۲: جب مکھی اس طرح سے آلودہ ہو تو سیمرغ تک کس طرح کوہ قاف میں پہنچ سکتی ہے (جب ایک شخص بہت گنہگار ہے تو وہ کس طرح دوسرے جہان میں نجات حاصل کرسکتا ہے)۔۳: جب ایک بے گناہ شخص نے راستے سے اپنا سر موڑ لیا تو وہ کس طرح بادشاہ کا قرب حاصل کرسکتا ہے

ہُد ہُد کا اس کو جواب دینا

ا:اس نے کہا اے غافل اُس سے (خدا تعالیٰ سے) غافل مت ہو تو اُس کی مہربانی اور اُس کی ابدی عنایت و کرم طلب کر۔۲:اے بے خبر اگر تو آسانی سے اطاعت قبول کر لے گا تو تیرا کام مشکل ہو جائے گا۔۳:اگر انسان کی توبہ قبول نہ ہوتی تو اُسے اس دُنیا میں ہرگز نہ بھیجا گیا ہوتا۔۴:اگر تو نے گناہ کیا ہے تو تیرے واسطے توبہ کا دروازہ کھلا ہے تو توبہ کر کیونکہ یہ دروازہ گھڑی گھڑی نہیں کھلتا۔۵:اگر تو ایک لمحہ کے لیے بھی سچائی سے (صدق دل سے) اس راستہ میں آتا ہے تو تیرے سامنے ہر دم ہزاروں فتوحات آئیں گی۔

حکایت اس شخص کی کہ جس نے بہت گناہ کیے تھے

ا:اُس شخص نے بہت گناہ کیے تھے اُس نے شرمندہ ہو کر توبہ کی اور پھر سیدھے راستہ پر آ گیا۔۲:پھر دوبارہ جب اُس کے نفس نے ہمت پائی تو اس نے توبہ توڑ دی اور پھر تہوت کا راستہ اختیار کیا۔۳:ایک مدت تک سیدھے راستے سے بھٹکا رہا اور طرح طرح کے گناہوں میں مبتلا رہا۔۴:اس کے بعد اُس کے دل میں ایک درد پیدا ہوا اور اُس کا کام خجالت اور شرمندگی کی وجہ سے بہت مشکل ہو گیا۔۵:جب اُسے سوائے بے حاصلی کے کوئی اُمید باقی نہ رہی تو اُس نے چاہا کہ توبہ کر لے تو اُس میں توبہ کرنے کی ہمت نہ تھی۔۶:دن رات گیہوں کی طرح تپتا رہا اور اس کا دل آگ سے بھر گیا اور سینہ خالص خون سے۔۷:اگر اُس کے راستے میں گرد و غبار پڑا تھا تو اُس نے اُس گرد و غبار کو اپنی آنکھوں کے پانی سے دبا دیا تھا (بے حد گریہ و زاری کرتا تھا)۔۸:صبح کے وقت فرشتے نے آواز دی اور اس کے ساتھ ہمدردی کی اور اس کا کام بنا دیا۔۹:اُس نے کہا کہ دُنیا کا خدا کہتا ہے کہ اے فلاں شخص چونکہ تو نے اول توبہ کی تھی۔ ۱۰:اس لیے ہم نے تجھے معاف کیا اور تیری توبہ قبول کی ہم سب جانتے ہیں لیکن تجھے سزا نہیں دیتے۔۱۱:جب تو نے دوسری مرتبہ توبہ توڑ دی تو ہم نے تجھ کو مہلت دی اور ناراض اور رنجیدہ نہیں ہوئے۔۱۲:اے بے خبر اس وقت تیری یہ خواہش ہے کہ تو دُنیا میں پھر دوبارہ پیدا ہو۔۱۳:دوبارہ آ کہ ہم نے دروازہ کھول رکھا ہے تو نے توبہ کی اور ہم نے اُسے قبول کیا۔۱۴:حق کو حق شناس ہی پہچان سکتا ہے اور خدا کی رحمت ہمارے قیاس سے باہر ہے۔

حکایت حضرت جبرئیل علیہ السلام کی سدرۃ المنتہیٰ پر لبیّک کی آواز سنتے تھے

(سدرۃ المنتہیٰ۔ساتویں آسمان پر ایک بیری کا درخت ہے اور اس جگہ سے آگے حضرت جبرائیل نہیں جا سکتے۔

لبیک، میں موجود ہوں)

ا:ایک رات حضرت جبرئیل علیہ السلام ساتویں آسمان پر تھے آپ نے صاف صاف حضرت سے (خدائے تعالیٰ سے) لبیک کی آواز سنی۔۲:حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ اس وقت خدا کسے چاہتا

ہے؟ ۳: میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ وہ ایک اعلیٰ مرتبہ والا بندہ ہے اور اس کا نفس مردہ ہے اور اس کا دل زندہ ہے۔ ۴: آں کو اس لیے بلایا ہے تاکہ وہ اس کو اس وقت پہچانے جس سے وہ ساتویں آسمان پر آگاہ نہ ہوا تھا۔ ۵: جبرئیل تمام جہان میں پھرے اور دریا چھانے نہ وہ پہاڑوں میں ملا اور نہ ویرانے میں۔ ۶: وہ جلدی سے پھر خدا کے پاس واپس ہو گئے اور پھر اسی طرح لبیک کی آواز سنی۔ ۷: انھوں نے پورے کمال سے اپنا سر موڑا (پھر دوبارہ اس دُنیا میں آنے کے لیے واپس ہوئے) اور دوسری مرتبہ اس دنیا میں ایک چکر اور لگایا۔ ۸: تب بھی اُس شخص کا کچھ پتہ نہ ملا تو کہا کہ اے خدا آخر مجھے اُس شخص کا راستہ بتا۔ ۹: حق تعالیٰ نے کہا کہ رُوم کی طرف جا اور وہاں تلاش کر۔ ۱۰: حضرت جبرئیل روم پہنچے اور وہاں جا کر کیا دیکھتے ہیں کہا یک بت کے سامنے بیٹھا زاروزار رو رہا ہے۔ ۱۱: جبرئیل کو اس شخص کی یہ حالت دیکھ کر بہت جوش آیا اور واپس خداوند تعالیٰ کے پاس پہنچے، آپ نے زبان کھولی اور کہا کہ اے خدا تو مجھے اس بھید سے آگاہ کر۔ ۱۲: وہ شخص جو مندر میں بُت کو خطاب کرتا ہے تو اُسے لُطف و کرم سے کیوں جواب دیتا ہے۔ ۱۳: حق تعالیٰ نے کہا کہ اس کا دل سیاہ ہے اور وہ یہ نہیں جانتا کہ اس کا راستہ جو اُس نے اختیار کیا ہے غلط ہے۔ ۱۴: میں اُس کی اطاعت سے خوش ہو گیا ہوں اور اس لیے میں نے تجھے اُس کا پتہ بتایا ہے۔ ۱۵: اگر اس شخص نے غفلت میں غلط راستہ اختیار کر لیا ہے تو میں جانتا ہوں کہ وہ غلط راستہ پر نہیں ہے۔ ۱۶: ہم اب اس کو راستہ بتاتے ہیں تاکہ وہ اس سے فائدہ اُٹھائے اور معافی مانگے۔ ۱۷: یہ کہا اور اُس کی جان کا راستہ کھول دیا اور خدا کہنے کے لیے اُس کی زبان کھول دی (وہ شخص خدا کہنے لگا)۔ ۱۸: تاکہ تو جانے کہ یہ وہ مذہب ہے کہ جو کچھ اس میں ہے وہ بغیر کسی علّت کے ہے۔ ۱۹: اگر تیرے پاس یہاں کچھ نہیں ہے تو جو کچھ بھی ہے تو اُسے پھینک دے۔ ۲۰: اگر تمام زہد اور پارسائی مسلمان خرید لیں تو جو کوئی بھی اُس کی درگاہ میں ہو اُسے بھی خرید لیں۔

حکایت صُوفی اور شہد بیچنے والے کی بغداد میں

۱: ایک صوفی بغداد میں چلا جاتا تھا۔ راستہ میں اُس نے ایک آواز سُنی۔ ۲: ایک نے کہا کہ میں بہت سا شہد رکھتا ہوں اور بہت ہی سستا بیچتا ہوں۔ ۳: شیخ نے کہا کہ اے صبر کرنے والے مرد تو بغیر کسی چیز کے عوض کیوں بیچتا ہے۔ ۴: اے ہوس والے کیا تو دیوانہ ہو گیا ہے کہ تو بغیر کسی معاوضہ کے دوسرے کو اپنی چیز دیتا ہے۔ ۵: فرشتے نے کہا کہ اے صوفی ذرا ہوش میں آ اور جو کچھ تیری حقیقت ہے اُس سے ایک قدم اور اوپر رکھ۔ ۶: ہم بغیر کوئی چیز لیے جو کچھ ہمارے پاس ہے سب دیتے ہیں اور اگر تو مزدوری بھی چاہتا ہے تو وہ بھی دیتے ہیں۔ ۷: خدائے تعالیٰ کی رحمت چمکتے ہوئے آفتاب کی طرح روشن ہے اور دُنیا کے ذرّہ ذرّہ کی حقیقت اُس کو معلوم ہے۔ ۸: اُس کی رحمت دیکھ کہ ایک پیغمبر کے ساتھ کیا کیا اور ایک کافر کے واسطے اُس پر عذاب نازل کیا۔

داستان حضرت موسیٰ اور قارون کی کہ قارون نے حضرت موسیٰ کو ستر دفعہ بلایا

ا: حق تعالیٰ نے کہا اے موسیٰ تجھے قارون نے رو رو کر ستر مرتبہ یاد کیا۔۲: تو نے اُس کو ایک دفعہ بھی جواب نہیں دیا اگر وہ مجھے ایک مرتبہ بھی اس طرح خطاب کرتا۔۳: تو میں اُس میں سے شرک کا خیال جڑ سے اُکھاڑ دیتا اور دین کی پوشاک اُس کو پہنا دیتا۔۴: اے موسیٰ تو نے اس کو ہزاروں مصیبتوں اور تکلیفوں سے ہلاک کیا ہے۔۵: اگر تو نے اس کو پیدا کیا ہوتا تو تجھے لازم تھا کہ اُس کو اس طرح عذاب میں مبتلا کرتا۔۶: وہ جو بے رحمت لوگوں پر رحم کرتا ہے وہی اہل نعمت کو ولی نعمت کرتا ہے۔۷: اس کی رحمت اور فضل کے دریاؤں کی کچھ انتہا نہیں ہے اور اُن کے سامنے ہماری ہستی بادل کے ایک قطرہ کے برابر ہے۔۸: جس کے اوپر خدا کی اتنی عنایات ہوں وہ بھلا کب ذرا سی آلودگی سے بدل سکتا ہے۔۹: وہ جو دوسروں کے عیب نکالتا ہے اپنے آپ کو ان لوگوں کے گروہ میں منسلک کرتا ہے کہ جن پر خدا کا قہر نازل ہوا۔

مُفسد اور گنہگار کے مرنے اور زاہد کی کہانی

ا: جب وہ مُفسد شخص مر گیا تو اس کا جنازہ راستے میں لوگ لے جا رہے تھے۔۲: جب اُس کو زاہد نے دیکھا تو اُس نے پرہیز کیا تا کہ اُس پر مفسد کی نماز جنازہ واجب نہ ہو جائے۔۳: اُسی روز رات کو زاہد نے خواب میں دیکھا کہ وہ شخص بہشت میں ہے آفتاب کی طرح روشن ہے۔۴: زاہد نے اُس سے پوچھا کہ اے غلام تو اس عالی مقام پر کس طرح پہنچا۔۵: تو جب تک اس دُنیا میں زندہ رہا گناہ کرتا رہا اور تو سر سے لے کر پاؤں تک گناہ سے آلودہ تھا۔ ۶: اُس نے جواب دیا کہ خداوند کریم نے تیری بے رحمی دیکھ کر مجھ مصیبت زدہ پر رحم کھایا۔۷: عشق بازی دیکھ کیا کام کرتی ہے وہ کام بھی بناتی ہے اور رحمت کرتی ہے۔۸: اس کی حکمت دیکھ کہ اُس نے کوے کے پر کی طرح کالی رات میں ایک لڑکے کو چراغ دے کر بھیجا ہے۔۹: اس کے بعد بہت تیز ہوا چلی کہ جس سے وہ چراغ گل ہو گیا۔۱۰: پس لڑکے کو راستہ بھول گیا۔ اے بے خبر تجھے معلوم ہوا کہ کیوں چراغ گل کیا گیا تھا۔۱۱: پھر اُس لڑکے سے باز پُرس کی اور بہت شفقت اور مہربانی سے اُس سے خطاب کیا۔۱۲: دُنیا میں صرف نماز ہی نماز نہیں ہے اور اُس کی حکمت صرف اُس سے عشق بازی نہیں ہے۔۱۳: اُس کی حکمت محض اس پر ختم نہیں ہوتی بلکہ اس طرح ہمیشہ ہوتی رہتی ہے۔۱۴: اس کی راہ میں ہزاروں حکمتیں ہیں یہ تو صرف اُس کی رحمت کے سمندر کا ایک قطرہ ہے۔۱۵: اے لڑکے رات دن یہ ساتوں آسمان خدا ہی کے واسطے حرکت میں ہیں۔۱۶: فرشتوں کی عبادت اُسی کے ہی واسطے ہے اور یہ جنت اور دوزخ اس کی عنایت اور قہر کا عکس ہیں۔۱۷: تمام فرشتے سجدہ کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اُس کے وجود کے لیے غرق کیے ہوئے ہیں۔۱۸: تو اپنے آپ کو حقارت کی نظر سے مت دیکھ کیونکہ تیرے سامنے کسی کا وجود ممکن نہیں ہے۔۱۹: تیرا جسم اُس کا ایک جزو ہے اور تیری جان تمام کی تمام ہے تو اپنے آپ کو عاجز اور ذلیل و خوار مت کر۔۲۰: اگر تو حقیقت کو

معلوم کرے گا تو کچھ نہ کچھ پتہ تجھے ضرور لگے گا اور اگر اپنی ہستی کو پہچاننے کی کوشش کرے گا تو ضرور اُس کے ایک عضو کی حقیقت تجھے معلوم ہو جائے گی۔ ۲۱: جب خدا کی راہ میں کوئی عدد نہیں ہے تو یہ کہنا کہ وہ ہمیشہ تک رہے گا کبھی غلط نہ ہوگا۔ ۲۲: جب انتہائی بلندی کا وقت آتا ہے تو تمام خلقتیں تیرے ہی واسطے ہیں۔ ۲۳: ہزاروں رحمتوں کے ابر تیرے اوپر برستے ہیں اور تیرا شوق بڑھاتے ہیں۔ ۲۴: جو کچھ فرشتوں نے کیا ہے انھوں نے تیرے ہی لیے کیا ہے۔
۲۵: خدائے تعالیٰ کی جتنی اطاعت فرشتوں نے کی ہے وہ تجھ پر ہمیشہ نثار کرے گا۔

عبّاسہ کی کہانی قیامت کے دن کے بیان میں

(عباسہ ایک صوفی منش عورت ہے)

۱: عباسہ نے کہا کہ قیامت کے دن جب خلقت میں ہیبت کی وجہ سے بھاگڑ پڑی ہوئی ہوگی۔ ۲: گنہگاروں کے اور غافل لوگوں کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔ ۳: خدا کی مخلوق اس وقت بغیر کسی سرمایہ کے حیران و پریشان ہوگی اور ہر ایک نئے نئے قسم کے رنج و مصیبت میں مبتلا ہوگا۔ ۴: خداوند تعالیٰ زمین سے لے کر نو آسمانوں تک فرشتوں کی ہزاروں سالوں کی اطاعت بندگی۔ ۵: اپنی مہربانی اور عنایت سے فرشتوں سے لے کر ان خاک ڈھیریوں (یعنی انسانوں) پر پھینک دے گا۔ ۶: فرشتوں میں سے ایک نے التجا کی کہ اے خدا ہماری اطاعت تو ان لوگوں کو کیوں دیتا ہے۔ ۷: خداوند تعالیٰ فرشتوں سے اس طرح مخاطب ہوتا ہے کہ تمہارے واسطے اس کا کوئی نفع و نقصان نہیں ہے۔
۸: اور اس سے ان خاک کے پتلوں کا کام بن جائے گا کیونکہ روٹی ہمیشہ بھوکوں ہی کے واسطے ہوتی ہے۔

دُوسرے پرندے کا سوال ہُدہُد سے تردید کی صفت میں

۱: دُوسرے پرندے نے اُس سے کہا کہ میں مخنث صفت ہوں (نہ مجھ میں مردوں کی طرح ہمت اور نہ عورتوں کی طرح حوصلہ ہے) اور میں ہر وقت ایک دوسری شاخ کا پرندہ ہوں (میرا ایمان ہر وقت ڈانواں ڈول رہتا ہے)۔
۲: میں کبھی رند ہوں اور کبھی زاہد اور کبھی مست اور کبھی ذلیل و خوار ہوں اور کبھی میں بے حقیقت ہوں اور کبھی میری کچھ حقیقت ہے۔ ۳: کبھی میرا نفس میخانہ کی طرف رجوع ہوتا ہے اور کبھی میری جان خدائے تعالےٰ کی عبادت میں مصروف ہوتی ہے۔ ۴: کبھی مجھے شیطان راستے سے بھٹکا دیتا ہے اور کبھی فرشتہ پھر دوبارہ مجھے سیدھے راستے پر لے آتا ہے۔ ۵: میں ان دو چیزوں کے درمیان پھنسا ہوا ہوں اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں اور جب میں کنوئیں میں سے نکلنے کی کوشش کرتا ہوں تو اپنے آپ کو قید خانہ میں پاتا ہوں۔

ہُدہُد کا اس کو جواب دینا

۱: ہُدہُد نے اس سے کہا کہ اے راستے سے بھٹکے ہوئے بادشاہ کا حکم ہر شخص کے واسطے یہ ہے۔ ۲: کہ ہر شخص کسی سے سرکشی کی وجہ سے گناہ نہیں کرے اور آرام و خوشی کے ساتھ عاجزی سے رہے۔ ۳: اگر تمام شخص ازل سے ہی گناہ

سے مبرّا ہوتے تو انبیا اور اولیا لوگ اس دنیا میں نہ بھیجے جاتے۔۴: جب تیرے اس دُنیا میں بھیجنے سے دل بستگی تھی تو مصلحت یہ ہے کہ تو اس دُنیا میں نیک کام کر۔۵: یہ غفلت کا تنور (دنیا) تیری جگہ ہے اور جس کی مجھے سر تا پا آرزو تھی۔ ۶: تیرے آنسو سندھور کی طرح تیرے دل کا بھید ہیں اور پیٹ بھر کر کھانا تیرے دل کا زنگ ہے۔۷: جب تو ہمیشہ اپنے کُتے جیسے نفس کو پالتا ہے تو تجھے مخنث گوہری سے زیادہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔۸: اُس نے کہا کہ ہاں ہر شخص کے واسطے ایسا ہی ہوتا ہے چونکہ وہ مرد صفت نہیں ہے۔

شبلی کی بغداد میں کھوئے جانے کی کہانی

۱: اتفاقاً شبلی بغداد میں اپنے راستہ سے بھٹک گئے اور کسی دوسرے راستہ پر چلے گئے۔۲: قصبہ قصبہ اور گاؤں گاؤں تلاش کیا اور ایک شخص نے مخنث صفت لوگوں کے گھروں میں اس کی تلاش کی (ہیجڑوں کے گھروں میں)۔ ۳: وہ اس بے ادب گروہ میں شرمندہ بیٹھا ہوا ملا۔۴: ایک نے پوچھا کہ اے حقیقت کے متلاشی تو سچ بتا کہ یہ جگہ تو نے کیوں اختیار کی۔۵: جواب دیا چونکہ یہ لوگ بہت گنہگار ہیں اور راہِ حق میں نہ مرد ہیں اور نہ عورت۔۶: میں چونکہ انسان ہوں اور اس دین کی راہ میں نہ عورت ہوں اور نہ آدمیوں سے بہتر ہوں۔۷: میں اپنی کم ہمتی میں گم ہو گیا ہوں اور مجھے اپنے مرد ہونے سے شرم آتی ہے۔۸: جس شخص نے اپنے آپ کو اس راستہ سے آگاہ کر لیا۔ وہ شخص انکساری اختیار کر لیتا ہے۔۹: تو مردوں کی طرح ذلت اختیار کر اور مغرور لوگوں پر اپنی عزت نثار کر دے۔۱۰: اگر تو بال برابر بھی خود پرستی میں گرفتار ہو جائے گا تو تیرا حشر بُت سے بھی زیادہ بُرا ہوگا۔۱۱: اگر تو تعریف اور ہجو میں فرق کرتا ہے تو تُو بُت بنانے والا ہے کیونکہ یہ کام بُت بنانے والے کا ہے۔۱۲: اگر تو حق پر ہے تو بُت گر کا غلام مت بن اور اگر خدائے تعالیٰ کا بندہ ہے تو آذر (حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد سے مراد ہے کیونکہ وہ بُت گری کیا کرتے تھے) مت بن۔۱۳: خاص اور عام لوگوں کے لیے بندگی کے مقام سے بہتر کوئی اور مقام نہیں ہے۔۱۴: بندگی کر، اطاعت کر اور کوئی حیل حُجت نہ کر، تو مردِ حق بن اور عزا (ایک بُت کا نام ہے) یعنی بُت سے عزت مت طلب کر۔۱۵: جب کہ تیری گدڑی کے نیچے ہزاروں بُت چھپے ہوئے ہیں تو لوگوں کو تو ایمان دار صُوفی بن کر کیوں دکھاتا ہے۔۱۶: اے مخنث صفت شخص تو مردوں کے کپڑے مت پہن اور تو اُس سے اپنے آپ کو پریشاں مت کر۔۱۷: اپنی چاروں طرف دیکھنے والی آنکھ سے تو اپنے آپ کو مخنث صفت مرد دیکھے گا۔۱۸: تو ہر لحظہ ایک تازہ انکار کرتا ہے اور تیرے ہر بال کی جڑ میں سے ایک نئی زنار ہے (تو باطن میں کافر ہے)۔۱۹: خدائے تعالیٰ تک مخنث صفت لوگوں کی رسائی نہیں ہے اور ایسے لوگوں کے عشق سے اُسے کچھ سروکار نہیں ہے۔

قاضی اور دو گدڑی پہننے والے صُوفیوں کی حکایت

۱: دو گدڑی پوش صُوفی آپس میں لڑتے اور جھگڑتے ہوئے قاضی کی عدالت میں حاضر ہوئے۔۲: قاضی اُن دونوں کو ایک کونے میں لے گیا اور کہا کہ اے صوفی خدا لڑائی جھگڑا کرنے والوں سے خوش نہیں ہوتا۔۳: تم نے خدا

کی رضا اور تسلیم کا جامہ پہن رکھا ہے اور پھر یہ بُغض اور دشمنی کیوں اپنے دل میں پیدا کرتے ہو۔۴: اگر تم بُغض اور کینہ رکھنے والے لوگ ہو تو تم کو چاہیے کہ اسی وقت اپنے اس صوفیوں کے لباس کو اُتار پھینکو۔۵: اور اگر تم اپنے آپ کو اس لباس کے پہننے کے قابل سمجھتے ہو تو اپنے سروں سے یہ جہالت دُور کر دو۔۶: اگر چہ میں ایک قاضی ہوں نہ کہ حقیقت کا تلاش کرنے والا لیکن مجھے تمہارا یہ لباس دیکھ کر شرم آتی ہے۔۷۔ انسان کے لیے بہتر ہے کہ وہ اپنے چہرہ کو پوشیدہ رکھے۔ بجائے اس کے کہ وہ ایسی مکر و فریب کی گدڑی پہنے۔۸: اور اگر تو خدا کی راہ میں نہ مرد ہے اور نہ عورت تو کس طرح تو عشق کے مرحلے طے کر سکتا ہے (تو کس طرح حقیقت کو پہچان سکتا ہے)۔۹: اگر تو خدا کے عشق میں مُبتلا ہے تو ان دنیا کی چیزوں کو دور پھینک دے اور مصیبت اور تکالیف کی پروا نہ کر۔۱۰: اگر تو اس میدان کا ارادہ رکھتا ہے تو اپنے سر اور جان تک بھی قربان کرنے سے دریغ مت کر۔۱۱: تو ان باتوں پر غور کرنے سے پہلے عشق کا دعویٰ مت کر ایسا نہ ہو کہ بعد میں تیری رُسوائی ہو۔

شاہِ مصر پر ایک مفلس کا عاشق ہونا!

۱: مصر میں ایک بڑی شان و شوکت والا بادشاہ تھا اور ایک مفلس اُس پر عاشق ہو گیا۔۲: جب اُس کے عشق کی خبر بادشاہ کے کان تک پہنچی تو اُس نے اسی وقت اس گمراہ مفلس کو بُلوایا۔۳: اور اس سے اس طرح مخاطب ہوا کہ اگر تو شہریار کی عاشقی کا دم بھرتا ہے تو ان دو کاموں میں سے ایک اختیار کر۔۴: یا تو اسی وقت تو اس شہر سے باہر نکل جا اور انہیں تو اپنا سر کٹا لے۔۵: میں نے تجھ سے ایک مرتبہ کہہ دیا ہے یا تو آوارگی اختیار کر اور یا سر کٹانا پسند کر۔۶: چونکہ وہ شخص سچا عاشق نہ تھا اُس نے شہر سے نکلنا پسند کیا۔۷: جب وہ مفلس دیوانہ چلا گیا تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اس مفلس کا سر قلم کر دو۔۸: چوبدار نے عرض کی کہ اے بادشاہ یہ شخص تو بالکل بے گناہ ہے پھر آپ نے اس کو سر قلم کرنے کی سزا کس پاداش میں دی۔۹: بادشاہ نے جواب دیا چونکہ وہ عاشق نہ تھا اور عشق کی راہ میں سچا نہ تھا۔۱۰: اگر یہ شخص سچا اور وفادار ہوتا تو یہ اپنا سر کٹوانا پسند کرتا۔۱۱: ہر وہ شخص جس کو اپنا سر اپنے معشوق سے زیادہ عزیز ہے اُس کے لیے عشق کرنا مناسب نہیں ہے۔۱۲: اگر وہ مجھ سے سر کٹوانا منظور کر لیتا تو میں اس ملک کی بادشاہت چھوڑ دیتا۔۱۳: میں اُس کا غلام ہو جاتا اور دنیا کا بادشاہ وہ درویش بن جاتا۔۱۴: چونکہ وہ عشق کا دعویدار تھا تو اُس کا علاج صرف یہی تھا کہ وہ اپنا سر دے دیتا۔۱۵: ہر اس شخص نے کہ جس نے عشق میں سر دیا بے شک اُس نے اپنے سر کو سُولی پر چڑھا دیا۔۱۶: یہ باتیں میں نے اس لیے کہی ہیں تا کہ ہر کس و ناکس عشق کا دعویٰ نہ کرے۔

دوسرے پرندے کا ہُدہُد سے سوال نفس امّارہ کی صفت میں

(نفس امّارہ۔ سرکش نفس)

۱: دوسرے نے اُس سے کہا کہ میرا نفس میرا دشمن ہے میں اس راستہ پر کیسے چلوں یہ نفس راستہ لوٹنے والا چور

ہے۔۲: میرا کُتے جیسا نفس ہرگز میرا مطیع نہیں ہوتا، میں نہیں جانتا کہ میں دوبارہ اس سے کس طرح اپنی جان چھڑاؤں۔۳: جنگل میں مجھے ایک بھیڑیا ملا وہ میرا دوست بن گیا لیکن یہ کُتا (نفس) میرا مطیع نہیں ہوا۔۴: میں اس بے وفا سے عجیب پریشانی میں ہوں کہ میں نے کیوں اس سے دوستی کی۔

ہُد ہُد کا اس کو جواب دینا

۱: اُس نے کہا کہ اے کُتے ہم نے تجھ میں عجیب بات دیکھی ہے کہ تو خاک میں لوٹتا ہے اور خوش رہتا ہے۔ ۲: تیرا نفس بھینگا بھی ہے اور کانڑا بھی۔ کتا صفت بھی ہے اور کاہل بھی اور کافر بھی ہے۔۳: اگر کوئی تیری جھوٹی تعریف کرتا ہے تو تیرا نفس اُس جھوٹ سے مغرور ہو جاتا ہے۔۴: کوئی صورت نہیں ہے کہ یہ کُتا صفت نفس درست ہو جائے جو جھوٹ سے اتنی قوت پکڑ گیا ہے۔۵: شروع شروع میں سب کچھ بے کار اور بے سود معلوم ہوتا تھا اور لڑکپن میں غفلت تھی۔۶: اور درمیان میں سب سے بیگانگی اور جوانی میں دیوانگی کی حالت تھی اور آخر میں بڑھاپے سے پالا پڑا اور بالکل بڑھاپا آ گیا اور تمام اعضا جسم نے کام کرنے سے جواب دے دیا۔۸: اتنی عمر جہالت میں گزری تو پھر کس طرح یہ کتا صفت نفس سنور سکتا ہے۔۹: جب اوّل سے لے کر آخر تک غفلت کا پردہ پڑا رہا تو اس کا آخری نتیجہ کچھ بھی نہیں ہے (بے کار ہے)۔۱۰: یہ کتا خصلت نفس اس دنیا میں بہت سے مطیع رکھتا ہے ورنہ پھر اس کی کون بندگی کرے۔۱۱: اپنے نفس سے دوستی اچھی نہیں ہے کیونکہ تیرا نفس دوزخ کی آگ سے بھرا پڑا ہے۔۱۲: کبھی اس نفس میں شہوت کی وجہ سے دوزخ کی طرح انتہائی گرمی ہوتی ہے اور کبھی اس میں غرور کی وجہ سے انتہائی سردی ہوتی ہے۔ ۱۳: خدا کی قسم دوزخ اس نفس سے لاکھ درجہ بہتر ہے کہ اس میں گرمی بھی ہے اور سردی بھی۔۱۴: ہزاروں دل غم سے مر جاتے ہیں لیکن یہ کافر نفس ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں مرتا۔

ایک شخص کا ایک قبر کھودنے والے سے سوال کرنا

۱: ایک قبر کھودنے والے نے بہت بڑی عُمر پائی تھی اُس نے ایک فقیر سے سوال کیا کہ مجھے کچھ اپنے بھید بتا۔ ۲: تو نے اتنی عُمر تک قبریں کھودی ہیں، بتا تو نے خاک کے اندر کیا کیا عجیب باتیں دیکھیں۔۳: گورکن نے جواب دیا کہ میں نے اپنے حال کے مناسب ہی عجائبات دیکھے وہ یہ کہ میرا کُتا خصلت نفس ستر برس کی عمر تک۔۴: قبریں کھودنا دیکھتا رہا اور ایک منٹ کے واسطے نہیں مرا اور ایک لمحہ کے لیے بھی میرا فرمانبردار اور مطیع نہیں ہوا۔

کافر نفس کی صفت میں عباسہ کی بحث

۱: ایک رات عباسہ نے کہا اے حاضرین مجلس اگر یہ تمام جہان کافروں سے بھر جائے۔۲: تمام فضول کام کرنے والے ترک سچے دل سے ایمان قبول کر لیں گے۔۳: ایک لاکھ اور بیس ہزار انبیا اور اولیا اس دُنیا میں آئے۔۴: تاکہ یہ کافر نفس ایک لمحہ کے لیے مسلمان ہو جائے یا مر جائے۔۵: اگر یہ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر ایسا دُنیا میں فرق کیوں ہوا

(لوگ ایمان کیوں نہیں لائے)۔۶: ہم سب اپنے کافر نفس کے حکم میں ہیں (ہم سب اپنے نفس کا حکم مانتے ہیں) اور اپنے دل میں اندر ہی اندر اس کافر کو پال رہے ہیں۔۷: جب یہ کافر نفس اتنا نافرمان ہے تو اس کا مارنا کس طرح آسان اور سہل ہوسکتا ہے۔۸: جب اس نفس کی دونوں طرف سے مدد کی جائے تو کیا عجب ہے کہ یہ نفس اپنی حالت بدل دے۔۹: جب تیرا دل تیرے جسم کی مملکت میں مقیم ہے تو دن اور رات یہ کُتا صفت نفس اس کا ہمنشیں ہے۔ ۱۰: تو جب تک گھوڑا دوڑاتا ہے، شکار میں کُتے سوار کے ہمراہ دوڑتے ہیں۔۱۱: جو کچھ دل نے حضرت جاناں (خدا) سے حاصل کیا وہ اس کُتے خصلت نفس نے اُس سے چھین لیا۔۱۲: جس شخص نے اپنے اس کتا صفت نفس کو مار دیا اُس نے دونوں جہان میں آرام وچین سے زندگی بسر کی۔۱۴: اور جس کو اس نے اپنا مطیع کرلیا تو کسی شخص نے بھی اُس کی عزت نہیں کی۔ جس شخص نے اس نفس کو اپنا بندہ کرلیا تو اس کی خاک بھی بہت سے لوگوں کی خاک سے بہتر ہے۔

ایک فقیر گدڑی پوش کی بادشاہ سے گفتگو

۱: اتفاقاً ایک گدڑی پوش (فقیر) راستے میں آنکلا اور اُس کی نگاہ اچانک بادشاہ پر پڑی۔۲: بادشاہ نے کہا کہ اے فقیر میں تیرے سے بہتر ہوں۔ فقیر نے کہا کہ اے بے خبر خاموش رہ۔۳: اگرچہ ہمیں اپنی تعریف کرنی روا نہیں ہے چونکہ جو شخص اپنی تعریف کرتا ہے وہ حقیقت سے واقف نہیں ہوتا۔۴: مگر اب چونکہ مجھ پر واجب ہوگیا ہے کہ میں تیرے سوال کا جواب دوں۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ میں اکیلا تم جیسے ہزاروں سے بہتر ہوں۔۵: جبکہ تُو نے دین کا مزا چکھا ہے اس لیے تیرے نفس نے تجھے اپنا گدھا بنالیا ہے (تیرے نفس نے تجھے مطیع کرلیا ہے)۔۶: اور اے امیر شخص جب یہ نفس کا گدھا تجھ پر سوار ہوتا ہے (جب اس نفس نے تجھے اپنا مطیع کرلیا) تو اُس کے بوجھ کا متحمل ہوگیا۔ ۷: وہ دن رات تیری لگام کستا ہے اور تو اُس کے حکم پر چلتا ہے۔۸: جو کچھ یہ تجھے حکم دیتا ہے تو چار ونا چار اُس کے کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔۹: لیکن جب میں نے دین کو پہچان لیا تو میں نے اپنے نفس کو اپنے گدھے کی طرح بنالیا (نفس کو مطیع کرلیا)۔۱۰: جب میں چاہتا ہوں اُس پر سواری کرتا ہوں اور یہ کتا صفت نفس تجھ پر سوار ہوتا ہے اور میں اس نفس پر۔۱۱: جب میرا گدھا تیرے اوپر سوار ہوتا ہے تو میں تجھ سے ہزاروں درجہ بہتر ہوں۔۱۲: اے کُتا خصلت نفس کے قیدی تو نے اپنے آپ کو شہوت کی آگ میں ڈال دیا ہے۔۱۳: اور تیری جرأت اور ہمّت اس شہوت کی آگ نے سلب کردی ہے اور تیرے دل کی قوت تجھ سے لے لی ہے۔۱۴: تو آنکھوں سے اندھا اور کانوں سے بہرہ ہے تو بوڑھا ہے اور ضعیف العقل اور بے ہوش ہے۔۱۵: یہ اور ایسے ہزاروں سپاہی تمام موت کے فرشتے کے غلام ہیں۔ ۱۶: رات دن یہ سپاہی آرہے ہیں یعنی ان کے پیچھے ان کا سردار (موت) بھی آرہا ہے۔۱۷: جب یہ موت کا لشکر (اندھا پن، بہرہ پن، ضعیفی وغیرہ) تیرے اوپر حملہ کرتا ہے اُس وقت تو اور تیرا سرکش نفس سیدھے راستے پر آجاتے ہیں۔۱۸: تو نے اپنے کتے جیسے نفس کے ساتھ دوستی کی اور اُس کے ساتھ لہو ولعب میں پڑگیا۔۱۹: جب موت کے لشکر کی خاک نظر آئے گی تو یہ تیرا کتے جیسا نفس تجھ سے کنارہ کشی اختیار کرلے گا (تیرے ہوش وحواس زائل ہوجائیں

ہے)۔۲۰:تو اپنے نفس کے عیش وعشرت کا غلام ہو گیا ہے اور اس کا فرمانبردار ہے۔۲۱:اب اگر تجھے اس سے علیحدہ کر دیا جائے تو تجھے اس کی مفارقت کا رنج ہو گا۔۲۲:تو رنجیدہ مت ہو اگر تیرا اور تیرے نفس کا ساتھ دُنیا میں تھوڑے عرصے کے لیے رہے کیونکہ دوزخ میں تم دونوں ساتھ جاؤ گے۔

دولومڑیوں کی آپس میں گفت وشنید

۱:وہ دونوں لومڑیاں ایک دوسرے سے خوشی میں بغل گیر ہوئیں۔۲:ایک بادشاہ اس جنگل میں ایک چیتے اور باز کو لیے ہوئے جا رہا تھا۔اس نے ان دونوں کو (لومڑیوں کے شکار کے لیے) علیحدہ علیحدہ چھوڑ دیا۔۳:مادہ لومڑی نے اپنے نر سے کہا کہ اے میرے عیب نکالنے والے تو اب بتا کہ ہم دونوں اس وقت کہاں جائیں۔۴:اس نے کہا کہ اگر ہمیں کہیں وصل نصیب ہو سکتا ہے تو صرف شہر کے پوستین والوں کی دُکان پر نصیب ہو گا۔

دُوسرے پرندے کا سوال شیطان کی ڈاکہ زنی پر

۱:دوسرے پرندے نے ہُدہُد سے کہا کہ جب میں خدا کی عبادت میں مشغول ہوتا ہوں تو مجھے مغرور کر کے شیطان راستے سے بھٹکا دیتا ہے۔۲:چونکہ میں شیطان پر قابو نہیں پا سکتا اس لیے میں دل میں اس کی دھوکہ بازی سے رنجیدہ ہوتا ہوں۔۳:مجھے کیا کرنا چاہیے کہ میں اس شیطان سے چھٹکارا حاصل کروں تاکہ مجھے حقیقی زندگی حاصل ہو۔

ہُدہُد کا جواب

۱:اُس نے کہا کہ تیرے اس کتا صفت نفس کے سامنے ابلیس بھی بھاگ جاتا ہے۔۲:ابلیس کا یہ غرور صرف تیرے ہی مکر و فریب کی وجہ سے ہے کیونکہ تیری ہر ایک آرزو خود شیطان ہے۔۳:اگر تو اپنی ایک آرزو بھی پوری کرتا ہے تو تجھ میں سے سینکڑوں شیطان پیدا ہوتے ہیں۔۴:یہ تمام دُنیا شیطان کی ملکیت ہے اور دوسرا سرا آگ کی بھٹی ہے۔۵:تو اُس کی ملکیت سے اپنا ہاتھ کوتاہ کر کہ تجھ پر کوئی اعتراض نہ کر سکے۔

ایک شخص کا چلّہ کھینچنے والے کے پاس جانا اور شیطان کی شکایت کرنا

۱:ایک غافل اُس چلّہ کھینچنے والے کے پاس گیا اور شیطان کی بہت سی شکائتیں کیں۔۲:اُس نے کہا کہ شیطان نے مجھے اپنے دھوکے اور فریب سے سیدھے راستہ سے گمراہ کر دیا ہے۔۳:چلّہ کھینچنے والے نے جواب دیا کہ اے عزیز جواں مرد ابھی شیطان بھی میرے پاس آیا تھا۔۴:اور تیری شکایت کرتا تھا وہ بہت پریشان تھا اور تیرے ظلم و ستم سے تنگ آ گیا تھا۔۵:اُس نے کہا (شیطان نے کہا) چونکہ تمام دُنیا میری ملکیت ہے اور جو شخص دُنیا کا دشمن ہے وہ میرا دوست نہیں ہو سکتا۔۶:تو اُس سے کہہ دے کہ وہ اپنا راستہ لے اور میری دُنیا سے اپنا ہاتھ کھینچ لے۔۷:میں نے

اس وجہ سے مصمم ارادہ کیا ہے کیونکہ اُس نے میری ملکیت (دُنیا) دست اندازی کرنی شروع کر دی ہے۔۸: جس شخص نے اپنے آپ کو میری ملکیت سے علیحدہ کر لیا (جس شخص نے دُنیا سے اپنا تعلق قطع کر لیا) میرا اُس سے کچھ سروکار نہیں ہے۔

ایک شخص کا مالک دینار سے سوال کرنا

۱: مالک دینار سے ایک شخص سے سوال کیا کہ اے عزیز مجھے معلوم نہیں ہے کہ تیرا حال کیسا ہے (مالک دینار ایک ولی کا لقب ہے)۔۲: اُس نے جواب دیا کہ میں خدا کے دستر خوان پر کھانا کھاتا ہوں اور اُسی بادشاہ کی اطاعت و فرماں برداری کرتا ہوں۔۳: شیطان تجھے راستہ سے بہکا کر لے گیا تو لاحول نہیں پڑھ سکتا (لاحول شیطان کو بھگانے کے لیے پڑھتے ہیں) اور کیا تیرا اسلام سوائے باتوں کے اور کچھ نہیں ہے۔۴: تو دُنیا کے رنج وغم میں مبتلا ہے اور تیرے سر پر خاک ہو کہ تو سردار ہے (تو بہت گنہگار ہے)۔۵: اگر میں تجھ سے کہوں کہ دنیا چھوڑ دے تو اسی وقت شیطان کہتا ہے کہ دنیا مضبوط پکڑ لے۔۶: جب تو نے جو کچھ تیرے پاس مال و دولت تھا اس کو دے دیا تو وہ تجھے کس طرح آرم اور آسائش دے سکتا ہے۔۷: اے لالچ کی دُنیا میں غفلت سے غرق ہونے والے شخص میں نہیں جانتا کہ تو کب تک اس حرص میں گرفتار رہے گا۔۸: دونوں جہان رنج وغم کا لباس پہنے ہوئے تیری گنہگاری پر آنسو بہاتے ہیں۔۹: دُنیا کی محبت تیرا ایمان چھین لیتی ہے اور اُس کی آرزو اس کی جان لے لیتی ہے۔۱۰: دُنیا کیا ہے حرص اور لالچ سے دوستی، یہ بات ہمیں فرعون اور نمرود سے معلوم ہوئی ہے۔۱۱: کبھی قارون نے خزانہ جمع کیا اور اُسے چھوڑ کر اس دنیا سے کوچ کر گیا اور کبھی شدّاد نے بہت کثرت سے مال و دولت جمع کی (شدّاد نے بہشت بنائی تھی اور قارون نے خزانہ جمع کیا تھا)۔۱۲: خداوند تعالیٰ نے اس دنیا کو لاشے کہا ہے (نہیں ہے کوئی چیز) تو پھر کیوں تو اس کے مکر و فریب کے جال میں پھنستا ہے۔۱۳: تو کب تک اس دنیا کے رنج والم سہے گا، آخر کار تو بھی اس دنیا کی طرح معدوم ہو جائے گا۔۱۴: تو دن اور رات حیران اور مست پڑا ہے تا کہ تجھے اس لاشئے کا ایک ذرہ مل جائے (دولت حاصل کرنے کی فکر میں ہے)۔ ۱۵: جو شخص اس دنیا کے ذرّہ میں گم ہو گیا تو یہ کب ممکن ہو سکتا ہے کہ وہ آدمی ہو سکے (دنیا کی حرص میں مبتلا ہونے کے بعد انسان بے عزت ہو جاتا ہے)۔۱۶: اور جس نے لاشئے سے دم نہیں چرایا وہ سو مرتبہ لاشئے سے گم ہو گیا۔۱۷: دُنیا کا کام کیا ہے محض بے کاری اور بے کاری کیا چیز ہے گرفتاری (اس دنیا میں سوائے مصیبت اور تکالیف کے کوئی اور دوسری چیز نہیں ہے)۔۱۸: دُنیا آگ کی طرح روشن ہے اور ہر لحظہ لوگوں کو جلاتی رہتی ہے۔۱۹: جب یہ جلانے والی آگ تیز ہو جائے اگر تو اس وقت اس سے کنارہ کشی کرے تو تیرا مرتبہ بہت بلند ہے۔۲۰: تو شیروں کی طرح اس آگ سے دُور بھاگ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ آگ تجھے پروانہ کی طرح جلا دے۔۲۱: یہ ناممکن ہے کہ یہ دنیا کی آگ تیرے چاروں طرف ہونے کے باوجود تجھے نہ جلائے۔۲۲: تو دیکھ کیونکہ یہ تیری جگہ ہے اور ایسی آگ سے تیری جان جل جاتی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کا خواب دیکھنا ایک اینٹ اُنکے سر کے نیچے تھی

ا: حضرت عیسیٰؑ ابن مریم ایک مرتبہ سو رہے تھے اور اپنے سر کے نیچے ایک اینٹ کا ٹکڑا رکھا تھا۔ ۲: جب عیسیٰؑ کی آنکھ کھلی تو کیا دیکھتے ہیں کہ شیطان سامنے کھڑا ہے۔ ۳: حضرت عیسیٰؑ نے ابلیس سے پوچھا کہ اے ملعون تو یہاں کس واسطے کھڑا ہے اس نے جواب دیا میں یہاں اس لیے کھڑا ہوں کہ آپ کے سر کے نیچے ایک اینٹ کا ٹکڑا ہے۔ ۴: چونکہ یہ تمام دنیا میری جاگیر ہے اس لیے یہ بات صاف روشن ہے کہ یہ اینٹ بھی میری ملکیت میں ہے ۵: اور تو میری ملکیت میں سے خرچ کرتا ہے اور اپنے آپ کو میرے گروہ میں شامل کرتا ہے۔ ۶: حضرت عیسیٰؑ نے اس اینٹ کو اسی وقت سر کے نیچے سے نکال کر اتنی دور پھینکا کہ جتنی دور ایک تیر پھینکا جا سکتا ہے اور پھر زمین پر اپنا سر رکھا اور سو گئے۔ ۷: جب حضرت عیسیٰؑ نے اینٹ کا ٹکڑا پھینک دیا تو شیطان نے کہا کہ اب میں آپ کے سامنے سے چلا جاتا ہوں آپ آرام سے سوئیں ۸: اے وہ شخص جو دنیا میں بہت دوڑ دھوپ کر رہا ہے اور تو اس دُنیا میں نٹ کے شاگرد کی طرح قلا بازیاں کھا رہا ہے۔ ۹: جب تیرے ہمیشہ رہنے کی جگہ آسمان ہے پھر تو ان دُنیاوی چیزوں کے حاصل کرنے کی کب تک کوشش کرتا رہے گا۔ ۱۰: تو کب تک ان دنیاوی دھندوں میں پھنسا رہے گا جبکہ یہ تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔

دیوانہ کی خواجہ سے گفتگو نماز کے وقت

ا: ایک خواجہ نماز کے وقت کہتا تھا کہ اے خدا مجھ پر رحم کر اور میرا کام بنا۔ ۲: یہ بات خواجہ سے دیوانے نے سُنی اور کہا تو اُس سے (خدا سے) کبھی رحمت نہ پائے گا۔ ۳: تو اپنے غرور اور ناز سے اس دُنیا میں پھُولا نہیں سماتا اور ہر وقت غرور اور تکبر سے چلتا ہے۔ ۴: تو ایک سر بفلک عمارت میں رہتا ہے اور اُس کی دیواروں پر سنہری نقش کیے ہیں۔ ۵: تیری خدمت میں ہر وقت دس غلام اور دس لونڈیاں حاضر ہیں اب بتا کہ تو اس سے زیادہ اور کیا چاہتا ہے۔ ۶: تو دیکھ کہ اتنی نعمتوں کا مالک ہے اور یہ تیرے لیے خدا کی کافی رحمت ہے، آخر تجھے شرم نہیں آتی۔ ۷: اگر تو میری طرح صرف ایک روٹی کا مالک ہوتا تب تو خدا کی رحمت کا حقدار بنتا۔ ۸: جب تک تو اپنی توجہ مال و ملک کی طرف سے نہیں ہٹائے گا اس وقت تک خدا کی تجھ پر رحمت نہیں ہوگی۔ ۹: اب تو اپنا مُنہ ان تمام چیزوں سے پھیر لے تا کہ تو مردوں کی طرح ان چیزوں سے فراغت حاصل کرے (کہ جب تک تو اس دُنیا کی تمام چیزوں سے ترک تعلق نہ کر لے گا اُس وقت تک تجھے اطمینان قلب نصیب نہیں ہو سکتا)۔

ایک زاہد کی گفتگو کے بیان میں

ا: زاہد نے اُس سے کہا کہ اے بھائی بازشخص تو نزع کے وقت مُردے کا مُنہ پھیر دیتا ہے۔ ۲: اس غافل شخص کو اس سے پہلے ہی منہ پھیر لینا چاہیے تھا (دُنیا سے قطع تعلق کر لینا چاہیے تھا)۔ ۳: موسم خزاں میں پودا لگانے سے کیا فائدہ اور اس وقت تیرے نہ پھیرنے سے کیا حاصل (مرتے وقت قطع تعلق کرنا ایسا ہی بے کار ہے جس طرح موسم

خزاں میں پودا لگانا)۔۴: ہر وہ شخص جس نے اس وقت دُنیا سے قطع تعلق کرلیا وہ ناپاک مرتا ہے اس سے پاکبازی کی اُمید مت رکھو۔۵: اس نے نصیحت سے مُنہ موڑا ہے اس لیے پاکباز نہیں ہوسکتا۔

دُوسرے پرندے کا سوال ہُد ہُد سے سونے کی دوستی کی صفت کے بیان میں

۱: دوسرے پرندے نے اُس سے کہا کہ میں زر پرست شخص ہوں اور سونے کا عشق میری کھال میں بُتوں کے عشق کی طرح پیوستہ ہے۔۲: جب تک پھول کی طرح سونا میرے ہاتھ نہیں آئے گا (زر پھول کے زرد بیج کو کہتے ہیں) میں اُس وقت تک پھول کی طرح خوش وخرم نہیں ہوسکتا۔۳: میرے سر پر دُنیا کی محبت اور زر پرستی کا جنون سوار ہے۔

ہُد ہُد کا جواب

۱: ہُد ہُد نے کہا کہ اے ظاہراصورت پر فریفتہ ہونے والے تیرے دل سے ایمان کی روشنی مفقود ہوچکی ہے۔
۲: دن اور رات تو اندھے کی طرح ہے اور اس ظاہراصورت میں تو چیونٹی کی طرح مجبور ہے۔۳: مردِ حقیقت بن اور ظاہراصورت پر مت جا اور اصل حقیقت کو تلاش کر۔۴: سونا صرف رنگین پتھر ہے اور تو بچوں کی طرح اس کے رنگ پر فریفتہ ہوگیا ہے۔۵: یہ سونا جو تجھے خدا کی بندگی سے دوسری طرف راغب کرتا ہے بُت ہے تو اس کو خاک میں ملا دے۔۶: اگر سونے کو موقعہ پر استعمال کیا جائے تو تجارت میں (خرید وفروخت کرنے میں) کشادگی پیدا کرنے کے واسطے بہت مفید اور ضروری چیز ہے۔۷: نہ تو تجھے ہی اس تیرے سونے سے کچھ فائدہ ہے اور نہ کسی اور دوسرے کو۔
۸: اگر تو اس سونے میں سے ایک آدھے جو کے برابر بھی ایک فقیر کو دیتا ہے تو کبھی تو اس کا خون کھاتا ہے اور کبھی اپنا (تو فقیر پر احسان کرتا ہے)۔۹: تجھے عمر اور زید کی طرح نہیں ہونا چاہیے اگر تو جو کے برابر بھی سونا دے تو تجھے جنید ہونا چاہیے (جنید ایک صوفی کا نام ہے)۔۱۰: تو ہر مہینہ دوکان کا کرایہ مانگتا ہے اور تجھے جان کے لیے کونسی دوکان چاہیے۔۱۱: تو مال ودولت کی وجہ سے لوگوں سے دوستی کرتا ہے اور تیرے ماتھے اور پہلو پر اسی دوستی کا داغ (نشان) ہے۔۱۲: تیری پیاری جان اور تیری عزیز زندگی ختم ہوگئی پھر کہیں جا کر تیری دوکان سے ایک مینگنی نکلی (تو نے تمام عمر کا رسد حاصل کیا)۔۱۳: یہ تمام چیزیں تو نے بےکار چیزوں کے بدلے فروخت کیں (اپنی زندگی بےکار ضائع کی) اور اپنے دل کو بیہودہ چیزوں کی محبت میں مبتلا کیا۔۱۴: تجھے پھانسی پر لٹکنے کے باوجود صبر ہے لیکن ابھی زمانہ تیرے نیچے سے سیڑھی کھینچ لے گا (تو مر جائے گا)۔۱۵: اس دُنیا میں جب تک تو پھانسی پر لٹکا رہے گا اُس وقت تک آگ تجھے جلاتی رہے گی۔۱۶: تیرا دین دُنیا میں برباد ہوگیا۔ اے عزیز دوست یہ جھگڑا تیرے کسی کام نہیں آئے گا۔۱۷: اتنی مصروفیت کے باوجود تو فرصت کا طالب ہے اگرچہ تو روٹی کی تلاش میں سرگرداں ہے۔۱۸: جو کچھ تیرے پاس مال و دولت ہے تو خیرات کردے کیونکہ "تجھے برکت حاصل نہیں ہوسکتی جب تک کہ تو خیرات نہیں کرے گا" (قرآن)۔

۱۹: جو کچھ تیرے پاس ہے۔ اُسے خیرات کردے اور اپنی جان تک سے ہاتھ دھو لے۔ ۲۰: چونکہ تیری جان ہمیشہ نہیں رہے گی۔ اس لیے یہ مال و دولت بھی ہمیشہ نہیں رہنا چاہیے۔ ۲۱: اگر تو چٹائی (بوریہ) پر سوتا ہے تو یہی چٹائی تیرے خدا تک پہنچنے کے رستے میں حائل ہوگی۔ ۲۲: کل قیامت کے دن تجھے اس گدڑی سے کیسے چھٹکارا مل سکتا ہے اگر تو اس دن کے خوف سے اس بوریہ کو آج نہیں جلائے گا۔ ۲۳: اے خدا کو پہچاننے والے، اس بوریہ کو فوراً جلا دے تو کب تک اس طرح خدا کے ساتھ مکروفریب کرتا رہے گا۔ ۲۴: اُس شخص پر افسوس ہے جو اپنی خواہشات کا شکار ہو گیا کیونکہ وہ بہت جلد سر سے لے کر پاؤں تک ان خواہشات میں غرق ہو جائے گا۔ ۲۵: اے غلام ''والے'' کے لفظ میں (خواہش) واؤ اور الف کے حروف استعمال ہوتے ہیں اور یہی دونوں حرف ہمیشہ ''خاک اور خون'' میں ہمیشہ استعمال ہوتے ہیں (خاک اور خون میں الف اور واؤ کے حروف میں موجود ہیں)۔ ۲۶: ''خون'' کے لفظ میں واؤ موجود ہے۔ اسی طرح خاک میں الف موجود ہے۔

ایک نئے مُرید کی حکایت کہ جس نے اپنے شیخ سے سونا چھپایا تھا

۱: ایک نئے مُرید کے پاس کچھ سونا تھا۔ اس نے اس سونے کو اپنے شیخ سے چھپالیا۔ ۲: شیخ جانتا تھا۔ اُس نے مرید سے کچھ نہیں کہا اور مرید نے اسی طرح سونا چھپائے رکھا۔ ۳: وہ مرید سالک تھا اور شیخ راستہ دکھانے والا اور اسی طرح دونوں سفر میں چلے جا رہے تھے۔ ۴: ایک تاریک وادی راستہ میں پڑی اور وہاں دو راستے دکھائی دیے۔ ۵: جس شخص کے پاس سونا تھا، اُس نے شیخ سے راستہ پوچھا کیونکہ سونا انسان کو ذلیل کر دیتا ہے۔ ۶: اُس نے شیخ سے پوچھا کہ اب دو راستے ظاہر ہو گئے ہیں مجھے کونسا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ ۷: اُس نے کہا کہ تو اپنا سونا پھینک دے کیونکہ سونا رکھنا غلطی ہے اور پھر جو راستہ تو چاہے اختیار کر لے۔ ۸: تو نہیں جانتا کہ جب کتا بھونکتا ہے تو ڈاکو فوراً بھاگ جاتے ہیں۔ ۹: اور کسی شخص نے سونے اور چاندی کا ساتھ دیا تو اس کے خوف سے شیطان بھی شرم کے مارے کوسوں بھاگتا ہے۔ ۱۰: قیامت کے دن جو سونا حرام کاری سے جمع کیا ہوا ہوگا وہ اُس وقت طراری سے اپنا مُنہ کھولے گا۔ ۱۱: سونا رکھنے کی وجہ سے انسان مذہب میں سب سے پیچھے رہتا ہے اور اس کے ہاتھ میں کوئی پونجی نہیں رہتی۔ ۱۲: جب تو ریاکاری کرتا ہے تو شیطان ہو جاتا ہے اور جب تو اپنی اس حالت پر غور کرتا ہے تو حیران و پریشان رہ جاتا ہے۔ ۱۳: اس شخص نے جس نے رہزنی کی وہ سیدھے راستہ سے بھٹک گیا اور مجبور ہو کر کنوئیں میں رہ گیا۔ ۱۴: اے یوسفؑ تو اس عمیق کنوئیں سے پرہیز کر اور تو خاموش رہ کیونکہ اس کنوئیں کی ہوا بہت خطرناک اور عجیب ہے۔

اکابروں میں سے ایک کا خواب دیکھنا

۱: ایک عزّت والے شیخ نے خواب میں دیکھا۔ ۲ کہ وہ جا رہے تھے اور چاند کی طرح روشن تھے اُن کے سامنے ایک فرشتہ آیا۔ ۳: فرشتہ نے سوال کیا کہ تیرا کہاں کا ارادہ ہے انھوں نے جواب دیا کہ میں خدا کی درگاہ میں جا رہا

ہوں۔۴: فرشتے نے کہا کہ تو شرم کر کیونکہ تو اس قدر اس دنیا کے دھندوں میں پھنسا ہوا ہے۔۵: اور جو کچھ تیرے پاس ہے سب کا سب راہ خدا میں خیرات کر دے۔۶: تو اپنے کاروبار کو عزیز رکھتا ہے اور اگر خدائے تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس دنیا کے جھگڑوں میں مت پھنس۔۷: جب یہ لشکر تیرے ساتھ لگا ہوا ہے (جو کچھ اس دنیا کی چیزیں تیرے پاس موجود ہیں) پھر تو خدا کے نور میں کیسے مل سکتا ہے۔۸: دوسرے روز وہ شخص اس بات سے بہت شرمندہ ہوا اور جو کچھ اس کے پاس تھا سب کا سب خدا کی راہ میں لٹا دیا۔۹: ایک نمدے کا ٹکڑہ کہ جس کا اُس نے اپنا لباس بنا رکھا تھا صرف اس کے پاس رہ گیا اور باقی تمام چیزیں اُس نے خیرات کر دیں۔۱۰: دوسری رات جب وہ پاک طینت شخص سویا تو وہ فرشتہ پھر خواب میں نظر آیا۔۱۱: پھر اُس نے سوال کیا کہ کہاں کا ارادہ ہے اُس شخص نے جواب دیا کہ خدا کا قرب حاصل کرنیکا قصد ہے۔۱۲: فرشتے نے کہا کہ اے شخص تو پھر اس کی درگاہ میں غافلوں کی طرح جاتا ہے اور تو یہ نمدہ لے کر وہاں تک کیسے جا سکتا ہے۔۱۳: فرشتے نے کہا کہ اے حق شناس تو خدا کے سامنے اس مکر وفریب کے لباس میں مت جا۔۱۴: حضرت عیسیٰ کے لیے صرف ایک سوئی نے حق کی راہ اندھیری کر دی تھی اور تو اپنے آپ کو اس نمدے کے ٹکڑے کے لباس سے سجاتا ہے۔۱۵: دوسرے روز اس بزرگ کی آگ اور زیادہ بھڑک اُٹھی اور اُس نے اُسی وقت اُس نمدے کے ٹکڑے کو جلا ڈالا۔۱۶: قصہ کوتاہ اُس نے پھر خواب میں دیکھا کہ وہ فرشتہ پھر اُسے مخاطب کرتا ہے۔۱۷: فرشتے نے پوچھا کہ اب تیرا ارادہ کہاں جانے کا ہے۔اُس نے جواب دیا کہ میں خدا کے حضور میں جا رہا ہوں۔۱۸: فرشتے نے کہا چونکہ تو نے جو کچھ کہ تیرے پاس تھا خدا کی راہ میں قربان کر دیا ہے۔ ۱۹: تو اسی جگہ بیٹھ جا اور اس جگہ سے مت ہٹ جب تو اس طرح یہاں بیٹھے گا تو بادشاہ (خدائے تعالیٰ) تیرے پاس خود چلا آئے گا۔۲۰: جب تو نے اپنی تمام چیزیں خدا کی راہ میں قُربان کر دی ہیں تو بے شک اب خدا خود تیرے پاس آئے گا۔۲۱: جو کچھ تو رکھتا ہے اُس سے پاک ہو جا تا کہ تیرا خدا پاکی کی حالت میں تجھ سے ملنے تیرے پاس آئے۔ ۲۲: جب تک کہ تو درویش لوگوں سے کوئی نقطہ معلوم نہ کرے گا۔اُس وقت تک تجھ کو خدا کا قرب حاصل نہیں ہوگا۔ ۲۳: فقیری اور درویشی کا نقطہ سب سے پہلے ہے او تمام مصیبتوں میں غربت سب سے زیادہ جان جلانے والی مصیبت ہے۔۲۴: اگر تجھے حضرت رسول خدا صلعم کی طرح اپنی غربت پر فخر نہیں ہے تو یہ تیرا مذہب تمام کفر اور بے کار ہے۔ ۲۵: فقیری کے کعبہ کی طرح چار ستون ہیں اور پانچواں ستون سوائے خدا کی ذات کے نہیں ہے۔ ۲۶: حضرت محمد صلعم کے زمانہ میں فقیری کے یہ چاروں اوصاف آپ کے صحابہ کی ذات میں ہمیشہ موجود رہتے تھے۔ ۲۷: فقیری کے چاروں اوصاف، بھوک جواں مردی، ذلّت اور غریب الوطنی ہیں اور جب تجھ میں یہ چاروں اوصاف پیدا ہو گئے تو تجھے فرصت ہی فرصت ہے۔۲۸: آپ کے صحابہ میں سے کسی کو بغیر بھوک کے آرام نہیں آتا تھا (ہمیشہ بھوکے رہتے تھے) اور کوئی شخص روٹی اور نام ونمود کے پیچھے مارا مارا نہیں پھرتا تھا۔۲۹: سب نے اپنے گھروں کو چھوڑ دیا تھا (غریب الوطنی اختیار کر لی تھی) اور اپنے دلوں سے اپنے وطن کی محبت نکال دی

تھی)۔۳۰: تمام اصحاب بہت ہمّت والے اور بہادر تھے اور جنت کے شیدائی تھے۔۳۱: ان تمام کی عزت ان کی ذلت کی وجہ سے ہے (انھوں نے دُنیا میں ذلت اُٹھائی اس لیے آج انہیں عزت کا مرتبہ حاصل ہے) بے شک وہ سب خدا کی ذات میں شامل ہیں۔۳۲: تمام صحابہ فقیری کے باوجود بادشاہ ہیں اور یقیناً خدا کی بہترین مخلوق ہیں۔۳۳: انسان کو خدا کے راستے میں اپنے سر اور پاؤں کا ہوش نہیں رہنا چاہیے۔ اسے خدا کی ذات میں محو ہو جانا چاہیے۔۳۴: اگر تو فقیر ہونے کی حالت کے باوجود ذرّہ برابر بھی غرور و تکبر کرتا ہے تو تُو کبھی آرام سے نہیں بیٹھ سکتا۔

عیسیٰؑ کا غار میں ایک شخص کو سوتے ہوئے دیکھنا

۱: عیسیٰؑ ابن مریم ایک غار میں گئے۔ وہاں ایک آدمی سو رہا تھا۔۲: انھوں نے اُس سے کہا کہ اے غافل اُٹھ اور کوئی کام کرتا کہ تجھے اس کا صلہ ملے۔۳: اُس نے جواب دیا کہ میں نے دُنیا کے بہت سے کام کاج کر رکھے ہیں اور ہمیشہ کے واسطے ملک کے ملک فتح کر رکھے ہیں۔۴: حضرت عیسیٰؑ نے پوچھا کہ اے مرد راہ وہ کام کیسے ہیں اُس نے جواب دیا کہ میرے نزدیک اس دنیا کی حقیقت ایک گھاس کے تنکے کے برابر بھی نہیں ہے۔۵: میں تمام دنیا ایک روٹی کے بدلہ میں دے چکا ہوں اور یہ روٹی میں نے کتے کے آگے پھینک دی ہے۔۶: ایک مدت گزر گوی ہے کہ میں نے دُنیا سے فراغت حاصل کر لی ہے (ایک عرصہ ہو گیا ہے کہ میں نے اس دنیا سے علیحدگی اختیار کر لی ہے) اور اب میں بچہ نہیں ہوں بالغ ہوں۔۷: میں بالغ ہوں مجھے لہو و لعب سے کیا کام اور جب میں نے فراغت حاصل کر لی ہے تو مجھے خطا سے اب کیا سروکار۔۸: عیسیٰؑ ابن مریم نے جب اُس سے یہ سُنا تو جواب دیا کہ اب جو تیرا جی چاہے کر۔ ۹: جب تو نے دُنیا سے فراغت حاصل کر لی ہے تو اب آزاد ہے، آرام سے سو۔۱۰: اب تجھے دُنیا کا کوئی رنج و محن نہیں ہے اور تو نے بالکل علیحدگی اختیار کر لی ہے۔۱۱: سونا اگرچہ کتنا ہی دلکش اور دل لُبھانے والا ہے لیکن جب تک ہاتھ میں رہتا ہے یہ آگ ہے۱۲: تیری آنکھ سیدھے راستہ کو اس لیے نہیں دیکھتی کہ تیری آنکھوں کو سونے اور چاندی نے اندھا بنا دیا ہے۔۱۳: ہم نے ایمان جان کھو کر تھوڑا سا سونا حاصل کیا ہے۔۱۴: اگر تو نے سو خزانے بھی چھپا رکھے ہیں اور اُن سے تیرا مطلب صرف فائدہ اُٹھانے کا ہے تو یہ خزانے تیرے لیے بالکل بے کار ہیں کیونکہ تیری قسمت میں صرف ایک روٹی لکھی ہے۔

شیخ بصرہ کا رابعہ کے پاس جانا

۱: شیخ بصرہ رابعہ کے پاس گئے اور اُس سے کہا کہ عشق میں مُبتلا عورت۔۲: میں نے یہ نکتہ کسی سے نہ سُنا تھا اور نہ کسی نے پڑھا ہے اور نہ کسی نے آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے۔۳: یہ تجھ سے ہی ظاہر ہوا ہے تو مجھے بتا کہ میرا شوق زیادہ بڑھتا جا رہا ہے۔۴: رابعہ نے جواب دیا کہ اے زمانے کے شیخ میں چندرسی کے ٹکڑوں کو بٹتی ہوں۔۵: اور بازار جاتی

ہوں اور بیچ آتی ہوں اور چاندی کے دو سکے اُس کے بدلے میں لے آتی ہوں۔ ۶: میں ان دونوں سکوں کو ایک ہاتھ میں نہیں رکھتی ایک سکہ ایک ہاتھ میں ہے اور دوسرا سکہ دوسرے ہاتھ میں ہے۔ ۷: کیونکہ میں ڈرتی ہوں کہ جب یہ چاندی کے سکے دو ایک جگہ جمع ہو جائیں گے تو مجھے چور اور ڈاکوؤں سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل ہو جائے گا۔ ۸: دُنیا والے اپنے جان و دل مصیبت میں رکھتے ہیں اور ہزاروں دھوکہ بازیوں اور مکاریوں کے جال بچھاتے ہیں۔ ۹: تاکہ ناجائز طریقوں سے زر و سیم حاصل کریں اور جب روپیہ پیسہ جمع کرلیں تو مر جائیں۔ ۱۰: اُس کے وارثوں کو وہ روپیہ پیسہ حلال ہوتا ہے کیونکہ وہ اُس کے فکر و غور میں ہی ہزاروں مصیبتوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ۱۱: اے وہ شخص کہ جس نے سیمرغ کو سونے کے عوض بیچا اس کے دل میں سونے کی شمع روشن ہے (اسے سونے کا عشق ہے)۔ ۱۲: دین کے راستے میں بال برابر بھی سونے کی گنجائش نہیں ہے اور کوئی شخص بھی نہ تو مال و دولت رکھ سکتا ہے اور نہ اُس کی محبت کو دل میں جگہ دے سکتا ہے۔ ۱۳: اگر تو چیونٹی کی طرح مال و دولت جمع کرنے کی ہوس کرے گا تو تجھے سر کے بال پکڑ کر خدا کی راہ سے نکال دیں گے۔ ۱۴: چونکہ کسی شخص کو بال کے برابر بھی مال و دولت سے طمع کرنے کی اجازت نہیں ہے اس لیے اس راستہ پر کسی چور اور ڈاکو کا خطرہ نہیں ہے۔

ایک عابد کی کہانی کہ جس کو ایک پرندے کی آواز سے محبت ہو گئی تھی

۱: ایک پرہیزگار پر خدائے تعالیٰ کی عنایت اور مہربانی تھی۔ اُس نے چار سو سال تک خدا کی عبادت کی تھی۔ ۲: وہ اس دنیا کے لوگوں سے دُور چلا گیا تھا اور اُس نے اپنا راز خدائے تعالیٰ سے پردہ میں کہا تھا۔ ۳: یہی اُس کے لیے کافی تھا کہ اس کا ہمدم خدا تھا اور اگر وہ سچا نہ ہوتا تو اُس کا کام بہت مشکل تھا۔ ۴: ایک درخت کے پاس ایک احاطہ تھا اور اس درخت پر ایک پرندے نے اپنا گھونسلہ بنا رکھا تھا۔ ۵: وہ پرندہ خوش آواز تھا اور اُس کی ہر آواز میں ایک نیا راز پوشیدہ تھا۔ ۶: عابد کو اس کی خوش الحانی کی وجہ سے اُس پرندے سے محبت ہو گئی تھی۔ ۷: پیغمبرِ زمانہ کو خدائے تعالیٰ نے وحی بھیجی اور کہا کہ اس شخص سے ۸: تمہیں کہنا چاہیے کہ کیا تو نے دن رات میری عبادت نہیں کی ہے؟ ۹: اور تو سالوں تک میرے غم میں جلتا رہا اور آخر میں مجھے اس پرندے کے ہاتھ فروخت کر دیا (خدا کا عشق چھوڑ کر پرندے سے محبت کر لی)۔ ۱۰: اگر یہ پرندہ باکمال ہوتا۔ تو یہ اناج کی بوری میں آواز لگاتا۔ ۱۱: میں نے تجھے بیچنا نہیں سکھایا ہے اور تو مجھے اپنی کم عقلی کی وجہ سے بیچتا ہے۔ ۱۲: میں تیرا خریدار ہوں اور تو مجھے بیچتا ہے۔ میں نے یہ بے وفائی تجھ سے ہی سیکھی ہے۔ ۱۳: تو دین کو اتنا سستا مت بیچ۔ میں تیرا ہمدم ہوں۔ اَب تو بغیر کسی ہمدم اور ساتھی کے نہیں ہے۔

دوسرے پرندے کا سوال محلات اور خوب صورت عمارات کی رُکاوٹوں کے بیان میں

۱: دوسرے پرندے نے اُس سے کہا کہ میں مغموم ہوں۔ اس وجہ سے کہ میری جائے پیدائش ایک اچھی جگہ

ہے۔۲: میں دلکش محل کا مالک ہوں کہ جس پر سونے اور چاندی کا کام ہو رہا ہے اور لوگوں کو بہت ہی اچھا اور خوب صورت معلوم ہوتا ہے۔۳: ایک دنیا کی خوشی مجھے اس محل سے حاصل ہوتی ہے اور میں اس خوب صورت جگہ کی محبت اپنے دل سے کیسے نکال سکتا ہوں۔۴: جبکہ میں اُس قلعہ کے پرندے کا بادشاہ ہوں۔ پھر میں اس وادی اور مصیبت کیوں بھروں۔۵: میں اپنی اس بادشاہت سے بالکل قطع کیوں کروں اور پھر میں اس کے بغیر کیسے رہوں۔۶: کوئی عقل مند جنت سے نکل کر سفر میں رنج والم اُٹھانے کے لیے نہیں جاتا۔

ہُدہُد کا جواب

۱: ہُدہُد نے کہا کہ اے کمینہ اور بزدل شخص تو کتا نہیں ہے۔ پھر تو بھٹی (دُنیا) کی خواہش کیوں کرتا ہے۔۲: یہ تمام بھٹی کی طرح گرم ہے (اس میں کمینہ پن کی آگ سلگ رہی ہے) اور تیرا محل بھی اس میں انگیٹھی کی مانند ہے۔
۳: اگر تیرا محل جنت ہے تو تیری موت تجھے قید خانہ میں لے جائے گی (اگر تو نے اس دنیا میں اپنی زندگی عیش وعشرت میں گزاری۔ تو مرنے کے بعد تو دوزخ میں جائے گا اور وہاں تجھے طرح طرح مصیبتیں اُٹھانی پڑیں گی)۔
۴: اگر موت کو انسان پر قدرت حاصل نہ ہوتی۔ تو اس کو ایسے عالیشان عمارات میں آرام وچین سے بیٹھنا چاہیے تھا۔

بادشاہ کا محل بنوانا اور ایک نے اہد کا اس میں عیب نکالنا

۱: ایک بادشاہ نے ایک سنہری محل بنوایا اور اس پر ہزاروں دینار خرچ کیے۔۲: جب وہ بہشت کے مانند محل بن کر تیار ہوا اور فرش وغیرہ سے تمام آراستہ ہو گیا۔۳: ہر ایک شہر اور ممالک سے ہر شخص نذرانے لے کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔۴: بادشاہ نے اپنے اُمرا اور عقل مند لوگوں کو بلایا اور ان کو اپنے پاس کُرسی پر جگہ دی۔
۵: بادشاہ نے اُن سے دریافت کیا کہ میرے محل کی حُسن وخوبی میں سے کوئی کسر تو باقی نہیں ہے۔۶: ہر شخص نے جواب دیا کہ۔ تمام دنیا میں کسی نے ایسا محل نہ دیکھا ہے اور نہ سُنا ہے۔۷: ایک زاہد اُٹھا اور اُس نے کہا کہ اے نیک بخت اِس میں ایک بڑا عیب ہے۔۸: اگر اس شاہی محل میں یہ عیب نہ ہوتا۔ تو اس کو غیب سے فردوسِ بریں تحفہ پیش کرتا۔۹: بادشاہ نے کہا کہ میں تو ظاہرا کوئی عیب نہیں دیکھتا اور تو جاہل شخص فتنہ اُٹھاتا ہے۔۱۰: زاہد نے اُس کو جواب دیا کہ اے بلند مرتبہ والے بادشاہ اِس میں عیب بہت بڑا ہے کہ عزرائیل (موت کا فرشتہ) کے لیے راستہ کھُلا ہے۔
۱۱: تجھے اس عیب کو نکالنا چاہیے۔ ورنہ تیرا محل اور تاج بالکل بے کار ہیں۔۱۲: اگرچہ یہ محل بہشت کی طرح مضبوط ہے۔ لیکن موت تیری آنکھوں میں اِس محل کو بدصورت بنا دے گی۔۱۳: جو اس دُنیا میں پیدا ہوا ہے۔ اس کی موت ہے اور جب کسی کو بھی اس دُنیا میں ابدی زندگی نہیں ہے تو وہ اِس موت سے کیا بہانہ تلاش کر سکتا ہے۔۱۴: تو اِس اپنے محل پر اتنا نازاں نہ ہو اور تو اپنے بادشاہت کے گھوڑے کو اتنا مت دوڑا (اپنے ملک پر غرور مت کر)۔۱۵: اگر کسی شخص کو تیری سلطنت میں رُتبہ حاصل ہو۔ اس پر اِفسوس ہے۔ اگر وہ تیرے عیب تجھ سے چھپائے اور تجھ پر ظاہر نہ کرے۔

ایک بازار میں سرائے کا بنوانا اور اک دیوانہ کا قصہ

ا:اس نے ایک خستہ حالت بازار میں غرور سے ایک سنہری سرائے بنوائی۔ آخر کار جب وہ بن کر تیار ہوئی۔ تو اس نے ہر شخص کو دعوت دی۔ ۳:اس نے بہت ناز و غرور سے تمام دنیا کو بلوایا تا کہ وہ اس عجیب و غریب سرائے کو دیکھیں۔ ۴:دعوت والے دِن وہ شخص بے خود ہو کر دوڑ تا تھا۔ اتفاقاً ایک دیوانہ نے اُسے دیکھا۔ ۵:اُس نے کہا۔ تو یہ چاہتا ہے کہ اب میں بھاگ کر آؤں اور اے بے وقوف تیری سرائے میں رہوں؟ ۶:لیکن اس وقت مجھے معاف کیجیے کہ میں مشغول ہوں اور مجھ پر احسان نہ کیجیے۔

مکڑی کا جالا تننا اور اس کی دور اندیشی

ا:تُو نے دیکھا ہے کہ بے قرار مکڑی اپنے خیال میں غرق اِدھر اُدھر پھرتی ہے۔ ۲:اور دور اندیشی سے ایک کونے میں اپنا گھر بناتی ہے۔ ۳:وہ لالچ اور ہوس کا ایک عجیب جال تنتی ہے۔ تا کہ اُس جال میں مکھیاں آن کر پھنسیں۔ ۴:اور جب کوئی مکھی اس جال میں پھنس جاتی ہے اور بے بس ہو جاتی ہے تو یہ مکڑی اس کا خون چوس لیتی ہے۔ ۵:اس کے بعد پھر وہ اس کو اسی جگہ خشک ہونے دیتی ہے اور ایک مدت تک اسے اپنی خوراک بناتی ہے۔ ۶:اتفاقاً مکان کا مالک لکڑی ہاتھ میں لے کر اُٹھتا ہے۔ ۷:ایک منٹ میں لکڑی کا جالا اور اس کا شکار (مکھی) تمام درہم برہم کر دیتا ہے۔ ۸:ہر شخص اس نے کہ جس نے دنیا میں اپنی خوراک جمع کی وہ لکڑی کے جالے میں مکھی کی طرح ہے (ہر اُس شخص نے کہ جس نے دُنیا میں مکر و فریب سے مال و دولت کمائی اور جمع کی ایک دن وہ مر جائے گا)۔ ۹:یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ چشم زدن میں دُنیا درہم برہم ہو جاتی ہے۔ ۱۰:اگر تو بادشاہوں کی طرح سرفرازی کرتا ہے۔ تو تیرا یہ کام بازاری لڑکوں کی طرح آنکھ مچولی کھیلتا ہے ۱۱:اگر تو نے گدھے کا بھیجا نہیں کھایا۔ تو ملک مت مانگ (اگر تو بے وقوف نہیں ہے تو ملک اور مال کی خواہش مت کر) کیونکہ اے بے وقوف ملک اور مال تو جانوروں کو دیتے ہیں۔ ۱۲:تیرے جھنڈے کی ہوا اور تیرے نقارے کی آواز کی قیمت آدھی رتی کے برابر بھی نہیں ہے۔ ۱۳:جو شخص نقارے اور جھنڈے کا مالک ہے۔ اِس کی مزدوری سوائے جھنڈے کی ہوا اور نقارے کی آواز کے کچھ نہیں ہے۔ ۱۴:تو اپنے بیہودگی کے گھوڑے کو اتنا مت دوڑا اور تو صاحب ملک ہونے کی وجہ سے اتنا ناز اور غرور مت کر۔ ۱۵:جس طرح چیتے کی کھال آخر میں اُتار لیتے ہیں۔ اسی طرح تیرے نفس کو تجھ سے جُدا کر دیں گے (تو مر جائے گا)۔ ۱۶:جب ظاہر ہونا مشکل ہو گیا ہے۔ تو گم ہونا بہتر ہے یا انسان کا انکسار کرنا بہتر ہے۔ ۱۷:انسان عزت و شرافت حاصل نہیں کر سکتا۔ تو سر تسلیم خم کر دے تو کب تک اور یہ کھیل کرے گا۔ ۱۸:یا تو اپنا سر قربان کر دے اور غرور و تکبر مت کر اور یا تو اس کام سے بالکل دست بردار ہو جا اور مت بول۔ ۱۹:تیرا یہ باغ اور گھر تیرے لیے قید خانہ ہے اور تیرا کنبہ اور عزیز و اقارب تیری جان کے لیے مصیبت ہیں۔ ۲۰:تو اس مکر و فریب کی دنیا کو چھوڑ۔ کب تک تو اس دنیا میں پھرتا رہے گا۔ ۲۲:اور جب تو اُس کی

درگاہ میں پہنچ گیا۔ پھر تو عزت کی وجہ سے اس جہان میں پھولا نہیں سمائے گا۔

ایک سخت جان آدمی کا جنگل میں درویش کے پاس پہنچنا

۱: ایک سخت جان آدمی تیز دوڑ کر جنگل میں ایک درویش کے پاس پہنچا۔ ۲: اُس نے کہا کہ اے درویش تو کیسے زندگی بسر کرتا ہے۔ درویش نے جواب دیا۔ مجھ سے تو یہ پوچھتا ہے آخر شرم کر۔ ۳: میں اس دنیا کی تنگی میں پھنس گیا ہوں اور میرے لیے اس وقت جہان مصیبت اور وبالِ جان ہے۔ ۴: اُس شخص نے کہا کہ جو کچھ تو نے کہا ہے یہ بالکل غلط ہے کیونکہ یہ جنگل فراخ ہے اور تنگ نہیں۔ ۵: اس نے کہا کہ اگر یہ جگہ تنگ نہ ہوتی تو تُو ہرگز میرے پاس نہ آتا۔ ۶: اگر تجھ سے ہزار وعدے بھی کریں۔ تو وہ سب اِس آگ کی دُنیا کی طرف سے ہیں۔ ۷: تیری آگ کیا ہے۔ دُنیا۔ تو اس کو چھوڑ اور شیروں کی طرح اس سے پرہیز کر۔ ۸: اگر تو اس کو چھوڑ دے گا۔ تو تجھے خوش دلی حاصل ہوگی۔ ۹: تیرے راستے میں آگ ہے اور منزل بہت دور ہے۔ تو قیدی ہے اور تیرا دل کمزور اور نحیف ہے اور تیری جان بھاگنے والی ہے۔ ۱۰: اگر تو ان تمام چیزوں سے علیحدہ ہو کر اُس کام میں (خدا کی راہ میں) مشغول ہے۔ ۱۱: اگر تو نے اپنی جان قربان کر کے یہ دنیا دیکھی ہے۔ لیکن اس جہان میں نہ تیرا نام رہے گا نہ نشان۔ ۱۲: اگر تو یہ کہتا ہے کہ میں نے دنیا بہت دیکھی تو نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ میں تجھ سے کب تک کہوں کہ تو اِس دھوکہ میں مُبتلا ہے۔

ایک بے قرار شخص کی حکایت جو جنازے کے پیچھے جاتا تھا

۱: ایک بے قرار جنازے کے پیچھے رنجیدہ جاتا تھا اور اس وقت رو رو کر یہ کہتا تھا۔ ۲: اے شخص تو نے اِس دنیا میں کچھ نہیں دیکھا اور تو کیوں جاتا ہے۔ ۳: ایک پرہیزگار شخص نے جب اُس سے یہ سُنا اور اس کا یہ حال دیکھا۔ تو اس نے اُس شخص سے کہا کہ میں نے سینکڑوں مرتبہ اس دُنیا میں ایسا ہی ہوتے دیکھا ہے۔ ۴: اگر تو اِس دنیا سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسی طرح اس جہان کو بغیر دیکھے بھالے مرجا۔ ۵: تو کب تک اِس دنیا کا نظارہ کرے گا۔ جبکہ تیری عمر ختم ہوگئی ہے اور تو اس زخم پر کب تک مرہم لگائے گا۔ ۶: تو اِس کمینہ نفس میں مشغول نہ ہو، کیونکہ اس کی نجاست سے تیری جان ناپاک ہو جائے گی۔

نکتہ

۱: اُن میں سے ایک غافل بہت زیادہ لوبان جلاتا تھا۔ وہاں کسی شخص نے خوشی سے ایک آہ کھینچی۔ ۲: اُس نے اُس مرد سے کہا کہ اے عزت والے دوست۔ تو کب لوبان کی طرح آہیں بھرے گا۔ ۳: اے عزیز تجھ کو اپنے اس وقت کی عزت کرنی چاہیے، کیونکہ دنیا میں اِس سے بہتر کوئی دُوسری چیز نہیں ہے۔ ۴: ہمیں ہر وقت اپنے قیمتی وقت کا خیال رکھنا چاہیے تاکہ ہم خداوند کریم کی درگاہ عالی تک پہنچ جائیں اور کنوئیں میں ہرگز نہ گریں۔

دُوسرے پرندے کا سوال مجازی عشق کے بارے میں

۱: ایک پرندے نے اس سے کہا کہ اے بلند مرتبہ والے میں معشوق کے عشق میں گرفتار ہوں۔ ۲: جب سے مجھے اُس سے عشق ہوا ہے۔ اُس نے میری عقل چھین لی ہے اور میرا یہ حال کر دیا ہے ۳: اس کے چہرے کا خیال میرا رہزن ہے اور اُس نے میرے گھونسلے میں آگ لگادی ہے۔ ۴: مجھے بغیر اُس کے ایک لحہ بھی قرار نہیں آتا اور بغیر معشوق کے صبر کرنا مجھ پر حرام ہے ۵: جب اس نے میرے دل کو اپنی محبت سے بھر دیا۔ تو میں حیران و پریشان سیدھے راستے پر کس طرح آؤں۔ ۶: میں اس وادی میں سیمرغ کو کیسے تلاش کر سکتا ہوں اور میں یہ مشکلات کیسے برداشت کر سکتا ہوں۔ ۷: میں معشوق کے چہرے کے بغیر کس طرح سے اپنا راستہ تلاش کر سکتا ہوں۔ ۸: میرا درد علاج کی دسترس سے نکل گیا ہے اور میں کفر ایمان سے بالاتر ہو گیا ہوں۔ ۹: میرا دین وایمان اُسی کے عشق سے ہے اور میری جان میں معشوق کی وجہ سے آگ لگی ہوئی ہے۔ ۱۰: میں یہاں کسی اور کا غم نہیں رکھتا تو اُس کے عشق کا غم میرا دمساز ہے۔ ۱۱: اُس کے عشق نے مجھے خاک اور خون میں تڑپایا اور اُس کی زلفوں نے مجھے گھر سے بے گھر کیا۔ ۱۲: میں اس کے عشق میں اِتنا بے طاقت ہو گیا ہوں کہ میں ایک منٹ کے لیے بھی بغیر اس کے صبر نہیں کر سکتا ۱۳: میں راستہ پر چل کر اسے خون میں کیسے رنگوں۔ اَب میرا یہ حال ہے۔ میں کیا کروں۔

ہُدہُد کا جواب

۱: اس نے کہا کہ اے ظاہر اصورت پر مرنے والے شخص تو سر سے لے کر پاؤں تک گندگی میں بھرا ہوا ہے۔ ۲: حقیقی عشق ظاہرا عشق نہیں ہوتا اور ظاہرا عشق (اپنی نفسانی خواہشات کے لیے کرنا) یہ حیوانوں کی صفت ہے۔ ۳: ہر حُسن و جمال کو زوال ہے اور عاشق کو اس کے عشق کا تاوان ادا کرنا پڑتا ہے۔ ۴: جب حُسن و جمال کو زوال ہے تو اُس کے عشق میں مُبتلا ہونا مناسب نہیں ہے۔ ۵: صورت وشکل خون سے مل کر بنتی ہے اور اسے لوگ چودھویں کا چاند کہتے ہیں۔ ۶: اگر اس ملاوٹ میں سے ایک خون کا جزو کم ہو جائے تو اس سے بُری اور بدصورت چیز دُنیا میں کوئی اور نہیں ہے۔ ۷: چونکہ اس کا یہ حُسن و جمال صرف اِس خون کے ہی ملنے سے تھا۔ تو یہ جاننا ہے کہ یہ خوب صورتی کیونکر پیدا ہوتی ہے۔ ۸: اے غیب کی تلاش کرنے والے تو اس ظاہر صورت کے گرد کب تک پھرتا رہے گا۔ حُسن صرف غیب (خدا کی ذات) میں مِل سکتا ہے۔ تو حُسن صرف اُس کی ذات میں تلاش کر۔ ۹: اگر ہمارے سامنے پردہ گر جائے۔ تو ہمارے لیے یہ تمام چیزیں اندھیری ہو جائیں۔ ۱۰: تمام دنیا کی شکل وصورت غائب ہو جائے (دُنیا آنکھوں میں اندھیر ہو جائے) اور تمام عزتیں ذلت میں تبدیل ہو جائیں۔ ۱۱: قصہ کوتاہ ظاہر اصورت کی دوستی سے آپس میں دُشمنی ہو جاتی ہے۔ ۱۲: جس نے خدا سے محبت کی اُس کی دوستی سب سے اچھی ہے اور پاک ہے۔ ۱۳: اور جس نے کہ اِس کے علاوہ کسی اور سے دوستی کی۔ وہ حیران و پریشان رہے گا۔

ایک نوجوان کا ایک لونڈی پر عاشق ہونا اور اس کے اُستاد کا اس کا علاج کرنا

۱: ایک نوجوان بہت ہی تیز فہم اور ہوشیار تھا۔ ۲: وہ پڑھنے میں اتنا مشغول رہتا تھا کہ کبھی اُس کو بے کار نہیں دیکھا۔ ۳: اس کو اس دنیا کی مخلوق سے کچھ سروکار نہ تھا۔ سوائے تعلیم و بحث کے اُسے کسی سے کچھ مطلب نہ تھا۔ ۴: اُس کا اُستاد اُسے دیکھ کر خوش ہوتا تھا۔ جبکہ اُستاد کی نظر اُس پر پڑتی تھی۔ ۵: اُستاد اُس کو تمام اپنے شاگردوں سے زیادہ پڑھایا کرتا تھا اور اُس سے قسم قسم کی باتیں کرتا تھا۔ ۶: اُس کے اُستاد کے گھر میں ایک خورشید کے مانند خوب صورت لونڈی تھی۔ ۷: اُس کی آنکھیں بہت خوب صورت تھیں اور وہ اتنی حسین تھی اور وہ اپنے حُسن سے تمام دُنیا کو رونق بخشتی تھی۔ ۸: گویا وہ سر سے لے کر پاؤں تک رُوح کی طرح لطیف اور پاک تھی اور بہت زیادہ حسین و جمیل تھی۔ ۹: اپنی شیریں بیانی کی وجہ سے اُس نے شکر کو ہی مات کر دیا تھا اور اُس کی مسکراہٹ بہت شیریں تھی۔ ۱۰: اُس کی زُلفیں اِس قدر لمبی تھیں کہ زمین سے چھوتی تھیں اور کمند کا کام کرتی تھیں۔ ۱۱: جب وہ اپنے دونوں لبوں سے شکر بکھیرتی (جب وہ بولتی تھی۔ تو وہ اتنی شیریں زبان تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُس کے لبوں سے شکر گرتی ہے) تو طوطے اُس پر رشک کرتے تھے۔ ۱۲: اس کی دونوں آنکھوں سے تیر نکلتے تھے اور وہ خون آلود ہو جاتے تھے۔ یعنی اس کی نظر کیا تھی۔ تیر کی طرح دُوسرے شخص کے دل میں پار ہو جاتی تھی۔ ۱۳: اُس شاگرد کی نظر اتفاقاً اس لونڈی پر پڑ گئی اور وہ اُس کے فراق میں بے قرار ہو گیا۔ ۱۴: اُس کے دل میں عشق کی آگ لگ گئی اور وہ شوخ اور بے شرم ہو گیا (اس کے بعد نولکشور کے نسخہ میں چند اشعار غائب ہیں، جس سے مطلب ضبط ہو جاتا ہے)۔ ۱۵: رات دن اُس لڑکے دل میں اِس لونڈی کی آرزو تھی اور اس آرزو نے اس کے دل میں گھر کر لیا تھا (اُستاد نے لونڈی کی فصد کھول دی تھی، جس کی وجہ سے اُس کا خون نکل گیا اور وہ زرد پڑ گئی)۔ ۱۶: اُستاد شاگرد سے کہتا ہے کہ تیرا چہرہ اس کے عشق میں زرد کیوں پڑ گیا اور تیرے عشق کی آگ اِس قدر یکا یک ٹھنڈی کیوں پڑ گئی ہے۔ ۱۷: تو بھی وہی ہے اور لونڈی بھی وہی ہے۔ اَب اِس میں سے صرف ایک چیز (خون) کم ہو گئی ہے۔ ۱۸: تیرے دل میں اَب اس کا عشق کیوں نہیں رہا۔ دیکھ یہ برتن اس کے خون سے بھرا موجود ہے۔ ۱۹: جب یہ خون لونڈی کے بدن سے نکل آیا۔ تو تیرا عشق ٹھنڈا پڑ گیا۔ تو اس برتے پر اُس لونڈی کے عشق کا دم بھرتا تھا۔؟ اور کیا تیرے عشق کی حقیقت اتنی ہی ہے؟ ۲۰: تو اِس لونڈے پر بے کار عاشق تھا، کیونکہ حقیقت میں تو صرف خون کا عاشق تھا۔ ۲۱: تو اپنی بیوقوفی کی وجہ سے اِس خون اور نجاست پر عاشق ہو گیا تھا۔ ۲۲: جب یہ معاملہ تجھ پر ظاہر ہوا۔ تب تجھے عقل آئی۔ تو نے توبہ کی اور نیک ہو گیا۔ ۲۳: جس شخص نے ظاہر اصورت پرستی اختیار کر لی۔ وہ معنی اور حقیقت مطلب کرنا روحانیت کی نشانی ہے۔ ۲۵: تو صورت پرستی چھوڑ دے۔ تا کہ علم اور معرفت کا سورج تجھ پر چمکے۔ ۲۶: صورت صرف خون کا نام ہے اور صورت پرست شخص عقل مند نہیں کہلا سکتا۔ ۲۷: جس شخص کا حُسن صرف خون کی وجہ سے ہے اگر اُس پر کوئی عاشق ہو جائے۔ تو اُسے سوائے بدنامی کے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔

ایک عاشق کا شبلی کے پاس رونا اور اُن کا اُسے جواب دینا

ا: ایک عاشق شبلی کے سامنے روتا تھا۔ شبلی نے پوچھا کہ تو کیوں روتا ہے۔ ۲: اُسے کہا کہ اے شیخ میرا ایک دوست تھا کہ اُس کے حُسن و جمال سے میں جیتا تھا۔ ۳: وہ مر گیا اور میں اس کے غم میں مرتا ہوں اور میرے لیے یہ تمام دُنیا اُس کے غم میں سیاہ ہوگئی ہے۔ ۴: شیخ نے جواب دیا کہ جب تیرے دل میں اس کی محبت ہے۔ تو تیری سزا اس سے بھی زیادہ ہے۔ ۵: ایسا دوست کہ جس کو موت سے نقصان پہنچے اور اُس کی دوستی جان کے لیے مصیبت کا سامان ہے۔ ۶: تو اب ایسا دوست پسند کر کہ وہ نہ مرے اور تو اُس کے غم میں گھُل گھُل کر مر جائے۔ ۷: ہر وہ شخص جو عشق مجازی میں پھنس گیا۔ اُس کو اس ظاہرا محبت کی وجہ سے ہزاروں مصیبتیں سہنی پڑیں گی۔ ۸: یہ ظاہرا حُسن بہت جلد چلا جاتا ہے اور بعد میں پھر اُس سے پریشان ہونا پڑتا ہے۔

ایک خواجہ کا اپنی لونڈی بیچنا اور پھر پشیمان ہونا

ا: ایک تاجر بہت سے مال و دولت کا مالک تھا۔ اُس کی ایک لونڈی تھی کہ جس کے لب قند کی طرح میٹھے تھے۔ ۲: اتفاقاً اس کو اُس نے بیچ دیا اور بعد میں پشیمان اور مغموم ہوا۔ ۳: پھر وہ بے قرار اُس لونڈی کے مالک کے پاس گیا اور اُس کو ہزار دینار زیادہ دے کر پھر واپس خریدنا چاہا۔ ۴: یہ دیکھ کر اُس کا جگر جل اُٹھا، کیونکہ اس کا مالک اُسے واپس نہیں کرتا تھا۔ ۵: وہ شخص وہاں سے چلا آیا اور راستہ میں اپنے سر پر خاک ڈال لی۔ ۶: اُس نے رو کر کہا کہ میرے لیے بس یہی غم کافی ہے اور یہ اتنا رنج و غم میری سزا ہے۔ ۷ کہ میں نے اپنی حماقت سے اپنا جسم اور جان دونوں جلا لیے۔ چونکہ میں نے اپنے معشوق کو خود روپے کے بدلے فروخت کر دیا۔ ۸: بازار اس طرح پُر رونق ہے اور تو نقصان اُٹھا رہا ہے۔ ۹: تیری عمر کا ہر ایک سانس موتی کی طرح قیمتی ہے اور خدا کے راستہ میں ہر ذرّہ تیرا رہبر ہے۔ سر سے لے کر پاؤں تک تمام اِس خدا کی ہر نعمتیں ہیں۔ تو انہیں خدا کے سامنے پیش کر دے۔ تاکہ تو جان لے کہ اُس سے دور پڑا ہے اور اُس کی جدائی میں بے قرار ہے۔ ۱۲: تجھ کو خدائے تعالیٰ نے ہزاروں ناز و نعمت سے پالا ہے اور تو نادانی کم عقلی کی وجہ سے اُس سے علیحدہ ہوگیا ہے۔

بادشاہ کا اپنے شکاری کُتّے پر ناراض ہونا کہ اُس نے ہڈی کی طرف توجہ کی تھی

ا: ایک بادشاہ ایک جنگل میں شکار کو جاتا تھا۔ اُس نے کتوں کے محافظ سے کہا تھا کہ کتا اور چیتا لاؤ۔ ۲: بادشاہ نے اُس کتے کو سدھار رکھا تھا اور اس کی پالان ریشمی کپڑے کی تھی۔ ۳: اس کے طوق کو موتیوں سے سجایا تھا اور اُس کو مصیبت سے بچا لیا تھا۔ ۴: اس کے ہاتھوں کے کڑے سونے کے تھے اور اُس کی گردن میں ریشمی ڈوری تھی۔ ۵: بادشاہ اُس کتے سے بہت خوش تھا اور اس کی رسی خود پکڑی۔ ۶: بادشاہ نے کتے کو بھگایا کتے کے راستہ میں ایک

ہڈی پڑی تھی۔ ۷: کتا آگے نہ بڑھتا تھا۔ چونکہ ہڈی سامنے پڑی تھی۔ بادشاہ نے دیکھا کہ کتا کھڑا ہے۔ ۸: غیرت کی آگ نے بادشاہ اس طرح جلایا کہ گمراہ کتے سے ناراض ہوگیا۔ ۹: بادشاہ نے کہا کہ میرے سامنے تجھے کسی اور پر نگاہ نہیں ڈالنی چاہیے تھی۔ ۱۰: بادشاہ نے اُس کی رسی اُس وقت کاٹ ڈالی اور کہا کہ اس بدتمیز کو اِسی طرح چھوڑ دو۔ ۱۱: اگر وہ اور دوسرے کتوں کی طرح گری پڑی چیزیں کھاتا ہے۔ تو اُس کے لیے یہ بہتر ہے کہ وہ بغیر رسّی کے کھلا پھرے۔ ۱۲: کتے کے نگہبان نے کہا کہ حضور کتا آراستہ و پیراستہ ہے اور اس کا تمام جسم سجا ہوا ہے ۱۳: اگر چہ اس کے لیے یہی سزا مناسب ہے کہ جنگل و صحرا میں پھرے۔ لیکن اس کے پاس بیش قیمت جواہرات ہیں۔ ۱۴: بادشاہ نے کہا کہ اسے اسی طرح چھوڑ دو اور اس کے سونے اور چاندی کا خیال مت کرو۔ ۱۵: تاکہ اگر یہ کتا پھر دوبارہ اپنے آپ کو پہچان لے اور اپنے آپ کو اس طرح آراستہ و پیراستہ دیکھے۔ ۱۶: شاید اس کو یاد آئے کہ یہ مجھ جیسے بادشاہ سے جدا کر دیا گیا ہے۔ ۱۷: اے شخص تو نے پہلے دوستی کی اور پھر اپنی غفلت سے جدا ہوگیا۔ ۱۸: تو ہمیشہ عشق حقیقی میں قدم رکھ اور اژدھے کے ساتھ مردانہ وار شراب پی (اپنی جان خطرہ میں ڈال)۔ ۱۹: جس نے عشق حقیقی حاصل کیا۔ وہ اژدھا بن گیا اور عاشقوں کا قتل کرنا بالکل واجب اور درست ہے۔ ۲۰: جو انسان کو شورہ سر بناتا ہے۔ وہی اژدھے کو چیونٹی کی طرح بے بس کر دیتا ہے۔ ۲۱: اُس کا عاشق خواہ ایک ہو۔ یا ہزاروں ہوں اور اس کی راہ میں اپنے خون کے پیاسے ہیں (اپنی جان تک خدا کی راہ میں قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتے)۔

منصُور کا سُولی پر چڑھنا

(منصور ایک مشہور صوفی تھے، جو ''اناالحق'' کہتے تھے۔ اس بنا پر انہیں سولی پر چڑھا دیا گیا تھا)

۱: جب منصور حلاّج کو سولی پر چڑھایا۔ تو اِس کی زبان پر سوائے ''میں خدا ہوں'' کے کچھ اور نہ تھا۔ ۲: چونکہ لوگوں نے اس کی آواز کو نہ سمجھا۔ اُس کے چاروں ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیے۔ ۳: جب اُس میں سے بہت خون نکل گیا۔ تو زرد پڑ گیا۔ ایسی حالت میں وہ سُرخ رہ سکتا تھا۔ ۴: اُس راستہ چمکانے والے منصور نے اس وقت جلدی سے اپنے کٹے ہوئے ہاتھ اپنے چاند سے چہرہ پر مَل لیے۔ ۵: اس نے کہا۔ چونکہ مردوں کا پوڈر خون ہے اِس لیے میں نے اپنے منہ پر خون مل لیا ہے۔ ۶: تاکہ میں کسی کی نگاہ میں زرد نہ دکھائی دوں اور خدا کے ہاں مجھے بہت سُرخ روئی کی ضرورت ہے۔ ۷: جبکہ میں زرد نظر آؤں گا۔ تو لوگوں کو یہ گمان ہوگا کہ شاید میں ڈرتا ہوں۔ ۸: چونکہ میرے تن پر ایک حبّہ برابر بھی کوئی چیز نہیں ہے اور سوائے اِس سُرخ چہرہ کے میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ ۹: جب قاتل سُولی پر چڑھتا ہے تو اُس وقت اُس کی شیر مردی کام آتی ہے۔ ۱۰: جب کہ یہ جہان میرے لیے ایک میم کے دائرہ کی طرح تنگ ہے۔ تو پھر مجھے اس سے کیا ڈر۔ ۱۱: جس شخص کو دِن رات سات سر والے اژدھے کے ساتھ اُٹھنا۔ بیٹھنا اور کھانا پینا پڑتا ہو (شب و روز جس کی جان خطرہ میں ہو)۔ ۱۲: اُس کو ایسے بہت سے کام کرنے پڑتے ہیں اور اُس کے لیے سُولی پر چڑھنا معمولی سی بات ہے۔

شیخ جنیدؒ اور ان کے بیٹے کا مارے جانا

ا: جنید مذہب کا رہبر اور خدا کے بھیدوں کا گہرا سمندر تھا۔ ایک رات بغداد میں یہ کہہ رہا تھا۔ ۲: اس کے الفاظ اس قدر بلند تھے کہ آسمان اپنی بلندی کے باوجود اس کی چوکھٹ پر اظہار عجز کرر ہا تھا۔ ۳: راستہ دکھانے والے جنید کا سورج جیسا ایک خوب صورت بیٹا تھا۔ ۴: بہت تکلیفیں پہنچا کر اس کا سر کاٹ دیا اور اس کی لاش کو نہایت ذلت سے سب کے سامنے پھینک دیا۔ ۵: جب جنید نے اپنے بیٹے کا سر دیکھا۔ تو اُس مجمع کے سامنے خاموش ہو گیا اور صبر کیا۔ ۶: پھر اُس نے کہا کہ آج رات میں نے خدا کے بھیدوں کی ایک بہت بڑی دیگ پکائی ہے۔ ۷: اور یہ دیگ اسی طرح گرم ہونی چاہیے۔ بلکہ اس سے زیادہ ہونی چاہیے اور اس سے کم نہ ہونی چاہیے۔

دوسرے پرندے کا سوال اپنی جان سے محبت اور موت سے خوف کے بیان میں

ا: دوسرے پرندے نے اس سے کہا کہ میں موت سے ڈرتا ہوں اور میری منزل بہت دور ہے اور میں بغیر راستہ کے توشہ اور خوراک کے ہوں۔ ۲: اِس قدر میرا دل موت سے ڈرتا ہے کہ پہلی ہی منزل میں میری جان نکل جاتی ہے۔ ۳: میں موت کی نشانی ہوں۔ جب مجھے موت آئے گی تو میں رو رو کر مروں گا۔ ۴: اور جس شخص نے موت کی ایک تیغ بھی کھالی۔ اس کی تلوار اور ہاتھ دونوں لٹ گئے۔ ۵: افسوس ہے کہ اس تلوار اور ہاتھوں کی دُنیا میں تیرے پاس سوائے افسوس و ناامیدی کے کچھ نہیں ہے۔

ہُد ہُد کا جواب

ا: ہُد ہُد نے اس سے کہا کہ اے کمزور اور ضعیف کب تک مٹھی بھر ہڈیوں کی ڈھانچ بنا رہے گا۔ ۲: یہ چند ہڈیاں اور بھی ٹوٹی ہوئی اور ان کا گودا بھی پگھلا ہوا ہے۔ ۳: تو نہیں جانتا کہ تیری عمر صرف اتنی ہے کہ تو دو سانس لے سکے۔ ۴: تو نہیں جانتا کہ جو شخص اِس دنیا میں پیدا ہوا ہے وہ ضرور مرے گا اور جو کچھ کہ اُس کے پاس ہے۔ وہ سب خاک میں مل جائے گا۔ ۵: ہم مارے جانے کے لیے اِس جہان میں پیدا کیے گئے ہیں اور ہم لے جائے جانے کے لیے اِس دنیا میں لائے گئے ہیں۔ ۶: یہ آسمان اُلٹے طشت کی طرح ہے اور شام کے وقت یہ طشت شفق کے خون سے بھر جاتا ہے۔ ۷: یہ سورج اِس آسمان کے طشت میں سر جھکائے ہوئے چلتا ہے اور اسی طشت میں حرکت کرتا رہتا ہے۔ ۸: خواہ تو گنہگار ہے۔ یا پاک ہے۔ تو صرف ایک پانی کا قطرہ ہے، جسے خاک میں ملا کر انسان بنا دیا ہے۔ ۹: خواہ تو تم عمر دنیا میں حکومت کرتا ہے لیکن آخر تو ایک روز ضرور مرے گا۔ ۱۰: ایک معمولی پانی کا قطرہ جو سر تا پا مصیبت و تکلیف میں گرفتار ہے۔ دریا سے کیسے لڑ سکتا ہے (انسان خدا کا مقابلہ نہیں کر سکتا)۔

ققنس کی عمر کی زیادتی اوراس کی حالت کے بیان میں

ا:ققنس دُنیا میں ایک عجیب وغریب پرندہ ہے۔اوراس کی جائے رہائش ہندوستان ہے۔۲:وہ سخت اور لمبی چونچ رکھتا ہےاوراس میں بانسری کی طرح بہت سے چھید ہوتے ہیں۔۳:اس کی چونچ میں ہزاروں سوراخ ہیں اوراس کا جوڑانہیں ہوتا۔۴:وہ ان سوراخوں سے ایک نئی آواز نکالتا ہےاوراس کی ہرآواز میں بھی ایک نیاراگ ہوتا ہے۔ ۵:جب وہ ان سوراخوں سے روتا ہے۔تو پرندے اور مچھلیاں اس کے نالوں سے بے قرار ہوجاتی ہیں۔۶:اور تمام درندوں پرخاموشی چھاجاتی ہےاوراس خاموشی میں بے ہوش ہوجاتے ہیں۔۷:ایک عقل مند حکیم اِس کا دوست بن گیااوراس کی آواز سے علم موسیقی سیکھا۔۸:ققنس کی عمرتقریباًہزار برس کی ہوتی ہےاوروہ اپنی موت کے وقت سے آگاہ ہوجاتا ہے۔۹:اور جب اُس کے مرنے کا وقت قریب آتا ہے۔تو وہ جنگل وصحرا سے لکڑیاں جمع کر کے لاتا ہے۔۱۰:پھروہ لکڑیوں کے انبار کے بیچ میں بے قرار ہوکرآتا ہےاور ہزاروں دردانگیز نالےاورآوازیں نکالتا ہے۔ ۱۱:اورتو جان لے کہ وہ اس وقت اپنی چونچ کے سوراخ سے ایک نیادردانگیز نوحہ پیدا کرتا ہے۔۱۲:اورنوحہ خوان کی طرح اپنی چونچ کے سوراخوں میں سے نئی نئی آوازیں نکالتا ہے۔۱۳:یہ اپنی نوحہ گری کے وقت موت کے ڈر سے ہر وقت پتے کی طرح کانپتا ہے۔۱۴:اُس کی آہ وبکا سے تمام پرندےاوراُس کے اس شورغُل سے تمام درندے۔ ۱۵:اُس وقت اپنادل اس جہان سے علیحدہ کرلیتے ہیں(دُنیا سے بیزار ہوجاتے ہیں)۔۱۶:تواس کے رنج ومحن سے اس کے سامنے بہت سے جانور مرجاتے ہیں۔۱۷:بہت سےاُس کے رونے سے بےخود ہوکرخود بھی گریہ وزاری شروع کردیتے ہیں اور بعض کمزوری کی وجہ سے بے جان ہوجاتے ہیں۔۱۸:بس وہ دِن عجیب ہوتا ہےاوراُس کے دل کوجلانے والی آہ وبکا سے خون ٹپکتا ہے۔۱۹:جب اس کی عمر کا ایک لمحہ باقی رہ جاتا ہے۔تو وہ اپنے بال و پر پھڑ پھڑاتا ہے۔۲۰:اس کے پروں سے آگ پیداہوتی ہےاور پھراس کے بال و پر میں آگ لگ جاتی ہے۔۲۱:فوراً لکڑیوں میں آگ لگ جاتی ہےاور پھرتمام لکڑیاں جل جاتی ہیں۔۲۲:پرندہ اورلکڑیاں جب دونوں جل کرکوئلہ بن جاتے ہیں اوردونوں بُجھ کرخاک ہوجاتے ہیں۔۲۳:جب ایک ذرّہ برابر بھی چنگاری باقی نہیں رہتی۔ایک اورققنس خاک میں سے پیداہوتا ہے۔۲۴:جب وہ لکڑیاں جل کرخاک ہو جاتی ہیں۔تو اس میں سے ایک ققنس کا بچہ سر باہرنکالتا ہے۔۲۵:کیا آج تک ایسااتفاق ہوا ہے کہ یہ کسی شخص کے مرنے کے بعداُس کی خاک میں سے کوئی اور انسان پیداہواہو۔۲۶:اگر تجھے ققنس کی طرح بہت بڑی زندگی دیتے ہیں۔تو جب تو مرجاتا ہے۔اس وقت تجھ سے کام بھی بہت بڑالیتے ہیں۔۲۷:پریشان ققنس ایک ہزارسال تک اپنی حالت پرزاروقطار روتا رہتا ہے۔۲۸:ایک مدت تک وہ گریہ وزاری کرتا ہے،کیونکہ وہ غمگین ہوتا ہےاوراس کا کوئی دمساز نہیں ہوتا۔۲۹:اس کا تمام جہان میں کوئی رشتہ داراوردوست نہیں ہےاورنہ اس کا کوئی جوڑا ہےاورنہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔۳۰:آخرجب اسے موت آتی ہے۔تو وہ اپنے آپ کوجلا کرخاک کردیتا ہے۔۳۱:تاکہ تو جان لے کہ اجل کے ساتھ سے کوئی شخص بھی کسی حیلہ و

بہانہ سے اپنی عزیز جان کو نہیں بچا سکتا۔۳۲: تمام دُنیا میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جسے موت نہ آئے گی اور یہ عجیب بات دیکھ کہ کسی کے پاس دوسرے جہان کے لیے پتے کے برابر بھی زادِ راہ نہیں ہے۔۳۳: موت اگر چہ بہت سخت اور ظالم ہے۔لیکن روٹی کی ٹکیا کا ٹھنڈا کرنا بھی ضروری ہے (موت کے لیے سامان کرنا ضروری ہے)۔۳۴: اگر چہ ہمیں اس دنیا کے بہت سے کام ہیں۔لیکن یہ موت کا وقت ان تمام کاموں سے مشکل ہے۔

حکایت ایک لڑکے کی جو اپنے باپ کے جنازے کے آگے آگے جا رہا تھا ایک صُوفی کے ساتھ

۱: ایک لڑکا اپنے باپ کے جنازے کے آگے آگے جاتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ اے باپ۔۲: آج تیری موت نے مجھے زخمی کر دیا ہے۔ایسا تجربہ آج تک مجھے کبھی نہیں ہوا۔۳: صوفی نے جواب دیا کہ تیرے باپ کو بھی آج کے دِن جیسا کوئی تجربہ نہیں ہوا ہوگا (وہ آج تک نہیں مرا ہوگا)۔۴: اے شخص کہ تو دنیا میں بغیر کسی چیز کے آیا ہے اور ہوا کی طرح خاک اپنے سر پر ڈالتا آیا ہے۔۶: اگر تو اس مملکت کی مسند پر بھی بیٹھ جائے تو تیرے ہاتھ سوائے ہوا کے کچھ نہ آئے گا (تو کارِ لاحاصل کرے گا)۔

ایک شخص کا نفیری بجانے والے سے نزع کے وقت سوال

۱: ایک نفیری بجانے والے کی جب موت آئی۔تو اس سے چپکے سے ایک شخص نے پوچھا۔۲: اِس مصیبت کے وقت تیرا کیا حال ہے۔اس نے جواب دیا کہ میں اپنا حال کچھ نہیں بتا سکتا۔۳: میں نے تمام عمر خاک چھانی اور آخرکار خاک میں مِل گیا۔۴: موت کا علاج سوائے مرنے کے کچھ اور نہیں ہے اور لیے پتہ درخت سے گرنے پر رضامند ہو جاتا ہے۔۵: ہم سب صرف مارے جانے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اور ہمیں اپنی زندگی سے محبت نہیں کرنی چاہیے۔۶: جس شخص نے اِس دُنیا کو اپنے قبضہ میں رکھا (حکومت کرتا رہا) وہ موت کے وقت سُرمہ کی طرح پس جاتا ہے۔۷: اور جو شخص فلک کی طرح خوں ریزی کرتا رہا۔جب وہ قبر میں گیا۔تو بے حقیقت ہو گیا۔۸: تمام دنیا جو اس زمین کے نیچے سو رہی ہے۔یہ سو نہیں رہے۔بلکہ سرگشتہ و حیران ہیں۔۹: موت کو دیکھ کہ یہ کتنا مشکل راستہ ہے کہ اس راستہ کی پہلی منزل قبر ہے۔۱۰: اگر تجھے موت کی تکالیف کی خبر ہو جائے۔تو تیری یہ شیریں زندگی زیروزبر ہو جائے (تو تیری یہ زندگی تلخ ہو جائے)

حضرت عیسیٰؑ اور ایک پانی کا مٹکا

۱: حضرت عیسیٰؑ نے ایک میٹھے پانی کی نہر سے پانی پیا۔اُس پانی کا مزہ گلاب سے بھی اچھا تھا۲: اُس میں سے ایک شخص نے بھی پانی کا گھڑا بھرا اور چل دیا۔حضرت عیسیٰؑ نے بھی اِس مٹکے میں سے پانی پیا۔۳: اُس مٹکے میں پانی

پینے سے آپ کا منہ کڑوا ہو گیا اور اس وجہ سے آپ حیران ہو گئے۔ ۴: اُس نے کہا (حضرت عیسیٰؑ نے) کہ اے پروردگار یہ بھی اس نہر کا پانی ہے اور وہ بھی۔ جب یہ دونوں پانی ایک ہی نہر کے ہیں۔ تو پھر یہ کیا بھید ہے۔ ۵: ایک کا پانی اِتنا کڑوا ہے کہ زہر سے بدتر اور دوسرے کا شہد سے زیادہ میٹھا کیوں ہے۔ ۶: حضرت عیسیٰؑ کے سامنے مٹی کا گھڑا اس طرح بولا کہ اے عیسیٰؑ میں ایک بوڑھے گنہگار شخص کی خاک ہوں۔ ۷: میں ان نو آسمانوں کے نیچے سینکڑوں مرتبہ بھی مٹکا بنا ہوں اور کبھی ہنڈیا اور کبھی تغار۔ ۸: اگر میری اِس مٹی سے ہزار دفعہ اور مٹکے بنائیں۔ تو بھی میرا کام سوائے اِس کڑواہٹ پیدا کرنے کے اور کچھ نہ ہو گا۔ ۹: میں اِس قدر کڑوا موت کی تلخی کی وجہ سے ہوں اور میرا پانی بھی اس لیے کڑوا ہے۔ ۱۰: اے غافل اِس مٹکے کی باتیں سُن اور اس کے بعد تو اپنے آپ کو مٹکے کی طرح مت بنا (زندگی میں گناہ مت کر)۔ ۱۱: اے بھید کے تلاش کرنے والے تو نے اپنے آپ کو گم کر دیا ہے۔ اِس سے پہلے کہ تو مرے۔ توبہ کر لے۔ ۱۲: تو دوبارہ زندہ نہ ہو گا اور جب تو مر جائے گا۔ تو پھر کس طرح یہ بھید جان سکتا ہے۔ ۱۳: نہ تجھے اپنے ہوش وحواس کی خبر ہے اور نہ تجھے اپنے مرنے کی کوئی خبر ہے۔ ۱۴: اے انسان اگرچہ تو زندہ ہے۔ لیکن تو نے اپنے آپ کو کھو دیا ہے۔ اگرچہ تو انسان کی اولاد ہے۔ لیکن نامرد ہے۔ ۱۵: جب اُس درویش پر ہزاروں پردے پڑے ہیں۔ تو وہ اپنے آپ کو کس طرح پہچان سکتا ہے۔

نزع کے وقت بقراط اور اس کے شاگرد کی حکایت

۱: کہتے ہیں کہ جب بقراط پر نزع کی حالت طاری ہوئی۔ تو وہاں اس وقت اس کا ایک شاگرد موجود تھا۔ اُس نے کہا کہ اے اُستاد۔ ۲: جب آپ کو نہلا کر دھلا کر کفن پہنائیں۔ تو بتایئے آپ کو کس جگہ دفن کریں۔ ۳: اُس نے جواب دیا کہ اے غلام۔ اگر تو مجھے دوبارہ حاصل کر لے۔ تو جہاں تیرا جی چاہے۔ دفن کر دیجیو۔ ۴: جبکہ میں نے اپنی زندگی میں اپنے آپ کو نہیں پایا۔ تو تُو مجھے مرنے کے بعد کیسے پا سکے گا۔ ۵: میں اس طرح زندہ رہا ہوں کہ تمام عمر مجھے اپنے متعلق بال برابر بھی خبر نہیں ہوئی۔

شیخ بصرہ ایک شخص کی قبر پر

۱: جب لوگ مُردے کو دفن کر رہے تھے۔ تو اُس وقت شیخ بصرہ گڑھے کے قریب پہنچے۔ ۲: وہ اِس قبر کی طرف غور سے دیکھتے تھے اور پھر اپنے پر روتے تھے۔ ۳: بس اتنا کہا کہ موت بہت مشکل کام ہے۔ اِس تمام دنیا کی آخری منزل یہی قبر ہے۔ ۴: اور دُوسرے جہان کی پہلی منزل بھی یہی قبر ہے اور اُس جہاں کی پہلی اور اِس دنیا کی آخری منزل اِس زمین کے نیچے ہے۔ ۵: اور جس شخص نے اِس دنیا سے دِل لگایا۔ اس کے لیے قبر تنگ ہو جاتی ہے۔ ۶: تو اس خطرناک دنیا سے کیوں نہیں ڈرتا کہ یہاں کی اوّل منزل خاک کے نیچے دفن ہونا ہے۔ ۷: تو کب تک اِس طرح ختم ہوتا رہے گا۔ تیری حالت پر افسوس ہے۔ ۸: کوئی شخص اِس بھید کو نہیں جان سکتا اور کوئی شخص کسی کے لیے رو

رو کر اپنی جان نہیں کھو سکتا۔ ۹: اگر کسی چراغ کے سامنے ہوا ہو۔ تو پھر وہ کیسے جل سکتا ہے۔ ۱۰: اگر تو اس بھید سے واقف ہونا چاہتا ہے تو ایسے شخص سے مل، جس کا آج تک کوئی نہ مرا ہو (جو بالکل ناممکن ہے)۔ ۱۱: چونکہ تو پاگل ہے اس لیے ہماری ہوا میں اپنا چراغ لے جانا چاہتا ہے (ناممکن کام کرنا چاہتا ہے)۔ ۱۲: تو جلد بجھنے والے چراغ کی طرح خوف نہیں کھاتا۔ اگر تو جلدی مر سکتا۔ تو کبھی کا مر گیا ہوتا۔ ۱۳: اگر یہ چراغ یکا یک گل ہو جائے۔ تو راستہ طے کیے بغیر کنوئیں میں گر پڑے گا۔ ۱۴: اگر تو بجھے ہوئے چراغ کے ڈھونڈنے کی کوشش کرے تو تمام دنیا میں تجھے اس کی کوئی خبر نہیں دے سکتا۔ ۱۵: جس چراغ کو ہوا نے بجھا دیا۔ تو اس پر خواہ کتنا ہی زور لگائے وہ نہیں جل سکتا۔ ۱۶: جب چراغ اپنی جگہ سے بے جگہ ہو گیا۔ تو گم ہو گیا۔ ۱۷: اس جہان سے اُس جہان تک کا راستہ ایک سانس سے زیادہ نہیں ہے۔ ۱۸: جب تیری جان اس دنیا میں نکل جاتی ہے۔ تو اس کے بعد دوسری دنیا آجاتی ہے۔ ۱۹: اس جہان سے اس جہان کا راستہ بہت لمبا نہیں ہے اور ان دونوں کے درمیان سوائے سانس کی دیوار کے کوئی اور دیوار نہیں ہے۔ ۲۰: جب کہ تیرے لیے وہ وقت آجاتا ہے (تو مر جاتا ہے) تو تجھے خاک میں دفن کر دیتے ہیں۔ ۲۱: تمام لوگوں کا ارادہ اس خاک میں ملنے کا ہے اور سب کے لیے اس خاک میں سونا ضروری ہے۔ ۲۲: موت نہ کسی بے وقوف کو چھوڑتی ہے اور نہ کسی عقل مند کو اور نہ کسی نیک انسان کو چھوڑتی ہے اور نہ کسی بُرے کو۔ ۲۳: خواہ تو نیک لوگوں میں سے ہے۔ یا برے لوگوں میں سے۔ جب تو ان کی طرح مرے گا۔ تو تجھے معلوم ہو جائے گا۔ ۲۴: جو شخص کہ مر گیا اور خاک کے نیچے دفن ہو گیا۔ ہر ایک شخص اس کو یہی کہتا ہے کہ وہ آرام سے ہے اور دنیا کے جھگڑوں سے آزاد ہو گیا۔ ۲۵: خواہ کوئی رستم ہی کیوں نہ ہو (تہمتن رستم کا لقب ہے) وہ ضرور مرے گا۔ اس دیگ کا منہ باندھنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے (انسان کے لیے موت لازمی ہے)۔ ۲۶: حقیقت میں دنیا پتہ کی طرح گرتی ہے اور اس کے لیے سب سے پہلا آرام موت ہے۔ ۲۷: کھڑے ہو جاؤ۔ چلو ہم آسمان پر قدم رکھیں اور پھر اس موت کے خون میں بھرے ہوئے سر پر قدم رکھیں۔ ۲۸: میں اپنے دنیا میں آنے پر بادل کی طرح روتا ہوں۔ میں یہاں سے جانے پر رو رہا ہوں اور یہاں آنے پر افسوس کر رہا ہوں۔

ایک دیوانہ کا نزع کے وقت رونا

۱: اہلِ راز میں سے ایک دیوانہ پر نزع کی حالت زیادہ دیر تک رہی۔ ۲: یہ اپنی کمزوری اور بے قراری کی وجہ سے خون برسانے والے ابر کی طرح روتا تھا۔ ۳: اس نے کہا۔ چونکہ میری جان خدائے تعالیٰ نے پیدا کی ہے اور جب وہ اس طرح میری جان لیتا ہے۔ تو مجھے پیدا ہی کیوں کیا تھا۔ ۴: اگر مجھے اپنی جان سے محبت نہ ہوتی۔ تو اس نزع کے وقت سے میں بالکل بے خوف ہوتا۔ ۵: نہ مجھے اس جینے سے مرنا ہوتا اور نہ تجھے اِس دنیا میں لانے اور لے جانے کی زحمت اُٹھانی پڑتی۔ ۶: کاش مجھے یہ رنج و الم نہ سہنے پڑتے اور اگر یہ تکالیف نہ ہوتیں۔ تو کیا بُرا تھا۔ ۷: اور اگر مرنا میرے لیے ضروری ہے۔ لیکن میں موت کے متعلق خیال تک نہیں کر سکتا۔ ۸: عیسیٰ ابن مریم جب اپنی موت کو

یاد کرتے تھے۔۹: تو اس قدر فراخی اور آرام کے باوجود جو انہیں حاصل تھا۔ پھر بھی رنج و مصیبت میں گرفتار ہو جاتے تھے۔۱۰: اُن کا بستر پسینہ سے تر ہو جاتا تھا۔ وہ پسینہ نہیں تھا بلکہ سر سے لے کر پاؤں تک خون تھا۔

خدائے تعالیٰ کا حضرت ابراہیمؑ سے پوچھنا کہ کیا چیز اُن پر سب سے زیادہ سخت تھی

(حضرت ابراہیمؑ کا لقب خلیل اللہ تھا)

ا: جب حضرت ابراہیمؑ کی جان نکل گئی۔ تو خدائے تعالیٰ نے اُس سے پوچھا۔۲ کہ تو تمام مخلوق سے نیک نصیبے والا تھا۔ تو نے اس دنیا میں کیا چیز سب سے زیادہ تکلیف دِہ دیکھی۔۳: اُس نے کہا کہ اگر اولاد کا مرنا ایک مصیبت سے کم نہیں ہے تو باپ کو دوزخ میں دیکھنا بھی کچھ کم نہیں ہے (اولاد سے مُراد حضرت اسماعیل کے ذبح کرنے کا واقعہ۔ آپ کے باپ چونکہ بُت پرست تھے۔ اس لیے جہنم میں گئے)۔۴: اپنے آپ کو اِس دُنیا کی آگ میں ڈالنا اپنی زندگی کے لیے وبالِ جان ہے۔۵: اگر کسی شخص پر بہت مصیبت ہے۔ تو اس کے لیے جان دے دینا کچھ بڑی بات نہیں ہے۔۶: حق تعالیٰ نے اس کا مخاطب کر کے کہا کہ اگر تجھے جان دینا ہی مشکل معلوم ہوا۔۷: تیرے جان دینے اور مرنے کے بعد اُس جہان میں تیرے اندازے سے بھی زیادہ مصیبتیں اور تکالیف ہیں۔۸: اور جو شخص نے اس راستہ سے علیحدگی اختیار کی (جس نے اس دنیا میں اپنا دل نہ لگایا) تو مت اُس کی روح کے لیے باعثِ تسکین و شادمانی ہے۔۹: تو اتنا کیوں اِس مشکل کام میں پھنسا ہوا ہے اور تو دن رات کے لیے اِتنا غافل ہے۔۱۰: اس مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنے کا صرف ایک علاج ہے اور وہ یہ کہ تو اُن مصیبتوں کو برداشت کر اور اگر تیری منزل دُور ہے۔ تو تُو اپنی اس منزلِ مقصود کو اپنے پیشِ نظر رکھ۔۱۱: دُنیا سے کنارہ کشی اختیار کر اور مرنے کی تیاری کر لے، کیونکہ تیرے لیے مرنا ضروری ہے۔ اس لیے اِس راستہ کا ساز و سامان تیار کر۔۱۲: یہ تیری عمر بہت بڑی ہے۔ یہی زندگی دُنیا میں سب سے بُری چیز ہے۔ اس پر تو غرور و نازمت کر۔۱۳: اے وہ شخص کہ جس نے اپنی جان کو اس دُنیا کے ایک جَو کے برابر سونے کے عوض بیچا۔ اُس نے یوسفؑ کی قدر نہ کی اور اُسے اتنا سستا فروخت کر دیا۔۱۴: جب تو نے یوسفؑ کو اِس طرح خریدا ہے۔ تو تجھے چاہیے کہ اُسے جان سے زیادہ عزیز رکھے۔۱۵: اے لڑکے جان کا یوسفؑ (زندگی) بہت عزیز ہے۔ چونکہ کوئی چیز اِس دنیا میں اس سے بہتر نہیں ہے۔۱۶: ایک اندھا یوسفؑ کی قدر نہیں کر سکتا۔ سوائے اُس دل کے کہ جس میں اِس کی محبت بھری ہو۔

ایک غریب شخص کی وزارت

ا: ایک مفلس و غریب کو ایک بادشاہ نے وزارت کا رُتبہ عطا فرمایا اور اُس نے اپنی وزارت کے زمانے میں بہت سا مال و دولت اور مرتبہ حاصل کیا۔۲: آخر کار جب بڑھاپا آیا۔ تو اس نے اس عہدے سے دست بردار ہونا چاہا۔

۳:اس نے کہا کہ اے بادشاہ میں گوشہ نشینی اختیار کرنا چاہتا ہوں۔ اِس وجہ سے کہ مجھے اپنی موت سے ڈر لگتا ہے۔
۴:بادشاہ نے جواب دیا کہ جب تو شروع شروع ملازمت میں آیا تھا۔تو بہت مفلس و تنگ دست تھا اور اب تو علیحدہ ہونا چاہتا ہے۔ ٦:اس لیے جو کچھ تیرے پاس ہے۔ سب میرے حوالے کر اور پھر پہلے کی طرح مُفلس ہو جا۔ ۷:چونکہ تو یہاں خالی ہاتھ مُفلس آیا تھا اور اے بے وقوف اَب تو اِس قدر دولت لے کر جا رہا ہے۔ ۸:اُس نے کہا۔ چونکہ میں نے تیری وزارت کی ہے اور اپنی نقد جان اس میں ہاری ہے۔ ۹:تو میری نقد جان مجھے واپس دے دے اور یہ سب کچھ مجھ سے لے لے۔ ورنہ مجھے ملامت مت کر۔ ۱۰:کوئی کیا جان سکتا ہے کہ میں نے کیا عزیز نقدی (عزیز جان) تیرے اس ملک کی خدمت میں ہار دی ہے۔ ۱۱:چونکہ وہی تیری عمر کا سرمایہ تھا۔تو پھر کیوں تو نے اتنے جلد اپنی زندگی کو ضائع کر دیا۔ ۱۲:جب کہ تو نے زندگی جیسی دولت ضائع کر دی۔تو جو کچھ بھی تیرے پاس مال و دولت تھی۔ سب تجھ سے چھین لی گئی۔ ۱۳:اے بے حقیقت شخص تو کیا عمر کی قدر جان سکتا ہے۔صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں، جو موت کا ذائقہ چکھ چکے ہیں۔ ۱۴:تو قبروں میں سونے والوں سے پوچھ کہ وہ اِس عزیز جان کے متعلق کیا کہتے ہیں۔

ایک زاہد شخص کا خواب میں دیکھنا اور سلام کا جواب نہ سُننا

۱:ایک پرہیز گار شخص کو خواب میں دیکھا اور جب اُس کو سلام کیا۔تو اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ۲:اس نے کہا کہ اے نیک بخت بزرگ تو آخر کیوں میرے سلام کا جواب نہیں دیتا۔ ۳:جب تو جانتا ہے کہ اس کا جواب دینا تجھ پر فرض ہے۔ مجھے جواب دے اور مجھ سے ناراض نہ ہو۔ ۴:اُس نے جواب دیا کہ میں تو خوب جانتا ہوں کہ اس سلام کا جواب دینا مجھ پر فرض ہے۔ لیکن میرے لیے یہ دروازہ بند ہے۔ ۵:میں تیرے سلام کا جواب کیسے دوں۔ جبکہ اطاعت کا دروازہ بند ہے۔ ٦:تمام عمر میں نے کبھی خدا کی عبادت میں رکوع اور سجدہ نہیں کیا (رکوع جھکنا اور سجدہ پیشانی خاک پر رکھنا)۔ ۷:اگر تو دنیا کی پھانسی پر لٹکا ہوا ہوتا۔تو تجھے خداوند تعالیٰ کی اطاعت کے بغیر کیسے چین آ سکتا ہے۔ ۸:اس سے قبل ہم بالکل غافل اور بے خبر تھے اور اب صرف اتنا جان گئے ہیں (کہ خدا کی عبادت کرنی چاہیے)۔ ۹:افسوس کہ اَب عبادت کا راستہ بند ہو گیا۔ ہم مر گئے اور ہمارے رگ و ریشہ میں غم بیٹھ گیا (اَب ہم عبادت نہیں کر سکتے، کیونکہ مر گئے۔ ۱۰:اب عبادت کرنے کا موقعہ نہیں رہا اور نہ اس پر افسوس کرنے کی طاقت باقی ہے۔ ۱۱:افسوس کہ یہ عزیز زندگی ختم ہو گئی۔ اَب صرف رنج و افسوس باقی ہے اور یہ قصہ دُہرایا نہیں جا سکتا۔ ۱۲:افسوس کہ ہم نہیں جانتے کہ ہم اپنا کام کس طرح چلائیں۔ ۱۳:اس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہم حیران و پریشان ہیں اور اپنی پشیمانی سے قید خانہ میں پڑے ہیں۔ ۱۴:ایک وہ پرندہ جس کے بال و پر پورے ہوں۔ چھوٹے پَروں کی قدر اس وقت جانتا ہے کہ جب اس کے وہ باقی ماندہ بال و پر بھی جل جائیں۔ ۱۵:تو اپنے اندھے پن سے راستے میں کنواں بھی نہیں دیکھ سکتا۔ تو خداوند کریم سے دیکھنے والی آنکھ طلب کر۔ ۱٦:جب خدا تیرا کام بنانا چاہتا ہے۔ تو اگر تو اندھا بھی ہوتا

ہے۔تو تجھے وہ دیکھنے والا بنا دیتا ہے۔ ۱۷:اس وقت تو مغرور ہے۔ گویا تیری بنیاد ہوا پر ہے جو بالکل بے کار اور ناپائیدار ہے۔ ۱۸:اے بے خبر تو اِس وقت ہوا میں پھنس گیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تیرے سر سے یہ ہوا نکل جائے (تیرا غرور جاتا رہے)۔ ۱۹:اگر چہ اس وقت تیرا سر آسمان ہے (تجھے بہت غرور اور تکبر ہے) لیکن آسمان کی طرح تو زمین پر اوندھے منہ گرنے والا ہے۔ ۲۰: تیرا کاروبار اس دنیا میں ہے اور جب تو یہاں سے چلا جاتا ہے۔ تو یہی تمام دنیا والے تیرا ماتم کرتے ہیں۔ ۲۱: کیونکہ دنیا میں کوئی شخص ہمیشہ نہیں رہے گا۔ اس لیے یہاں کی دوستی اور دشمنی کوئی مطلب نہیں رکھتی۔ ۲۲: تو کہے گا کہ اِس آسمان کے قانون کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور دنیا میں جو کچھ چیزیں ہیں۔ وہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ۲۳: جبکہ انسان کا چہرہ کچھ حقیقت ہی نہیں رکھتا۔ تو اُس کی خوب صورتی یا بدصورتی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ۲۴: جبکہ بالوں کو زندگی کی امید ہی نہیں ہے تو پھر ان کی سفیدی یا سیاہی کی خواہش کیوں کرتا ہے۔

ایک شخص کا حضرت عیسیٰؑ سے پوچھنا کہ وہ مکان کیوں نہیں بنواتے

۱: اُن میں سے ایک شخص نے حضرت عیسیٰؑ ابنِ مریم سے پوچھا کہ اے بے مثل شخص آپ کی نظیر صرف سورج ہے۔ ۲: آپ اپنے لیے ایک مکان کیوں نہیں بنواتے۔ حضرت عیسیٰؑ نے جواب دیا کہ میں دیوانہ نہیں ہوں۔ ۳: جب قیامت تک کوئی میرا ہمسر نہیں ہے۔ تو پھر یہ دنیا میرے لائق کیسے ہوسکتی ہے۔ ۴: اور جو شخص اس راہ میں (خدا کی راہ میں) عاجزی سے آیا۔ اس جگہ امیر اور فقیر میں کوئی تمیز نہیں رہتی۔ ۵: تو نے اپنے پاؤں اور سر کو گیند کی طرح بنا لیا ہے۔ اے جاہل یہ سرگردانی کیسی ہے۔ ۶: تو تمام دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر۔ اس سے پہلے کہ مجھے یہاں سے چرا لیں (مر جائے)۔

دوسرے پرندے کا سوال دنیا کی نامرادی کی صِفت کے بیان میں

۱: دوسرے پرندے نے ہُدہُد سے کہا کہ اے خوش عقیدہ ہستی میری مراد کبھی پوری نہیں ہوئی۔ ۲: میری تمام عمر رنج و غم میں گزری ہے اور دنیا میں مجھ پر بہت ستم ہوئے ہیں۔ ۳: میرے مصیبت زدہ دل نے اتنے رنج و غم سہے ہیں کہ میرے غم میں ایک ایک ذرّہ ماتم کر رہا ہے۔ ۴: میں ہمیشہ حیران و پریشان رہا ہوں۔ اگر ایک منٹ کے لیے بھی خوش نصیبی حاصل ہوئی ہو۔ تو مجھ پر حرام ہے۔ ۵: میں اِن غموں میں بے حال ہو گیا ہوں۔ اب میں ہوا کی طرح آگے کیسے بڑھوں۔ ۶: اگر اس راستے میں اتنی مصیبتیں نہ ہوتیں۔ تو اس سفر سے میرا دل بہت خوش و خرم ہوتا۔ ۷: لیکن جب مرا دل رنج و محن سے بھرا ہوا ہے۔ میں کیا کروں۔ اپنا حال کہہ دیا ہے۔ اَب تو خود ہی بتا کہ میں کیا کروں۔

ہُدہُد کا جواب

۱: اس نے کہا کہ تو دنیا پر شیدا اور فریفتہ ہے۔ اس کے عشق میں سر سے لے کر پاؤں تک غرق ہے۔ ۲: اس دنیا کی مایوسی اور امید اگر تو حرکت کرے۔ تو آنکھ جھپکنے میں ختم ہو جائے گی۔ ۳: جس طرح ایک سانس جلدی سے ختم ہو جاتا

ہے۔اسی طرح زندگی بھی ایک سانس میں گزر جائے گی۔۴: جب دنیا اس طرح ختم ہو جاتی ہے۔تو دنیا ترک کر دے اور اس کی طرف مت دیکھ۔۵: جب کسی چیز کو بھی اس دنیا میں قرار نہیں ہے۔تو پھر جس نے اس دنیا سے دل لگایا۔ اس کا دل زندہ نہیں ہے۔

اُس راستہ دیکھنے والے کی حکایت کہ جس نے کسی سے بھی شربت نہ پیا تھا

۱: ایک راستہ دیکھنے والا بہت نیک شخص تھا۔اس نے کسی شخص کے ہاتھ سے شربت نہ پیا تھا۔۲: اس سے ایک نے پوچھا کہ اے خدا سے نسبت رکھنے والے شخص تجھے شربت اچھا کیوں نہیں لگتا۔۳: اس نے جواب دیا۔اس لیے کہ میں دیکھتا ہوں کہ ہر وقت میرے سر پر موت کا فرشتہ موجود ہے تو پھر میں کس طرح شربت جلدی سے پی لوں۔ ۴: جب اس طرح میرے سر پر موت کا فرشتہ موجود ہے۔تو اگر میں شربت پیوں (عیش و عشرت کروں) تو میرے لیے حرام ہے۔۵: خدا پر بھروسہ کرنے کے بعد یہ شربت بہت خوش ذائقہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ شربت نہیں ہوتا بلکہ آگ ہوتی ہے۔۶: دنیا میں ایک گھڑی کی زندگی کے لیے میں اپنا دل کیونکر لگاؤں۔۷: اگر زندگی میں تیری مراد اور آرزو پوری ہو گئی۔تو اس بات پر غرور مت کر۔۸: اور گر تو اپنی کم بختی کی وجہ سے مصیبت میں پھنس جائے تو یہ مصیبت صرف تھوڑی دیر کے لیے ہے۔تو آہ و زاری مت کرو۔۹: اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچے۔تو اسے عزت سمجھ۔ ذلت نہ سمجھ۔۱۰: جو کچھ نبیوں پر مصیبتیں گزریں۔ان کا نشان کربلا کے میدان میں نہیں ملتا۔۱۱: جو بات ظاہرا تجھے مصیبت معلوم ہوتی ہے۔وہ حقیقت دیکھنے والے کے لیے خزانہ ہے۔۱۲: سینکڑوں شخص اس دنیا سے ہر دم فائدہ اُٹھاتے ہیں اور خدا کے احسانوں سے دُنیا بھری ہوئی ہے۱۳: تو اس کا احسان نہیں مانتا اور خدا کی خاطر تھوڑی سی بھی مصیبت برداشت نہیں کرتا۔۱۴: یہ دوستی کی نشانی کب ہے۔تو سر سے لے کر پاؤں تک جہالت میں مبتلا ہے۔

بادشاہ کا اپنے غلام کو میوہ دینا اور اس غلام کا میوہ کھا جانا

۱: ایک نیک خصلت بادشاہ تھا۔اس نے ایک دن اپنے ایک غلام کو میوہ دیا۔۲: اس غلام نے خوشی خوشی سے اُسی وقت وہ میوہ کھا لیا۔بادشاہ نے کہا کہ اے غلام تو اس کھانے کو خوش ہو کر کھاتا ہے۔۳: بادشاہ کی بھی یہی آرزو تھی کہ اس کا غلام میوہ خوش ہو کر کھائے۔۴: بادشاہ نے کہا کہ اے غلام مجھے بھی تو اس میں تھوڑا سا حصہ دے۔چونکہ تو اس کو خوشی سے کھاتا ہے۔۵: جب اُس نے بادشاہ کو میوہ دیا اور بادشاہ نے اُسے کھایا۔تو وہ میوہ کڑوا تھا اور بادشاہ کو یہ بہت بدمزہ معلوم دیا۔۶: اُس نے غلام سے کہا کہ تو نے یہ تلخ اور کڑوا میوہ میٹھے اور شیریں میوہ کی طرح کیوں کھایا۔۷: اس وقت غلام نے بادشاہ سے کہا کہ اے حاکم وقت جب تو نے مجھے اپنے ہاتھ سے ہزاروں نعمتیں اور تحائف دیے ہیں۔ ۸: اگر تیرے ہاتھ سے یہ کڑوا میوہ آ گیا۔تو تیری دی ہوئی چیز کو واپس کرنا میرا قاعدہ نہیں ہے۔۹: جب مجھے تیرے ہاتھ سے ہر وقت مال و دولت ملتی ہے۔تو مجھے تیری ایک تلخی سے تکلیف کس طرح پہنچ سکتی ہے۔۱۰: جب تیری

عنایتوں کی وجہ سے میں دباجارہاہوں تو پھر تیرے ہاتھ سے مجھے تکلیف کیونکر پہنچ سکتی ہے۔۱۱: اگر تجھے خدا کی راہ میں بہت سی مصیبتیں پیش آئیں۔تو یقین کرلے کہ مجھے بہت سے خزانے ملنے والے ہیں۔۱۲: تیرا راستہ بالکل اُلٹا ہے اور چونکہ تو ایسا کرتا ہے (مال و دولت رکھتا ہے) اِس لیے تو یہاں اس طرح پڑا ہوا ہے۔۱۳: جب بڑے بڑے آدمیوں نے اپنے سر قدموں پر جھکائے ہیں۔تو پھر مصیبت برداشت کیے بغیر انھوں نے خوراک حاصل نہیں کی۔۱۴: جب تک انھیں روٹی اور نمک کی ضرورت ہے۔اس وقت تک انہیں مصیبتیں برداشت کرنا پڑیں گی۔

ایک شخص کا صوفی سے پوچھنا کہ وہ کس طرح گزر کرتا ہے

۱: ایک عزت والے شخص نے ایک صوفی سے سوال کیا کہ اے بھائی تو اس دنیا میں کس طرح گزر کرتا ہے۔ ۲: اُس نے جواب دیا کہ میں اس دُنیا میں گنہگار ہوں۔اِس لیے شرمندہ و پشیمان ہوں۔۳: اِس دنیا میں جب کبھی میں نے روٹی کھائی۔اُسی وقت میری سرکوبی کی گئی۔۴: اگر تو اس دنیا میں ایک لمحہ کے لیے بھی آرام حاصل کرنا چاہتا ہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ تو اپنے دوست کے ساتھ آرام سے سوئے۔۵: اگر تو خوشی حاصل کرنی چاہتا ہے۔تو اس میں احتیاط رکھ تا کہ اس جگہ سے سیدھے راستہ پر مردانہ وار جائے (صراط مراد پُل صراط سے ہے، جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا اور مرنے کے بعد ہر شخص کو اس پُل پر سے گزرنا ہوگا۔اگر وہ خدا کا نیک بندہ ہے۔تو وہ آرام سے اس پر سے گزر جائے گا اور اگر گنہگار ہے۔تو وہیں کٹ کر رہ جائے گا)۔۶: کسی شخص کو اس دنیا میں ایک لمحہ کے لیے بھی اطمینان قلب حاصل نہیں ہے، کیونکہ خوش رہنا دُنیا کا دستور نہیں ہے۔۷: انسان کا نفس آگ کی طرح ہے۔پھر یہ بچپن کے زمانہ میں کیسے خوش رہ سکتا ہے۔

شیخ ابو سعید مہنہ سے ایک بوڑھی عورت کی التجا

۱: اگرچہ میں نے اس دنیا میں اتنی خاک چھانی۔لیکن کسی شخص نے بھی مجھے خوش دلی (اطمینان قلب) کا ذرّہ برابر بھی کچھ پتہ نہ بتایا۔۲: شیخ مہنہ سے اُس بوڑھی عورت نے کہا کہ تو خوش دلی کی دعا مجھے بتا۔۳: اِس سے پہلے میں نے بہت مصیبتیں اُٹھائی ہیں اور اَب اِس سے زیادہ مجھ میں رنج سہنے کی ہمت نہیں ہے۔۴: اگر مجھے خوش رہنے کی دعا آجائے۔تو میں ہر وقت اسے پڑھتی رہوں۔۵: شیخ نے اس کو جواب دیا کہ ایک عرصہ ہوا کہ میں دوزانو ہو کر بیٹھ گیا ہوں (دنیا ترک کردی ہے)۔۶: اور جو کچھ تو تلاش کرتی ہے۔میں نے اسے تلاش کرنے کی کوشش کی۔لیکن مجھے کچھ حاصل نہیں ہوا۔۷: جب اس درد کا کوئی علاج نہیں ہے۔تو پھر انسان کو کس طرح اس دنیا میں خوش دِلی اور اطمینان قلب نصیب ہوسکتا ہے۔

ایک سائل کا جنیدؒ سے خوش دلی کے متعلق سوال کرنا

۱: ایک سائل جنیدؒ صوفی کے سامنے بیٹھا تھا۔اس نے کہا کہ اے وہ شخص جو قید ہوئے بغیر خدا کا شکار ہے (خدا کا

عاشق ہے)۔۲:انسان کوخوش دلی کیونکر حاصل ہو سکتی ہے۔جنیدؒ نے جواب دیا کہ اُس وقت جب اُسے وصل نصیب ہو جائے۔۳:جب تک بادشاہ کی قربت حاصل نہیں ہوتی۔تیری کوشش ہمیشہ نا کامیاب رہتی ہے۔۴:ذرّہ کے لیے سرگشتہ اور سرگرداں ہی پھرنا اچھا ہے، کیونکہ اس میں سورج کے سامنے ٹھہرنے کی تاب نہیں ہے۵:اگر یہ ذرّہ سو دفعہ بھی خون میں غرق ہو جائے۔تو پھر بھی اس میں سے سرگشتگی نہیں نکل سکتی۔۶:جب کہ یہ ذرّہ سورج کو واپس کر دیں۔تو وہ ذرّہ ذرّہ نہیں رہتا۔ذرّہ حقیقت میں ایک ذرّہ ہے یہ چمک دار گوٹا نہیں ہے۔۸:اور جو شخص اِس ذرّہ سے شروع ہی میں علیحدگی اختیار کرتا ہے۔تو اس کی حقیقت بھی ایک ذرّہ ہوتی ہے۔۹:اگر وہ سورج کے سامنے مٹی میں گم ہو گیا۔تب بھی یہ ہمیشہ ایک ذرّہ ہی رہے گا۔۱۰:اے ذرّے تو جا رہا ہے اور نیند میں بے ہوش ہے۔تو کب تک سورج کی طرح پھرتا رہے گا۔۱۱:اے ذرّے کی طرح بے قرار شخص مجھے اِس وقت تک صبر ہے۔جب تک کہ تو اپنی عاجزی کو کھلم کھلا نہ دیکھے گا۔

ایک چمگادڑ اور اس کی تقریر

۱:ایک رات ایک چمگادڑ نے غصہ سے کہا کہ مجھے ایک لمحہ کے لیے بھی سورج کی روشنی نصیب نہیں ہے۔۲:میں اپنی عمر بہت مجبوری اور مصیبت میں گزار رہی ہوں اور میں اِس طرح کب تک رہوں۔۳:میں نے آنکھیں بند کر کے بہت سے سال اور مہینے گزار دیے ہیں۔تا کہ میں منزل مقصود تک جا پہنچوں۔۴:ایک تیز چشم نے کہا کہ اے مغرور اور مست وہاں تک پہنچنے کے لیے کئی ہزار سال کی مسافت درکار ہے۔۵:اے سرگزشتہ تو وہاں تک پہنچ سکتی ہے۔جب چیونٹی کنوئیں میں پڑی ہو۔تو وہ کس طرح اوپر راستے پر آسکتی ہے۔۶:اس نے کہا۔مجھے کوئی خود غرضی نہیں ہے۔میں اُڑنا چاہتی ہوں تا کہ میں دیکھوں کہ اس سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔۷:میں نے مدتوں مست اور بے خبر یہ راستہ طے کیا ہے۔یہاں تک کہ اَب نہ مجھ میں قوت باقی رہی اور نہ بال و پر۔۸:آخر کار میں بالکل جل کر خاک ہو گئی اور عاجز اور پریشان ہو گئی۔۹:چونکہ اسے سورج کی خبر نہیں ملی اِس لیے اس نے کہا کہ میں سورج سے آزاد ہو گئی ہوں۔۱۰:ایک عقل مند نے اس سے کہا کہ شاید تو سو رہی ہے اور بغیر راستہ دیکھے چل رہی ہے۔۱۱:اس لیے تو کہتی ہے کہ سورج سے آزاد ہو گئی ہے اور اسی لیے تیرے بال و پر نہیں ہیں۔۱۲:یہ بات سُن کر چمگادڑ بہت شرمندہ ہوئی اور جو کچھ بھی اُس کی عزت رہ گئی تھی۔وہ خاک میں مِل گئی۔۱۳:اور اس نے عاجزی اور انکساری سے سورج کے سامنے جا کر اپنی جان کی زبان کے ذریعہ یہ کہا۔۱۴:اس نے کہا کہ تجھے بہت عقل مند اور دانا پرندہ مل گیا۔تو یہاں سے بہت جلد چلی جا۔

دوسرے پرندے کا سوال حکم کی پیروی اور اس کی فرماں برداری کی صِفت میں

۱:دوسرے پرندے نے اس سے پوچھا کہ اے راستہ دکھانے والے۔اگر مجھے حکم ہوتا۔تو میں اُسے فوراً بجالاتا۔
۲:مجھے قبولیت اور انکار سے کوئی سروکار نہیں ہے اور میں اس کے حکم کے انتظار میں ہوں۔۳:جو کچھ وہ مجھے حکم کرتا ہے وہ میں دِل و جان سے بجالاتا ہوں اور اگر میں اس کی حکم عدولی کروں تو مجھے تاوان دینا لازم ہے۔

ہُدہُد کا جواب

ا:اس نے کہا کہ اے پرندے تو نے بہت ہی اچھا سوال پوچھا ہے اور ایک مرد کے لیے اس سے زیادہ بہتر اور کوئی کمال نہیں ہے۔۲:اگر تو وہاں تک زندہ پہنچ جائے تو تیری زندگی اچھی نہیں ہے اور اگر تو اس کا حکم بجالائے۔تو تیری زندگی اچھی ہے۔۳:جس نے اُس کا حکم مانا۔وہ شرمندگی سے بچ گیا اور تمام مشکلات سے چھوٹ گیا۔۴:ایک لمحہ کے لیے بھی خدا کی عبادت کرنا۔تمام عمر سے کہ جس میں اس کی عبادت نہ کی گئی ہو بہتر ہے۔۵:جو شخص اس کا حکم نہیں مانتا۔وہ بہت مشکلات میں مبتلا رہتا ہے۔اس کی حقیقت ایک کتے کی سی ہے جس کی کوئی پروا نہیں کرتا۔ ۶:اگرچہ کتا بہت سختیاں برداشت کرتا ہے۔لیکن اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔چونکہ یہ کسی کا حکم نہیں مانتا۔۷:حکم دینے والا درست حکم دیتا ہے۔تو اس کا حکم مان۔تو اس کا غلام ہے۔اس لیے اس کے حکم میں کوئی تبدیلی مت کر۔

ایاز کا جواہرات کے پیالے کا توڑنا سلطان محمود کے حکم کی فرماں برداری میں

ا کہتے ہیں کہ ایک شراب کا جام ایاز کے ہاتھ میں تھا۔اس کی قیمت بے قیاس تھی،(وہ شراب کا پیالہ بہت ہی بیش قیمت تھا)۔۲:بادشاہ نے اس سے کہا کہ اس جام کو اپنے سامنے پھینک دے۔اُس نے زمین پر پیالہ دے مارا اور وہ چکنا چور ہو گیا۔۳:اس وجہ سے تمام امراو سپاہ میں شوروغُل مچ گیا اور ایاز پر سب ناراض ہوئے۔۴:ہر شخص اس سے کہتا تھا کہ اے شوریدہ سر سوائے خدا کے اس پیالہ کی قیمت کوئی نہیں جانتا۔۵:اور تو نے اسے اس بری طرح توڑ ڈالا۔آخر تو شرمندہ کیوں نہیں ہوتا اس کی اتنی زیادہ وقعت وقدر تھی۔تو نے ایک ذلیل شے سمجھ کر اسے اس طرح پھینک دیا۔۶:بادشاہ ان باتوں پر مسکرا رہا تھا اور لوگوں کے سامنے بالکل مطمئن معلوم ہوتا تھا۔۷:یہاں تک کہ ان میں سے ایک نے کہا،اے غلام تو نے اس جہان کو روشن کرنے والے پیالے کو اس بری طرح کیوں توڑ ڈالا۔۸:ایاز نے جواب دیا۔میں نے ایسا اس لیے کیا کہ بادشاہ کا حکم بجالانا مجھ پر فرض تھا۔۹:تو صرف پیالے کا خیال کرتا ہے اور میں صرف بادشاہ کے حکم کا خیال کرتا ہوں۔۱۰:وہ غلام اچھا ہے،جو اپنے آقا کے حکم پر چلتا ہے۔اس پیالہ کی کیا حقیقت ہے۔وہ اپنی جان تک دینے کو تیار ہے۔

بادشاہ کی قیدیوں پر توجہ اور اپنے حکم کے اجرا کے بیان میں

ا:ایک بادشاہ اپنے شہر میں واپس آیا اور وہاں کے لوگوں نے شہر کو آراستہ کیا۔۲:ہر شخص نے اپنی چیزیں مکان کے باہر سجادی تھیں۔۳:قیدیوں کو کسی تھوڑی یا پوری بات کی خبر نہیں تھی۔ان کو صرف اپنے طوق وزنجیر کا علم تھا۔۴:ان میں سے بعض کے سر کٹے ہوئے تھے اور ان کے گلہ میں طوق وزنجیر کا زیور تھا۔۶:جب بادشاہ اُس جگہ پہنچا۔جہاں پر قید خانہ تھا۔تو بادشاہ اسی وقت گھوڑے سے اتر گیا اور پیدل چلنے لگا۔۸:اس نے قیدیوں کو اپنے سامنے بلوایا اور سونا چاندی دے کر ان سے بہت سے وعدے کیے۔۹:بادشاہ کے ایک مصاحب نے کہا کہ اے بھید کے تلاش کرنے

والے بادشاہ تو مجھے اس بھید سے آگاہ کر۔ ۱۰: تو نے ابھی بہت آرائش وسجاوٹ دیکھی ہے اور اپنے شہر کو دیبا اور اکسوں سے مرصع پایا ہے (دیبا اور اکسوں ایک قسم کے ریشمین کپڑے ہیں۔ ۱۱: لوگ تجھ پر سے زر وگوہر نثار کر رہے تھے اور مشک وعنبر ہوا میں بکھیر رہے تھے۔ ۱۲: تو نے یہ سب کچھ دیکھا اور تو نے ان چیزوں سے پرہیز کیا۔ میں اس کا مطلب بالکل نہیں سمجھا۔ آخر اس کا کیا مطلب ہے۔ ۱۳: تو قید خانہ پر کیا اس لیے ٹھہرا ہے کہ تو سر کٹے ہوئے لوگوں کو دیکھے۔ ۱۴: اس جگہ سوائے ان قیدیوں کے کٹے ہوئے سروں کے کوئی چیز دیکھنے کے قابل نہیں ہے۔ ۱۵: یہ جن قیدیوں کے ہاتھ کٹے ہوئے ہیں۔ یہ سب خونی ہیں۔ تو ان کے پاس کیوں کھڑا ہے۔ ۱۶: بادشاہ نے جواب دیا کہ دوسرے لوگوں کی آرائش بچوں کا کھیل تھی۔ ۱۷: اُن میں سے ہر شخص اپنا حال نہایت غرور سے پیش کر رہا تھا۔ ۱۸: اُن تمام لوگوں نے غلطی کی ہے۔ میرے مطلب کی بات تو صرف ان قیدیوں نے کی ہے۔ ۱۹: اگر میرا حکم یہاں نہ چلتا۔ تو ان قیدیوں کے سر کس طرح کاٹے جا سکتے (یہ قیدی میرے فرمانبردار ہیں)۔ ۲۰: کیونکہ میرا حکم یہاں سب سے زیادہ چل رہا تھا۔ اس لیے میں یہاں ٹھہر گیا۔ ۲۱: شہر کے تمام لوگ غرور میں مست ہیں اور انہیں کچھ ہوش نہیں ہے۔ ۲۲: یہ قیدی میرے حکم سے مصیبتیں اور سختیاں برداشت کر رہے ہیں۔ ۲۳: کبھی ان کے ہاتھ کاٹ دیے جاتے ہیں اور کبھی ان کا سر اُڑا دیا جاتا ہے۔ کبھی یہ خشکی میں رہتے ہیں اور کبھی تری میں۔ ۲۴: یہ ہمیشہ بے کار بیٹھے میرے حکم کے منتظر رہتے ہیں کہ کب انہیں قید خانہ سے نکال کر پھانسی دینے کے لیے لے جایا جائے گا۔ ۲۵: بے شک یہ قید خانہ میرے لیے باغ کی طرح خوب صورت ہے۔ کبھی میں ان کو دیکھتا ہوں اور کبھی یہ مجھ کو دیکھتے ہیں۔ ۲۶: عقل مندوں کا کام حکم بجالانا ہے اور بے شک اس کام کو دیکھنے کے لیے بادشاہ کو قید خانہ جانا چاہیے۔

ایک خواجہ کا بایزید اور ترمذی کو خواب میں دیکھنا

۱: ایک خواجہ دنیا کے بزرگ لوگوں میں منتخب تھے۔ یہ دنیا کے قطب تھے اور بہت خوش اخلاق تھے (قطب صوفیوں کی اصطلاح میں ایک درجہ ہے جو بعض اولیا کو حاصل ہو جاتا ہے۔ قطب کے قبضہ میں دنیا کا انتظام ہوتا ہے اور یہ منصب اسے خدا کی طرف سے ملتا ہے)۔ ۲: وہ کہتے ہیں کہ رات میں نے خواب میں بایزید اور ترمذی (دو صوفی) کو راستہ چلتے دیکھا۔ ۳: ان دونوں نے مجھے اپنا سردار بنایا اور میں ان کے آگے رستہ بتاتا ہوا چلا۔ ۴: اس کے بعد میں نے اس خواب کی تعبیر نکالی کہ ان بزرگوں نے مجھے اس قدر عزت کیوں بخشی تھی۔ ۵: اس خواب کی تعبیر یہ تھی کہ یہ صبح کے وقت میں نے ایک ٹھنڈی آہ بھری تھی۔ ۶: میری آہ کے اثر سے میرا راستہ کھل گیا۔ میری آہ نے خدا کے دروازہ کی جا کر کنڈی کھٹکھٹائی۔ ۷: جب میں نے وہ فتح کا دروازہ دیکھا تو خاموشی کی زبان میں مجھ سے خطاب کیا گیا۔ ۸: کہ تمام پیر اور بہت سے مرید ہم سے بایزید کو واپس لینا چاہتے تھے۔ ۹: بایزید اپنے کام کی مزدوری میں ہمیں (خدا کو) مانگتا ہے ہم سے کسی اور چیز کی خواہش نہیں کرتا۔ ۱۰: جب اس رات میں نے یہ بات سنی۔ میں نے کہا

کہ میرے لیے یہ درست نہیں ہے۔ ۱۱: میں تجھ سے (خدا سے) تجھے خود طلب کرتا ہوں۔ تیرا عشق نہیں مانگتا۔ جب کہ میں تیرا اور عشق برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ تو پھر میں تجھے کیسے طلب کر سکتا ہوں۔ ۱۲: جو کچھ تو حکم دیتا ہے۔ میری دلی خواہش ہے۔ میرا کام تو تیرا صرف حکم ماننا ہے۔ ۱۳: نہ مجھے اچھائی کی ضرورت ہے۔ نہ برائی کی خواہش۔ میری ہستی ہی کیا ہے جو میں تیری تمنا کر سکوں۔ ۱۴: جو کچھ تو حکم دیتا ہے۔ میرے لیے وہی کافی ہے۔ میں تیرے حکم کے مطابق کام کروں گا۔ ۱۵: میری اس بات کی وجہ سے ان دونوں بزرگوں نے مجھے اس قدر عزت اور مرتبہ دیا۔ ۱۶: جب ایک غلام ہمیشہ اپنے آقا کا حکم مانتا رہتا ہے۔ تو وہ اپنے آقا کا حکم اپنی جان کے برابر عزیز سمجھتا ہے۔ ۱۷: وہ غلام نہیں کہلاتا جو غرور و فخر سے اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کے متعلق ڈینگیں مارتا رہتا ہے۔ ۱۸: غلام کے خلوص کا پتہ صرف امتحان کے وقت معلوم ہوتا ہے تو بھی امتحان میں پڑ (اپنے آقا کے لیے سختیاں برداشت کر) پھر تیرا نام و نشان معلوم ہوگا۔

شیخ خرقانی کی حکایت نزع کے وقت اور ان کی تقریر

۱: شیخ خرقانی نے یہ عجیب بات اس وقت کہی جب کہ آخر وقت ان کی جان لبوں پر آ گئی۔ ۲: اے کاش کہ مجھے مار ڈالتے اور میرے جلے ہوئے دل کو رہا کر دیتے۔ ۳: تاکہ لوگوں کو میرا دل دکھاتے اور بتاتے کہ میں کس قدر مشکلات میں مبتلا ہوں۔ ۴: تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ وہ شخص جو خدا کے بھیدوں کو جانتا ہے اس کے لیے بُت پرستی (کفر) مناسب نہیں ہے۔ ۵: اے شخص اطاعت کا مطلب اپنے آپ کو ذلیل کرنا ہے اور اسی کا نام بندگی ہے۔ اس کے علاوہ اور سب باتیں غلط ہیں۔ ۶: تو اطاعت نہیں کرتا۔ بلکہ ایک طرح سے خدائی کا دعویدار ہے۔ پھر تو کس طرح اپنے آپ کو ذلیل کر سکتا ہے۔ ۷: تو اپنے آپ کو ذلیل کر اور پھر زندہ رہ۔ تو ذلیل انسان بن کر اوروں کو جلانے والا بن۔ ۸: جب انسان عزت والا بن جاتا ہے۔ تو اس عزت کے ساتھ اسے ہمت بھی حاصل کرنی چاہیے۔ ۹: اگر کوئی بے عزت شخص خدا کے بھیدوں کو معلوم کرنا چاہتا ہے تو اسے فوراً اس رازداری کے مرتبہ سے نکال کر باہر کرتے ہیں۔ ۱۰: بے عزت لوگوں کے لیے خانہ کعبہ کا حرم حرام ہو گیا ہے۔ اگر تو باعزت شخص ہے۔ تو یہ خانہ کعبہ کا حرم تیرے لیے ہے۔

ایک بادشاہ کا اپنے غلام کو خلعت بخشنا

۱: ایک غلام کو بادشاہ نے خلعت بخشا۔ وہ غلام خلعت پہن کر باہر نکلا۔ ۲: اس کے چہرہ پر راستہ کی خاک جم گئی تھی۔ اس نے خلعت کی آستین سے اُس گرد کو صاف کر لیا۔ ۳: ایک دشمن نے جا کر بادشاہ سے شکایت کی کہ اے بادشاہ اُس غلام نے آپ کے خلعت سے اپنے چہرہ کی دھول صاف کی ہے۔ ۴: بادشاہ اپنے خلعت کی اس بے عزتی پر بہت ناراض ہوا اور فوراً اُس غلام کو سولی پر چڑھوا دیا۔ ۵: تاکہ تو جان لے کہ جو شخص بے عزت ہوتا ہے۔ اس کی بادشاہ کے دربار میں کوئی قیمت (عزت) نہیں ہوتی۔

ایک دوسرے پرندے کا سوال پاک بازی اور آزادی کے متعلق

ا: ایک پرندہ نے کہا کہ اے عقل مند ہُد ہُد۔ خدا کے راستہ میں انسان پاکباز کیسے رہ سکتا ہے۔ ۲: میرا دل ہر وقت حرام باتوں میں مصروف رہتا ہے۔ جو کچھ میں نیکیاں کرتا ہوں وہ سب ضائع ہو جاتی ہیں۔ ۳: جو کچھ میں حاصل کرتا ہوں اسے کھو دیتا ہوں اور جو کچھ باقی بچتا ہے۔ وہ بچھو کی طرح زہریلی چیز ہے۔ ۴: میں کسی کا غلام نہیں ہوں۔ میں اپنے آپ کو اس مصیبت سے آزاد کرانا چاہتا ہوں۔ ۵: میں خدا کے راستہ میں پاک باز بننا چاہتا ہوں۔ ممکن ہے کہ اس پاک بازی کی وجہ سے میں خدا کا دیدار کرسکوں۔

ہُد ہُد کا جواب

ا: ہُد ہُد نے جواب دیا کہ راستہ ہر شخص کے چلنے کے لیے کھلا ہے۔ اِس راستہ میں پاک بازی بھی بہت ہے۔ ۲: جس شخص نے اپنا تمام مال و دولت لٹا دیا وہ پاک ہو گیا اور کل قیامت کے دن اسے اس کا نفع ملے گا۔ ۳: اپنے پیروں اور آنکھوں کو سی لو (بند کرلو) اور جو کچھ تمہارے پاس ہے۔ اسے جلا دو۔ ۴: جب تم اپنا سب مال و دولت اپنی آگ کی آہوں میں جلا چکو۔ تو اس کی خاک جمع کرو۔ ۵: جب تم نے ایسا کیا۔ تو سب چیزوں سے آزاد ہو جاؤ گے ورنہ تم جب تک زندہ ہو۔ اسی غم میں گھلتے رہو۔ ۶: جب تک تم اپنی ایک ایک چیز کو ضائع نہیں کرو گے۔ اس وقت تک تم (خدا کے رازوں کی) دہلیز پر قدم نہیں رکھ سکتے۔ ۷: چونکہ تم اس دنیا کی قید میں زیادہ عرصہ تک نہیں رہو گے۔ اِس لیے جو کچھ تمہارے پاس ہے۔ اُسے ترک کر دو۔ ۸: کیونکہ تمہاری موت کے وقت تمہاری ایک ایک چیز تمہیں رنج و تکلیف پہنچائے گی۔ ۹: سب سے پہلے تم اپنے سرکش نفس سے دست بردار ہو جاؤ۔ اس کے بعد اُٹھو اور راستہ چلنے کا ارادہ کرو۔ ۱۰: جب تک تم پہلے پاک باز نہیں بنو گے، اُس وقت تک تم راستہ نہیں چل سکتے۔

ترکستان کے ایک بوڑھے کی حکایت

ا: ترکستان کے بوڑھے نے اپنے متعلق بتایا کہ مجھے دو چیزیں بہت پیاری ہیں۔ ۲: ایک تو میرا یہ ابلق (دو رنگ والا) گھوڑا ہے اور دوسرا میرا لڑکا ہے۔ اس کے علاوہ میرے پاس کوئی اور چیز نہیں ہے۔ ۳: اگر مجھے اپنے لڑکے کی موت کی خبر معلوم ہو جائے۔ تو اس خبر کے سُننے کے شکر میں میں اپنا گھوڑا خیرات کر دوں۔ ۴: کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میری جان کی آنکھوں کو یہ دونوں چیزیں دو بتوں کی طرح پیاری ہیں۔ ۵: جب تک تو شمع کی طرح نہیں جلتا۔ اس وقت تک تو اوروں کے سامنے اپنی پاک بازی کی ڈینگ مت مار۔ ۶: جو شخص اپنی پاک بازی پر غرور کرتا ہے۔ وہ اپنا کام خود اپنے ہاتھ سے بگاڑتا ہے۔ ۷: جب کوئی پاک باز اور زاہد شخص شہوت کی روٹی کھاتا ہے۔ (گناہوں میں گرفتار ہو جاتا ہے) اُسے اُسی وقت ایک گھونسہ لگتا ہے۔

شیخ خرقانی کا بینگن کھانا اور ان کے لڑکے کا سر کٹنا

ا: شیخ خرقانی جو اپنے بلند مرتبہ کی وجہ سے آسمان پر تشریف رکھتے تھے۔ ایک روز انہیں بینگن کھانے کا شوق اُٹھا۔ ۲: ان کی ماں شیخ کے اس شوق پر بہت ناراض ہوئیں اور بہت مشکل سے انہیں آدھا بینگن دیا۔ ۳: چونکہ انھوں نے آدھا بینگن کھایا تھا۔ اس لیے ان کے لڑکے کا سر کاٹ دیا گیا۔ ۴: جب رات کے وقت اُس نیک لڑکے کا سر ایک شخص ان کے دروازہ پر رکھ گیا۔ ۵: شیخ نے کہا کہ کیا میں نے تم سے ہزاروں دفعہ نہیں کہا تھا۔ ۶ کہ اگر اس فقیر (شیخ خرقانی) نے آدھا بینگن کھالیا۔ تو اس کی وجہ سے اس کی جان پر کب تک کوڑے لگتے رہیں گے۔ ۷: میری جان ہر وقت اسی طرح جلتی رہتی ہے۔ میرا کام آسان کام نہیں ہے۔ ۸: جس کسی کو وہ (خدا) اپنے کام کے لیے پسند کر لیتا ہے۔ وہ اپنے دوست (خدا) کے سامنے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ۹: مجھ پر بہت مشکل آپڑی ہے۔ یہ جنگ وصلح سے بھی زیادہ مشکل کام ہے۔ ۱۰: کوئی عقل منداس راستہ میں عقل منداور مستقل مزاج نہیں رہ سکتا۔ میرا کام تمام باتیں جاننے والے (خدا) سے آن پڑا ہے۔ ۱۱: ہر وقت ایک مہمان آتا ہے اور میرا امتحان لیا جاتا ہے۔ ۱۲: اگر چہ میں بہت غم و مصیبت میں مبتلا ہوں۔ لیکن جیسا کہ پہلے ہوتا تھا۔ وہی آئندہ بھی ہوگا۔ ۱۳: جو شخص عدم کے پردہ سے دنیا میں پیدا ہوا۔ وہ ہمیشہ خون کے آنسو روتا رہے گا۔ ۱۴: اس کے ہزاروں عاشق اُس پر اپنی جان فِدا کرتے ہیں۔ ۱۵: تمام مخلوق اُسی وقت کسی کام آسکتی ہے۔ جب کہ اِسے قتل کر دیا جائے۔

ذوالنّون مِصری کا راستہ میں چالیس مُرقّع پوشوں کا دیکھنا

(ذوالنون مصری ایک صوفی تھے۔ ان کا یہ لقب اِس لیے مشہور ہے کہ ایک روز آپ کشتی پر سوار جا رہے تھے۔ کسی کا موتی کھو گیا۔ لوگوں کو آپ پر شُبہ ہوا۔ آپ کی دُعا سے مچھلیاں پانی سے نکل آئیں۔ ہر ایک کے منہ میں ایک ایک موتی تھا۔ آپ نے پہچان کر گم شدہ موتی دلوا دیا۔)

ا: ذوالنّون کہتے تھے کہ ایک دن میں جنگل میں صرف خدا کے بھروسہ پر چلا گیا۔ نہ میرے پاس کھانے کو تھا۔ نہ کوئی لکڑی تھی۔ ۲: میری عقل انہیں دیکھ کر دنگ رہ گئی اور میری جان میں آگ لگ گئی۔ ۴: میں نے کہا کہ اے خدا آخر اِس کا کیا مطلب ہے۔ تو کب تک بادشاہوں کو ذلیل کرتا رہے گا۔ ۵: فرشتہ غیب نے آواز دی کہ میں اس کام سے واقف ہوں۔ ہم ان کو خود بھی مارتے ہیں اور خود ہی ان کا خون بہا دیتے ہیں۔ ۶: میں نے پوچھا کہ ان کو کب تک مارتا رہے گا۔ اس نے جواب دیا کہ جب تک میں خون بہا دے سکتا ہوں۔ میرا یہی کام ہے۔ ۷: خزانہ میں جب تک خون بہا دینے کے لیے دولت موجود ہے۔ میں انہیں اُس وقت تک قتل کروں گا جب تک ان کا افسوس کر سکتا ہوں۔ ۸: میں انہیں قتل کروں گا اور پھر انہیں سرنگوں تمام عالم میں گھسیٹتا پھروں گا۔ ۹: اس کے بعد جب ان کے جسم کے اعضا غائب ہو جائیں گے اور ان کے سر اور پیر بھی بالکل گم ہو جائیں گے۔ ۱۰: میں انہیں خدا کے سامنے پیش کروں گا اور

اپنے حسن سے ان کے لیے خلعت بناؤں گا۔ ۱۱: ان کے خون سے اپنا چہرہ سرخ کروں گا اور میں اس خاک پر بیٹھ جاؤں گا۔ ۱۲: میں اپنے کوچہ سے سایہ نکال دوں گا اور پھر اپنے چہرہ کا آفتاب دکھاؤں گا۔ ۱۳: جب میرا سورج ظاہر ہو جائے گا۔ تو پھر سایہ کیسے قائم رہ سکتا ہے۔ ۱۴: جب سورج کے سامنے سایہ غائب ہوگا۔ تو اس کے بعد خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ۱۵: جو خدا میں غرق ہوگا۔ وہ اپنے آپ سے آزاد ہوگا اور جو اس کی ذات میں محو نہیں ہوسکا۔ اُس کی زندگی بے کار ہے۔ ۱۶: تو اِس کی ذات میں محو ہو جا اور اس کے متعلق کچھ مت کہہ۔ تو اپنی جان اُس پر فدا کر دے اور کسی دوسری چیز کی تلاش مت کر۔ ۱۷: مجھے اس سے زیادہ اچھی کسی دولت اور سعادت کی خبر نہیں ہے۔ ایسے لوگ کہاں ہیں، جو اپنی ذات کو اُس کی ہستی میں محو کرنے پر رضامند ہیں۔

اشارہ اُن لوگوں کی دولت کی طرف جو فرعون کی بیگار میں پکڑے گئے

۱: مجھے خبر نہیں کہ کسی شخص کو فرعون کی بیگار سے بھی زیادہ دولت ملی ہوگی۔ ۲ یہ دولت کیا تھی، جو اِن لوگوں کو ملی؟ یعنی اِن لوگوں کو ایمان نصیب ہوگیا۔ ۳: اُسی وقت اِن لوگوں نے اپنی جان قربان کر دی۔ ایسی سعادت اور خوش قسمتی کسی کو نصیب نہیں ہوتی۔ ۴: ان لوگوں نے ایک قدم مذہب میں رکھا اور پھر اُسی وقت اسے واپس کر لیا (مذہب سے پھر گئے)۔ ۵: کسی شخص نے اِس مذہب کے قبول کرنے اور اِس سے پھرنے سے بہتر کوئی چیز نہیں دیکھی اور درخت اِس سے بہتر نہیں دیکھا۔

ایک دوسرے پرندہ کا سوال بلند ہمتی کے متعلق

۱: ایک اور پرندے نے ہُدہُد سے کہا کہ اے عقل مند اِس بیان میں ہمت بھی کچھ اثر رکھتی ہے۔ ۲: اگرچہ میں بظاہر بہت کمزور معلوم ہوتا ہوں۔ لیکن حقیقتاً میں بہت باہمت ہوں۔ ۳: اگرچہ مجھے خدا کی اطاعت میں زیادہ رتبہ نہیں ملا۔ لیکن مجھ میں بلند ہمتی بہت کافی موجود ہے۔

شیخ فضاطیس کی حکایت

۱: ازل کے اُستاد شیخ فضاطیس نے کہا کہ عالی ہمتی ہر چیز کو ظاہر کرنے والی ہے۔ ۲: جو شخص بلند ہمت ہوگیا۔ اُس پر تمام راز کھُل گئے۔ ۳: جس شخص کو ایک ذرّہ برابر بھی ہمت مل گئی۔ اس نے ایک ذرّہ سورج کو شکست دے دی۔
۴: تمام دنیا کا مرکز ہمت ہے اور پرندوں کے لیے پر اور باز و بھی ہمت ہی ہے۔

حضرت یوسفؑ کا بکنا اور ایک بوڑھی عورت کا خریدنا

۱ کہتے ہیں کہ جب حضرت یوسفؑ کو فروخت کیا گیا۔ تو مصر کے لوگ آپ کے عشق میں جل رہے تھے۔
۲: چونکہ آپ کے بہت سے خریدار پیدا ہو گئے تھے۔ اِس لیے آپ کی قیمت آپ کے وزن جتنا پانچ گنا مشک مقرر

ہوئی۔۳: ایک بوڑھی عورت کو بھی آپ کا شوق تھا۔ اُس نے چند رسیاں بٹی تھیں۔۴: وہ لوگوں کے مجمع میں چلاتی ہوئی آئی اور کہا کہ اے دلال جو کنعان کے غلام کو فروخت کر رہا ہے (حضرت یوسفؑ کنعان کے ایک کنوئیں سے نکالے گئے تھے)۔۵: میں اس لڑکے کی آرزو میں دیوانی ہو رہی ہوں اور اس کی قیمت ادا کرنے کے لیے میں نے چند رسیاں بٹی ہیں۔۶: یہ رسیاں مجھ سے لے لے اور اس لڑکے کو میرے ہاتھ بیچ ڈال اور ایک لفظ بولے بغیر اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دے۔۷: وہ شخص ہنسنے لگا اور کہا کہ اے بڑھیا یہ قیمتی موتی (حضرت یوسفؑ) تیرے لائق نہیں ہے۔۸: اِس کی قیمت سو خزانے ہیں۔ تو اور تیری رسیاں کیا حیثیت رکھتی ہیں۔۹: بوڑھی عورت نے جواب دیا کہ مجھے یقین تھا کہ اس لڑکے کو کوئی اِس ارزاں قیمت میں فروخت نہیں کرے گا۔۱۰: لیکن میرے لیے یہی کافی ہے کہ تیرے تمام دشمن اور دوست کہیں گے کہ یہ بڑھیا بھی یوسفؑ کے خریداروں میں ہے۔۱۱: جس دِل کو بلند ہمتی مل گئی گویا اُسے ایک ملک بغیر کسی کے احسان مل گیا۔۱۲: یہ ہمت کی وجہ سے تھا کہ اس بلند مرتبہ بادشاہ نے اپنی بادشاہت میں آگ لگا دی۔۱۳: جب ایک اور بادشاہ نے ایسا نقصان ہوتے دیکھا۔ تو اس نے ہزاروں ملک خرید لیے۔۱۴: کیونکہ اب اس کی ہمت پاک بازی کی طرف راغب تھی۔ اس لیے تمام دنیا بیزار ہوگئی۔۱۵: جب ہمت کی آنکھ سورج کو دیکھنے کے قابل ہو جاتی ہے۔ تو پھر وہ ذرّوں کے ساتھ نہیں بیٹھتی۔

ایک فقیر کا دوسرے فقیر سے شکایت کرنا

۱: ایک فقیر نے اپنی عاجزی کی وجہ سے کہا کہ میں اپنی غربت اور فقیری پر روتا ہوں۔۲: ابراہیم ادھم نے جواب دیا کہ اے لڑکے شاید تو نے فقیری سستی خریدی ہے۔۳: اُس شخص نے جواب دیا کہ تم کو شرم نہیں آتی۔ یہ بات کہتے ہوئے کیا کوئی فقیری بھی خریدا کرتا ہے۔۴: ابراہیم ادھم نے جواب دیا کہ میں نے درویشی جان کے مقابلے میں چنی ہے اور اسے دنیا بھر کے بدلے میں خریدا ہے۔۵: اب میں ایک دم میں سینکڑوں جہان خرید سکتا ہوں، کیونکہ میں نے یہ درویشی اپنی جان کے بدلے میں خریدی ہے۔۶: چونکہ مجھے یہ درویشی کی دولت سستی ملی ہے۔ اس لیے میں نے بادشاہت چھوڑ دی ہے۔۷: بے شک تیری وجہ سے مجھے اس کی قیمت معلوم ہوئی اور میں اپنی درویشی پر شکر کرتا ہوں۔۸: ہمت والے لوگ اپنی جان تک قربان کر دیتے ہیں اور مدتوں اس آگ میں جلتے رہتے ہیں۔۹: ان کی ہمت کا پرندہ خدا کی درگاہ سے قریب ہو جاتا ہے۔ یہ دین اور دنیا دونوں سے گزر جاتے ہیں۔۱۰: اگر تجھ میں اس قسم کی ہمت نہیں ہے۔ پھر تو دور ہو جا۔ تو کاہل اور سست ہے اور تیرے نصیب میں کوئی خوشی نہیں ہے۔

شیخ احمد غوری کی سلطان سنجر [سنجر] سے گفتگو

۱: شیخ احمد غوری جو اپنی بلند ہمتی کی وجہ سے ذاتِ کل (خدا) میں شرک تھے چند دیوانوں کے ساتھ پل کے نیچے گئے۔۲: اتفاقاً سلطان سنجر نہایت شان وشوکت سے اُس وقت وہاں سے گزر رہا تھا۔ اس نے پوچھا کہ پل کے نیچے

کون لوگ ہیں۔۳: شیخ نے جواب دیا کہ ہم سب بے سروپا وآوارہ ہیں اور ہمارا حال کسی کو معلوم نہیں ہے۔۴: اگر تو ہمیں دوست رکھتا ہے۔تو ہم تجھے دنیا سے آزاد کردیں گے۔۵: اور اگر تو ہمیں دوست نہیں رکھتا۔ بلکہ دشمن سمجھتا ہے۔تو ہم تجھے دین سے آزاد کر دیں گے۔۶: تو ہماری دوستی اور دشمنی میں ذراسا قدم رکھ کر دیکھ۔تو فوراً بدنام ہو جائے گا۔۷: اگر تو تھوڑی سی دیر کے لیے پل کے نیچے آجائے۔تو اس شان وشوکت اور دنیا کی ہوس سے فوراً آزاد ہو جائے گا۔۸: سلطان سنجر نے کہا کہ میں تمہارے قابل نہیں ہوں۔میری محبت اور دشمنی تمہارے لائق نہیں ہے۔۹: نہ میں تمہارا دشمن ہوں اور نہ میں تمہارا دوست ہوں۔میں بھی چلا جاتا ہوں۔تاکہ تم میرے خرمن (آرام اور چین) کو نہ جلاسکو۔۱۰: نہ میں تمھاری وجہ سے فخر کرتا ہوں اور نہ تمھاری وجہ سے مجھے کوئی عار ہے۔مجھے تمہاری اچھائی یا برائی سے کوئی مطلب نہیں ہے۔۱۱: تو جلد اُڑنے والے پرندہ کی طرح ہے۔تو ہر وقت نہایت تیزی سے اُڑتا رہتا ہے۔ ۱۲: اگر وہ اُڑتا ہے۔تو دیکھ کر اُڑتا ہے اور وہ دنیا میں اُڑتا ہے۔۱۳: یہ انسان کی زندگی سے بالاتر سیر کرتا ہے کیونکہ یہ مستی اور ہوش سے بلند تر ہے۔

ایک دیوانہ کا رونا اور اُس کی بحث

۱: ایک دن آدھی رات کو ایک دیوانہ روتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ دنیا کیا ہے۔۲: میں نے اس سر کی کھوپڑی میں جہالت سے یہ خیال پکایا ہے۔۳: جب موت آتی ہے۔تو ہمارے ہوش وحواس اُڑ جاتے ہیں۔۴: اور وہ شخص جو ہزاروں مصیبتوں میں عاجز ومجبور ہے اور اس دنیا کے غم میں پھنسا ہوا ہے۔۵: ہمت کے پرندے کو معنی وحقیقت کے باز وعطا کر، عقل کو دل بخش اور جان کو وجد عطا کر۔۶: اس سے قبل کہ تو مرے اور تیرے ہوش وحواس زائل ہوں۔تو ایسا پرندہ بن جا جس کے بازو طاقتور ہیں۔۷: ورنہ تو اپنے بال وپر جلادے اور خود بھی جل جاتا کہ تو سب سے آگے بڑھ جائے۔

ایک سائل کی چمگادڑ سے گفتگو

۱: ایک سائل نے چمگادڑ سے کہا کہ اے کمزور جانور تو سورج سے بالکل بے خبر ہے۔۲: تیرے لیے دن رات کی طرح تاریک ہے اور اس کی (سورج) روشنی سے تیری آنکھیں چندھیا گئی ہیں۔۳: تو اندھیری رات کے وقت بہت پھرتی ہے اور تو نے روشنی بالکل نہیں دیکھی۔۴: اگر تو سورج کے ساتھ میل جول کرے۔تو اس کی روشنی سے اتنا نہ بھاگے۔۵: تو کب تک سوراخوں میں اپنے گھونسلے بنائے گی۔سورج کی روشنی بھی دیکھ۔۶: تاکہ تو چمکیلے آفتاب کو دیکھے اور ذرہ کی طرح اس کی خلوت میں بیٹھے۔۷: چمگادڑ نے جواب دیا کہ اے بے خبر میں چاند اور سورج کو کیا کروں۔۸: جب سورج اپنے غرور کی جھلک سے سیاہ ہو جائے گا۔۹: اس کا چہرہ زرد ہے اور اس کا لباس ماتمی ہے اور یہ دن رات بھاگتا پھرتا ہے۔۱۰: وہ دوسروں سے سو درجہ زیادہ خود پیاسا ہے اور شفق میں لپٹ کر وہ اور زیادہ خونخوار اور

خوف ناک ہوگیا ہے۔۱۱: اگر ایسا سورج دکھائی نہیں دیتا تو کوئی خوف نہیں، کیونکہ ایک اور سورج موجود ہے۔۱۲: اے شخص تو مت سو اور رات بھر جاگتا رہ تا کہ تو رات کو سورج چمکتا دیکھے۔۱۳: اے غافل شخص میرا دن میرے واسطے رات ہے کیونکہ خدا کا بھیجا ہوا سورج مجھے دکھائی نہیں دیتا۔۱۴: جب رات ہوتی ہے۔تو یہ آفتاب تمام لوگوں کو سُلا دیتا ہے۔۱۵: اُس نور اور روشنی کی شرم کے مارے سورج نے اپنا چہرہ حیا سے بادلوں میں چھپالیا ہے۔۱۶: لیکن ہر وہ شخص جو میری طرح رازدار ہے۔اس کا سورج غم کی رات میں نکلتا ہے۔۱۷: جب کہ رات کے وقت مجھے ایسا سورج مل جائے۔تو اندھے ہونے کے باوجود بھی مشکل سے سو سکے گا۔۱۸: میں اس سورج کے دن کے وقت نکلنے کی غم کی وجہ سے رات بھر نہیں سوتی۔۱۹: جب یہ مجازی خورشید (ظاہری سورج) اپنا چہرہ دکھاتا ہے۔(جب سورج نکلتا ہے) تو میں اپنے گھونسلہ میں آجاتی ہوں۔۲۰: چونکہ رات کے وقت خدا کا سورج چمکتا ہے اور ایسے سورج کو غافل لوگ بھی دیکھ سکتے ہیں۔۲۱: اگر تجھے اس کے بعد بھی ہمت ہو جائے۔تو تیری جگہ بادشاہ کے ہاتھ پر ہو گی۔۲۲: جو شخص ہمت والا ہو گیا۔وہ انسان بن گیا اور وہ سورج کی طرح بلندی پر جا کر چھوٹا معلوم دینے لگا۔۲۳: اگرچہ موتی بڑی ہمت والا ہوتا ہے۔لیکن (اسے سونے کے اوپر جگہ نہیں ملتی) سونے کے اوپر تیرے لیے جگہ خالی ہے۔۲۴: اگر تو ہر چیز پر فدا ہونے لگے گا۔تو پھر تو بادشاہ کے ہاتھ سے شراب کا پیالہ نہیں پی سکے گا۔۲۵: جو شخص اس راستہ میں ہمت والا ثابت ہوتا ہے۔خواہ وہ فقیر ہی کیوں نہ ہو بادشاہ کہلاتا ہے۔

دوسرے پرندے کا سوال انصاف اور وفاداری کی صفت میں

۱: دوسرے پرندے نے اس سے کہا کہ انصاف اور وفاداری ہمارے بادشاہ میں کیسی ہے۔۲: جب کہ حق تعالیٰ نے ہمیں انصاف وعدل سکھایا ہے تو ہمیں کسی شخص سے بے انصافی نہیں کرنی چاہیے۔۳: اور اگر کسی شخص میں یہ خوبی موجود ہے۔تو اس کی عزت معرفت نہیں ہوتی ہے۔

ہُد ہُد کا جواب

۱: اُس نے کہا کہ انصاف تمام خوبیوں کا بادشاہ ہے۔جو عادل لوگ ہیں وہ تمام بیہودگیوں سے پاک ہیں۔ ۲: اگر تو انصاف کرتا ہے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ تمام عمر عبادت کرے۔۳: دونوں جہانوں میں انصاف سے بڑھ کر کوئی جواں مردی نہیں ہے۔۴: اور جو شخص عدل اور انصاف نہیں کرتا۔تو وہ فریبی اور دغاباز ہے۔اُس کو شرم کرنی چاہیے۔۵: ہمت والے لوگ اوروں سے انصاف چاہتے ہیں اور خود بھی انصاف کرتے ہیں۔

احمد حنبل کا بشر حافی کی خدمت میں جانا

۱: احمد حنبل جو کہ اپنے وقت کے شیخ تھے۔ان کا علم وفضل بیان سے باہر ہے۔جب انہیں اپنے علم سے فرصت ہوئی تو وہ فوراً بشر حافی کے پاس گئے۔۲: اگر کوئی شخص ان کے سامنے آتا تھا۔تو وہ اُس کی ملامت کرنے کے واسطے

دوڑتے گئے۔ ۴: اُس نے کہا کہ ایک جہان تیرا پیروکار ہے اور تجھ سے زیادہ اور کوئی عقل مند پیدا نہیں ہوا۔ ۵: جو کچھ کوئی تجھ سے کہتا ہے۔ تو نہیں سُنتا اور تو اس کے پیچھے ننگے سر اور پیر بھاگتا ہے۔ ۶: احمد حنبل نے اُس سے کہا کہ میں احادیث میں سب سے سبقت لے گیا ہوں۔ ۷: میں اپنے علم کے متعلق اِتنا جانتا ہوں کہ سوائے خدا کے مجھ سے بہتر اور کوئی نہیں جانتا۔ ۸: اے انصافی سے بے خبر شخص۔ تو انصاف کرنا اپنا فرض سمجھ اور اپنا شیوہ بنالے۔

سلطان محمود کے لشکر میں ہندوؤں کے بادشاہ کا قید ہونا

۱: ہندوؤں کا ایک بہت بوڑھا راجہ تھا۔ وہ سلطان محمود کے لشکر میں قید ہو کر آیا۔ ۲: جب اس کو سلطان محمود کی فوج میں لے گئے۔ تو وہ مسلمان ہو گیا۔ ۳: اُس کو خدا کی دوستی کی نشانی مل گئی اور اس نے اس دنیا سے علیحدگی اختیار کر لی۔ ۴: اس کے بعد وہ اپنے خیمہ میں اکیلا اس خیال میں مستغرق بیٹھا رہتا تھا۔ ۵: وہ دن رات روتا تھا اور اس کے لیے دن رات سے اور رات دن سے بدتر ہو گئے تھے۔ ۶: جب اس کی گریہ وزاری بہت بڑھی۔ تو اس کی خبر سلطان محمود تک پہنچی۔ ۷: محمود نے اس کو پاس بلوایا اور کہا کہ تیرے واسطے یہ سو ملک۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ ۸: تو بادشاہ ہے۔ پھر کیوں اس طرح گریہ وزاری کرتا ہے۔ تو اس طرح کب تک روتا رہے گا۔ ۹: ہندو راجہ نے عرض کی کہ اے سلطان میں اپنے اس مال اور دولت کے لیے نہیں روتا۔ ۱۰: بلکہ میں اس لیے روتا ہوں کہ کل جب خداوند ذوالجلال قیامت کے دن مجھ سے سوال کرے گا۔ ۱۱: اور یہ کہے گا کہ اے بدعہد اور بے وفا شخص جب میں نے تجھ میں وفا کا بیج بویا تھا۔ ۱۲: تو پھر کیوں تو اتنے سپاہ و لشکر کے ساتھ سلطان محمود کے مقابلہ میں آیا۔ ۱۳: جب تو نے مجھے یاد نہیں کیا اور تو اپنے آپ کو اس وفاداری کے خلوے سے باہر نکال دیا۔ ۱۴: اپنے گرد لشکر جمع کرنا تیرا کام ہے اور تو دوسروں کے لیے ہے۔ ۱۵: سپاہیوں کے بغیر تجھے میری یاد نہیں آتی۔ بتا میں تجھے دوست کہوں۔ یا اپنا دشمن کہوں۔ ۱۶: میں نے تجھ سے وفا کی اور تو نے مجھ سے بے وفائی کی۔ یہ وفاداری کے خلاف ہے۔ ۱۷: اگر خداوند تعالیٰ مجھ سے اس طرح پوچھے۔ تو میں اس بے وفائی کا اسے کیا جواب دوں گا۔ ۱۸: جب میں اپنے آپ کو شرمندہ پاتا ہوں۔ تو اس وجہ سے اے جوان یہ بوڑھا گریہ وزاری کرتا ہے۔ ۱۹: انصاف اور وفاداری کے بیان میں سُن اور نیک کام کرنے کے بارے میں سن۔ ۲۰: اگر تو وفادار ہے۔ تو خدا سے محبت کرنے کا ارادہ کر۔ ورنہ خاموش بیٹھ اور اس سے دست بردار ہو جا۔ ۲۱: جو کچھ وفا کی فہرست سے باہر ہو گیا وہ جواں مردی کے اصول کے خلاف ہے۔

خداوند تعالیٰ کے ایک غازی سے کافر کی وجہ سے ناراض ہونے کی حکایت

۱: ایک بہت بڑے غازی نے جنگ میں ایک کافر سے نماز پڑھنے کی مہلت مانگی (غازی کافروں سے جنگ کرنے والے مسلمان کو کہتے ہیں)۔ ۲: غازی چلا گیا اور نماز ادا کر آیا۔ پھر آ کر اس نے پہلے سے بھی زیادہ جوش سے لڑنا شروع کیا۔ ۳: کافر بھی اپنے مذہب اور طریقہ کے مطابق نماز پڑھنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے بھی لڑائی سے

جانے کی مہلت مانگی۔۴: کافر نے ایک پاک وصاف کونہ تلاش کیا اور اپنے بت کے سامنے سرزمین پر رکھ دیا۔
۵: غازی نے جب کافر کا سرزمین پر دیکھا۔تو کہا کہ اب مجھے فتح حاصل ہوگئی۔۶: اُس نے چاہا کہ اپنی اُس تلوار سے جو یہ چھپائے ہوئے تھا۔کافر پر حملہ کردے۔لیکن غیب کے فرشتہ نے آسمان سے آواز دی۔۷: اے سر سے پاؤں تک وعدہ خلاف شخص۔اپنا وعدہ اور عہد اسی طرح ایفا کیا جاتا ہے؟ (طنزاً)۔۸: کافر نے تجھ پر حملہ نہیں کیا۔جب کہ پہلے اس نے تجھے مہلت دی تھی۔اَب اگر تو اس پر حملہ کرے گا۔تو یہ سراسر جہالت اور نادانی ہے۔۹: کیا تو نے قرآن شریف کا یہ حکم نہیں پڑھا کہ ''تم اپنے وعدے پورے کرو۔'' اور تو اپنے عہد سے پھرا جاتا ہے (مُہلت دے کر بھی اُس پر حملہ کرتا ہے)۔۱۰: جب کہ کافر اس سے قبل تجھ سے نیکی کا برتاؤ کر چکا ہے۔تو اب کم ہمتی اور بزدلی مت دکھا (اپنا وعدہ مت توڑ)۔۱۱: اُس نے تجھ سے نیکی کا سلوک کیا)۔اور تو اس سے بدی کر رہا ہے۔تو دوسرے شخص سے ایسا ہی سلوک کر جیسا کہ خود اپنے ساتھ کرتا ہے (علم اخلاق کا مشہور مسئلہ ہے کہ ہر چہ برخود مپسندی بردیگراں مپسند)۔
۱۲: کافر نے اپنے وعدے کو وفا کیا اور تجھے حفاظت اور امان دی۔تو بھی اپنے وعدے میں پورا اتر اگر تو حقیقت میں ایمان دار اور مومن ہے۔۱۳: تو مسلمان ہو کر کفر کے کام کر رہا ہے (وعدہ خلافی اور ایفائے عہد میں تو کافر سے گرا ہوا ہے)۔۱۴: یہ سن کر غازی اپنی جگہ سے اُٹھا اور شرمندگی کے مارے سر سے پاؤں تک پسینہ میں شرابور تھا۔۱۵: کافر نے جب غازی کو اس طرح روتے ہوئے دیکھا کہ اُس کے ہاتھ میں تلوار تھی اور وہ حیران و سرگشتہ چلا آتا تھا۔کافر نے پوچھا تو کیوں رو رہا ہے۔غازی نے سچ سچ بتا دیا ہے کہ اس وقت خدا کی طرف سے مجھ سے باز پرس ہوئی ہے۔
۱۷: تیری وجہ سے مجھے بے وفا کہا گیا ہے اور میں صرف تیرے غصہ کی وجہ سے رو رہا ہوں۔۱۸: جب کافر نے یہ واقعہ سنا۔اس کے بعد اس نے ایک نعرہ مارا اور زار و قطار رونے لگا۔۱۹: اس نے کہا کہ خداوند تعالیٰ دشمن کی وجہ سے اپنے خاص بندہ پر ناراض ہوا ہے۔۱۹: اُس نے کہا کہ خداوند تعالیٰ وفاداری کے متعلق اس قدر سخت حکم فرما رہا ہے۔میں پھر اس سے بے وفائی کیسے کر سکتا ہوں۔۲۱: تو مجھے اسلام کی تلقین کرتا کہ میں ایمان لے آؤں۔کفر جلا دوں اور مذہب کے راستہ پر باقاعدگی سے چلوں۔۲۲: افسوس ہے۔میرے اس دل کی جہالت پر کہ میں ایسے مہربان خدا سے آج تک غافل تھا۔۲۳: کافر نے اپنے دل سے کہا کہ اے دل تو نے اپنے محبوب (خدا) سے آج تک بے وفائی کی ہے۔
۲۴: لیکن مجھے صبر ہے کہ آسمان کا برتن تیرے (دل کے) منہ پر سب باتیں صاف صاف کہہ دے گا۔

قحط سالی کے زمانے میں حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کی اُن کے پاس آنے کی حکایت

۱: حضرت یوسفؑ کے دس بھائیوں پر قحط کا اثر ہوا اور وہ حضرت یوسفؑ کے پاس بہت دور سے آئے۔۲: اُس وقت حضرت یوسفؑ کا چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا اور آپ کے سامنے ایک برتن رکھا تھا۔۴: حضرت یوسفؑ نے برتن

پر اُس وقت ہاتھ مارا۔ برتن سے فوراً آواز نکلی۔ ۵: عقل مند یوسفؑ نے پوچھا کہ تم میں سے کوئی اس برتن کی آواز بھی سمجھتا ہے؟ ۶: دسوں بھائیوں نے اس برتن کی آواز سمجھنے سے انکار کر دیا اور عاجزی سے اپنا سر جھکا لیا۔ ۷: سب بھائیوں نے کہا کہ اے خدا کو پہچاننے والے عزیز مصر (عزیز مصر کے بادشاہ کا خطاب ہوتا تھا) کسی کو یہ کیا خبر کہ برتن کیا کہتا ہے۔ ۸: حضرت یوسفؑ نے کہا کہ میں اس کی آواز خوب سمجھتا ہوں۔ وہ جو کچھ کہتا ہے۔ تم اسے نہیں سمجھ سکتے۔ ۹: آپ نے کہا کہ یہ برتن کہتا ہے کہ اس سے قبل تمہارا ایک بھائی تھا حُسن میں تم سب سے زیادہ تھا۔ ۱۰: اس کا نام یوسفؑ تھا اور اپنی خوب صورتی کی وجہ سے تم سب پر سبقت لے گیا تھا اور وہ تم سب میں سے چھوٹا تھا (کہ سے مراد کہتر یعنی چھوٹا)۔ ۱۱: پھر حضرت یوسفؑ نے اس برتن کے اندر کی طرف ہاتھ مارا اور کہا کہ یہ اندر کی آواز کہہ رہی ہے۔ ۱۲ کہ تم سب نے مل کر اُسے کنوئیں میں ڈال دیا اور ایک بے گناہ بھیڑیے کو پکڑ کر (حضرت یعقوبؑ کا دل خون میں پھڑکا۔ ۱۴: پھر آپ نے برتن پر ہاتھ مارا اور برتن نے ایک اور آواز نکالی۔ ۱۵: حضرت یوسفؑ نے کہا۔ یہ کہ برتن کہتا ہے کہ تم نے اپنے باپ کو بہت تکلیف دی اور چاند جیسی شکل والے یوسفؑ کو تم نے بیچ دیا۔ ۱۶: ایسا سلوک تو کافر بھی اپنے بھائی سے نہیں کرتے۔ تمہیں خدا سے شرم آنی چاہیے۔ ۱۷: اگر چہ اس وقت تم نے یوسفؑ کو فروخت کیا تھا۔ لیکن تمہارے لیے ساری دنیا فروخت ہوگئی (تم رنج و مصیبت میں گرفتار ہو گئے)۔ ۱۸: جب تم نے اُسے کنوئیں میں ڈالنے کا مشورہ کیا۔ تو حقیقتاً تم مصیبت کے کنوئیں میں جا پڑے۔ ۱۹: اس وجہ سے تمہاری ساری قوم حیران و پریشان پھر رہی ہے۔ وہ شرم کے مارے پانی پانی ہے اور روٹی تک کی محتاج ہے۔ ۲۰: وہ شخص بالکل اندھا ہے کہ جو یہ سارا واقعہ سنے اور اس سے عبرت حاصل نہ کرے۔ ۲۱: تو اس واقعہ کو مت دیکھ۔ تیرا حال بھی بالکل یہی ہے۔ ۲۲: جو کچھ تو نے بے وفائی کی ہے۔ کیا تو نے دوست بن کر یہ بے وفائی نہیں کی۔ ۲۳: اگر کوئی برتن پر ہاتھ مارے۔ تو یہ کام بالکل بے کار ہے (کیونکہ اس سے حضرت یوسفؑ جیسی آواز نہیں نکل سکتی)۔ ۲۴: تو ٹھہر جا تا کہ تجھے خواب غفلت سے جگا دیں اور تجھے تیری فطرت میں گرفتار کر دیں۔ ۲۵: ٹھہر تا کہ کل (قیامت کے دن) تیری کفر کفر کی باتیں۔ ظلم اور تیرے گناہ۔ ۲۶: تیرے منہ پر گنوائے جائیں اور تیرے سامنے ایک ایک بات کا حساب ہو۔ ۲۷: جب تیرے کان میں برتن بجنے کی آواز آئے گی۔ مجھے خبر نہیں کہ تیرے ہوش و حواش بھی اُس وقت بجا رہیں گے یا نہیں۔ ۲۸: اے شخص تیرا حال بالکل لنگڑی چیونٹی کا سا ہے، جو برتن میں گرفتار ہوگئی ہے (برتن سے مراد دنیا)۔ ۲۹: تو کب تک اِس سرنگوں برتن (آسمان) کے گرد پھرتا رہے گا۔ اس برتن کو چھوڑ دے، کیونکہ یہ خون سے بھرا ہوا ہے (مصیبتوں کی جگہ ہے)۔ ۳۰: اگر تو اس دنیا کی تکالیف میں گرفتار رہے گا۔ تو ہر وقت تجھے ایک نئی آواز آئے گی (ہر وقت ایک نئی خواہش پیدا ہوگی)۔ ۳۱: اے خدا کو پہچاننے والے ان باتوں کو چھوڑ دے۔ ورنہ تو دنیا میں بدنام ہو جائے گا۔

ایک دوسرے پرندہ کا سوال خدا سے بے ادبی کے متعلق

۱: ایک اور پرندے نے ہُدہُد سے سوال کیا کہ اے ہمارے رہنما۔ کیا خدا کی درگاہ میں گستاخی اور بے ادبی جائز

ہے؟۲: اگر کسی سے خدا کی جناب میں گستاخی ہو جائے۔ کیا اس کے بعد اس شخص کو اپنی گستاخی کی وجہ سے ڈرنا چاہیے۔۳: ہمیں بتا کہ اگر گستاخی ہو جائے تو معافی کیسے مانگیں۔

ہُد ہُد کا جواب

ا: ہُد ہُد نے جواب دیا کہ جس شخص میں اس قدر قابلیت اور صلاحیت ہوتی ہے۔ وہی خدا کی درگاہ کے رازوں سے واقف ہوتا ہے۔۲: اگر ایسا شخص کبھی گستاخی کر دے۔ تو اس کے لیے مناسب ہے، کیونکہ وہ بادشاہ کا ہمیشہ رازدار ہوتا ہے۔۳: لیکن کوئی بھید جاننے والا شخص کبھی کوئی بے ادبی گستاخوں کی طرح نہیں کرتا۔۴: جب کسی کو کسی سے محبت ہو جاتی ہے تو اس کی عزت کا احترام ضروری چاہیے اور ایک آدھ دفعہ گستاخی بھی درست ہے۔۵: ایک اونٹ چرانے والا شخص جو ہمیشہ بادشاہ سے دور رہتا ہے۔ بھلا بادشاہ کا رازدار کیسے ہوسکتا ہے۔۶: اگر وہ اہل راز کی طرح گستاخی کرے۔ تو اُسے اپنی جان اور اپنے ایمان دونوں سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔۷: زید (ایک فرضی نام) اپنی جہالت اور گمراہی کے باوجود بادشاہ سے گستاخی کرنے کی کس طرح ہمت کر سکتا ہے۔۸: اگر کوئی گونگا غلام آجائے (محل میں) تو اس کی یہ گستاخی صرف رازدار ہونے کی وجہ سے ہے (ورنہ کسی اور کو وہاں جانے کی جرأت نہیں ہوسکتی)۔۹: سب باتیں خداوند تعالیٰ جانتا ہے۔ خدا یہ باتیں تھوڑی اور بہت سب جانتا ہے (یعنی سب حقیقت سے اوّل تا آخر خدا واقف ہے۔ رب کا مطلب تھوڑی اور بہت ہے) بھلا انسان محبت کی زیادتی میں گدھے جیسی گستاخی کیسے کر سکتا ہے۔۱۰: وہ شخص جو عشق میں دیوانہ ہوتا ہے۔ وہ عشق کے غلبہ اور زیادتی کی وجہ سے پانی پر چلتا ہے۔۱۱: جب ایسا شخص کوئی گستاخی کرتا ہے۔ تو وہ اچھی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ وہ آگ کی طرح پاگل ہوتا ہے۔ ۱۲: عاشق کبھی سلامت اور محفوظ نہیں رہ سکتا، کیونکہ پاگلوں کو کوئی ملامت نہیں کرتا۔۱۳: جب تو دیوانہ ہو جائے گا۔ تو جو کچھ بھی کہے گا لوگ سُن لیں گے۔

خراسان میں پیشوا کے غلاموں کو ایک دیوانے کا دیکھنا

ا: خراسان میں اُس وقت حکومت اور دولت بڑھ رہی تھی۔ جبکہ ان کا پیشوا آیا۔۲: اُس کے سو تُرک غلام بہت خوب صورت تھے۔ جن کا قد سرو کی طرح تھا۔ اُن کی کلائیاں چاندی کی طرح سفید تھیں اور ان میں سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔۳: اُن میں سے ہر ایک کے کان میں ایک رات روشن کرنے والا ہیرا تھا کہ جس کے عکس سے رات دن ہو جاتی تھی۔۴: یہ چمکدار ٹوپی اور گلے میں ہار پہنتے تھے اور کمر میں سُنہری پٹکا باندھتے تھے۔۵: سونے جڑاؤ پیٹیاں باندھ کر ان میں سے ہر ایک نہایت خوب صورت گھوڑے پر سوار ہوتا تھا۔۶: جو کوئی بھی ان لشکر والوں کو دیکھ لیتا تھا۔ اسی وقت اپنا دل انہیں دے دیتا تھا (ان پر عاشق ہو جاتا تھا) اور دیوانہ ہو جاتا تھا۔۷: اتفاقاً ایک دیوانہ جو بہت بھوکا تھا۔ ایک گدڑی پہنے ہوئے ننگا جا رہا تھا۔۸: اُس نے غلاموں کے اس گروہ کو دور سے دیکھا۔ اُس نے

پوچھا کہ یہ حوروں کا گروہ کس کا ہے؟ ۹: شہر کے ایک بزرگ شخص نے جواب دیا کہ یہ غلام ہمارے شہر کے پیشوا کے ہیں۔ ۱۰: جب اُس پاگل نے اس قصہ کو سُنا۔ تو اس کے سر پر اور جنون سوار ہو گیا۔ ۱۱: اُس نے کہا کہ اے خدا اپنے بندوں کی پرورش کرنا تو اس پیشوا سے سیکھ۔ ۱۲: اگرچہ کوئی دیوانہ بہت گستاخ ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے لیے بھی کپڑوں اور خوراک کی ضرورت ہے۔ ۱۳: اگر اس درخت کی بلند شاخ پر کوئی پتہ نہیں ہے۔ (یعنی دیوانہ بھوکا اور ننگا ہے) تو اس سے گستاخی مت کر اور اس کی ہنسی مت اُڑا۔ ۱۴: دیوانوں کی گستاخی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ وہ اپنے آپ کو پروانوں کی طرح شمع پر جلا دیتے ہیں۔ ۱۵: اُس قوم (دیوانے) میں سے کوئی بھی راستہ نہیں دیکھ سکتا۔ خواہ وہ برا ہو یا اچھا دیوانے اچھائی یا برائی میں تمیز نہیں کر سکتے)۔

اُس ننگے دیوانے کی گستاخی

۱: اُس ننگے دیوانے نے کہا کہ میں راستہ میں بھوکا ہو گیا۔ ۲: وہ سردی کا موسم تھا اور بہت زیادہ بارش ہو رہی تھی۔ وہ دیوانہ بارش اور برف میں بھیگا ہوا تھا۔ ۳: نہ اس کے پاس اوڑھنے کے لیے کوئی کپڑا تھا اور نہ سر چھپانے کے لیے کوئی گھر اور آخر کار وہ ایک جنگل اور ویرانے میں چلا گیا۔ ۴: جب یہ راستہ سے نکل کر اُس ویرانے مکان میں داخل ہوا۔ تو مکان کی چھت سے ایک اینٹ اس کے سر پر آ گری۔ ۵: اس کا سر پھٹ گیا اور ندی کی طرح خون بہنے لگا اور اُس شخص نے آسمان کی طرف منہ اُٹھایا۔ ۶: اور کہا کہ کب تک اے خدا تو اپنی بادشاہت کا ڈنکا بجاتا رہے گا۔ اس سے بہتر تھا کہ تو اینٹ نہ مارتا۔

حکایت ایک شخص کی جس نے گدھا کسی سے مانگا تھا

۱: ایک بہت غریب شخص کھیتوں میں پانی دینے کی نالی بناتا تھا۔ اس نے اپنے پڑوسی سے ایک گدھا مانگا۔ ۲: وہ چکی کی طرف گیا اور بے ہوش پڑ کر سو گیا۔ جب وہ شخص سو گیا۔ تو گدھا وہاں سے چلا گیا۔ ۳: بھیڑیے نے اس گدھے کو پھاڑ ڈالا اور کھالیا۔ دوسرے روز صبح کو جب وہ شخص اُٹھا۔ ۴: دونوں شخص (گدھے کے مالک اور نالی بنانے والا) بھاگتے اُس وقت نالیوں کے مالک کے پاس گئے۔ ۵: اور اس کے سامنے سارا قصہ پیش کر دیا اور اُس سے پوچھا کہ ہم میں سے غلطی پر کون ہے۔ ۶: امیر نے کہا۔ وہ ہستی غلطی پر ہے، جو جنگل میں بھیڑیے کو بھوکا پھراتی ہے۔ ۷: بے شک اِس گدھے کے نقصان کا تاوان اُس ہستی (خدا) سے لینا چاہیے اور تم دونوں اس سے اپنا تاوان لے لو۔ ۸: اے خدا یہ تاوان کیسا ہے۔ جو کام تو کرتا ہے اُس کا تاوان کچھ ادا نہیں کرتا۔ ۹: جیسی کہ مصر کی عورتوں کی حالت (حضرت یوسفؑ کو دیکھ کر) ہو گئی تھی کہ تمام دنیا ان کے پاس سے گزر گئی اور انہیں خبر تک نہیں ہوئی۔ ۱۰: کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اگر کوئی دیوانہ کسی امیر کے خزانے سے خلعت لے آئے۔ ۱۱: جب تک وہ اس حالت بے ہوشی میں رہے گا۔ کوئی شخص اُس کی پرواہ نہ کرے گا۔ ۱۲: تمام لوگ اُس سے باتیں کرتے رہتے ہیں اور وہ سب سے باتیں کرتا

ہے اور تمام لوگ اسے تلاش کرتے ہیں (ظاہراً وہ کسی سے نہیں بولتا لیکن اُسے سب کی خبر ہوتی ہے)۔

حکایت مصر میں قحط پڑنے کی اور ایک دیوانے کی تقریر

ا:مصر میں اتفاقاً قحط پڑا۔ تمام دنیا روٹی مانگتے مانگتے مرگئی۔۲: تمام ملک میں لوگ بھوک سے مرگئے اور آدمیوں نے آدمیوں کو کھالیا۔۳: جب ایک دیوانے نے دیکھا کہ لوگ مر رہے ہیں اور روٹی نہیں ملتی۔۴: اس نے کہا کہ اے خدا جب تیرے پاس لوگوں کو کھلانے کے لیے خوراک نہیں ہے۔ تو لوگ کم پیدا کر۔۵: جو شخص کہ اس درگاہ خداوندی میں گستاخ ہوتا ہے۔ وہ فوراً عذر پیش کرتا ہے۔ جب کہ اسے معلوم ہوتا ہے ۶: اگر کوئی اس درگاہ میں غلط بات کہے۔ تو اچھا نہیں ہوتا۔ عذر وہی پیش کرتا ہے، جسے تکلیف ہوتی ہے۔

حکایت ایک دیوانے کی جسے بچے پتھر مارتے تھے

ا: ایک دیوانہ تھا، جس کے دل سے خون نکلا پڑتا تھا، کیونکہ بچے اسے پتھر مارتے تھے ۲: آخر کار وہ آگ جلانے کی بھٹی میں چلا گیا۔ اُس بھٹی میں ایک سوراخ تھا۔۳: اُس سوراخ میں سے ایک اولا آ کر دیوانے کے سر پر گرا۔۴: چونکہ وہ اولے اور پتھر میں فرق نہیں۔ کیہ سکتا تھا۔ اس لیے اس نے گالیاں دینی شروع کر دیں۔۵: دیوانے نے بہت سی گالیاں دے کر کہا کہ اب مجھ پر پتھر کیوں برساتے ہوں۔۶: وہ جگہ تاریک تھی۔ اس لیے اس دیوانے کو خیال ہوا کہ اس وقت بھی یہ بچے ہی پتھر مار رہے ہیں۔۷: یہاں تک کہ ہوا سے وہاں کا دروازہ کھل گیا اور اس بھٹی میں اجالا ہو گیا۔۸: اب اس دیوانے نے اولے اور پتھر کو پہچانا اور گالیاں دینے پر اس کو افسوس ہوا۔۹: اس نے کہا کہ اے خدا یہ بھٹی تاریک تھی۔ اس لیے میں نے جو کچھ کہا۔ غلط کہا۔۱۰: اگر کوئی پاگل اپنے پاگل پن کی وجہ سے اس قسم کی بیہودہ باتیں کرے۔ تو اُس سے ناراض مت ہو۔۱۱: کیونکہ وہ حقیقت میں بے عقل ہوتا ہے اور بے چین۔ بے کس اور رنجیدہ ہوتا ہے۔۱۲: وہ تمام عمر پریشانی اور ناکامی میں کاٹتا ہے اور ہر وقت اُس کی جان کو ایک نیا دُکھ ہوتا ہے۔۱۳: تو اپنی زبان اُس کی حالت سے دور رکھیو (اُس کی حالت پر ناراض مت ہو اور دیوانے عاشق کو معذور اور مجبور سمجھیو۔ ۱۴: جب تو دیوانہ ہو جائے گا۔ تو تیری سب باتیں سُن لیں گے۔۱۵: اور اگر تو عقل کی روشنی میں سر نکالے گا۔ تو بے شک اپنے آپ کو مجبور پائے گا (عقل آنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ تمام حرکتیں بحالت دیوانگی مجبوری کی وجہ سے سرزد ہوئیں)۔

ایک واسط کے رہنے والے کی یہودیوں کو دیکھنے کی حکایت

ا: واسط کا رہنے والا ایک شخص حیران و سرگرداں جا رہا تھا اور حیرت کی وجہ سے پریشان تھا۔۲: اُس کی نظر یہودیوں کی قبروں پر پڑی اور پھر اُس نے قبر کی بنیاد کو دیکھا ۳: اُس نے کہا کہ اے یہودیو تم بے شک مجبور ہو اور

یہ راز کسی سے نہیں بیان کر سکتے۔۴: یہ بات کہیں قاضی نے سن لی اور غصہ میں اُسے گھسیٹتا ہوا لے گیا۔۵: کیونکہ اُس کی باتیں قاضی کے سننے کے قابل نہیں تھیں۔اُس نے انکار کر دیا اور سُنانے پر رضامند نہ ہوا۔۱۶: واسط کے رہنے والے نے کہا کہ یہودیوں کی یہ قوم تیرا حکم ماننے پر مجبور نہیں ہے۔۷: لیکن خدا کا حکم ماننے سے معذور ہیں۔

ایک دوسرے پرندہ کا سوال خدا کے عشق کی ڈینگ مارنے کے متعلق

۱: دوسرے پرندہ نے کہا کہ جب تک میں زندہ ہوں۔میں خدا کے عشق کے قابل ہوں۔۲: میں نے سب لوگوں سے اپنا تعلق قطع کر لیا ہے اور اب میں صرف خدا کے عشق کی ڈینگ مارتا ہوں۔۳: میں نے تمام دنیا کو دیکھ لیا ہے۔ میں کسی سے نہیں مل سکتا کیونکہ میں نے سب سے قطع تعلق کر لیا ہے۔۴: میرا کام تو صرف خدا سے عشق کرنا ہے اور یہ کام ہر کس و ناکس کے بس کا نہیں ہے۔۵: خدا کے عشق کا میں دم بھرتا ہوں اور مجھے اس کام سے فرصت نہیں ملتی۔ ۶: اب وقت آ گیا ہے کہ میں جان سے ہاتھ دھولوں اور اپنے معشوق (خدا) کے حُسن کی یاد میں شراب کا پیالہ پیوں۔ ۷: اُس کے حُسن سے اپنے دل کی آنکھیں روشن کروں اور وصل میں مَیں اُس کے گلے میں ہاتھ ڈالوں۔

ہُد ہُد کا جواب

۱: ہُد ہُد نے کہا کہ کوئی شخص اپنے فخر و غرور کی وجہ سے سیمرغ کا کوہِ قاف میں رازدار اور دوست نہیں بن سکتا۔ ۲: سیمرغ کے عشق کی ڈینگ مت مار، کیونکہ اس کا عشق ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔۳: اگر خوش نصیبی کی ہوا چل جائے۔تو تمام مشکلیں حل ہو جائیں۔۴: وہ تجھے خود اپنے رستے پر چلالے گا اور اپنی خلوت میں بلالے گا۔۵: اگر تجھے اُس جگہ جانے کا دعویٰ ہے۔تو کیا تجھے اُس راستہ کی مشکلات کا بھی علم ہے۔۶: تیرا عشق مصیبت کا باعث ہوگا اور اُس کی دوستی تیرے لیے مشکل ہوگی۔

ایک مرید کا بایزید کو خواب میں دیکھنا اور سوال کرنا

۱: جبکہ اس دنیا کی قید سے بایزید بسطامی آزاد ہو گئے (مر گئے) اُسی رات ایک مرید نے خواب میں دیکھا۔ ۲: اُس نے سوال کیا کہ اے عالی مرتبہ پیر۔آپ نے منکر نکیر سے کیونکر فیصلہ کیا (منکر نکیر دو فرشتے ہیں جو قبر میں آ کر سوال کرتے ہیں)۔۳: آپ نے جواب دیا کہ جب ان دونوں فرشتوں نے مجھ سے سوال کیا۔خدا کی طرف سے۔ ۴: میں نے ان سے کہا کہ تمہارے سوال نہ تمہارے لیے مناسب ہیں۔نہ میرے لیے۔۶: کیونکہ اگر میں یہ کہوں کہ وہی میرا خدا ہے۔تو یہ بات کہنا میری ہوش اور ڈینگ ہے (کیونکہ یہ حقیقت کے خلاف ہے)۔۶: لیکن اس کے بعد تم واپس جاؤ اور خدا سے یہ بات پوچھو۔۷: اور اگر وہ مجھے اپنا بندہ قبول کرے۔تو پھر میں خدا کا غلام ہوں۔۸: اور اگر وہ اپنے غلاموں میں نہیں گنتا تو میں اپنی مصیبت میں گرفتار ہوں، کیونکہ اس نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا ہے۔۹: کیونکہ کسی شخص سے محبت کرنا اور اُس کی غلامی اختیار کرنی معمولی بات نہیں ہے۔اس لیے اگر میں اُسے خدا کہوں۔تو

کیا فائدہ ہوگا (جب تک میں حقیقتاً اس کا بندہ نہ بنوں)۔۱۰: جبکہ میں اس کا غلام اور بندہ نہیں ہوں۔ پھر میں اس کو اپنا آقا اور خدا بنا کر فخر و تکبر کیوں کروں۔۱۱: میں نے اس کی خدائی کا اعتراف کر لیا ہے۔ لیکن اب اُسے چاہیے کہ مجھے بھی اپنا غلام اور بندہ قبول کر لے۔۱۲: اگر عشق کی ابتدا اُس کی طرف سے ہو۔ پھر تو اُس کے عشق کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔۱۳: جب عشق کا اظہار تیری طرف سے ہوتا ہے کہ وہ تیرے عشق کے قابل ہے؟ ۱۵: نہ تجھے (عشق) کرنے کا سلیقہ آتا ہے اور نہ تجھ سے عشق کوئی کر سکتا ہے۔ پھر تجھے خدا کی حقیقت کی کیونکر خبر مل سکتی ہے۔

ایک مستانے فقیر کا قصہ

۱: ایک درویش عشق کی وجہ سے بہت بے چین تھا اور محبت کے مارے آگ کی طرح بے قرار تھا۔۲: عشق کی تپش سے اس کی جان جلی جاتی تھی اور اس کی جان کی آگ اس کی زبان جلائے دیتی تھی۔۳: اس کے دل میں عشق کی آگ لگی تھی اور اس طرح مشکلات میں گھرا ہوا تھا۔۴: راستہ پر وہ بہت بے چینی سے چل رہا تھا۔ روتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا۔۵: میری جان اور دل عشق کی آگ میں جل گئے ہیں۔ میں کہاں تک گریہ و زاری کروں۔ میرے آنسو تک سوکھ چکے ہیں۔۶: غیب کے فرشتہ نے کہا کہ اس سے زیادہ غرور مت کر۔ تو خدا سے جھوٹا عشق کیوں کرتا ہے۔ ۷: اس فقیر نے کہا کہ میں نے اس سے عشق کب کیا۔ بلکہ اس نے مجھ سے محبت شروع کی ہے۔۸: بھلا مجھ جیسے نحیف و نزار شخص میں اتنی ہمت کہاں سے آسکتی ہے کہ اس جیسی ہستی سے محبت کا دم بھروں۔۹: میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔ جو کچھ کیا ہے اس نے کیا ہے۔ میرا دل خون ہو گیا ہے اور یہ دل کا خون اُس نے پیا ہے (اُس نے مجھے مصیبت عشق میں ڈالا ہے)۔۱۰: اس نے جو کچھ عطا کیا ہے۔ تو اس کے علاوہ اپنی طرف سے کچھ اور مت بڑھا۔۱۱: تو کون ہے (تیری ہستی ہی کیا ہے) کہ اس عظیم الشان کام میں (عشق خدا میں) اپنی چادر سے ایک قدم بھی باہر نکال سکے (تو خدا سے عشق نہیں کر سکتا)۔۱۲: اے غلام وہ تجھ سے عشق کیسے کر سکتا ہے۔ اس کا عشق تو صاف اس کی صنعت کاری کا نمونہ ہے (وہ دنیا پیدا کرتا ہے۔ اس کا عشق صرف یہی ہے)۔۱۳: تیری حقیقت ہی کیا ہے اور تو کس کام کا ہے۔ تو اُس کی صنعت کے نمونے دیکھ کر اُس میں محو ہو جا۔۱۴: اگر تو اُسے اپنے قریب دیکھ لے (خدا کو دیکھ لے) تو اپنے ایمان اور جان دونوں سے ہاتھ دھو لے گا (دیوانہ ہو جائے گا)۔

سُلطان محمود کا شراب کی بھٹی جلانے والے کے ہاں مہمان ہونا

۱: ایک رات محمود بہت بے چین تھا۔ وہ ایک شراب کی بھٹی جلانے والے کے ہاں جا کر مہمان ٹھہرا۔۲: اُس رند نے محمود کو نہایت عزت سے زمین پر بٹھایا اور فوراً بھٹی میں آگ روشن کر دی۔۳: وہ ایک خشک روٹی لایا۔ بادشاہ نے فوراً لے کر کھانی شروع کر دی۔۴: اُس نے کہا کہ ورنہ یہ بھٹی روشن کرنے والا۔ میری شکایت کرے گا کہ میں نے اس کی روٹی کھانے سے انکار کر دیا۔۵: آخر کار جب بادشاہ نے جانے کا ارادہ کیا۔ بھٹی والے نے کہا کہ آپ نے یہ

مقام دیکھ لیا۔ ۶: آپ نے میری خوراک اور سونے بیٹھنے کی جگہ دیکھ لی اور آپ بن بلائے مہمان ہو کر آئے۔ ۷: اگر دوبارہ اس طرح جلدی سے آنا ہو۔ تو بادلوں کی طرح چند منٹ کے لیے مت آنا (ذرا میرے پاس قیام کرنا)۔ ۸: سردی کے موسم میں آگ جلانے کے بغیر کوئی خوش نہیں رہ سکتا۔ ۹: نہ میں تجھ سے زیادہ ہوں اور نہ کم۔ میں پھر تیرے پاس کیسے آ سکتا ہوں۔ ۱۰: سلطان محمود اس کی باتوں سے بہت خوش ہوا۔ اس کا سات دفعہ اور مہمان ہوا۔ ۱۱: آخری دن بادشاہ نے بھٹی جلانے والے سے کہا کہ بادشاہ سے کچھ مانگ۔ ۱۲: اس نے کہا کہ اگر میں آپ سے کچھ مانگوں تو آپ اُس ضرورت کو پورا نہیں کر سکتے۔ ۱۳: بادشاہ نے کہا کہ اپنا مطلب مجھ سے بیان کر۔ تو بادشاہ بن جا اور اس بھاڑ جھونکنے کو ترک کر دے۔ ۱۴: اس نے کہا کہ میری یہ آرزو ہے کہ بادشاہ ہمیشہ میرے ہاں مہمان آتا رہے۔ ۱۵: میری بادشاہت صرف تیرا دیدار ہے اور تیری پاؤں کی خاک میرے لیے تاج کے برابر ہے۔ ۱۶: بادشاہ تو تُو نے بہت سے لوگوں کو بنایا ہوگا۔ لیکن کیا تو کسی بھاڑ والے کے ہاں جا کر کبھی مہمان بھی ہوا ہے؟ ۱۷: میں بھٹی جلانے والے کی طرح اگر تیرے پاس بھٹی میں بیٹھوں۔ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تیرے بغیر کسی باغ میں بادشاہ بن کر رہوں۔ ۱۸: جب اس بھٹی کی بدولت مجھے یہ خوش قسمتی ملی تو میں کافر ہوں گا۔ اگر اس بھٹی سے نکلوں۔ ۱۹: اگر مجھے تیرا قرب اس جگہ ملتا ہے تو پھر میں اس جگہ کو دونوں عالموں کے بدلے میں بھی دینے کو تیار نہیں ہوں۔ ۲۰: جب کہ یہ بھٹی تیرے چہرہ سے روشن ہوتی ہے۔ پھر تیری ذات سے بہتر کیا ہے جو میں تجھ سے مانگوں۔ ۲۱: اس دل کو خدا موت ہی دے اگر یہ تیری ذات کی بجائے کسی اور چیز کو ترجیح دے کر پسند کرلے۔ ۲۲: نہ مجھے بادشاہت کی ضرورت ہے۔ نہ سلطنت کی۔ میں تو صرف تجھے مانگتا ہوں۔ ۲۳: تو بادشاہ رہ۔ مجھے بادشاہت مت دے۔ بس میرے گھر پر کبھی کبھی مہمان بن کر آجایا کر۔ ۲۴: اگر تو مجھے جلا کر خاک بھی کر دے۔ تو تجھ سے بہتر دنیا میں میرے لیے کوئی نہیں ہے۔ ۲۵: میں تو صرف تجھے مانگتا ہوں اور تیرے لیے اپنی جان قربان کرنے کو بھی تیار ہوں۔ ۲۶: میں تو صرف تجھے جانتا ہوں۔ مجھے کفر و ایمان سے کوئی غرض نہیں۔ میں تجھے نہیں چھوڑ سکتا۔ خواہ تو مجھے چھوڑ دے۔ ۲۷: میری حاجت اور میری مراد صرف تیری ذات ہے۔ میرے لیے یہ دنیا اور دوسری دنیا صرف تو ہی ہے۔ ۲۸: عشق اس کو کہتے ہیں اور تیرا کام یہ ہونا چاہیے۔ اس قسم کا عشق تجھے کرنا چاہیے۔ ۲۹: اگر تجھے اس سے عشق ہے تو اپنے ہاتھ سے اُس (محبوب) کا دامن مت چھوڑ۔ ۳۰: پرانا عشق ہونے کے لیے اور زیادہ عشق و محبت کی ضرورت ہے۔ اس خزانہ کو دو جوؤں کی اور ضرورت ہے۔ ۳۱: وہ تجھ پر پہلے سے عاشق ہو جاتا ہے۔ اُس کے پاس عشق کا سمندر ہے اور تو صرف قطرہ ہے۔

اُس سقّے کی حکایت کی جس کے پاس پانی تھا اور دوسرے سقّے سے پانی مانگتا تھا

۱: اُس سقے کے پاس پانی تھا۔ اُس نے ایک اور سقے کو اپنے آگے دیکھا۔ ۲: اُس حالت میں جبکہ اس کے اپنے پاس پانی تھا۔ دوسرے سقے کے سامنے گیا اور اس سے پانی مانگا۔ ۳: اس سقے نے کہا کہ اے بے وقوف شخص جبکہ

تیرے پاس بھی پانی ہے۔تو کیوں نہیں اپنا پانی پیتا۔۴:اس نے کہا کہ ہاں اے عقل مند شخص مجھے پانی دے، کیونکہ میں اپنا پانی نہیں پینا چاہتا۔۵:حضرت آدمؑ کا دل خدا کی معرفت اور اُس کے بھیدوں سے پُر تھا۔لیکن پھر بھی گیہوں کے ایک دانے نے آپ پر جرأت کی۔۶:آپ نے تمام معرفت اور خدائی رازوں کو صرف گیہوں کے ایک دانے کے بدلے میں فروخت کر دیا اور جو کچھ آپ میں نبوت اور بڑائی کے اوصاف تھے۔گیہوں کی آگ میں جلا دیے(گیہوں کھا کر آپ جنت سے نکالے گئے)۔۷:آپ کے دل میں خدا کے عشق کا درد اُٹھا اور آپ اپنا سر بار بار زمین پر مارنے لگے اور عشق نے آپ کے دل کا دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا۔۸:عشق میں ایک بے حقیقت اور ناچیز مخلوق بن گئے۔آپ کو جو راز معلوم تھا۔وہ آپ سے چھین لیا گیا اور آپ جنت سے نکالے گئے۔۹:جب آپ کے پاس کوئی چیز نہ رہی تو آپ نے فانی اور بے حقیقت چیزوں سے دل بہلانا شروع کیا، کیونکہ اس سے قبل جنت کی سب چیزیں آپ نے گیہوں کے لیے ضائع کر دی تھیں۔۱۰:اپنے آپ سے بیزار ہو جانا اور مر جانا بس یہی اب ہر شخص کا کام ہے۔یہی حضرت آدمؑ کی یادگار ہے(کیونکہ آپ بھی اسی طرح مر گئے)۔

دوسرے مرغ کا سوال غرور کی صفت

۱:دوسرے پرندے نے کہا کہ مجھے غرور ہے کہ میں نے کمال حاصل کر لیا ہے۔۲:میں نے کمال حاصل کر لیا ہے اور بہت سی مشکل ریاضتیں ختم کی ہیں۔۳:جب کہ مجھے یہ کمال کا درجہ اسی جگہ مل گیا ہے۔اس لیے میرا یہاں سے سیمرغ کی تلاش میں جانا مشکل ہے۔۴:ایسا کون شخص ہے کہ گھر کے خزانے اور مال و دولت چھوڑ کر جنگل اور صحرا میں خزانہ ڈھونڈے گا۔

ہُدہُد کا جواب

۱:ہُدہُد نے کہا کہ اے شیطان جیسی طبیعت والے پرندے(شیطان کو اپنی بڑائی کا غرور تھا اِس لیے حضرت آدم کو سجدہ نہیں کیا) اپنی بڑائی اور خود بینی کم کر۔۲:تو اپنے خیال کے مطابق بہت مغرور ہے۔لیکن تیرا یہ غرور تجھے معرفتِ خداوندی سے دور ہٹا رہا ہے۔۳:تیرے سرکش نفس نے تیری جان پر قابو پا لیا ہے اور شیطان نے تیرے ارادوں پر قبضہ کر لیا ہے۔۴:تو اپنے گھمنڈ اور غرور میں پھنسا ہوا ہے اور سر سے لے کر پاؤں تک اسی بلا میں گرفتار ہے۔۵:اگر تیرے پاس خدا کا نور تھا۔تو اب وہ تیرے غرور کی وجہ سے تیرے راستہ میں آگ کی طرح تجھے جلانے کا کام کرے گا اور اب اگر تجھے کسی چیز کا ذوق و احساس ہے۔تو وہ صرف غرور گھمنڈ کا ہے۔۶:تیرے غرور کی وجہ صرف تیرا خیال اور گھمنڈ ہے اور جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ غلط نہیں ہے(بالکل درست ہے)۔۷:تو غرور کے راستہ کی روشنی مت بن (غرور مت کر) تیرا سرکش نفس تیرے ساتھ ہے۔تو اس سے دوستی مت کر۔۸:ایسے زبردست دشمن (نفس) کی موجودگی میں تلوار کے بغیر کوئی شخص کیسے آرام اور چین سے رہ سکتا ہے۔۹:اگر تجھے دشمن کی طرف سے نور ملتا ہے۔تو

یہ نور کی مثال ایسی ہے، جس طرح کہ کوئی بچھو کے کاٹے کا علاج چھپکلی سے کرے (یہ علاج غلط ہے۔ اس لیے بے فائدہ ہے)۔ ۱۰: تو اس غرور اور دھوکے کے نور پر غرور مت کر۔ جب کہ تو خورشید ہے تو سوائے ذرہ کے کوئی اور چیز مت بن۔ اپنی اصلیت پہچان اور تکبر مت کر)۔ ۱۱: اور نہ تاریکی کی وجہ سے تو مایوس ہو اور نہ اس نور کو دیکھ کر تو خورشید ہونے کی ڈینگ مار۔ ۱۲: جب تک تو اس غرور و تکبر میں مبتلا ہے۔ تیری عبادت اور وظیفہ اور دعائیں ایک مینگنی کے برابر بھی حقیقت نہیں رکھتیں (بے فائدہ) ہیں۔ ۱۳: اور جب تو غرور سے باہر نکلے گا پھر زندگی کی پرکار کا مرکز تو بن جائے گا۔ ۱۴: اور اگر تو مغرور ہے۔ تو تیری حقیقت کچھ بھی نہیں اور تیرے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں ہے (بے سرمایہ ہے)۔ ۱۵: اگر تجھ میں ہستی کا ذرا سا ذرہ بھی باقی ہے۔ تو تُو کافر اور بت پرست ہو جائے گا (غرور انسان کو کافر بنا دیتا ہے)۔ ۱۶: اگر تو نے اپنی زندگی کو ایک لمحہ کے لیے بھی غرور میں ضائع کیا۔ تو تیروں کی بارش تیرے اوپر برسنے لگے گی (ہلاک ہو جائے گا)۔ ۱۷: جب تک زندہ ہے۔ اپنے مکان چھوڑنے کا رنج ترک کر دے (مکان چھوڑنے پر تیار ہو جا) اور اپنا سر ہزاروں مشکلات جھیلنے کے لیے جھکا دے۔ ۱۸: اگر تو اپنی ہستی ظاہر کرے گا (غرور کرے گا) تو زمانہ تجھے ہزاروں مشکلات میں گرفتار کر دے گا۔

شیخ ابوبکر نیشاپوری کی حکایت راستہ میں

۱: شیخ ابوبکر نیشاپوری اپنے مریدوں کے ہمراہ خانقاہ سے نکلے۔ ۲: شیخ اپنے مریدوں کے ساتھ ایک گدھے پر سوار تھے۔ اتفاقاً گدھے نے ہوا خارج کی (ریاح نکلا)۔ ۳: اس کے بعد شیخ پر ایک حالت طاری ہو گئی۔ آپ نے نعرہ لگایا اور کپڑے پھاڑ دیے۔ ۴: آپ کے مریدوں اور جن لوگوں نے بھی آپ کو دیکھا۔ آپ کی یہ حالت کسی نے بھی پسند نہیں کی۔ ۵: اس کے بعد ایک مرید نے سوال کیا۔ آخر شیخ کی یہ حالت کیوں ہو گئی؟ شیخ نے جواب دیا کہ میں جہاں تک دیکھتا تھا تمام راستہ میرے مریدوں سے بھرا ہوا تھا۔ ۷: میرے آگے اور پیچھے سب طرف مرید ہی مرید تھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ مرتبہ کے لحاظ سے میں بایزید بسطامی سے کم نہیں ہوں (غرور کیا)۔ ۸: آج کا دن کیسا اچھا ہے کہ میرے مریدوں سے میری عزت افزائی ہو رہی ہے۔ ۹: بے شک میں اسی فخر و غرور سے کل اپنے مریدوں کے ساتھ حشر کے میدان میں جاؤں گا۔ ۱۰: شیخ نے کہا کہ جب یہ خیالات میرے دماغ میں آئے۔ تو فوراً گدھے نے ہوا خارج کر دی۔ ۱۱: جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ شخص جو اس قدر غرور کرتا ہے اس کا جواب سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ ۱۲: اس لیے میں بے قرار ہو گیا اور دنیا میں مجھ پر یہ حالت طاری ہو گئی۔ ۱۳: جب تک تو غرور و تکبر میں پھنسا ہوا ہے۔ تو اس وقت تک حقیقت سے دور ہے۔ ۱۴: غرور و تکبر ترک کر دے۔ اگر تو فخر بھی کرتا ہے تو فخر بھی چھوڑ دے۔ ۱۵: اے شخص تو ہر لمحہ نیا رنگ بدلتا ہے اور تیرا ہر ایک بال فرعون کی طرح سرکش ہے۔ ۱۶: جب تک تیری ہستی ایک ذرہ کے برابر بھی باقی ہے تجھ میں نفاق اور غرور کے سو نشان باقی رہیں گے۔ ۱۷: اگر تو غرور سے محفوظ ہے تو تمام دنیا تیری دشمن ہے، اگر تو ایک دن کے لیے بھی غرور سے پردہ کر لے اگر وہ رات کا وقت بھی ہو گا تو رات دن کی

طرح روشن ہو جائے گی۔ ۱۹: اے غرور سے مصیبت میں پھنسنے والے تو کبھی مَیں مت کہہ تا کہ تو شیطان سے محفوظ رہے (''میں'' سے مُراد لفظ غرور ہے)۔

حضرت موسیٰؑ کا شیطان سے بھید پوچھنا

ا: خداوند تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ سے رازدارانہ کہا کہ تو شیطان سے بھید پوچھ۔ ۲: جب شیطان کو حضرت موسیٰؑ نے راستے میں دیکھا۔ تو ابلیس سے پوچھا۔ ۳: شیطان نے کہا تو ہمیشہ یہ بات یاد رکھ کہ کبھی ''میں'' مت کہہ ورنہ میری طرح ذلیل و خوار ہو جائے گا۔ ۴: اگر تو ولی اور خدا کا دوست ہے اور تو کافر نہیں ہے۔ بلکہ خدا کی عبادت کرتا ہے۔ ۵: یہ غرور کا راستہ آخر نا کامیابی تک پہنچاتا ہے اور نیک نام بدنام ہو جاتا ہے۔ ۶: اور جو شخص اس دنیا میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ ان کے سروں پر ہزاروں شرابوں کا خمار چڑھنے کے لیے تیار رہتا ہے۔

حکایت ایک زاہد کی جو کہتا تھا کہ مبتدی کے لیے اندھیرا بہتر ہے

ا: ایک زاہد اور نیک شخص نے کہا: مبتدی (وہ شخص جو کوئی کام نیا نیا سیکھے) کے لیے اندھیرا بہتر ہے۔ ۲: جب وہ سخاوت کے سمندر میں بالکل غرق ہو جاتا ہے۔ تو اس میں بالکل ہمت اور طاقت نہیں رہتی۔ ۳: اور اگر اُس پر صرف تھوڑی سی بات ظاہر ہو تو وہ اُس پر غرور اور تکبر کرتا ہے اور کافر ہو جاتا ہے (تھوڑا علم خطرناک ہوتا ہے)۔ ۴: تیری ذات میں جو حسد اور غصہ موجود ہے۔ وہ تو خود نہیں دیکھ سکتا۔ بلکہ دوسرے دیکھ سکتے ہیں۔ ۵: تیری ہستی اژدہوں سے بھری ہوئی ایک بھٹی ہے۔ تو نے اپنی نادانی کی وجہ سے ان سانپوں کو چھوڑ دیا ہے۔ ۶: دن رات تو ان سانپوں کو پالتا ہے اور تو اُن کو خوراک دیتا ہے۔ ۷: تیری ہستی خاک اور خون سے بنی ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ خاک اور خون کو لوگ بے قدری کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ۸: کیونکہ خاک اور خون تیرے سب سے قریب رہتے ہیں۔ اس لیے یہ دونوں چیزیں ناپاک اور غلیظ خیال کی جاتی ہیں۔ ۹: جو چیز تیرے دل کے سب سے قریب رہتی ہے۔ (خون) بے شک وہ حرام اور ناپاک ہے۔ ۱۰: اگر تو غور کرے تو سراسر غلیظ اور ناپاک ہے۔ (کیونکہ تو خاک اور خون سے بنا ہے۔ یہ دونوں چیزیں ناپاک ہیں) تو اس قدر آرام سے کیوں بیٹھا ہے (اپنی ناپاکی پر افسوس کر)

ایک شخص کے کُتّے کو دیکھنے کی حکایت اور اس کا دامن نہ بچانا

ا: ایک شیخ کی گود میں ایک غلیظ کتا بیٹھا تھا اور شیخ اس سے بالکل پرہیز نہیں کر رہے تھے۔ ۲: ایک شخص نے سوال کیا کہ اے پاک مرد آخر آپ اس کتے سے پرہیز کیوں نہیں کرتے۔ ۳: اُس نے جواب دیا کہ اگرچہ یہ کُتا بیٹھا ظاہر طور پر ناپاک معلوم ہوتا ہے۔ لیکن میں اس کی غلاظت اور ناپاکی کو محسوس نہیں کرتا۔ ۴: اس کی جو غلاظت اور ناپاکی ظاہر ہے۔ یہی ناپاکی میرے اندر موجود ہے۔ ۵: جو چیز میرے جسم کے اندر سے باہر نکل آئی۔ میں اس سے پرہیز

کیسے کروں، کیونکہ وہ بالکل مجھ جیسی ہے۔ ۶: اور اگر انسان کے جسم کے اندر ناپا کی تھوڑی سی ہے۔ تو سینکڑوں نجس چیزوں کو دیکھتا ہے۔ وہ تیرے جیسی ہیں۔ ۷: اگرچہ میرے جسم میں تھوڑی سی ناپا کی داخل ہے۔ لیکن جب ناپا کی ہی ہے۔ تو کیا بہت زیادہ اور کیا تنکے کے برابر (ناپاک تھوڑا اور بہت برابر ہے)۔

حکایت ایک عابد کی جو حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں اپنی ڈاڑھی میں الجھا ہوا تھا

۱: ایک عابد حضرت موسیٰؑ (کلیم اللہ آپ کا لقب ہے) کے زمانے میں رات دن نماز پڑھتا تھا۔ ۲: اُس کے دل کو ذرّہ برابر تسکین نہیں ہوئی اور آفتابِ حقیقت سے اُس کا سینہ پُر نور نہیں ہوا۔ ۳: اُس شخص کی ڈاڑھی بہت خوب صورت تھی اور کبھی کبھی اپنی ڈاڑھی میں کنگھی کیا کرتا تھا۔ ۴: اُس عابد نے ایک روز حضرت موسیٰؑ کو دور سے دیکھ لیا اور اُس نے جا کر کہا کہ اے کوہِ طور کے سردار۔ ۵: خدا کے لیے تو خدا سے سوال کر کہ مجھے عبادت میں لُطف اور مزا کیوں نہیں آتا۔ ۶: الغرض جب حضرت موسیٰؑ دوبارہ کوہِ طور پر تشریف لے گئے۔ تو خدا سے یہ بات پوچھی۔ خدا نے کہا۔ دور ہو جاؤ۔ ۷: اگرچہ یہ درویش ہمارے وصل کے درد سے مرا جاتا ہے، لیکن اس کا دل اس کی ڈاڑھی میں الجھا ہوا ہے۔ ۸: حضرت موسیٰؑ نے واپس آ کر سارا واقعہ اُس درویش کو سُنایا۔ اُس شخص نے اپنی ڈاڑھی نوچ کر پھینک دی اور رونے لگا۔ ۹: حضرت جبرئیل حضرت موسیٰ کے پاس بھاگتے ہوئے آئے اور کہا کہ وہ شخص اَب بھی اپنی ڈاڑھی میں مشغول ہے۔ ۱۰: جب اُس کے چہرہ ڈاڑھی کی زیب و زینت تھی تو وہ پریشان اور اُس کے متعلق جستجو میں تھا۔ اَب اِس کو نوچنے کے بعد بھی یہ درویش اُسی خیال میں ہے۔ ۱۱: اَب ڈاڑھی کے بغیر ایک لمحہ زندہ رہنا غلطی ہے۔ خواہ لومڑی ٹیڑھی چلے یا سیدھی (اپنے مکروفریب میں گرفتار رہتی ہے)۔ ۱۲: اے شخص جب تو اپنی ڈاڑھی سے آزاد ہو گیا۔ تو خون کے دریا میں غرق ہو گیا (تجھے بہت افسوس و رنج ہوا)۔ ۱۳: جب تو اوّل دِن سے اپنی ڈاڑھی کا خیال دل سے ترک کر دے گا۔ پھر اس حقیقت اور معرفت کے دریا میں تیرا ارادہ درست ہو گا۔ ۱۴: اور اگر تو اپنی ڈاڑھی سمیت ہی اس دریا میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ تو پھر اپنی ڈاڑھی کا خیال دل سے نکال دے۔

حکایت ایک لمبی ڈاڑھی والے شخص کی جو دریا میں غرق ہو گیا

۱: ایک بے وقوف شخص کی بہت لمبی ڈاڑھی تھی۔ وہ اتفاقاً دریا میں ڈوب گیا۔ ۲: ایک پاک باز شخص نے اس کو کنارے پر سے دیکھا۔ اُس نے کہا کہ شاید یہ کوئی گھوڑے کے دانہ کھانے کا توبرہ گر گیا ہے۔ ۳: ڈوبنے والے شخص نے کہا کہ یہ توبرہ نہیں ہے۔ بلکہ میری ڈاڑھی ہے اور یہی ڈاڑھی میری مشکلات کا باعث ہے۔ ۴: پاک باز شخص نے کہا کہ ماشاءاللہ یہ آپ کی ڈاڑھی ہے اور یہ آپ کا کام ہے اسے کٹوانے پر رضامند ہو جاؤ۔ ورنہ یہ تمہیں ہلاک کر دے گی۔ ۵: اے بُزدِل شخص (بکرے) کیا تجھے اپنی اس قدر لمبی ڈاڑھی پر شرم نہیں آتی۔ تو نے اس قدر ڈاڑھی بڑھالی ہے اور تو شرمندہ نہیں ہوتا۔ ۶: تیرے نفس میں شیطان گھسا ہوا ہے اور تو بالکل شیطان کی طرح ہے۔ ۷: یہ شعر

تہذیب کے خلاف ہے۔اس لیے معنی نہیں لکھے جاتے۔۸: تیری ڈاڑھی تیرے فرعون جیسے سرکش نفس پر قابض ہو جاتی ہے۔اب تو اس ڈاڑھی سے مردانہ وار لڑائی لڑ۔۹: اگر چہ تیری ڈاڑھی سے سوائے تکلیف کے کچھ اور حاصل نہیں ہوتا، لیکن تجھے اس ڈاڑھی کا کچھ خیال نہیں ہے۔۱۰: دین کے راستہ پر چلنے والا وہ شخص عقل مند ہے جو اپنی ڈاڑھی میں کنگھی نہیں کرتا۔۱۱: اپنے آپ کو ڈاڑھی کی مصیبتوں سے آگاہ کرو اور اپنی عاجزی کا ثبوت اس طرح دو کہ ڈاڑھی کو دستر خوان کی طرح سب کے سامنے زمین پر بچھا دو۔۱۲: تیری ڈاڑھی کو سوائے خالص خون کے کسی اور پانی کی ضرورت نہیں ہے، اور اس کی خوراک کے لیے صرف تیرے دل کے کباب کافی ہیں۔۱۳: اگر تو دھوبی ہے، تو ڈاڑھی میں پھنس کر تجھے دھوپ کی پرواہ نہیں رہتی اور اگر تو کاشت کار ہے۔تو پانی کا خیال نہیں رہتا۔

اُس صوفی کی حکایت کہ جب اپنے کپڑے دھوتا تھا تمام دنیا کے بادلوں کو سیاہ کر دیتا تھا

۱: ایک صوفی جب کبھی کپڑے دھوتا تھا۔تو تمام دنیا کے بادلوں کو سیاہ کر دیتا تھا۔۲: اس کے کپڑے ایک دفعہ دُھل کر صاف ہو جاتے تھے۔اگر چہ بادل پریشان ہو جاتے تھے۔۳: وہ اُشنان خریدنے کے لیے بنئے کی دکان کی طرف روانہ ہوا (اُشنان ایک قسم کی گھاس ہے جس سے صابن کی طرح کپڑے دھوتے ہیں) اُس وقت بادل چھا گئے اور وہ گھبرا گیا۔۴: اُس شخص نے بادلوں سے کہا کہ تم کیوں چھا گئے۔جاؤ چلے جاؤ۔میں میوہ جات خریدنے جا رہا ہوں۔۵: میں وہ میوہ چپکے چپکے کھاؤں گا۔تجھے کیا خبر کہ میں اُشنان خریدنے جا رہا ہوں۔۶: اور تجھ میں (بادلوں) سے اِس قدر اشنان زمین پر برساؤں گا کہ مجھے صابون کی بالکل ضرورت نہ ہوگی۔۷: اگر تو خوشی سے ایک بات بھی کر لے۔تو ہر وقت تیرے سامنے ایک غافل آئے گا۔

ایک اور پرندہ کا سوال کہ سفر میں کس چیز سے دل بہلانا چاہیے

۱: ایک اور پرندہ نے کہا کہ اے نامور ہُد ہُد بتا کہ سفر میں کس چیز سے دِل بہلاؤں۔۲: اگر تو یہ بتا دے تو میری مصیبت ذرا کم ہو جائے گی اور سفر کرنے کی مجھ میں اور ہمت ہو جائے گی۔۳: لمبے راستے طے کرنے کے لیے انسان میں ہمت ہونی چاہیے، تا کہ کہیں عبادت اور پاکیزگی کے راستے سے نہ ہٹ جائے۔۴: کیونکہ مجھ میں غیب کی مدد قبول کرنے کی اہلیت نہیں ہے۔اس لیے میں لوگوں کو اپنے عیب کی وجہ سے دھوکا دیتا ہوں۔

ہُد ہُد کا جواب

۱: ہُد ہُد نے جواب دیا کہ جا جب تک تو زندہ ہے۔خوش رہو اور تمام دوسرے لوگوں سے آزاد رہو۔۲: جبکہ وہ آدمی مل کر خوش رہ سکتے ہیں۔اس لیے تو بھی کسی کو اپنے ساتھ ملا لے اور خوش رہو۔۳: دونوں جہانوں میں خوشی دو

آدمیوں کی وجہ سے ہے اور آسمان صرف دوئی کی وجہ سے زندہ ہے (دُنیا میں ہر چیز کا جوڑا موجود ہے)۔۴: بس تو اپنی خوشی سے زندگی بسر کر۔ اگرچہ آسمان تیرے خلاف غصہ میں غرائے۔۵: اے شخص تو ہی بتا کہ ایک لمحہ خوش رہنے سے بہتر دنیا میں کیا چیز ہے۔

حکایت مجنوں کی اور اس کی حالت

۱: مجنوں پہاڑوں میں حیران پھر رہا تھا اور دن رات شیروں کے ساتھ رہتا تھا۔۲: کبھی کبھی اس پر ایک خاص حالت اور جذبہ طاری ہو جاتا تھا اور اگر کوئی وہاں جا نکلتا تھا۔ تو مجنوں اپنے آپ میں محو ہو جاتا تھا۔۳: اور اس کی بیس دِن تک یہی حالت رہتی تھی اور اس کی حالت ہی بدل جاتی تھی۔۴: بیس دن تک وہ صبح سے لے کر شام تک ہمیشہ ناچتا پھرتا تھا اور کہتا تھا۔۵: ہم دونوں اکیلے ہیں، یہاں لوگوں کا مجمع نہیں ہے، ہم خوش وخرم ہیں اور ہمیں کسی بات کا رنج وغم نہیں ہے۔۶: اگر وہ شخص مرجائے کہ جس کے پاس تمہارا دل ہے (تمہارا محبوب مرجائے) تو اپنا دل اُسی کو دے دے کیونکہ تیرا دل اُسی کی ملکیت ہے۔۷: اگر تیرا دل اُس کے عشق میں گرفتار ہو گیا۔ تو پھر تو کیسے مرسکتا ہے۔ ۸: اپنے معشوق کے عشق میں ہمیشہ تو زندہ رہ اور پھول کی طرح اپنی کھال میں مت سما۔

حکایت اُس عاشق کی کہ جو مرتے وقت روتا تھا

۱: ایک عاشق مرتے وقت رو رہا تھا۔ اُس سے پوچھا کہ تو کیوں روتا ہے۔۲: اُس نے کہا۔ میں موسم بہار کے ابر کی طرح اِس لیے روتا ہوں کہ مرتے وقت ہر شخص کو رونا چاہیے۔۳: مجھے چاہیے کہ میں اس وقت گریہ وزاری اور نوحہ خوانی کروں، کیونکہ میرا دل میرے معشوق کے پاس ہے۔ میں کیسے مروں۔۴: اُس کے دوست نے کہا کہ چونکہ تیرا دل تیرے معشوق کے پاس ہے۔ اس لیے اگر تو مرجائے۔ تو بہتر ہے۔۵: اُس شخص نے جواب دیا کہ جس کا دل خدا کے پاس ہے۔ بھلا وہ کیسے مرسکتا ہے۔۶: جب کہ دل خدا سے وصل میں مشغول ہوتا ہے۔ تو اس کی جدائی کیسے ہوسکتی ہے۔۷: اگر تو اسی طرح (عشق خدا) میں ایک لمحہ کے لیے بھی مست ہو جائے۔ تو تیری جان خزانہ کی طرح چھپی نہ رہے۔۸: جو شخص خدا کے عشق میں خوش نہیں ہے اور اس کی ذات میں محو نہیں ہوا۔ وہ شخص آزاد نہیں ہوسکتا۔۹ جو شخص خدا کے عشق میں خوش وخرم رہا وہ خدا کی ذات میں محو ہو گیا اور اس طرح آزاد ہو گیا۔۱۰: اپنے معشوق کی وجہ سے تو خوش رہ اور پھول کی طرح اپنی کھال میں مت سما۔

اُس رشتہ دار کی حکایت کہ جو کہتا تھا اس مصیبت میں ستّر سال گزر گئے

۱: ایک رشتہ دار کہتا تھا کہ ستر سال ہو گئے کہ میں اس طرح خوش خرم ہوں۔۲: میری طبیعت موم کی طرح رنج وغم میں مبتلا ہے۔ میں اپنے جسم کی اس حالت پر غور کرتا ہوں۔۳: خداوند تعالیٰ کے لیے یہ بات مناسب ہے، کیونکہ خدا

سے مجھ کو ایک واسطہ پیدا ہو گیا ہے۔۴: جب کہ تو لوگوں کی عیب جوئی کر رہا ہے۔ پھر تو کس طرح خوش رہ سکتا ہے اور غیب سے واقف ہو سکتا ہے۔۵: سب سے پہلے لوگوں کی عیب جوئی چھوڑ دے۔ پھر خدا کے عشق میں خوش رہ۔
۶: اے عیب تلاش کرنے والے تو عیب تلاش کرنے والی آنکھوں سے خدا کو ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔۷: تو لوگوں کے عیب تلاش کرنے میں بال کی کھال نکالتا ہے اور میں کہتا ہوں کہ تو اندھا ہے۔ راستہ نہیں جانتا۔۸: تو دوسروں کے عیب تلاش کرنے میں مشغول رہتا ہے۔ کس قدر بری اور معیوب بات ہے۔

ایک دوسرے پرندہ کا سوال کہ میں خدا سے کیا چیز مانگوں

۱: ایک اور پرندے نے پوچھا کہ اے میرے رہبر جب میں وہاں پہنچ جاؤں۔ تو اس سے کیا مانگوں۔۲: جب کہ اس کی وجہ سے تمام دنیا میرے اوپر روشن ہو جائے۔ میں نہیں جانتا کہ اُس وقت میں اس سے کیا مانگو۔۳: اگر تو مجھے کوئی اچھی سی چیز بتائے تو پہنچے پر میں وہی چیز طلب کروں۔

ہُد ہُد کا جواب

۱: ہُد ہُد نے جواب دیا کہ اے جاہل تو اس سے (سیمرغ) واقف نہیں ہے۔ تو اس سے اور کیا مانگے گا۔ خود اُس کو مانگ۔۲: انسان کے لیے واقفیت حاصل کرنے کی درخواست کرنا ہی سب سے بہتر ہے اور یہ چیز اور سب باتوں سے اچھی ہے (تو اس کی ذات کا علم حاصل کرنے کی درخواست کر)۔۳: جس شخص کو اس کے راستہ کی خاک کی خوشبو مل گئی۔ پھر وہ کسی چیز کے بدلے میں بھی اس کا دروازہ نہیں چھوڑتا۔

بوعلیؒ رودباری کی باتیں مرتے وقت

۱: مرتے وقت بوعلیؒ رودباری نے کہا کہ انتظار کرتے کرتے میری جان لبوں پر آ گئی ہے۔۲: آسمانوں کو کھول دیا ہے اور بہشت میں مسند بچھا دی ہے۔۳: اچھی آواز والے فرشتے بُلبلوں کی طرح چیخ رہے ہیں کہ اے عاشق ہمارے پاس آ جا۔۴: ہمارے پاس آنے کے بعد تو خدا کا شکر ادا کر کیونکہ ایسا بڑا رُتبہ آج تک کسی کو نہیں ملا۔۵: اگرچہ مجھے اس قدر انعام اور عزت مل رہی ہے۔ لیکن میری جان تحقیق سے دست بردار نہیں ہوتی۔۶ کہتی ہے کہ مجھے ان باتوں سے کیا کام۔ تو نے مجھے مدت تک انتظار میں رکھا۔۷: میں اہل شہوت (ہواو ہوس والوں) کی طرح کوئی پیتہ جیسا بے سرمایہ اور بے عزت نہیں ہوں کہ تھوڑی سی رشوت پر سر جھکا دوں۔۸: میری جان اور جسم میں عشق مل گیا ہے۔ اب نہ مجھے بہشت کی خبر ہے نہ دوزخ کی۔۹: اگر تو مجھے جلا کر خاک بھی کر دے۔ تو سوائے تیرے کسی اور کو یاد نہیں کر سکتا۔۱۰: میں تجھے پکاروں گا اور تجھے یاد کروں گا اور میں اپنی جان تک تجھے دے دوں گا۔۱۱: میں تو صرف تجھے جانتا ہوں، نہ مجھے دین کی خبر ہے، نہ کفر کی۔ میں ان چیزوں کو چھوڑ دوں گا۔ اگر تو ان سے کنارہ کشی کر لے گا۔

۱۲: دونوں جہانوں میں میری مراد تو ہی ہے۔ میری یہ دنیا اور دوسری دنیا تیری ذات ہے۔ ۱۳: میرے دل کی مراد یہ ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے میرے ہمراہ ''ہُو ہُو'' کے نعرے لگا۔ ۱۴: اگر میری جان تل کے برابر بھی تجھ سے سرکشی کرے۔ تو میری ''ہاہُو'' (حالت جذب کے نعرے) بند کر دے۔

خدا کا حضرت داوٗدؑ سے خطاب

۱: خدا نے حضرت داوٗد سے کہا کہ میرے بندوں سے کہو۔ اے خاک کی مٹھی ۲: اگر میرے پاس دوزخ اور بہشت نہیں ہیں۔ تو پھر میری عبادت اور بندگی مت کرو۔ ۳: اگر نار اور نور کا وجود نہ ہوتا۔ تو تمہارا اور میرا کوئی واسطہ نہ ہوتا۔ ۴: اگر چہ مجھے (اس بات کا حق حاصل ہے کہ تم سب میری عبادت کرو)۔ ۵: اگر خوف و امید نہ ہوتی۔ تو تمہارا میرا کوئی واسطہ نہ ہوتا۔ ۶: چونکہ میں تمہارا خدا ہوں۔ اس لیے میرے لیے زیبا ہے کہ تم میری عبادت کرو۔ ۷: بندوں سے کہو کہ غیر کی عبادت چھوڑ دیں، کیونکہ مجھے عبادات کرانے کا حق حاصل ہے۔ ۸: میرے سوا تمام چیزوں کو توڑ دو (واسطہ مت رکھو) جن جن سے تیرا واسطہ ہے۔ سب کو چھوڑ دے اور قطع تعلق کر لے۔ ۹: جب ان سب چیزوں کو توڑ دے۔ تو انہیں بالکل جلا دے اور ان کی راکھ جمع کر لے۔ ۱۰: اور اُس خاک کو جمع کر کے رکھ دے۔ تاکہ اس خاک کو خدا کی غیرت کی ہوا پریشان کر دے۔ ۱۱: جب تو ایسا کر دے گا۔ تو پھر میں تجھ سے کہوں گا کہ اَب جو کچھ تو ڈھونڈتا ہے۔ اِس خاک سے ڈھونڈ۔ ۱۲: اگر تجھے بہشت اور حور میں مشغول کر دیا جائے۔ تو یہ سمجھ لے۔ اُس نے تجھے اپنے سے دور کر دیا۔

حکایت سُلطان محمود کی ایاز کو بادشاہت دینے کی

۱: جب ایاز کو سلطان محمود نے بلوایا۔ اُسے تاج پہنا کر تخت پر بٹھا دیا۔ ۲: اور کہا کہ میں تجھے بادشاہت دیتا ہوں۔ یہ لشکر تیرا ہے۔ تو بادشاہت کر کہ یہ ملک تیرا ہے۔ ۳: میں یہ چاہتا ہوں کہ تو بادشاہی کرے اور زمین کے نیچے کی مچھلی اور چاند کے کان میں اپنی غلامی کا حلقہ ڈال دے۔ ۴: فوج والوں میں سے جس نے بھی یہ بات سنی۔ سب کی غیرت اور شرم کے مارے آنکھیں سیاہ پڑ گئیں (آنکھیں جھکا لیں)۔ ۵: ہر شخص کہتا تھا کہ آج تک کسی بادشاہ نے اپنے غلام کی اِس قدر عزت کبھی نہیں کی۔ ۶: لیکن اس وقت عقل مند ایاز بادشاہت کے نام سے زار و قطار رو رہا تھا۔ ۷: سب اس سے کہتے تھے کہ تو پاگل ہے اور عقل سے تجھے کوئی واسطہ معلوم نہیں ہوتا۔ ۸: اے غلام جب تو بادشاہت کے مرتبہ پر پہنچ گیا۔ تو اَب روتا کس لیے ہے۔ خوشی سے بادشاہت کر۔ ۹: ایاز نے ان لوگوں کو بہت اچھا جواب دیا کہ تم لوگ درست راستہ سے بہت دور ہو۔ ۱۰: تمہیں معلوم نہیں کہ ہمارا بادشاہ (سلطان محمود) اب مجھے اپنی خدمت سے دور کر دے گا۔ ۱۱: وہ مجھے بادشاہت کے کاموں میں لگا دے گا۔ ۱۲: اگر سلطان محمود مجھے حکم دے۔ تو میں اس کی خدمت میں سے ایک لمحہ کے لیے بھی غیر حاضر نہ ہوں۔ ۱۳: میں اس کا ہر حکم ماننے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن میں اس سے جدا

ہونے کے لیے تیار نہیں۔۱۴: میں مال و دولت کا کیا کروں۔میری سلطنت اور بادشاہت فقط اس کا دیدار ہے۔ ۱۵: اگر تو خدا کا طالب اور خدا کو پہچاننے والے لوگوں میں سے ہے۔تو ایاز سے غلامی کا سبق سیکھ۔۱۶: اے شخص تو دن رات بے کار پڑا رہتا ہے اور تو اپنی منزل مقصود کی طرف صرف پہلا ہی قدم رکھ سکا ہے (ہنوز روز اوّل کا معاملہ ہے)۔۱۷: اے بے وقوف شخص ہر رات صرف تیرے لیے خداوند تعالیٰ بلند آسمانوں سے اُترتا ہے۔۱۸: اے بے اَدب تو اپنی جگہ سے نہیں ہلتا اور ہمیشہ اس عزت افزائی پر خوشی کا اظہار نہیں کرتا۔۱۹: خدا کی طرف سے تیرے استقبال کے لیے فرشتے آتے ہیں۔تو پیچھے ہٹ جاتا ہے اور اس سے منہ موڑتا ہے۔۲۰: افسوس تو اس مطلب کا آدمی نہیں ہے۔تجھ سے اس قسم کی باتیں نہیں کہہ سکتے۔۲۱: جب تک بہشت اور دوزخ تیرے راستہ میں موجود ہیں۔تیری جان اس وقت تک اِس راز سے واقف نہیں ہو سکتی۔۲۲: جب ان دونوں (جنت اور دوزخ) سے تو آزاد ہو جائے گا۔ اس دولت اور خوش نصیبی کی صبح کا اجالا تیری بدبختی کی شام کی تاریکی میں سے نمودار ہوگا۔۲۳:۲۴: تو خدا کے عشق کے راستہ پر گامزن ہے۔اِس لیے دوزخ اور بہشت سے کوئی تعلق مت رکھ۔اپنے کام سے کام رکھ اور کسی بات کو مت دیکھ۔۲۵: اگر تو سب دروازوں (علائق دنیوی) سے دور ہو جائے گا۔اُس وقت تیرے جیسا آدمی ملنا ناممکن ہو جائے گا اور اگر تو عورت بھی ہے۔تو اپنی ہمت کی وجہ سے مرد ہو جائے گی۔

رابعہ علویہ کی مناجات

۱: رابعہ نے کہا کہ بھیدوں کو جاننے والے (خدا) تو دشمنوں کے کام دنیا میں بنا دے۔۲: اور دوستوں کو صرف آخرت کا رُتبہ عطا کر اور میں تو دنیا و آخرت سے بالکل آزاد ہوں۔۳: اگر میں دونوں جہانوں کی پرواہ کروں۔یا تیرے سوا کسی اور چیز کی تمنا یا خواہش کروں۔تو میں کافر ہوں۔۴: اگر دنیا اور آخرت میں مَیں مفلس اور غریب رہوں گی تو تیرے عشق کا غم میرا ہمدرد اور غم خوار ہوگا۔۵: میرے لیے تیری طرف سے یہ غربت اور افلاس ہی کافی ہے، کیونکہ ہمیشہ سے تو میرا اور میں تیری ہوں۔۶: جو اس کا (خدا کا) ہے۔پھول بھی اسی کے لیے ہیں اور ساتوں سمندر پلوں کے نیچے اُسی کے لیے ہیں۔۷: جو کچھ اس وقت موجود ہے۔یا تھا۔یا آئندہ ہوگا۔یہ سب کچھ اُسی کا (خدا کا) ہے اور اُس کی ذات بے مثال ہے۔

حضرت داؤدؑ سے خدا کا خطاب

۱: دُنیا کے پیدا کرنے والے نے پردوں سے باہر نکل کر حضرت داؤدؑ پیغمبر سے خطاب کیا۔۲: اور فرمایا کہ جو چیز بھی دنیا میں موجود ہے۔خواہ وہ بری ہے یا بھلی۔ظاہر ہے یا پوشیدہ۔۳: تو یہ سب چیزیں میری عوض یا بدلہ میں حاصل کر سکتا ہے۔لیکن میری جیسی ہستی اور میری قیمت تجھے کہیں نہیں مل سکتی۔۴: چونکہ میرے عوض میں کوئی چیز نہیں مل سکتی۔اس لیے تو میرے بغیر مت رہ۔میں روح ہوں اور تو اپنے جسم کو بغیر روح کے مت رکھ۔۵: اے میرے

بندے! میں ایسی ہستی ہوں کہ تجھے میرے بغیر چارہ نہیں اور تو مجھ سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل مت رہ۔ ۶: ایک سیکنڈ کے لیے بھی میرے بغیر زندگی کی خواہش مت کر اور میری ہستی کے سوا جو چیز بھی تیرے سامنے آئے۔ اس کی آرزو مت کر۔ ۷: اے دنیا کے طلب گار! تو رات دن اسی غم دنیا میں گھلا جاتا ہے۔ ۸: تو جس چیز کو طلب کر رہا ہے۔ وہ بُت ہے۔ اگر تو اِس (دنیا) کو پسند کرے گا، تو تُو کافر ہو جائے گا۔ ۹: دونوں جہانوں اور قیامت کے دن تیرے دل کی مُراد اور مقصد تیرا خدا ہونا چاہیے۔ ۱۰: تو اِس مکّار اور فریبی دنیا کا سودا مت کر اور خدا کو کسی چیز کے عوض میں بھی فروخت مت کر۔

سلطان محمود کے لشکر کا سومنات کے بُت کو حاصل کرنا

۱: لشکر محمود نے سومنات کے مندر میں ایک بُت کو حاصل کیا، جس کا نام لات تھا (لات اصل میں کعبہ کے ایک بُت کا نام تھا)۔ ۲: تمام ہندو بت کے لیے کھڑے ہو گئے اور محمود کے راستہ میں بُت جتنے وزن کا سونا ڈال دیا۔ ۳: لیکن سُلطان محمود اُس بُت کو فروخت کرنے پر کسی حالت میں رضامند نہیں ہوا اور آگ جلا کر اُسے جلا ڈالا۔ ۴: ہر ایک شخص یہی کہہ رہا تھا کہ اِس بُت کو آگ میں جلانا نہیں چاہیے۔ ۵: محمود نے جواب دیا کہ میں ڈرتا ہوں۔ قیامت کے دن سب کے سامنے خدا کہے گا۔ ۶: آذر (حضرت ابراہیمؑ کے چچا کا نام جو بُت تراش تھے) اور محمود کو ایک جگہ رکھو کیونکہ ان میں سے ایک تو بُت تراش ہے اور دوسرا بُت فروش ہے۔ ۷: محمود نے حکم دیا کہ جب آگ جل جائے تو اس بت کو اور ان بت پرستوں کو آگ میں جلا دو (آتش پرست لکھنا تعجب کی بات ہے، یہ لوگ آتش پرست نہیں تھے)۔ ۸: بُت جلنے کے بعد بیس من جواہرات اِس میں سے نکلے اور وہ خالی ہاتھ واپس نہیں گیا۔ ۹: سلطان محمود نے کہا کہ اِس بُت میں سے اسی قدر دولت نکلنی چاہیے تھی اور خدا کی طرف سے مجھے یہی بدلہ ملنا چاہیے تھا۔ ۱۰: تو اِن تمام بتوں کو توڑ دے۔ تاکہ تو بُت کی طرح (کفر کے) سمندر میں غرق نہ ہو جائے۔ ۱۱: جبکہ عشقِ دولت نفس کے بُت کو جلا دیتا ہے۔ تو اِس جسم میں سے بہت سے جواہرات نکلتے ہیں۔ ۱۲: جبکہ تو نے اپنی روح کے کانوں سے اِزل کے دِن سُن لیا تھا۔ اَب تو اس حکم کے بجالانے میں انکار مت کر۔ ۱۴: جب کہ تو نے اوّل دِن سے اُس کی خدائی کا اقرار کر لیا پھر اُس خدا سے دِل میں انکار کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ ۱۵: جب اوّل دِن سے تو خدا کا عاشق ہے۔ پھر اُس سے علیحدگی کیسے اختیار کر سکتا ہے۔ ۱۶: اے انسان تو نے روزِ ازل اُس کی خدائی کا اقرار کر لیا اور اَب آخر میں اِس سے منکر ہوتا ہے۔ ۱۷: خدا کی ہستی سے کسی حالت میں انکار نہیں کر سکتا۔ اِس لیے اس کی غلامی اختیار کر اور جو کچھ تو نے وعدہ کیا تھا، اسے وفا کر اور بے وفائی مت کر۔

سلطان محمود کی نذر ماننا کہ وہ ہندوؤں پر فتح پا لے گا

۱: سُلطان محمود بادشاہوں کی شمع جبکہ غزنی سے ہندوؤں سے جنگ کرنے کے واسطے روانہ ہوا۔ ۲: اس نے ہندوؤں

کے لشکر کا بہت بڑا مجمع دیکھا اور اس فوج کی کثرت کو دیکھ کر اس کو بہت فکر ہوئی ۔۳: اُس دن اس عادل بادشاہ نے نذر مانی (عہد کیا) کہ اگر میں اس لشکر پر فتح حاصل کرلوں ۔۴: تو جو مالِ غنیمت (لوٹ مار) بھی اس جگہ سے ملے گا۔ وہ سب کا سب غریبوں اور فقیروں میں تقسیم کروں گا ۔۵: آخر کار جب سلطان محمود کو فتح حاصل ہوگئی ۔ اس نے بہت سا مال و دولت حاصل کیا اور اپنی فوج کے ہمراہ واپس آیا ۔۶: اس مالِ غنیمت کا ایک حصہ خیال سے باہر تھا اور اس کے متعلق سینکڑوں عقل منداور حکیم بھی اندازہ نہیں کر سکتے تھے کہ وہ مال کتنا ہے ۔۷: جبکہ انہیں اِس قدر بے شمار اور لاتعداد مالِ غنیمت مِل گیا ۔ تو کم بخت لشکر والوں کے دِل میں فتور آ گیا ۔۸: سلطان محمود نے ہر ایک سے کہا کہ اس مالِ غنیمت کو فقیروں میں تقسیم کر دو ۔۹: کیونکہ میں نے شروع ہی میں خدا سے نذر مانی تھی اور اَب تا کہ میں اپنے عہد کو وفا کروں ۔۱۰: جواب دیا کہ اتنا مال و دولت بھلا ہم ان فقیروں اور بے خبر لوگوں کو کیسے دے سکتے ہیں ۔۱۱: یہ مال سپاہیوں کو دے دے ورنہ یہ لوگ تیرے خلاف دِلوں میں کینہ رکھیں گے ۔ یا اس کو اپنے خزانے میں جمع کرنے کا حکم دے ۔۱۲: بادشاہ اسی فکر میں پڑا رہا اور ان باتوں کے متعلق سوچتا رہا ۔۱۳: ایک شخص ابوالحسین بہت عقل مند تھا جو بہت نیک اور دیوانہ تھا ۔۱۴: وہ سپاہیوں کے قریب سے جا رہا تھا ۔ بادشاہ نے اسے دور سے جاتے ہوئے دیکھا ۔ ۱۵: بادشاہ نے کہا کہ میں اس معاملہ کا اختیار اس دیوانے کو دے دیتا ہوں ۔ میں اس سے پوچھتا ہوں ۔ وہ جو کچھ کہے گا، میں وہی کروں گا ۔۱۶: یہ شخص کیونکہ بادشاہ اور سپاہیوں کی پرواہ نہیں کرتا ۔ اس لیے اس معاملہ میں جو کچھ کہے گا بالکل بے غرض ہوگا ۔۱۷: سلطان محمود نے اس دیوانہ کو بلوایا اور پوشیدہ طور پر اس کو سارا معاملہ سمجھا دیا ۔۱۸: اُس عاشق خدا دیوانے نے کہا کہ اے بادشاہ کیونکہ یہ کام تجھے اس جگہ پہنچ کر (یعنی غزنی میں) یاد آیا ہے ۔۱۹: اب اگر آئندہ تجھے (خدا سے) کوئی کام نہیں پڑے گا تو اس معاملہ کے متعلق ایک جو کے برابر بھی فکر مت کر ۔۲۰: اور اگر آئندہ تیرا اس خدا سے کام پڑنے والا ہے ۔ تو اس معاملہ میں دو جوؤں کے برابر بھی کمی مت کر ۔۲۱: خدا نے جب تجھے فتح عطا کی اور تیرا کام درست کر دیا ۔ اُس نے یہ کام اپنا سمجھ کر کیا ۔ تیرا کام نہیں کیا ۔۲۲: آخر کار محمود نے یہ تمام مالِ غنیمت لُٹا دیا اور محمود بہت بڑا بادشاہ بن گیا ۔۲۳: سب سے پہلے اپنی برائی دور کر اور پھر خدا کے عشق میں خوش رہ ۔ ۲۴: تو دوسروں کے عیب دیکھنے میں بال کی کھال نکالتا ہے اور جب تو اپنے عیب دیکھتا ہے تو اندھا ہو جاتا ہے ۔

اُس بے وقوف مست کی حکایت کہ جسے بوری میں بند کر دیا تھا

۱: ایک مست اور دیوانہ شخص پانی میں سب کام کاج کرتا تھا ۔۲: کیونکہ ہمیشہ سے یہ کھیت کاٹنے کا کام کرتا تھا ۔ اس لیے اس کے سر اور پاؤں خراب ہو گئے تھے ۔۳: ایک عقل مند کو اُس کی حالت دیکھ کر ترس آیا اور اُس مست شخص کو ایک بوری میں بٹھا دیا ۔۴: اور اُسے کندھے پر اُٹھا لیا ۔ تا کہ اسے لے جائے ۔ اُسے راستے میں ایک اور دیوانہ شخص ملا ۔۵: یہ دیوانہ ہر وقت جس سے بھی ملتا تھا ۔ بدمستوں کی سی حرکتیں کرتا تھا ۔۶: پہلا دیوانہ جو بوری کے اندر بیٹھا تھا ۔ اُس نے جب اِس دوسرے مست کی یہ بُری حالت دیکھی ۔۷: اُس نے کہا کہ اس بد بخت انسان کو کم کھانا چاہیے

تا کہ میری طرح آزادی سے رہے۔ ۸: دوسرے مست نے جب یہ دیکھا۔ تو اپنی مستی اور دیوانہ پن چھوڑ دیا۔ ۹: اگر تجھے عشق کی ذرا سی بھی خبر ہوتی۔ تو تجھے تمام عیوب نہ معلوم ہوتے۔ ۱۰: تو عیبوں کو دیکھتا ہے کیونکہ تو عاشق نہیں ہے اور بے شک تو اس مطلب کا آدمی نہیں ہے۔

اُس شخص کی حکایت جو پانچ سال تک ایک عورت پر عاشق رہا

۱: ایک شخص بہت طاقتور تھا۔ ایک سال وہ ایک بوڑھی عورت پر عاشق ہو گیا۔ ۲: اُس معشوق عورت کی آنکھ میں ناخن کے سر برابر سفیدی تھی۔ ۳: اُس آنکھ کی سفیدی سے وہ شخص بالکل بے خبر تھا۔ اگر چہ اُس عورت کو اُس نے بار ہا دیکھا تھا۔ ۴: جب انسان عاشق ہو جاتا ہے تو اسے معشوق کی آنکھ کی خرابی کیسے معلوم ہو سکتی ہے۔ ۵: کچھ دنوں کے بعد اس شخص کا عشق ٹھنڈا پڑ گیا اور اس بیماری کو ایک دوا نے فائدہ کر دیا (عشق ختم ہو گیا)۔ ۶: اُس نے اُس وقت کہا۔ اب جب کہ تیرا عشق کم ہو گیا ہے۔ میری آنکھ نے اِس وقت تیرا عیب دیکھا ہے۔ ۷: (عورت نے کہا) جب سے تیرے عشق میں کمی آ چکی ہے۔ اُس وقت سے میری آنکھ میں یہ خرابی ہو گئی ہے۔ ۸: تو نے اپنے دل میں بہت سے خیالات اور وہم و گمان پیدا کر لیے۔ اب تو اپنا بھی اے دل کے اندھے ایک عیب دیکھ لے۔ ۹: تو کب تک دوسروں کی عیب جوئی کرتا رہے گا۔ اپنا عیب اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ۔ ۱۰: کیونکہ جب تجھے اپنا عیب بڑا معلوم ہو گا تو پھر تجھے دوسروں کے عیوب کی پرواہ نہیں رہے گی۔

ایک محتسب کے ایک مست کو مارنے کی حکایت اور مست کا اس کو جواب دینا

(محتسب کوتوال کی طرح ایک عہدہ دار تھا جو بازاروں میں پھر کر شراب پینے کی ممانعت کرتا تھا اور لوگوں کو سزا دیتا تھا)

۱: محتسب نے اس مست کو بہت زیادہ مارا۔ مست نے جواب دیا کہ اے محتسب تو اتنا شور مت مچا۔ ۲: کیونکہ اُس مقام پر تو حرام کی روٹی کھا کر راستہ پر پڑا تھا۔ ۳: تو مجھ سے زیادہ بدمست ہے، لیکن تیری مستی کو کوئی نہیں دیکھتا۔ ۴: مجھ پر اس سے زیادہ ظلم مت کر۔ تو اپنا انصاف خود کر۔

دوسرے پرندہ کا سوال کہ سیمرغ کے کون سا تحفہ قابل ہے

۱: ایک اور پرندے نے کہا کہ سیمرغ تک جانے والے۔ ہُد ہُد! اس جگہ کی کونسی چیز اچھی ہے۔ ۲: اگر تو کہے۔ تو میں اس دنیا سے کوئی چیز خرید کر وہاں لے جاؤں۔ ۳: بادشاہوں کے لیے تحفہ نہایت عمدہ لے جانا چاہیے کیونکہ بغیر تحفے کے جانا بُخل اور خساست کی نشانی ہے۔

ہُدہُد کا جواب

ا:ہُدہُد نے کہا کہ اے پرندے اگر تو حکم ماننے والا ہے۔تو وہاں وہ چیز لے جا، جو وہاں نہیں ملتی۔۲: جب تک تیرے دل میں عشق کا درد پیدا ہوگا۔اُس وقت تک مردوں کی صف میں تیرا شمار نہیں ہوسکتا۔۳: جس کے دل میں عشق کا درد اور سوز ہے اُسے نہ رات آرام آتا ہے۔ نہ دن کو چین نصیب ہوتا ہے۔۴: جو چیز تو وہاں لے جائے گا وہاں موجود ہوگی۔ پھر ایسی چیز لے جانے سے کیا فائدہ۔۵: اُس جگہ علم ہے اور خدا کے بھید ہیں اور فرشتوں کی اطاعت و بندگی ہے۔۶: تو دل کا درد اور جان کا غم لے جا کیونکہ یہ چیزیں وہاں موجود نہیں ہیں۔۷: اگر سر کے درد کے مارے ایک آہ بھی نکلتی ہے تو یہ آہ جگر کے جلنے کی خوشبو اُس درگاہ تک لے جاتی ہے۔۸: تیری جان کا مغز اس درگاہ کی خاص چیز ہے اور تیرا نفس صرف چھلکا اور کھال ہے (یعنی تیری جان درکار ہے۔ نفس کھال کی طرح بے کار چیز ہے)۔
۹: اگر ایک آہ سچے دِل سے نکلے۔تو یہ انسان کی نجات کا باعث ہو جاتی ہے۔

حکایت حضرت یوسفؑ کو زلیخا کے قید کرنے کی

ا: حضرت یوسفؑ کو قید خانہ میں بند کر دیا گیا، کیونکہ زلیخا کا مرتبہ اور عزت بہت زیادہ تھی۔۲: زلیخا نے ایک غلام کو حکم دیا کہ میرے حکم سے تو یوسف کو پچاس بیدیں بہت زور سے مار۔۳: اور یوسفؑ کو اس طرح مار کہ میں اس کی آہ و زاری کی آواز دور سے سن سکوں۔۴: اُس غلام کو سوائے اطاعت کے کوئی چارہ نہیں تھا۔لیکن جب اُس نے حضرت یوسفؑ کی شکل دیکھی۔تو اس کے دل نے اجازت نہ دی (کہ انہیں مارے)۔۵: اُس نیک آدمی نے وہاں ایک پوستین دیکھی اور اُس پوستین کو مارنا شروع کر دیا۔۶: وہ شخص جبکہ اس پوستین پر لکڑی مارتا تھا۔تو حضرت یوسفؑ زور سے روتے تھے۔۷: جب زلیخا نے اِن کی آواز دور سے سنی۔تو کہا کہ اے صابر شخص اور زور سے مار۔۸: اس غلام نے کہا کہ اے سورج جیسے مرتبہ والے یوسفؑ اگر آپ کو زلیخا دیکھے۔۹: کیونکہ آپ کے جسم پر ان لکڑیوں کے نشان نہیں ہوں گے۔اس لیے مجھے بہت ظلم سے مار دے گی۔۱۰: آپ اپنا جسم برہنہ کیجیے اور دل کو مضبوط کر لیجیے اور پھر میں آپ کو ماروں گا۔۱۱: اگر ان چوٹوں کے نشان آپ کے بدن پر لگ گئے تو آپ کا جسم دیکھ کر زلیخا کو اس مار کے نشان مل جائیں گے۔۱۲: اُس وقت حضرت یوسفؑ نے اپنا جسم ننگا کیا، جس سے ساتوں آسمانوں میں غُل پڑ گیا۔۱۳: اب اس غلام نے اپنا اپنا ہاتھ بلند کر کے اس زور سے بید ماری کہ حضرت یوسفؑ زمین پر گر پڑے۔۱۴: اس سے قبل کی آہ زاری بہت معمولی تھی۔اس دفعہ ان کی آواز اور غل بہت زیادہ تھا۔۱۵: اگر سو شخص روتے ہوں۔تو درد والے شخص کی آہوں میں سب سے زیادہ اثر ہوتا ہے۔۱۶: اگر ایک حلقہ میں سو مصیبت میں مبتلا لوگ بیٹھے ہوں۔تو اس حلقہ میں سب سے زیادہ غمگین نمایاں ہوتا ہے (کیونکہ اس کی آہوں اور رونے میں اثر ہوتا ہے)۔۱۷: جب تک کہ تیرے دل میں سچا درد پیدا نہیں ہوگا۔تو مردوں کی صف میں داخل نہیں ہوسکتا۔

ایک مالک اور اُس کے نیک غلام کی حکایت

۱:ایک شخص کا ایک حبشی غلام تھا، جس نے تمام دنیا سے قطع تعلق کر لیا تھا۔۲:رات بھر وہ نیک غلام نماز پڑھتے پڑھتے صبح کر دیتا تھا۔۳:اُس کے آقا نے کہا کہ اے نیک کام کرنے والے غلام۔ جب رات کو نماز پڑھنے کے لیے اُٹھے تو مجھے بھی جگا دیجیو۔۴:تاکہ وضو کر کے تیرے ساتھ میں بھی نماز پڑھوں۔اس بات کا غلام نے جواب دیا۔۵ کہ جس شخص کے دل میں خدا کا عشق نہیں ہے، اگر کوئی نماز پڑھنے کے لیے جگائے تو بالکل درست ہے۔اگر تو سچا عاشق ہے تو تُو دن بھر بے کار رہتا ہے۔۷:پھر کسی کو کیا ضرورت کہ تجھے نماز کے لیے جگائے اور تیرا کام کرنے کے لیے ایک اور شخص آئے۔۸:جس شخص کے دل میں خدا کا درد اور اُس کی آرزو نہیں ہے اُس کے سر پر خاک ڈالنی چاہیے، کیونکہ وہ باہمت نہیں ہے۔۹:جس نے اپنے دل میں اس دردِ عشق کو پرورش دی۔تو وہ دوزخ اور بہشت سے بالکل بے پرواہ ہو جاتا ہے۔

بوعلی طوسی کی حکایت

۱:بوعلی طوسی اپنے زمانے کے بہت بڑے بزرگ تھے اور خدا کے راستہ میں بہت زیادہ کوشش اور جدوجہد کرتے تھے۔۲:جس قدر کہ آپ نے خدا کی درگاہ میں بڑا مرتبہ حاصل کیا تھا مجھے معلوم نہیں کہ کسی اور کو بھی حاصل ہوا یا نہیں۔ ۳:آپ فرماتے تھے کہ کل قیامت کے دِن دوزخ والے اہلِ جنت کو جب دیکھیں گے۔تو رونے لگیں گے۔۴:جنت کی خوشی اور خدا کے وصل کے شوق میں یہ پوچھیں گے کہ اب کیا حال ہے۔۵:تمام جنت والے اُس وقت کہیں گے کہ اب ہم کو جنت میں رہنے کی خوشی نہیں ہے۔۶:کیونکہ بہشت میں خدا نے اپنا جمال ہمیں دکھایا تھا۔۷:جب کہ اُس کا جمال ہمارے نزدیک ہوا۔تو آٹھوں جنتیں اِس کے سامنے شرما کر اندھیری ہو گئیں۔۸:اُس جمال کی روشنی کے سامنے بہشت کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا۔۹:جب جنت والے اپنا حال کہیں گے۔تو دوزخ والے جواب دیں گے۔۱۰ کہ اے جنت سے فارغ لوگو۔کیا جیسا تم نے کہا ہے جنت ویسی ہی ہے۔۱۱:یہ آگ اِس قدر تیز کیوں ہے اور اس میں یہ اثر کہاں سے آ گیا ہے۔۱۲:ہم لوگ تو بہت رنجیدہ ہیں۔سر سے لے کر پاؤں تک آگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔۱۳:ہمیں تو صرف حسرت اور نا اُمیدی اپنی شکل دکھا رہی ہے۔۱۴:جب ہمیں اِس بات کا علم ہوا کہ ہم مصیبت میں مبتلا ہیں تو ایسے عظیم الشان جمالِ خداوندی سے محروم ہیں۔۱۵:اِس غیرت کی آگ ہمارے دلوں سے دوزخ کی آگ کی تپش دور کر دیتی ہے۔۱۶:جس شخص کو اس بات کا احساس ہوا۔وہ دونوں جہانوں کو جلدی سے دیکھ لیتا ہے۔۱۷:اُس کے لیے حسرت کی آہ کی جراحت کرنی چاہیے اور اس جراحت میں اسے راحت کا احساس ہو گا۔ ۱۸:اگر تو محروم ہے۔تو آرام سے مت بیٹھ اپنے دل کے داغ کو دیکھ اور جراحت کے لیے تیار ہو جا۔۱۹:اور اگر اس راستہ میں تو مجروح اور زخمی ہو جائے گا۔تو روح کی خلوت گاہ میں راز دار بن جائے گا۔

ایک شخص کا درخواست کرنا کہ حضرت رسولؐ کے مصلے پر نماز پڑھ لے

۱:ایک بہت نیک اور عابد شخص نے حضرت رسولؐ خدا سے درخواست کی میں آپ کے مصلّے پر نماز ادا کرلوں۔
۲:حضرت نے اُس شخص کو اس بات کی اجازت نہ دی۔آپ نے کہا کہ اس وقت خاک اور ریت بہت گرم ہیں۔
۳:اپنا چہرہ جلتی ہوئی زمین اور ریت پر رکھ، کیونکہ زخمی شخص کا چہرہ داغ دار ہوتا ہے(تو بھی زمین پر چہرہ رکھ کر داغ دار کرلے)۔۴:تیری روح پر جراحت کا عمل ہوگا کیونکہ زخمی شخص کے لیے داغ دار ہونا بہت اچھا ہے۔۵:جب تک تیرے دل میں غم کا داغ نہ ہوگا اُس وقت تک تو ہماری طرف کیسے دیکھ سکتا ہے(ہم سے امید نہیں رکھ سکتا)۔۶:اپنے دل کو داغ دار بنا، کیونکہ ہمت کے میدان میں ہمت والے شخص اپنے داغوں اور زخموں کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں۔

دوسرے پرندہ کا سوال وادیِ طلب کے راستہ کے متعلق

۱:دوسرے پرندہ نے کہا کہ اے راستہ جاننے والے ہُدہُد!اس وادی کے راستہ میں آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے۔۲:اس راستہ میں بہت تکالیف ہوتی ہیں۔یہ راستہ کتنے فرسنگ اور باقی رہ گیا ہے۔

ہُدہُد کا جواب

۱:ہُدہُد نے جواب دیا کہ ہمارے راستہ میں سات وادیاں حائل ہیں۔جب ہم ساتویں وادیوں کو عبور کرلیں گے،اُس وقت سیمُرغ کی درگاہ پر پہنچیں گے۔۲:اس راستہ پر آج تک دنیا میں چل کر کوئی نہیں آیا اور اس کی مسافت سے کوئی واقف نہیں ہے۔۳:جب کہ اس طویل راستہ پر جاکر کوئی واپس نہیں آیا۔تو پھر اے بے صبر اس کا پتہ کس طرح مل سکتا ہے۔۴:جب کہ اس راستہ پر جاکر سب غائب ہوجاتے ہیں۔تو پھر اے بے خبر کوئی اس کی خبر کیسے دے سکتا ہے۔۵:اب وادیِ طلب شروع ہوتی ہے،اس کے بعد وادیِ عشق شروع ہوگی جس کے کنارہ کا کسی کو علم نہیں ہے۔۶:تیسری وادی معرفت ہے اور چوتھی وادیِ استغنا ہے۔۷:پانچویں وادی توحید سے۔چھٹی وادی حیرت بہت خطرناک ہے۔۸:ساتویں وادی فقر وفنا ہے۔اس کے متعلق کچھ کہنا مناسب نہیں۔۹:اگر تیرے دل میں سیمُرغ کا عشق پیدا ہوجائے۔تو تُو فنا ہوجائے گا۔اگر تو ایک قطرہ ہے۔تو سمند بن جائے گا۔

وادیِ طلب کی صفت میں

۱:جب تو وادی طلب میں داخل ہوگا۔تیرے سامنے ہر وقت ایک نئی مشکل پیش آئے گی۔۲:ایک سانس میں سینکڑوں مُصیبتیں نازل ہوں گی اور آسمان کا طوطا اُس جگہ جاکر مکھی بن جاتا ہے۔۳:اس وادی میں بہت کوشش کرنی پڑتی ہے پھر کہیں جاکر تیرا حال بدلے گا۔۴:مال ودولت اِس جگہ چھوڑنی پڑتی ہے اور سلطنت وملک سے کنارہ کشی کرنا پڑتی ہے۔۵:خون میں نہانا پڑتا ہے(مشکلات سے گزرنا پڑتا ہے)اور تمام چیزیں ترک کرنی پڑتی ہیں۔

۶: تیرے ہاتھ میں دنیا کی کوئی چیز باقی نہیں رہنی چاہیے اور اپنے دِل کو تمام چیزوں سے پاک وصاف کرنا پڑتا ہے۔ ۷: جب تیرا دِل پاک وصاف ہو جائے۔ پھر سیمُرغ کی درگاہ کی طرف اُڑنا چاہیے۔ ۸: جب یہ وادی ظاہر ہوتی ہے۔ تو تیرے دِل میں سیمُرغ تک پہنچنے کی خواہش ایک کی جگہ ہزار درجہ زیادہ ہو جاتی ہے۔ ۹: اور اگر راستے میں آگ بھی آجائے۔ یا سینکڑوں مصیبت والی وادیاں حائل ہو جائیں۔ ۱۰: تو اُس (سیمُرغ) کے عشق میں دیوانوں کی طرح آگ پر سے اُڑتا ہوا چلا جائے گا۔ ۱۱: جب اُس شراب میں سے ذرا سی شراب تو چکھ لے گا۔ تو تمام دنیا کو بھول جائے گا۔ ۱۲: تجھے دریا کی تہ میں پیاسا رہنا پڑے گا اور اپنی جان سے معشوق کا بھید معلوم کرنا ہوگا۔ ۱۳: اس خواہش اور آرزو میں کہ تو اُسے (سیمُرغ) پہچان لے تجھے اژدھے تک سے خوف نہ کھانا چاہیے۔ ۱۴: اگر تجھے کفر اور بدنامی تک اُٹھانی پڑے۔ تو مت گھبرا تا کہ تو اُس دروازہ تک پہنچ جائے۔ ۱۵: اور جب کہ اُس کی قبولیت کا دروازہ کھل گیا۔ تو پھر کفر اور ایمان میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ تو ہمیشہ اُس کی طلب اور خواہش کر اور اُس کے سوا کوئی کام مت کر۔

بوعثمان مکّی کا حرم کعبہ میں عُذر کرنا

۱: عثمان مکّی نے خانہ کعبہ کے حرم میں یہ خزانہ لکھا۔ ۲: انھوں نے کہا کہ جب خداوند تعالیٰ نے حضرت آدم کے جسم کو جان بخشی جو کہ صرف پانی اور مٹی تھا۔ ۳: خدا نے چاہا کہ تمام فرشتوں کو حضرت آدم کی خبر تک نہ ہو۔ ۴: اُس نے فرشتوں سے کہا کہ تم آدم کے سامنے سجدہ کرو۔ ۵: تمام فرشتوں نے فوراً آدم کے سامنے سر جھکا دیا۔ لیکن ایک فرشتہ کو یہ پاک بھید معلوم ہو گیا (یہ فرشتہ شیطان تھا جس نے سجدہ کرنے سے انکار کیا)۔ ۶: شیطان نے آکر کہا کہ میں کسی کے سامنے سجدہ نہیں کرتا۔ ۷: اگر میرے جسم سے اس جرم میں میرا سر بھی اُڑا دیا جائے۔ مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی، کیونکہ یہ گردن میری گردن نہیں ہے (خدا نے عطا کی ہے)۔ ۸: مجھے معلوم ہے کہ آدم کا پُتلا صرف خاک یا مٹی کا نہیں (اس میں روح بھی ہے) جب مجھے اس کی زندگی کا بھید معلوم ہوگا۔ اُس وقت مجھے اس سجدے کرنے میں کوئی اندیشہ یا عذر نہیں ہو سکتا۔ ۹: چونکہ شیطان نے سجدہ نہیں کیا۔ اُس نے اُس سر کو دیکھا جو کمین گاہ میں بیٹھا تھا (یعنی خدا)۔ ۱۰: خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ اے جاسوس تو اس پوشیدہ جگہ چھپ کر کیسے داخل ہوا (تجھے آدم کا بھید کیونکر معلوم ہوا)۔ ۱۱: تو نے اُس خزانہ کو کیونکر دیکھ لیا جو زمین نے چھپا کر رکھا تھا۔ میں تجھے ابھی مار دیتا ہوں۔ تا کہ تو یہ بھید تمام دُنیا پر ظاہر نہ کر سکے۔ ۱۲: کیونکہ جب خزانہ لشکر والوں سے چھپا کر بادشاہ کہیں پوشیدہ کرتا ہے۔ ۱۳: سب سے پہلے اُس شخص کو مار دیتا ہے، جس نے اس پوشیدہ خزانہ کو دیکھا ہے اور وہ شخص اُس کا حکم مانتا ہے (مر جاتا ہے)۔ ۱۴: اگر میں اس وقت تجھے ماروں تو تیری موت کا قصہ تمام دنیا میں مشہور ہو جائے گا۔ ۱۵: ایک شخص نے خزانہ دیکھا تھا۔ اس لیے اُس کا سر کاٹ دیا گیا۔ ۱۶: شیطان نے کہا کہ اے خدا مجھ غلام کو مُہلت دے تا کہ میں مصیبت میں مبتلا بندہ اِس بات کا علاج سوچ سکوں۔ ۱۷: خدا نے فرمایا کہ میں تجھے مہلت دیتا ہوں۔ لیکن تیری گردن میں لعنت کا طوق ڈال دیتا ہوں۔ ۱۸: میں تیرا نام جھوٹ بولنے والا (کذاب) رکھتا ہوں اور قیامت تک

تجھ پر بے وفائی کا الزام رکھا جائے گا۔ ۱۹: اس کے بعد شیطان نے کہا کہ جب یہ پاکیزہ راز کا خزانہ (حضرت آدم کی زندگی کا بھید) مجھے مل گیا۔ تو پھر مجھے لعنت کا کچھ خوف نہیں ہے۔ ۲۰: لعنت اور رَحمت دونوں تو ہی عطا کرتا ہے۔ میری ہستی تو صرف ایک غلام کی سی ہے اور تو بادشاہ ہے۔ ۲۱: اگر میری قسمت میں لعنت لکھی ہے۔ تو مجھے کسی قسم کا خوف نہیں دنیا میں سب چیزیں تریاق (آبِ حیات) نہیں ہوتیں اس لیے میں نے تیری لعنت قبول کر لی۔ ۲۳: تیری لعنت قبول کرنے والا مجھ جیسا کوئی بندہ نہیں ملے گا کیونکہ سب رَحمت ہی پسند کرتے ہیں۔ اگر چہ میں لعنت میں گرفتار ہوں۔ لیکن تو نے مجھے اپنی نظروں سے گرایا تو نہیں ہے۔ ۲۴: اِس طرح خواہش کرنی چاہیے۔ اگر تو حقیقت میں کسی چیز کا طالب ہے اور اگر تو طالب نہیں ہے۔ تو پھر اس بات کا دعویٰ اور فخر کرنے سے کیا حاصل ہے؟ ۲۵: اگر تجھے وہ (سیمُرغ) رات دن کی تلاش کے بعد بھی نہیں مل سکتا تو یہ اس کا قصور نہیں ہے بلکہ یہ تیری خواہش کی کمی کی وجہ سے ہے۔

شبلی کی نزع کے وقت بے چینی کی حکایت

۱: مرنے کے وقت شبلی بہت زیادہ بے قرار تھا۔ اس کی آنکھیں اگر چہ بند تھیں لیکن انتظار کر رہی تھیں۔ ۲: ان کی کمر میں حیرت کا زنّار پڑا تھا (حیرت میں تھے) اور راکھ کے ڈھیر کے قریب بیٹھے تھے۔ ۳: کبھی تو اس راکھ پر روتے تھے اور کبھی اس راکھ کو سر پر ڈالتے تھے۔ ۴: ایک شخص نے سوال کیا کہ ایسی (موت کے وقت) حالت میں کیا آج تک کسی نے زنّار پہنا ہے (حیرت اور انتظار میں مبتلا ہوا ہے)۔ ۵: شبلی نے جواب دیا کہ میں جل رہا ہوں۔ میں کیا علاج کروں۔ میری جان غیرت اور شرم کے مارے گھلی جارہی ہے۔ میں کیا کروں۔ ۶: میں نے اپنی آنکھیں دونوں جہانوں کے تعلقات سے بند کر لی تھیں۔ لیکن اَب شیطان سے شرم کے مارے میں جلا جاتا ہوں۔ ۷: کیونکہ اُس کو خدا کی درگاہ سے لعنتی کا خطاب ملا ہے۔ مجھے اس خطاب پر رشک وافسوس آتا ہے۔ ۸: لیکن شبلی بچارا تمام عمر پیاسا اور اس کے غم میں مبتلا رہا۔ اُس نے اور لوگوں کو مختلف چیزیں دے دیں۔ ۹: اگر بادشاہ کے عنایت کیے ہوئے پتھر اور گوہر میں تو امتیاز کرتا ہے۔ تو حقیقتاً تو مرد نہیں ہے۔ ۱۰: اگر تجھے پتھر سے زیادہ سونا پیارا ہے۔ تو پھر تجھ سے بادشاہ کو کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ ۱۱: تو پتھر یا گوہر سے دوستی یا دشمنی مت کر۔ صرف یہ یاد رکھ کہ یہ دونوں چیزیں تیرے دوست نے عطا کی ہیں۔ ۱۲: اگر تیرا معشوق مستی کی حالت میں تجھے پتھر بھی مارے تو یہ اُس موتی سے بہتر ہے جو تو غیر کے ہاتھ سے قبول کرتا ہے۔ ۱۳: انسان کو چاہیے کہ حقیقت کی جستجو اور آرزو میں ہر وقت اپنی سینکڑوں جانیں بھی قربان کرنے کو تیار رہے۔ ۱۴: وہ ایک گھڑی کے لیے بھی طلب کے بغیر نہ بیٹھے اور ایک لحہ کے لیے بھی آرام سے نہ بیٹھے (ہمیشہ طلب وآرزو کرتا رہے)۔ ۱۵: اگر ایک گھڑی بھی وہ طلب کے بغیر کھڑا ہو جائے۔ تو وہ شخص مذہب عشق میں مُرتد اور کافر کا درجہ رکھتا ہے۔

مجنوں کے خاک چھاننے کی حکایت

ا: مجنوں کو اس کے کسی رشتہ دار نے دیکھا کہ راستہ کی خاک چھان رہا ہے۔ ۲: اُس نے مجنوں سے پوچھا کہ اس طرح کیا چیز تلاش کر رہا ہے۔ مجنوں نے جواب دیا کہ لیلیٰ کو ڈھونڈھ رہا ہوں۔ ۳: اُس نے کہا کہ تو لیلیٰ کو اس طرح خاک میں سے کیسے ڈھونڈھ نکالے گا۔ وہ پاک موتی بھلا راستہ کی خاک میں کیونکر گر سکتا ہے۔ ۴: مجنوں نے جواب دیا کہ میں لیلیٰ کو ہر جگہ تلاش کرتا ہوں۔ شاید اسی طرح کسی جگہ مل جائے۔

یُوسف ہمدانی کی تقریر

ا: یوسف ہمدانی کہ اپنے زمانے کے امام اور پیشوا تھے۔ خدا کے بھیدوں کو جاننے والے اور تمام باتوں سے واقف تھے۔ ۲: آنکھ ان سب چیزوں کو دیکھ سکتی ہے۔ ۳: دُنیا کا ہر ایک ذرہ حضرت یعقوبؑ کی طرح ہے کہ اپنے یوسف کو تلاش کرتا ہے۔ ۴: اُس (خدا) کے انتظار میں انسان کو تکلیفیں اُٹھانی چاہئیں۔ تاکہ وہ ہستی مل سکے۔ ۵: اور اگر تجھے وہ ہستی نہیں مل سکتی۔ تو اے شخص تو اس بھید کو تلاش کرنے سے دست بردار مت ہو۔ ۶: انسان کو طلب کے راستہ میں صبر سے کام لینا چاہیے۔ اہلِ درد کے لیے صبر سب سے اچھی چیز ہے۔ ۷: تجھے صبر کرنا چاہیے۔ اگر تجھے اُس کی تلاش ہے۔ شاید تجھے کسی شخص سے اُس کا پتہ مل جائے۔ ۸: اُس بچہ کی طرح جو پیٹ میں ہے۔ تو صبر کر کے بیٹھا رہ۔ ۹: تو اپنی ذات سے کبھی باہر مت ہو کسی دوسرے کا خیال دل میں مت لا) اگر تجھے روٹی کی ضرورت ہو تو اپنے جگر کا خون پی لیا کر۔ ۱۰: اُس پیٹ کے بچہ کی خوراک بھی خون ہی ہوتی ہے۔ بس تجھے اپنے علاوہ دُنیا سے اسی قدر تعلق رکھنا چاہیے۔ ۱۱: تو خونِ جگر پی اور صدر بن کر مردانہ وار بیٹھ تاکہ خدا تیری مشکل آسان کر دے۔

ابو سعید مہنہ کے قبض کی حکایت

(قبض صوفیوں کی اصطلاح میں اُس حالت کو کہتے ہیں کہ جب خدا کی طرف سے انوار اور عنایات کا سلسلہ تھوڑی دیر کے لیے انسان پر بند ہو جاتا ہے۔ یہ حالت بہت بے چینی اور کرب کی ہوتی ہے۔)

ا: شیخ مہنہ پر قبض کی حالت طاری تھی۔ یہ صحرا میں چلے گئے۔ آپ کی آنکھوں سے خون کے آنسو جاری تھے اور دل بے چین تھا۔ ۲: آپ نے درد سے ایک بوڑھے دیہاتی کو دیکھا کہ گھاس کا گٹھا باندھ رہا تھا اور اُس میں سے نور نکل رہا ہے۔ ۳: شیخ اُس کے پاس گئے اور سلام کر کے اپنے قبض کی حالت کا اظہار کر دیا۔ ۴: جب بوڑھے نے یہ واقعہ سُنا تو کہا کہ اے ابو سعید کہ زمین سے لے کر آسمان تک۔ ۵: اگر تمام کو چینے (ایک قسم کا اناج) سے پُر کر دیں۔ صرف ایک دفعہ نہیں بلکہ سینکڑوں مرتبہ۔ ۶: اور ایک پرندہ اسے سب کے سامنے اس دانے کو ایک ہزار سال کے بعد چگے۔ ۷: اور اگر اس کے بہت مدت کے بعد یہ پرندہ سو مرتبہ تمام دُنیا کا چکر لگائے۔ ۸: تو اس پرندہ کو خدا کے دروازہ

کی بو تک معلوم نہیں ہو سکتی اور ابو سعید تو اِس پرندہ سے بھی زیادہ دور ہے (یعنی تجھے پرندہ سے بھی خدا کی ذات کا کم علم ہے)۔۹: طالبوں کو صبر بہت زیادہ کرنا چاہیے اور صبر کرنے والا طالب ہر ایک شخص نہیں ہو سکتا۔۱۰: جس طرح کہ مشک نافہ میں خون سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح سچا طالب بھی سب پر ظاہر نہیں ہوتا۔۱۱: جب انسان کے اندر سے طلب باہر نکلتی ہے۔ تو تمام آسمان خون ہو جاتے ہیں (سچے طالب کی آہوں کے اثر سے)۔۱۲: اگر کسی انسان کو طلب نہیں ہے تو وہ مردہ ہے اور وہ بے جان جسم ہے۔۱۳: جس شخص کو خدا کی طلب نہیں ہوتی وہ مردار ہوتا ہے۔ وہ زندہ نہیں بلکہ دیوار کی طرح بے جان ہے۔۱۴: اگر تجھے تلاش کرتے کرتے خزانہ اور جواہرات مل جائیں۔ تجھے اپنی طلب میں اور زیادہ سرگرم ہو جانا چاہیے۔۱۵: جو شخص خزانے اور مال و دولت سے خوش ہو گیا۔ وہ اس مال و دولت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔۱۶: اور جو چیز تیرے راستہ میں رہ جائے۔ تو گو یا وہ چیز بُت ہے اور تو بُت بنانے والا ہے (بُتوں کی طرح یہ تیرے دین میں خلل انداز ہوگی)۔۱۷: جب تجھے عقل و فراست آگئی۔ تو عاشق ہو گیا اور اس شراب کو پی کر مست اور مدہوش ہو گیا۔۱۸: تو صرف شراب کے ایک پیالہ سے بدمست ہو جا اور شراب مانگ کیونکہ شراب بہت زیادہ ہے۔

حکایت سلطان محمود کے ایک خاک چھاننے والے کو دیکھنے کی

۱: ایک رات سلطان محمود اپنی فوج کے ہمراہ جا رہا تھا۔ اس نے راستہ میں ایک خاک چھاننے والے کو دیکھا۔ ۲: اس شخص نے ہر جگہ اپنے سامنے خاک کا ایک پہاڑ بنا لیا تھا۔ بادشاہ نے جب اُس کو دیکھا۔ تو اپنے بازو بند کو۔ ۳: اُس کے خاک کے ڈھیر میں ڈال دیا اور پھر اپنا گھوڑا ہوا کی طرح آگے بڑھا دیا۔۴: دوسری رات سلطان محمود پھر واپس آیا اور اُس شخص کو اسی طرح اپنے کام میں مشغول دیکھا۔۵: سلطان نے کہا کہ کل جو چیز تجھے خاک میں سے ملی تھی۔ گویا تجھے تمام دنیا کا خراج آسانی سے مل گیا تھا۔۶: لیکن پھر بھی تو اُسی طرح خاک چھان رہا ہے۔ تو بادشاہی کر، کیونکہ تیرا نصیب جاگ گیا ہے۔۷: خاک چھاننے والے نے جواب دیا کہ جو چیز مجھے کل ملی تھی اور وہ جو خزانہ مجھے ملا تھا۔۸: چونکہ مجھے یہ دولت اسی طرح خاک چھانتے ملی تھی۔ جب تک میں زندہ ہوں۔ میں خاک ہی چھانتا رہوں گا (کہ شاید اور مل جائے)۔۹: اے شخص جب تیرے سامنے یہ معرفت کا دروازہ کھلے۔ تو اس راستہ سے اپنا منہ مت پھیر۔ تاکہ یہ راستہ دیکھ لے بند نہیں۔۱۰: تیری آنکھوں کے سوا کوئی چیز بند نہیں ہے، تو مانگ کیونکہ یہ رحمت کا دروازہ بند نہیں ہے (اگر تو کچھ نہیں مانگتا تو یہ تیرا اپنا قصور ہے)۔

اس بیخود کی حکایت جو خدا سے مانگ رہا تھا اور اُس کو رابعہ کا جواب

۱: ایک بے خود (مست) شخص خدا سے کہہ رہا تھا کہ اے خدا اپنی معرفت اور رحمت کا دروازہ مجھ پر کھول دے۔ ۲: رابعہ اُس وقت وہاں بیٹھی تھی۔ اُس نے کہا کہ اے غافل شخص یہ دروازہ بند کب ہے۔۳: اس کے بعد وادیِ عشق نمودار ہوئی اور جو پرندہ بھی وہاں پہنچا گویا آگ میں غرق ہو گیا۔

وادیِ عشق کی تعریف

ا: وادیِ عشق میں سوائے آگ کے کچھ نہیں ہوتا، کیونکہ جو شخص سر سے لے کر پاؤں تک آگ نہیں ہوتا۔ وہ عاشق نہیں کہلا سکتا۔ ۲: عاشق وہی ہے جو آگ کی طرح جلتا ہے۔ اس کا چہرہ گرم ہوتا ہے۔ یہ لوگوں کو جلاتا ہے اور سرکش و دیوانہ ہوتا ہے۔ ۳ یہ شخص ایک لمحہ کے لیے بھی عاقبت اندیشی (مستقبل کا خیال) نہیں کرتا اور اس کے خون سے سینکڑوں جہانوں میں آگ لگ جاتی ہے۔ ۴: اسے ایک گھڑی کے لیے کفر اور ایمان کا خیال نہیں آتا اور اسے شک و یقین کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ ۵: اس کے لیے برائی اور بھلائی سب برابر ہے۔ جب خود عشق آ جاتا ہے۔ تو پھر کسی اور چیز کی پرواہ نہیں رہتی۔ ۶: اے شخص جو حلال و حرام میں گرفتار ہے۔ عشق کرنا تیرے بس کی بات نہیں ہے اور مُرتد ہونے کا شوق تیرے دل میں نہیں ہے۔ ۷: عاشق کے پاس جو کچھ بھی ہوتا ہے۔ سب سرمایہ عشق میں لگا دیتا ہے اور اپنے دوست کے وصال کے شوق میں مست و مغرور رہتا ہے۔ ۸: دوسرے لوگوں کو تو قیامت کے دن کا وعدہ دیا جاتا ہے (کہ اس روز جنت ملے گی) لیکن وہ لوگ جو خدا کو پہچانتے ہیں (عارف) اُن کو سب چیزیں اسی دُنیا میں مل جاتی ہیں۔ ۹: جب تک تو اپنے آپ کو جلا کر خاک نہیں کر دے گا۔ اُس وقت تک تو مصیبت سے نجات نہیں پا سکتا۔ ۱۰: جب تک کہ ریشم خود نہیں جلتا۔ اُس وقت تک دوائی کے طور پر استعمال نہیں ہو سکتا۔ ۱۱: مچھلی جب پانی میں سے نکل کر خشکی پر آ جاتی ہے۔ تو تڑپتی رہتی ہے۔ تاکہ پھر اپنی جگہ واپس لوٹ جائے۔ ۱۳: معشوق کا عشق آگ ہے اور عقل دھواں ہے۔ جب عشق آ جاتا ہے۔ تو عقل خود بخود بھاگ جاتی ہے (آگ جلتے ہی دُھواں غائب جاتا ہے)۔ ۱۴: عشق کے جنون میں عقل اُستاد اور ہوشیار نہیں ہے۔ عشق مادرزاد عقل کا کام نہیں ہے (مادرزاد وہ عقل جو بچہ ماں کے پیٹ سے لے کر نکلے)۔ ۱۵: تو نے آج تک بخشنے والے کو نہیں دیکھا اور عشق کی جڑ بھی نہیں دیکھی کہ کہاں سے شروع ہوتا ہے۔ ۱۶: مست شخص عشق کی مستی میں اپنی ہستی سے آہستہ آہستہ باہر نکل آتا ہے (دیوانہ ہو جاتا ہے)۔ ۱۷: اگر تجھے غیب کی باتیں دیکھنے والی آنکھ مل جائے تو تو تمام دُنیا کے بھیدوں سے آگاہ ہو سکتا ہے۔ ۱۸: اور اگر تو عقل کی آنکھ سے دیکھے گا۔ تو عشق کا سر اور پاؤں نظر نہیں آئیں گے (عشق کی منزل بہت کٹھن ہے)۔ ۱۹: عشق کرنے کے لیے کسی دردمند دل کی ضرورت ہے اور کسی آزاد منش شخص کی ہمت سے عشق کی منزل طے ہو سکتی ہے۔ ۲۰: نہ تو تُو دردمند ہے اور نہ تو عاشق تو مردہ ہے۔ اس لیے عشق کے لائق نہیں ہے۔ ۲۱: اس عشق کے راستہ پر چلنے کے لیے بہت زیادہ ہمت والے اور زندہ دل شخص کی ضرورت ہے۔ تاکہ ہر سانس میں سو جانیں قربان کر دے۔

ایک شخص کا جو کی شراب فروخت کرنے والے لڑکے پر عاشق ہونا

ا: ایک شخص اپنے گھر سے بے گھر ہوا اور ایک جو کی شراب فروخت کرنے والے لڑکے پر عاشق ہو گیا۔ ۲: اُس عشق میں یہ شخص دیوانہ ہو گیا اور اس بدنامی کی وجہ سے اور بھی ہیجنودسا ہو گیا۔ ۳: جو کچھ بھی اس کے پاس مال و

دولت تھا۔ سب بیچ ڈالا اور اس لڑکے سے شراب خرید لی۔ ۴: اور جب اس کے پاس کچھ نہ رہا۔ تو فقیر ہو گیا اور اس کے عشق کا زور اور بھی زیادہ ہو گیا۔ ۵: اگرچہ تمام لوگ اُسے روٹی دیتے تھے۔ لیکن وہ ہمیشہ بھوکا رہتا تھا۔ ۶: کیونکہ جس قدر بھی روٹیاں اسے ملتی تھیں۔ یہ انہیں بیچ کر جو کی شراب خرید تا تھا۔ ۷: ایک شخص نے کہا کہ اے مصیبت زدہ شخص! یہ عشق کیا بلا ہے۔ مجھے اس کا بھید بتا۔ ۸: اُس نے جواب دیا کہ سینکڑوں جہانوں کی دولت بیچ کر انسان عشق میں جو کی شراب خرید تا ہے۔ ۹: اور ہمیشہ انسان بھوکا رہتا ہے۔ تاکہ تھوڑی سی جو کی شراب خرید لے۔ ۱۰: جب تک انسان پر یہ مصیبت نہیں پڑتی۔ اس وقت تک وہ عشق اور اس کے درد سے واقف نہیں ہوتا۔

مجنوں کا کھال پہننا اور ریوڑ کے ساتھ لیلیٰ کے قبیلہ میں جانا

۱: لیلیٰ کے قبیلے کے لوگ مجنوں کو اپنے علاقے میں نہیں آنے دیتے تھے۔ ۲: اس جنگل میں ایک چرواہا رہتا تھا۔ دیوانے مجنوں نے اس سے ایک کھال لے لی۔ ۳: اور سر جھکا کر اس کھال میں اپنا سر ڈال لیا اور بھیڑ بن گیا۔ ۴: اور اس چرواہے سے کہا کہ خدا کے لیے مجھے اپنی بھیڑوں میں شامل کر لے۔ ۵: تاکہ میں اس ریوڑ میں مل کر ایک گھڑی کے لیے لیلیٰ کی شکل دیکھ لوں۔ ۶: تاکہ میں اپنے معشوق سے چھپ کر اس کھال میں اس کی شکل دیکھ سکوں۔ ۷: اگر تیرے دل میں ایک لمحہ کے لیے بھی عشق کا ایسا درد اُٹھتا۔ تو تیرے ہر بال کی جڑ میں ایک مرد ہوتا (تو ہمت والا ہوتا)۔ ۸: لیکن افسوس کہ تو اس درد سے ناآشنا ہے اور ہمت نہیں رکھتا اور تیرے دل میں مردوں کی سی ہمت اور طاقت نہیں ہے۔ ۹: آخر کار مجنوں نے کھال پہن لی اور ریوڑ میں مل کر اپنے معشوق کی طرف چلا۔ ۱۰: پہلے تو خوشی میں اسے بہت جوش آیا۔ لیکن بعد میں اس کے ہوش و حواس گم ہو گئے۔ ۱۱: جب عشق کا جنون اس پر سوار ہوا۔ تو اس چرواہے نے مجنوں کو صحرا میں لے جا کر چھوڑ دیا۔ ۱۲: اور اس مست کے چہرہ پر پانی چھڑکا۔ تاکہ تھوڑی دیر کیلیے عشق کی آگ دب جائے۔ ۱۳: اس کے بعد ایک دیوانہ مجنوں چند لوگوں کے ساتھ جنگل میں بیٹھا تھا۔ ۱۴: ان لوگوں میں سے ایک نے مجنوں سے کہا کہ اے عالی مرتبہ شخص تو ننگا کیوں رہتا ہے۔ ۱۵: تو جو کپڑا بھی پسند کرے، میں فوراً تیرے لیے لے آتا ہوں۔ ۱۶: اس نے کہا کہ عاشق کے قابل کوئی کپڑا نہیں ہے۔ میرے لیے میری کھال سے زیادہ کوئی عمدہ لباس نہیں۔ ۱۷: میں نے بھیڑ کی کھال مانگی تھی۔ لیکن میری آنکھوں کو اس نے کالے دانوں کی طرح جلا دیا۔ ۱۸: اب مجنوں کی کھال ہی اطلس اور ریشمی کپڑوں کا کام دیتی ہے۔ جو لیلیٰ کا عاشق ہوتا ہے وہ صرف کھال پہنتا ہے۔ ۱۹: میں نے کھال پہن کر اپنے معشوق کی شکل دیکھی تھی۔ پھر میں کھال کے سوا کوئی دوسرا لباس کیسے پہن سکتا ہوں۔ ۲۰: میرے دل کو اپنے معشوق کی خبر کھال پہن کر ہوئی، کیونکہ میرے مغز میں چھلکے برابر بوجھ برداشت کرنے کی بھی طاقت نہیں ہے۔ ۲۱: عشق کو چاہیے کہ عقل سیکھے اور اپنے دل سے اپنی صفات اور برائیاں نکال دے۔ ۲۲: انسان صفتوں کے سمندر میں سب سے حقیر مخلوق ہے۔ اگر تو اپنی جان کی بخشش چاہتا ہے۔ تو غرور اور فکر کو دل سے نکال دے۔ ۲۳: اگر تجھے ان باتوں کا مرتبہ حاصل ہے۔ تو عشق کے راستہ پر قدم رکھ، کیونکہ عشق کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے۔

ایک مفلس کا ایاز پر عاشق ہونا اور اس کی سلطان محمود سے گفتگو

۱: ایک مفلس شخص ایاز پر عاشق ہو گیا اور یہ بات سب جگہ مشہور ہو گئی۔ ۲: جب ایاز گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلتا۔ تو یہ شخص اس کے ساتھ ساتھ بھاگتا۔ ۳: اور جب ایاز میدان میں جاتا۔ تو یہ عاشق اس کے سامنے گیند کی طرح بھاگتا۔ ۴: ایک دن جب کہ ایاز میدان میں گیا تو یہ عاشق بھی اُس کے ساتھ بھاگا۔ ۵: لوگوں نے یہ بات محمود کو بھی سنا دی کہ فلاں فقیر ایاز پر عاشق ہو گیا ہے۔ ۶: اس نے ایاز کے گیند جیسے رُخساروں کو دیکھ لیا تھا۔ اس لیے وہ خود گیند بن گیا تھا اور عشق کی چوگان کی چوٹیں کھائی تھیں (چوگان ایک کھیل ہے، جو بالکل موجودہ زمانے کی ''پولو'' کی طرح کھیلا جاتا تھا)۔ ۷: سلطان محمود نے چھپ کر کئی مرتبہ اسے دیکھا کہ اس کا چہرہ بالوں کی طرح سیاہ تھا۔ ۸: اس کی کمر چوگان کی لکڑی طرح جھکی ہوئی تھی اور یہ بالوں کی طرح سرگرداں و پریشان تھا اور میدان میں چاروں طرف گیند کی طرح دوڑتا پھرتا تھا۔ ۹: محمود نے اسے بلوا کر کہا کہ اے فقیر کیا تو بادشاہ کے برابر رتبہ حاصل کرنا چاہتا ہے (کیونکہ ایاز بادشاہ کا منظور نظر ہے)۔ ۱۰: اس نے جواب دیا کہ خواہ میں فقیر ہوں یا نہیں ہوں۔ لیکن عشق کرنے میں تیرے سے کم نہیں ہوں۔ ۱۱: عشق اور غربت دو ہمسائے ہیں، جو قریب قریب رہتے ہیں اور عشق کا سرمایہ ہی افلاس و غربت ہے۔ ۱۲: عشق غربت میں اور بھی زیادہ ہوتا ہے اور غریب ہی عشق کر سکتا ہے۔ ۱۳: تو بادشاہ ہے اور اپنے مال و دولت سے دنیا کو روشن کرتا ہے (تجھے عشق سے کیا کام) عشق تو میں غریب اور دل جلا کر سکتا ہوں۔ ۱۴: تجھے تو وصل نصیب ہے۔ تو ہجر میں ایک لمحہ تو صبر کر کے دیکھ۔ ۱۵: تو وصل حاصل کر سکتا ہے۔ تو ہجر کی مشکلات برداشت کر۔ اگر تو عشق میں مضبوط ہے۔ ۱۶: بادشاہ نے جواب دیا کہ تو اپنی ہستی سے ناواقف ہے۔ تو سب چیزوں کو اپنی طرح گیند سمجھتا ہے۔ ۱۷: فقیر نے کہا کہ گیند میری طرح بے قرار ہے۔ میں اُس کی طرح اور وہ میری طرح بے چین ہے۔ ۱۸: میری قدر و قیمت وہ جانتا ہے اور اس کی قدر میں جانتا ہوں۔ ہم دونوں اس کے چوگان میں گیند کی طرح ہیں۔ ۱۹: ہم دونوں عشق میں دیوانے ہو گئے ہیں اور اپنی جان اور سر تک اس راستہ میں قربان کر دیا ہے (یعنی میں اور تو)۔ ۲۰: اُس کو میری حالت کی خبر ہے اور میں اس کی حالت سے واقف ہوں اور ہم دونوں اپنے عشق کا حال ایاز سے کہتے ہیں۔ ۲۱: میری وجہ سے بادشاہ کو اور بھی عزت حاصل ہوئی ہے کہ میں اُس کے گھوڑے کے نعل کو کبھی کبھی بوسہ دیتا ہوں۔ ۲۲: اگرچہ میں گیند کی طرح پریشان حال ہوں۔ لیکن میں مصیبت کی کڑیاں جھیلنے کو تیار ہوں۔ ۲۳: گیند ایاز کی چوگان کے زخم کھاتی ہے اور میں یہ تمام زخم اپنے دل اور جان پر برداشت کرتا ہوں۔ ۲۴: اگرچہ گیند کو بھی بہت زخم لگتے ہیں، لیکن پھر بھی اس کی تسلی کے لیے یہی کافی ہے کہ ایاز اس کے پیچھے گھوڑا دوڑاتا ہے۔ ۲۵: اور وہ میرے دل پر اس قدر زخم ہیں۔ لیکن ایاز میرے پیچھے گھوڑا نہیں دوڑاتا۔ بلکہ میں اس کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہوں۔ ۲۶: گیند تو کبھی کبھی ایاز کے سامنے پڑی رہتی ہے۔ لیکن میں اس سے ہمیشہ دور رہتا ہوں۔ ۲۷: جب گیند کو ایاز کا قرب نصیب ہو جاتا ہے تو اسے مسرت اور خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ۲۸: مجھے ایاز کا وصل کبھی نصیب نہیں ہوتا۔ وصل کے معاملہ میں گیند مجھ سے

سبقت لے گئی ہے۔ ۲۹: سلطان محمود نے جواب دیا کہ اے میرے فقیر تو نے میرے سامنے اپنی غربت کا دعویٰ کیا ہے۔ ۳۰: اے فقیر اگر تو نے جھوٹ نہیں بولا۔ تو تیری مفلسی نے تیری گواہی دی ہے (کہ تو عاشق ہے)۔ ۳۱: فقیر نے جواب دیا کہ جب تک میری جان ہے۔ میں غریب نہیں ہوں۔ بلکہ ایاز کے عشق میں تیرا مدمقابل ہوں۔ ۳۲: لیکن اگر ایاز کے عشق میں میری جان ختم ہو جائے تو اپنی جان قربان کرنا ہی غربت کی نشانی ہے۔ ۳۳: اے محمود تو عشق کے مطلب اور حقیقت سے آگاہ نہیں ہے۔ اپنی جان قربان کر ورنہ عشق کا بے کار دعویٰ مت کر۔ ۳۴: یہ کہا اور اس دنیا سے وہ فقیر چل بسا اور اپنے معشوق کے سامنے جان دے دی۔ ۳۵: اگر تیرے نزدیک جان دینا معمولی بات ہے۔ تو بھی اس میدان میں نکل کر دیکھ کہ یہ کام کس قدر مشکل ہے۔ ۳۶: جب اُس رند نے اپنی جان اس طرح دے دی۔ تو تمام دنیا محمود کی آنکھوں میں تاریک ہو گئی (بہت غم ہوا)۔ ۳۷: اگر تجھے ایک لمحہ کے لیے بھی اندر آنے کی کہیں۔ اگر تو اس آواز کو نہیں سنتا تو آواز دے کر مطلب پوچھ۔ ۳۸: جب تو اس طرح حیران و پریشان پھرتا ہے۔ جو کچھ بھی تیرے پاس ہے۔ عشق پر قربان کر دے۔ ۳۹) جب تو عشق میں گرفتار ہوگا۔ جب تمہیں ان باتوں کا علم ہوگا اور تیری عقل اور جان تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

ایک عرب کا ایران میں آنا اور اس کی قلندروں سے ملاقات

۱: ایک شخص عرب سے ایران میں آیا اور ایران کی رسوم دیکھ کر بہت حیران ہوا۔ ۲: وہ تماشہ دیکھتا ہوا جا رہا تھا کہ اتفاقاً اس کا گزر ایک قلندر خانہ کے قریب سے ہوا۔ ۳: اس نے چند رندوں کو دیکھا کہ ان کو سر کا ہوش ہے۔ نہ پاؤں کی خبر ہے اور تمام دنیا سے الگ خاموش بیٹھے ہیں۔ ۴: تمام خاموش تھے۔ چہرہ پر خاک ملی تھی اور غلاظت میں ایک سے ایک زیادہ بھرا ہوا تھا۔ ۵: ہر ایک شخص کے ہاتھ میں شراب کی تلچھٹ کا کوزہ تھا اور اپنے سامنے یہ کوزے لیے بیٹھے تھے۔ ۶: جب اس شخص نے ان لوگوں کو دیکھا۔ تو ان کی طرف متوجہ ہوا اور ان کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہئیں۔ ۷: سب قلندروں نے کہا، اے شخص اندر آ جا۔ ۹: اس کے پاس بہت سامال و دولت تھا اور اس مال سے ہر ایک شخص کی جان خرید لیتا تھا۔ ۱۰: یہ رند آگے بڑھا اور اس نے اس عرب کو بہت زیادہ شراب پلائی اور اسے قلندر خانہ سے باہر کر دیا۔ ۱۱: یہ اسی طرح مست عرب تک چلا گیا کہ یہ پیاسا تھا اور مدہوش و مست تھا۔ ۱۲: اس کے رشتہ داروں نے کہا کہ تو شخص دیوانہ ہے۔ کیا تجھے مال و دولت کی کچھ خبر نہیں ہے؟ ۱۳: مال و دولت تیرے دیوانہ پن کی وجہ ہے۔ تجھے ایران جانے پر شرم آنی چاہیے۔ ۱۴: کیا تیرے راستہ میں ڈاکہ پڑا تھا۔ تیرا مال و دولت کہاں گیا۔ تو مجھے اپنا حال بتا۔ ۱۵: اُس نے کہا کہ میں سیر کرتا ہوا جا رہا تھا۔ میری ملاقات ایک قلندر سے ہو گئی۔ ۱۶: پھر اس کے بعد مجھے معلوم نہیں کہ کیا ہوا، میرا مال ضائع ہو گیا اور میں درویش بن گیا۔ ۱۷: اس نے کہا کہ مجھے اس قلندر کا حلیہ بتا۔ عرب نے جواب دیا کہ اس کی تعریف الفاظ میں یوں ہو سکتی ہے۔ ۱۸ کہ وہ ایک گنوار شخص تھا جو فنا کی منزلیں طے کر رہا تھا اور ہر وقت یہ کہے جاتا تھا کہ ''اندر آؤ، اندر آؤ'' ۱۹: اس راستہ پر قدم رکھ اور اپنے سر پاؤں کی حفاظت کر۔ یا تو اس منزل

میں اپنی جان قربان کر دے ورنہ اپنی حفاظت کی تدبیر سوچ۔۲۰: اگر تو عشق کے بھیدوں کو بہت زیادہ محنت سے کھول بھی لے گا۔ تو اپنی جان عشق کے راستہ میں دے دے گا۔۲۱: تو اپنی جان دے دے گا اور ہمیشہ ننگا پھرے گا اور تیری زبان پر "اندر آؤ، اندر آؤ" کے الفاظ ہوں گے۔

شیخ شبلی کا حکایت کو اپنے بھائی سے بیان کرنا

۱: وہ شبلی جو حقیقت بیان کرتا تھا۔ اس نے یہ حکایت اپنے بھائی سے بیان کی۔۲: اس نے کہا کہ شہر کے ایک مدرسہ میں ایک امیر کا لڑکا تھا جو اپنے حُسن کی وجہ سے دنیا کے خوب صورت لوگوں میں گِنا جاتا تھا۔۳: اُس کا حُسن کمال کے رجسٹر کی گویا فہرست تھی (جس طرح فہرست میں تمام کتب کے مطالب موجود ہوتے تھے۔ اِسی طرح اس کے حُسن میں تمام خوبیاں موجود تھیں) اور اُس کے اوصاف وخوبیاں سب حسینوں سے بڑھ کر تھیں۔۴: جب وہ مدرسہ میں اُستاد سے پڑھنے کے لیے گیا۔ تو تمام شاگرد اُس کا حسن دیکھ کر چلانے لگے۔۵: اُس مدرسہ میں ایک درویش منش لڑکا بھی تھا جس کا باپ جوتیاں سیتا تھا اور غریب تھا۔۶: یہ لڑکا اس امیر زادے پر عاشق ہو گیا اور اس کا دِل بے قابو ہو گیا۔۷: اس لڑکے نے آج تک عشق کی مشکلات برداشت نہیں کی تھیں، جس طرح گھاس کے ایک تنکے کی حالت ہوتی ہے، اُسی طرح عشق کے پہاڑ کے سامنے اس کی حالت تھی۔۸: ایک دن مکتب میں یہ امیر خود آیا اور اپنے لڑکے کے برابر ایک اور لڑکے کو بیٹھا دیکھا۔۹: اُس نے پوچھا کہ اے لڑکے تیرا باپ کیا کرتا ہے۔ اُس نے کہا کہ وہ موچی ہے۔ آپ کا اِس سوال سے کیا مطلب ہے۔۱۰: اُس نے کہا کہ اگر میرا لڑکا اِس موچی کے لڑکے کے ساتھ رہا۔ تو اس کی طبیعت میں بھی اُس کی طرح سستی آ جائے گی۔۱۱: اُس ادب سکھلانے والے شخص نے مکتب میں آنے سے اِس غریب موچی کے لڑکے کو منع کر دیا۔۱۲: اور اس موچی کے لڑکے کو اپنے مدرسے سے نکال دیا اور وہ لڑکا حیران وسرگرداں پھرنے لگا۔۱۳: اس لڑکے کے عشق میں یہ آگ کے جلتے ہوئے کوئلے کی طرح ہو گیا اور کوئلے کی طرح خاک میں رہنے لگا۔۱۴: عشق اس کے لیے نوروز کا دن ثابت ہوا (نوروز کے زمانے میں جو ۲۱ مارچ کو ہوتا ہے۔ بارش ہوتی ہے۔ یعنی یہ لڑکا روتا تھا) اور یہ دنیا کو جلا دینے والی بجلی کی طرح آہیں بھرتا تھا۔۱۵: آخرکار یہ دیوانہ ہو گیا۔ یہ سر پر خاک ڈالنے لگا اور رنج وغم میں مبتلا ہو گیا۔۱۶: امیر کے لڑکے کو اس کی خبر ملی۔ اس نے ایک شخص کو اس کے پاس بھیجا اور کہا کہ اے مصیبت زدہ۔۱۷: تو بتا کہ تو اس قدر کیوں روتا ہے اور یہ تمام نالہ وزاری کس وجہ سے ہے۔ ۱۸: اُس نے جواب دیا کہ میں تیرے عشق میں گرفتار ہوں جو کچھ میں نے عشق میں مصیبتیں جھیلی ہیں خدا کسی کو نہ دکھائے۔۱۹: میں ایک عرصہ تک تیرے انتظار میں رہا۔ تو نے مجھے آگ کی طرح بے قرار اور بے چین رکھا۔۲۰: وہ شخص یہ سن کر امیر زادے کے پاس آیا اور کہا کہ وہ لڑکا تم سے انصاف طلب کرتا ہے۔۲۱: وہ کہتا ہے کہ میں تیرے عشق میں مبتلا ہوں۔ میں اپنی جان دیے دیتا ہوں۔ تو مت دیکھ۔۲۲: امیر زادے نے کہا کہ اے بے سروپا (دیوانہ) شخص تو میرے عشق میں اس قدر غمگین مت ہو۔۲۳: تو اسے میرے پاس لے آ۔ تا کہ دانہ اپنے خرمن (دانوں کا

ڈھیر) میں پہنچ جائے۔۲۴: یہ شخص اُس عاشق کے پاس گیا اور یہ باتیں اُس سے کہہ دیں۔ اُس لڑکے نے کہا کہ اچھا ذرا ٹھہر جا۔۲۵: چونکہ میرا معشوق میرا دل مجھ سے مانگتا ہے۔ اُس کے حکم کو نہ ماننا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ ۲۶: وہ لڑکا اپنی جگہ سے اُٹھا اور ایک خنجر سے سینہ چاک کیا اور دل باہر نکال لیا۔۲۷: اور پھر اسے ایک طباق میں رکھ دیا اور فوراً ایک سانس لیتے ہی مر گیا۔۲۹: امیرزادے نے جب یہ طباق دیکھا۔ تو حیران ہوا، کیونکہ اس نے کوئی چیز نہیں منگائی تھی۔۳۰: اور اس میں سے ایک خون میں بھرا ہوا دل نکلا جسے دیکھ کر تمام مکتب کے لڑکوں کی آنکھوں سے خون کے آنسو جاری ہو گئے۔۳۱: اس نے اپنے آپ کو مار لیا اور غم میں مر گیا اور جو کچھ نہ کرنا چاہیے تھا۔ وہ بھی کیا۔ ۳۲: امیرزادے نے اُس لڑکے کی خاک پر سجدے کیے اور ہر وقت اس کے ماتم میں سوگوار رہا۔۳۳: اگر تو عشق میں کامل ہے۔ تو اپنا دل نکال دے اور اگر تو ہمت والا عاشق نہیں ہے تو اس طرح ڈینگ مت مار۔۳۴: اے شخص تو اپنے آپ کو دنیا کا سب سے بڑا عالم اور بزرگ سمجھتا ہے۔ لیکن عشق کے راستہ میں تیری حالت ایک بچہ کی سی ہے۔

اس عاشق کی حکایت جو اپنے معشوق کو مارنا چاہتا تھا

۱: ایک ہمت والا شخص تھا جو ایک حسین وخوب رو پر عاشق ہو گیا۔۲: اتفاقاً اُس عاشق کا معشوق زعفران کی طرح زرد اور بہت کمزور تھا۔۳: تمام دنیا اس کی آنکھوں میں اندھیر ہو گئی، کیونکہ اپنے معشوق کی موت کو یہ روز بروز قریب دیکھ رہا تھا۔۴: جب مرد عاشق کو اس بات کی خبر ہوئی۔ تو یہ ہاتھ میں چھری لے کر دوڑتا ہوا آیا۔۵: اُس نے کہا کہ میں اپنے معشوق کو خود مار دوں گا تاکہ وہ اپنی موت نہ مرے۔۶: لوگوں نے کہا کہ تو عجب قسم کا شوریدہ سر ہے۔ بھلا اُسے مارنے میں کونسی اچھائی ہے۔۷: اُسے مت مار اور اس کا خون اپنے سر مت لے، کیونکہ یہ تو بہت جلد خود ہی مر جائے گا۔۸: مردے کو مارنے سے کیا حاصل۔ مرے ہوئے شخص کا سر صرف بے وقوف اور جاہل ہی کاٹتے ہیں (عقل مندوں کا کام نہیں ہے)۔۹: اس نے کہا کہ جب میرا معشوق میرے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ تو اس جرم میں لوگ مجھے قتل کر دیں گے۔۱۰: اور جب قیامت آئے گی۔ تو اس قتل کے بدلے مجھے شمع کی طرح جلایا جائے گا (سزا دی جائے گی)۔۱۱: میں اس کے عشق میں آج ہی قتل ہونا چاہتا ہوں اور قیامت کے دن دوزخ میں جلنے کی مجھے آرزو ہے۔۱۲: اسی دنیا اور آخرت میں میرے لیے یہی دونوں کام بہت کافی ہیں کہ میں اس کو قتل کرنے کی وجہ سے جلایا جاؤں۔۱۳: عاشق اس محبت کے لیے جان بھی دینے کو تیار ہوتے ہیں اور انہیں دونوں جہانوں سے کوئی مطلب نہیں ہوتا۔۱۴: ان کو اپنی جان پیاری نہیں ہوتی اور تمام دنیا سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔۱۵: جب یہ اس دنیا سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ تو انہیں اپنے معشوق سے وصل حاصل ہو جاتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کا عزرائیل کو جان دینا

(خلیل اللہ حضرت ابراہیمؑ کا لقب ہے۔ عزرائیل موت کے فرشتے کا نام ہے)

۱: جب حضرت ابراہیمؑ پر حالت نزع (موت کے وقت کی حالت) طاری ہوئی۔تو آپ عزرائیل کو آسانی سے جان نہیں دیتے تھے۔۲: آپ نے عزرائیل سے کہا کہ جا کر خدا سے کہہ دو کہ ابراہیم کو مت مارے۔۳: خدا نے کہا کہ اگر تو میرا دوست ہے۔تو اپنے دوست (یعنی خدا پر) کے لیے اپنی جان قربان کردے۔۴: تیری جان تو تلوار کے ذریعہ لینی چاہیے اور تو اپنے محبوب کو جان دینے سے انکاری ہے۔۵: ایک شخص نے سوال کیا کہ اے دنیا کو روشن کرنے والی شمع آپ عزرائیل کے سپرد اپنی جان کیوں نہیں کرتے۔۵: عاشق ہمیشہ اپنی جان فدا کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔پھر آپ اپنی جان کیوں پیاری رکھتے ہیں۔۷: آپ نے کہا کہ میں اپنی جان کیوں دوں۔ جب کہ اس معاملہ میں عزرائیل کا ہاتھ بیچ میں آ گیا ہے۔۸: جب کہ میں نے جبرائیل کی پرواہ نہیں کی۔تو پھر عزرائیل کو کیسے جان دے دوں۔۹: جب کہ میں آگ میں جل رہا تھا۔اُس وقت جبرائیل نے آ کر کہا کہ مجھ سے کہا، اے ابراہیم مدد مانگو۔۱۰: میں نے اس وقت جبرائیل کی پرواہ نہیں کی تھی، کیونکہ سوائے خدا کے تمام راستے مجھ پر بند ہیں (میں صرف خدا سے مدد مانگتا ہوں)۔۱۱: میں اپنی جان اس لیے عزرائیل کے سپرد نہیں کرتا کہ خدا مجھ سے خود کہے کہ اپنی جان میری خدمت میں پیش کر۔۱۲: جب کہ خدا کی طرف سے میری جان دینے کا حکم آ جائے گا۔اُس وقت تمام دنیا کی قیمت میری آنکھوں میں آدھے جو کے برابر بھی نہیں ہو گی۔۱۳: میں دونوں جہانوں میں اپنی جان کسی کو نہیں دے سکتا۔اگر خدا مجھے حکم فرمادے۔تو میرے لیے اس قدر ہی کافی ہے (میں فوراً جان دے دوں گا)۔

وادیِ معرفت کی صِفت میں

۱: اس کے بعد وادیِ معرفت نظر آئے گی۔نہ جس کی ابتدا کا علم ہے اور نہ انتہا کا علم ہے۔۲: کسی شخص کی ہمت نہیں ہو سکتی کہ اس جگہ بہت سے راستوں میں سے ایک راستہ کو چھانٹ لے۔۳: ہر ایک راستہ کی مشکلات اور مصیبتیں دوسرے راستے جیسی نہیں ہیں اور ہر شخص کو ایک نئی مشکل میں سے گزرنا پڑتا ہے۔۴: اور پھر جسم اور جان کا نقصان روز بروز بڑھتا ہی جاتا ہے۔۵: بے شک سب کے سامنے بہت سے راستے نظر آتے ہیں۔ ہر ایک شخص اپنی ہمت کے مطابق ان کو دیکھتا ہے۔۶: اس بڑے راستہ پر بھلا کیسے ممکن ہے کہ ایک معمولی مکڑی ہاتھی کے ساتھ چل سکے۔۷: ہر ایک شخص اپنی ہمت کے مطابق ان چیزوں کو دیکھتا ہے اور ہر ایک شخص کو قرب کا درجہ اس کا کمال دیکھ کر دیا جاتا ہے۔
۸: اگر تمام دُنیا کے مچھر اس راستہ پر چلیں۔تو اس کے کمال کی شہرت انہیں کیسے حاصل ہو سکتی ہے۔۹: کیونکہ ایک شخص خدا کو مسجد میں جا کر دیکھتا ہے اور دوسرا اُس کا جلوہ بُت میں دیکھتا ہے۔۱۱جب معرفت کا سورج اس راستہ پر چمکتا ہے۔۱۲: تو ہر ایک شخص کو اپنی قدر و قیمت معلوم ہو جاتی ہے اور دولت کی حقیقت کا بھی علم ہو جاتا ہے۔۱۳: اگر آگ بھی اس جگہ روشن ہو جائے۔تو گلشن اور باغ بن جاتی ہے۔۱۴: وہ اوّل سے آخر تک مغز ہی مغز بن جاتا ہے اور پوست نہیں رہتا اور اپنے آپ کو تو ایک ذرہ کے برابر بھی نہیں دیکھتا۔صرف دوست ہی کو دیکھتا رہتا ہے۔۱۵: اگر وہ کچھ دیکھتا ہے۔تو صرف دوست کا چہرہ دیکھتا ہے اور دوست کے کوچہ کا ذرہ ذرہ دیکھ لیتا ہے۔۱۶: ہزاروں بھید نقاب

کے اندر سے سورج کی طرح چمکتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ۱۷: ایسے مرد کامل کی ضرورت ہے کہ جو اپنی جان کو اس راستہ میں سے نکال کر لے جائے اور اس گہرے سمندر میں غوطہ لگائے۔ ۱۸: اگر تیرے سامنے کوئی بھید ظاہر ہو جائے۔ تو تیرا شوق ہر گھڑی بڑھتا رہے۔ ۱۹: اُس جگہ انسان کمال کے لیے پیاسوں کی طرح لوٹتا ہے اور اس راستہ میں ہزاروں انسان مرجاتے ہیں۔ ۲۰: اگر تو آسمان تک پہنچ جائے تو ہر وقت یہی کہے جا کہ "اے خدا مجھے اور دے۔" ۲۱: اپنے آپ کو عرفان (خدا کو پہچاننا) کے سمندر میں غرق کردے اور اس کے راستہ کی خاک پر بجلی کی طرح جھک جا۔ ۲۲: اگر تو معرفت سے بے خبر نہیں ہے۔ تو پھر تو اپنے آپ کو تکالیف کیوں نہیں دیتا۔ ۲۳: اگر تجھے اپنے دوست کے وصال کی خوشی حاصل نہیں ہوتی۔ پھر تو کھڑا ہو جا اور اس کے ہجر میں آہ وزاری کر۔ ۲۴: اگر تجھے اپنے دوست کا دیدار نصیب نہیں ہوتا۔ تو کھڑا ہو جا۔ آرام سے مت بیٹھ اس کے دیدار کی طلب و آرزو کر ۲۵: اگر تجھے اس کی آرزو نہیں ہے۔ تو اپنی اس حالت پر شرم کر۔ گدھے کی طرح کب تک بے عزت رہے گا۔

ایک شخص کا چین کے پہاڑوں میں پتھر بن جانا

۱: ایک بے رحم شخص چین کے پہاڑوں میں رہتا تھا۔ اس کی آنکھوں سے زمین پر آنسو گرتے رہتے تھے۔ ۲: جب اس کے آنسو زمین پر گرتے تھے۔ تو وہ پتھر بن جاتے تھے ۳: اگر وہ آنسوؤں کا سیلاب تلوار پر بہتا۔ تو قیامت تک اس سے کوئی کام نہ ہوتا (تلوار بے کار ہو جاتی)۔ ۴: اس پاک مرد کا علم لوگوں کو ہے۔ اگر تو کبھی چین جائے۔ تو اسے ضرور تلاش کرنا۔ ۵: اس کی تلاش میں ایک گھڑی بھی چین سے مت بیٹھو۔ رسول خدا کی حدیث کہ "علم حاصل کرو خواہ وہ چین ہی میں کیوں نہ ہو" اسی وجہ سے ہے۔ ۶: کیونکہ علم بے ہمت لوگوں کی وجہ سے پتھر بن گیا۔ یہ لوگ کب تک کفرانِ نعمت کریں گے (خدا کی نعمتوں کا شکر ادا نہ کرنا)۔ ۷: یہ دنیا اندھیری ہے اور علم اس میں چراغ ہدایت کی طرح ہے ۸: اس اندھیری دنیا میں علم تیری جان کی رہبری کرتا ہے اور علم کا جوہر جان کو تقویت بخشتا ہے ۹: تو کب تک اس اندھیری اور خطرناک جگہ سکندر کی طرح حیران و پریشان پھرتا رہے گا۔ ۱۰: اگر تو اس دنیا میں سے بہت مال و دولت جمع کرے گا۔ تو تجھے زیادہ پریشانی اُٹھانی پڑے گی۔ ۱۱: اور اگر تو جواہرات کی آرزو کرے گا تو تو زیادہ پشیمان ہو گا۔ ۱۲: خواہ تو ان دنیاوی مال و دولت اور سامانوں کو جمع کرے یا نہ کرے۔ تو ہر وقت سرگردان اور پریشان رہے گا۔ ۱۳: یہ دنیا اور دوسری دنیا تیری جان کے لیے ہے لیکن تیرا جسم تیری روح سے اور تیری روح تیرے جسم سے ناواقف اور بے علم ہے۔ ۱۴: جب تو اس دنیا سے بے مایہ اور غریب ہو کر جائے گا۔ تو دوسری دنیا میں تجھے بہت بڑا مرتبہ ملے گا۔ ۱۵: اگر تو اس دنیا میں خاص رتبے سے جائے گا۔ تو ایک سانس میں تجھے ہزاروں راز معلوم ہوں گے (قرب خدا حاصل ہو گا)۔ ۱۶: اور اگر تو اسی حالت میں زندگی بسر کرتا رہا۔ تو تجھ پر افسوس ہے تو سر سے پاؤں تک غموں میں مبتلا رہے گا۔ ۱۷: رات کو مت سو اور دن کو کچھ مت کھا اور اس کی آرزو میں رہ۔ ۱۸: تو اسے طلب کیے جا۔ جب تک کہ تیری آرزو پوری نہ ہو اور یہ دن چھوٹا نہ ہو جائے اور تیری نیند کم نہ ہو جائے۔

ایک معشوق کی حکایت جو عاشق کے سرہانے گیا اور اسے سوتا ہوا پایا

۱: ایک عاشق عشق کے مارے خاک پر روتا سو گیا۔ ۲: اس کا معشوق اس کے سرہانے آیا اور اسے بے خبر سوتے ہوئے پایا۔ ۳: اس نے ایک نہایت موزوں اور مناسب خط لکھا، جسے عاشق کی آستین سے باندھ کر چلا آیا۔ ۴: عاشق جب سوتا اُٹھا۔ تو اس نے یہ خط پڑھا جسے پڑھ کر اسے بہت رنج و غم ہوا۔ ۵: اس میں لکھا تھا کہ اے شخص اگر تو تاجر ہے۔ تو کھڑا ہو اور منافع حاصل کر۔ ۶: اگر زاہد ہے تو خدا کی عبادت کر اور جاگتا رہ۔ ۷: اگر تو عاشق ہے تو شرم کر کیونکہ عاشق کو سونے سے کیا مطلب (عاشق کو نیند نہیں آنی چاہیے)۔ ۸: عاشق دن بھر خاک چھانتا پھرتا ہے اور رات کو چاند کے ساتھ ساتھ چلتا ہے۔ ۹ اور اگر تو دن کو خاک نہیں چھانتا اور رات بھر چاند کے ساتھ گردش نہیں کرتا۔ تو عشق کی ڈینگ مت مار (کیونکہ تو عاشق نہیں ہے)۔ ۱۰: اگر کوئی عاشق سوائے قبر میں سونے کے کہیں اور سو جائے تو اسے اپنے آپ کو عاشق کہنا چاہیے؟ ۱۱: تیرا عشق تیری جہالت اور کم عملی کی وجہ سے ہے۔ تو آرام سے سو کیونکہ تو عاشقی کے لائق نہیں ہے۔

ایک چوکیدار کا ایک خوبرو پر عاشق ہونا

۱: ایک چوکیدار عاشق ہو گیا۔ وہ رات دن بے قرار رہتا تھا اور اسے نیند نہیں آتی تھی۔ ۲: اس عاشق کے دوست نے اس سے کہا کہ تھوڑی دیر کے لیے سو جا۔ ۳: اس نے جواب دیا کہ چوکیداری اور دوست کے عشق میں نیند کب آ سکتی ہے۔ ۴: چوکیدار کے لیے سونا کب مناسب ہے اور چوکیدار ہی عاشق بھی ہو سکتا ہے ۵: میرے سر پر چوکیداری ہی سوار تھی۔ اب اس پر عشق اور ہو گیا۔ ۶: پھر مجھے نیند کیسے آئے۔ میں تو سونے کا خیال بھی نہیں لا سکتا۔ ۷: ہر رات عشق میرا امتحان لیتا ہے اور چوکیدار کی چوکیداری کرتا ہے۔ ۸: کبھی یہ جا کر اپنے آپ کو لکڑیوں سے مارتا ہے اور کبھی غم میں دریا کے کنارے اپنا سر رکھ دیتا ہے۔ ۹: کبھی یہ بغیر کھائے پیے تھوڑی دیر کے لیے سو بھی جاتا۔ تو اسے عشق کا ایک اور خواب آتا۔ ۱۰: تمام رات لوگوں کو پریشان رکھتا تھا کہ اگر وہ سو جاتے۔ تو یہ اپنے رونے سے انہیں جگا دیتا۔ ۱۱: ایک دوست نے اس سے کہا کہ اے غم زدہ شخص تمام رات ایک گھڑی کے لیے بھی تو نہیں سوتا۔ ۱۲: اُس نے جواب دیا کہ چوکیدار کے لیے سونا مناسب نہیں ہے اور عاشق کا منہ صرف آنسوؤں سے ہی دھلتا ہے۔ ۱۳: چوکیدار کا کام جاگنا ہے اور عاشقوں کے چہرے ہمیشہ بے رونق رہتے ہیں۔ ۱۴: جب کہ آنکھوں سے بالکل نیند غائب ہو گئی۔ تو پھر کیسے ممکن ہے کہ نیند آ جائے۔ ۱۵: چوکیدار جب عاشق ہو گیا۔ تو اس کی آنکھوں سے نیند غائب ہو گئی۔ ۱۶: چوکیدار جب عاشق ہوا۔ تو بے خوابی اس کا کام ہو گیا۔ ۱۷: جبکہ اس کا کام ہی بے خوابی ہو۔ تو پھر وہ کیسے سو سکتا ہے۔ ۱۸: اے شخص تو تلاشِ حقیقت میں ہے۔ تو مت سو اور اگر صرف زبانی باتیں کرتا ہے تو خوب سو۔ ۱۹: اپنے دل کے کوچہ کی حفاظت کر، کیونکہ تیرے دل کے بہت سے چور ہیں۔ ۲۰: چوروں کے پھندے سے اپنے دل کو باہر نکال

اور دل کے جوہر کو چوروں سے بچا رکھ۔ ۲۱: جب تیرا کام چوکیداری ہو جائے گا۔ تو پھر عاشق اور معرفت کا درجہ تجھے مل جائے گا۔ ۲۲: بے شک اس مصیبت کے سمندر میں (عشق میں) جاگتے رہنے سے معرفت حاصل ہوتی ہے۔ ۲۳: جو شخص زیادہ جاگتا رہا۔ جب وہ خدا کی جناب میں پہنچا۔ تو اس کا دل زیادہ واقف تھا۔ ۲۴: چونکہ دل کی بیداری کم خوابی کی وجہ سے ہے۔ اس لیے تو دل سے وفا کر اور کم سو۔ ۲۵: میں کہاں تک بیان کروں۔ تیری ہستی چکا چوند ہو گئی ہے۔ کسی ڈوبتے ہوئے شخص کو صرف شور وغل نہیں بچا سکتا (میری نصیحت سے تجھے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا)۔ ۲۶: ہمیشہ انہی عاشقوں کو بڑا درجہ ملتا ہے، جو دوست کے ہجر میں نہیں سوتے۔ ۲۷: تو بھی ایسا ہی کر (مت سو) کیونکہ ہمت والے لوگ تمام سختیاں برداشت کرتے ہیں۔ ۲۸: جس شخص کو خدا کے عشق کا شوق ہو گیا۔ اُسے دونوں جہانوں کی کنجی مل جاتی ہے (فتح حاصل کر لیتا ہے۔ بڑا مرتبہ مل جاتا ہے)۔

عباسہ کی تقریر عشق کے متعلق

۱: اگر کوئی عورت عشق کرتی ہے۔ تو یہ اپنی ہمت میں مردوں کی طرح ہو جاتی ہے اور اگر کوئی مرد عشق کرتا ہے۔ تو گھر اور یا بن جاتا ہے۔ ۲: ایک رات عباسہ نے کہا کہ جسے عشق کا ایک ذرہ بھی مل جاتا ہے۔ ۳: اگر وہ مرد ہوتا ہے۔ تو عورت بن جاتا ہے اور اگر وہ عورت ہوتی ہے۔ تو مرد بن جاتی ہے۔ ۴: کیا تو نے نہیں دیکھا۔ آدم میں سے عورت (حضرت حوا حضرت آدم کی پسلی میں سے نکلیں) نکلی اور حضرت عیسیٰ مریم میں سے نکلے۔ ۵: جب تک تو وہ حاصل نہیں کرے گا، جو تیرے لیے ضروری ہے۔ اُس وقت تیری مراد حاصل نہیں ہوگی۔ ۶: جب تجھے ملک و مال نہیں ملے گا۔ تو تیرا مطلب حل ہو جائے گا اور تیرے دل کی مراد پوری ہو جائے گی۔ ۷: تو اسی کو ملک اور اسی کو دولت سمجھ اور عشق کے ذرہ کو مذہب سمجھ۔ ۸: اگر تو اس دنیا کے مال و دولت پر قناعت کرلے گا۔ تو ہمیشہ تجھے نقصان رہے گا۔ ۹: معرفت حاصل کرنے کے بعد سلطنت ابدی ملتی ہے تو کوشش کر تجھے معرفت کا درجہ مل جائے۔ ۱۰: جو شخص عشق رکھتا ہے۔ وہ تمام دنیا پر حکومت کرتا ہے۔ ۱۱: اُس کا ملک تمام دنیا ہوتی ہے اور اس کے سمندر میں یہ نو آسمان ایک کشتی کی طرح ہوتے ہیں۔ ۱۲: اگر دنیا کے بادشاہوں کو اس بات کا علم ہو جائے تو یہ عشق کے ناپیدا کنار سمندر کے پانی کو پینا چاہیں گے۔ ۱۳: اور یہ سب بادشاہ غم و ماتم میں سوگوار ہو جائیں اور کوئی ایک دوسرے کی شکل نہ دیکھے۔

سُلطان محمود کا ایک دیوانے کو ویرانے میں دیکھنا

۱: سلطان محمود ایک جاڑ ویرانے میں گیا اور وہاں ایک دیوانے کو دیکھا۔ ۲: غم میں اس نے اپنا سر جھکا دیا تھا اور مصیبت کے پہاڑ کی وجہ سے اس کی کمر جھک گئی تھی۔ ۳: جب اس نے بادشاہ کو دیکھا۔ تو کہا کہ چلا جا۔ ورنہ میں تجھے مار دوں گا۔ ۴: تو بادشاہ نہیں ہے۔ بلکہ دل کا کمینہ ہے اور خدا کی نعمتوں کا کفران کرتا ہے۔ ۵: محمود نے کہا کہ مجھے کافر مت کہو اور مجھ سے ایک بات کرلو۔ ۶: اُس نے جواب دیا کہ اے بے خبر اگر تجھے خبر ہوتی کہ تو کس سے دور پھر

رہا ہے (یعنی اپنے معشوق ایاز سے دور ہے)۔ ۷: تو اپنے سر پر خاک اور دھول اُڑاتا پھرتا۔

وادی استغنا کی صفت میں

۱: اس کے بعد وادی استغنا آتی ہے۔ اس کی کسی کو بھی خبر نہیں ہے۔ ۲: وہاں بے نیازی کی ہوا چلتی ہے جو ایک گھڑی میں مُلک کو برباد کر دیتی ہے۔ ۳: سات دریا اس وادی میں ایک معمولی تالاب معلوم دیتے ہیں اور سات ستارے ایک چنگاری کے برابر ہوتے ہیں۔ ۴: آٹھوں بہشتیں وہاں کچھ حقیقت نہیں رکھتیں اور ساتوں دوزخیں وہاں برف کی طرح ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔ ۵: تعجب تو یہ ہے کہ وہاں چیونٹی کو بھی صلہ اور انعام میں ہر گھڑی سو ہاتھی ملتے ہیں۔ ۶: تاکہ کوے کو بھی ہمت اور حوصلہ ہو اس لیے سینکڑوں قافلوں میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچتا (کوا غیر آباد جگہ میں رہتا ہے۔ اس لیے قافلے والے مار دیے جاتے ہیں تاکہ یہ اُڑ سکے اور آبادی سے نہ ڈرے)۔ ۷: ہزاروں سبز پوش غم میں جل کر مر گئے جب سے کہ آدم نے ایک چراغ جلایا ہے۔ ۸: ہزاروں انسان مر گئے جب سے کہ حضرت نوحؑ سرگشتہ و حیران پھرے ہیں۔ ۹: ہزاروں لشکر کٹ کر مر گئے جب سے کہ حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا۔ ۱۰: ہزاروں بچے قتل کر دیے گئے جب سے کہ حضرت موسیٰ نے خدا کا دیدار کوہ طور پر کیا ہے۔ ۱۱: ہزاروں لوگ سُولی پر چڑھا دیے گئے جب سے کہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا راز معلوم ہوا ہے۔ ۱۲: ہزاروں لوگ تباہ و برباد ہو گئے جب سے کہ حضرت محمد ﷺ کو معراج ملی ہے۔ ۱۳: اس جگہ نہ نئے لوگوں کی قدر ہے نہ پرانوں کی عزت خواہ تو کچھ بڑا کام کرے یا نہ کرے لیکن اس جگہ کوئی عزت نہیں۔ ۱۴: اگر تو نے تمام دُنیا کو بے آرام دیکھا یا سب کو آرام سے سوتے دیکھا ہے۔ ۱۵: اگر اس دریا میں ہزاروں لوگوں نے جان دے دی تو اس طرح ہے جس طرح کہ سمندر میں شبنم کا ایک قطرہ گرا۔ ۱۶: اگر ہزاروں لوگ سو گئے تو سورج کی روشنی میں ذرہ نے کمال حاصل کر لیا (اگر لوگ اس سے بے خبر رہے تو معمولی چیزوں کا رُتبہ بڑھ جاتا ہے۔ ۱۷: اگر آسمان سے ستارے زمین پر گرنے لگیں تو دنیا میں درختوں پر پتے کم ہو جائیں۔ ۱۸: اگر زمین کے نیچے والی مچھلی سے لے کر چاند تک سب چیزیں معدوم ہو جائیں تو کنوئیں میں چیونٹی کا صرف پاؤں لنگڑا ہوگا (یہ بے خوف رہے گی)۔ ۱۹: اگر دنیا میں کچھ نہ رہے اور ریت ہی ریت ہو جائے۔ ۲۰: اگر دنیا میں انسانوں اور جنات کا نام بھی باقی نہ رہے تو یہ ایسا ہے جس طرح بارش کا ایک قطرہ کم ہو جائے۔ ۲۱: اگر تمام چیزیں فنا ہو جائیں اور کوئی جان دار نہ رہے تو کیا ڈر ہے۔ ۲۲: اگر جز و کل (تمام دنیا) تباہ ہو جائے تو زمین پر سے صرف ایک گھاس کم ہونے کے برابر اس کی حقیقت ہوگی۔ ۲۳: اگر یہ نو آسمان نہ رہیں تو ایسا ہوگا جیسے سات دریاؤں میں سے ایک قطرہ پانی کا کم ہو جائے (مندرجہ بالا اشعار میں دُنیا کی کم مائے گی کو دکھایا ہے کہ اس کی خدا کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں ہے)۔

ایک جوان کی حکایت جو کنوئیں میں گر پڑا تھا

ا: ہمارے گاؤں میں ایک چاند جیسا خوب صورت جوان تھا وہ حضرت یوسفؑ کی طرح کنوئیں میں گر پڑا۔ ۲: اُس کے لیے بہت خاک چھاننی پڑی۔ آخر کار اُسے ایک شخص کنوئیں سے نکال لایا۔ ۳: اُس کی حالت خراب تھی اور اس دنیا میں آکر اُس نے صرف دو سانس لیے (بہت جلد مر گیا)۔ ۴: اُس اچھے اخلاق والے نوجوان کا نام محمد تھا اور اپنے حُسن کی وجہ سے دوسری دنیا تک مشہور تھا۔ ۵: جب اُس کے باپ نے اسے دیکھا تو کہا کہ اے میرے لڑکے اور باپ کی جان اور اس کی آنکھوں کے نور۔ ۶: اے محمد ﷺ اپنے باپ سے مہربانی سے پیش آ، ایک آدھ بات تو مجھ سے کر آخر تیری باتیں کہاں ہیں؟ (خاموش کیوں ہے؟)۔ ۷: وہاں محمد ﷺ کہاں تھا اور اُس کا لڑکا کس جگہ تھا (وہ تو مر چکا تھا) اُس نے اپنی جان دے دی اور وہ بھی مر گیا۔ ۸: اے راہ حقیقت پر راستہ چلنے والے (سالک کے معنی راستہ چلنے والا ہیں) اور اے حقیقت کو دیکھنے والے دیکھ کر محمد ﷺ کہاں ہے اور لوگوں میں اسے تلاش کر۔ ۹: آخر حضرت آدمؑ کہاں ہیں اور ان کی اس قدر اولاد کہاں ہے ان کے نام کا نام کا نشان کہاں ملتا ہے۔ ۱۰: زمین، پہاڑ، دریا اور آسمان کہاں ہیں۔ دیو، جن، پری، انسان اور فرشتے کہاں ہیں؟ ۱۱: وہ ہزاروں انسان کہاں ہیں جن کے جسم مٹی سے بنائے گئے تھے اور وہ لاکھوں پاک جانیں رکھنے والے نبی اور پیغمبر کہاں ہیں۔ ۱۲: مرتے وقت انسان اس قدر رنجیدہ اور غمگین کیوں ہوتا ہے۔ انسان کا جسم اور اس کی روح کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ ۱۳: ان دونوں جہانوں اور اس کے علاوہ جتنے بھی عالم مخلوقات ہیں ان سب کو اگر تو جمع کرے اور ان سب کو چھانے۔ ۱۴: یہ کام اگرچہ بہت مشکل ہے لیکن تیری چھلنی میں کچھ بھی باقی نہیں رہے گا (مراد یہ ہے کہ تمام عالم مخلوقات فانی ہے اور صرف خدا کی ہستی باقی ہے)۔

شیخ یوسف ہمدانی کی تقریر

ا: یوسف ہمدانی خدا کے راستہ کو خوب جانتے تھے۔ آپ کا سینہ پاک تھا اور دل کو سب بھیدوں کا علم تھا۔ ۲: آپ نے فرمایا کہ پہلے ایک مدت تک آسمان کے اوپر جا کر رہو اور پھر اس کے بعد آسمان سے نیچے اُترو۔ ۳: جو کچھ ماضی میں تھا اور جو مستقبل میں ہوگا خواہ وہ اچھا ہو یا بُرا اور ہر ایک چیز کا ذرہ ذرہ۔ ۴: یہ سب چیزیں خدا کی سخاوت کے سمندر کا صرف ایک قطرہ ہیں۔ حضرت آدم یا بقول عیسائیوں کے خدا کے بیٹے (حضرت عیسیٰؑ) کا ہونا یا نہ ہونا خدا کے لیے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا (اگر یہ نہ ہوتے تب بھی خدا کی ہستی ویسی ہی بلند و بالا تھی)۔ ۵: وادی استغنا اس قدر آسان اور سہل نہیں ہے تو اس کو سہل اپنی نادانی اور جہالت کی وجہ سے سمجھ رہا ہے۔ ۶: اگر تو اپنی ہمت اور استقلال سے سینکڑوں منزلیں بھی طے کر لے تو اس راستہ کی تو ایک منزل بھی طے نہیں کر سکتا۔ ۷: اگر تو ایک سانس میں تمام دُنیا کا چکر لگا لیتا ہے لیکن جب تو اس راستہ پر چلے گا تو ایسا معلوم ہوگا کہ ابھی تجھے چلنا بھی نہیں آیا ہے، پہلے قدم سے مطلب بچے کا پہلی مرتبہ چلنا ہے جبکہ وہ چلنا نہیں جانتا)۔ ۸: کسی راستہ سے چلنے والے نے آج تک اس راستہ کو ختم

ہوتے نہیں دیکھا اور کسی شخص نے اس دُکھ کی دوائی نہیں پائی۔ ۹: اگر تو برف کی طرح سکڑ جائے۔ کبھی زندہ ہو اور کبھی مر جائے۔ ۱۰: اور اگر تو دوڑنے لگے اور ہمیشہ چلتا رہے تو ہمیشہ ''اور بڑھ، اور بڑھ'' کی آواز سنے گا (منزل مقصود تجھ سے دور رہے گی)۔ ۱۱: نہ تو اس راستہ پر کھڑا ہو سکتا ہے نہ اس راستہ پر چل ہی سکتا ہے نہ تو زندہ رہ سکتا ہے نہ مر سکتا ہے۔ ۱۲: یہ کام تیرے لیے بہت مشکل ہے، اسے کرنے سے کیا فائدہ یہ کام نہایت سخت ہے اور تیرے پاس کوئی بتانے والا اُستاد بھی نہیں ہے پھر اسے کرنے سے کیا حاصل؟ (مت کر)۔ ۱۳: اے خاموش رہنے والے انسان اپنا سر مت ہلا۔ اس ہلانے کو چھوڑ دے اور اپنے کام میں مشغول ہو جا۔ ۱۴: تو کام چھوڑ بھی دے (بیہودہ کام) اور کام کر بھی اپنا کام تھوڑا مت کر زیادہ کر۔ ۱۵: اگر اس کام کا کہیں علاج ملتا تو یہ کام تجھ سے ختم ہو جاتا۔ ۱۶: اور اگر کسی کے کام کا علاج ہی نہ ہو تو وہاں تیرے جیسے بہت سے بے کار ملیں گے۔ ۱۷: وہ کام جو تو اول دن سے کر رہا تھا اسے چھوڑ دے اس کا کرنا اور نہ کرنا برابر ہے۔ ۱۸: جبکہ تو کام دیکھ کر اُس کی تعریف نہیں کر سکتا۔ تجھے پہلے کام سمجھنا چاہیے اور کام بنانا چاہیے۔ ۱۹: تو خدا کی بے نیازی اور استغنا کو دیکھ اب خواہ تو خوشی کے گیت گانے والا مطرب بن جا یا غم و اندوہ کے مرثیہ پڑھنے والا نوحہ گر ہو جا۔ ۲۰: خدا کی بے نیازی کی بجلی یہاں اس قدر چمکی کہ اُس کی گرمی سے سو جہان جل گئے۔ ۲۱: اس نے یہاں سو جہانوں کو خاک میں ملا دیا۔ اگر اس وادی میں کوئی دُنیا آباد نہیں ہے تو کیا ڈر ہے۔

اس بیان میں کہ یہ دنیا بہت مشکل اور کٹھن مقام ہے

۱: تو نے اُس عقل مند حکیم کو دیکھا کہ جس کے سامنے رمل کا تختہ رکھا تھا (رمل ایک علم ہے جس سے ماضی اور آئندہ کے تمام حالات معلوم ہو جاتے ہیں)۔ ۲: اور اُس تختہ پر اُس نے بہت سے نقش بنائے ہیں اور تمام ستارے اور سیارے اس پر ظاہر کیے ہیں۔ ۳: یہ آسمانوں اور زمینوں کے نقشے اس تختہ پر کھینچتا ہے کبھی تو آسمان پر کوئی حکم چلاتا ہے اور کبھی زمین پر۔ ۴: تمام ستارے اور تمام برج جو آسمان پر ہیں یہ اس نقشہ میں ظاہر کرتا ہے اور تمام حکمت اور لوگوں کا عروج اس سے بتاتا ہے۔ ۵: نحس اور اچھی باتیں اس نقشہ سے دیکھ کر بتاتا ہے اور پیدائش اور موت کے خانہ کھینچتا ہے۔ ۶: یہ منحوس اچھی باتوں کا حساب اسی سے لگاتا ہے اور یہ سب باتیں اس تختہ کے ایک کونے میں لکھ دیتا ہے۔ ۷: بعض باتوں کو یہ بتاتا ہے کہ گویا بالکل نہیں ہوں گی لیکن اس نقش ونگار سے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ ۸: اس پیچیدہ اور مشکل دنیا کی شکل اُس تختہ جیسی نہیں ہے۔ ۹: تو اس خزانے کو حاصل نہیں کر سکتا یہاں سے چلا جا اور ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ جا۔ ۱۰: جس قدر بھی مرد اور عورتیں یہاں پیدا ہوئیں وہ تمام مر کر بے نام ونشان ہو گئیں۔ ۱۱: تو اس راستہ کے طے کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ تمام دنیا سختی اور مشکل کی وجہ سے پہاڑ کی طرح ہے تو اسکے مقابلہ میں ایک تنکا ہے (بے حقیقت ہے)۔

اُس شخص کا احوال جسکی آنکھوں کے سامنے سے پردہ ہٹا دیا تھا

۱: ہُد ہُد نے کہا کہ اہل راز لوگوں میں سے ایک شخص کی آنکھوں کے سامنے سے خدا کے بھیدوں کا پردہ اُٹھا دیا گیا۔۲: فرشتہ غیب نے آواز دی کہ اے شخص تو جو چیز چاہتا ہے فوراً طلب کر لے۔۳: اُس بوڑھے نے جواب دیا کہ میں نے سُنا ہے کہ تمام نبی ہمیشہ مصیبت میں گرفتار رہے۔۴: جہاں کہیں مصیبت اور رنج زیادہ تھا اُس میں نبیوں کا حصہ سب سے زیادہ تھا۔۵: جب کہ بڑے بڑے نبی اور پیغمبروں کے حصہ میں مصیبت تھی تو بھلا میں ایک غریب شخص مصیبت سے کیسے آزاد رہ سکتا ہوں۔۶: نہ مجھے عزت کی ضرورت ہے اور نہ میں رسوائی و بدنامی چاہتا ہوں کاش تو مجھے میرے عجز و انکسار کی حالت میں رہنے دے۔۷: جبکہ مجھ سے بڑے لوگوں کو رنج و مصیبت ملی تو پھر چھوٹے اور کم رتبہ لوگوں کو خزانے کیسے مل سکتے ہیں۔۸: نبی تو ان مشکلات کو برداشت کر لیتے تھے مجھ میں انہیں برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے مجھے میری حالت پر چھوڑ دے۔۹: میں جو باتیں اپنی جان مار کر تجھے بتا رہا ہوں انہیں تو نہیں سمجھ سکتا جب تک کہ تجھے اس کا خود تجربہ نہ ہو۔۱۰: اگرچہ ہم مصیبت کے سمندر میں گر پڑے ہیں لیکن چکور کی طرح ہم نے اپنے بازو اور پر اُڑنے کے لیے کھول لیے ہیں۔۱۱: اگر ہمیں افلاس کے مگرمچھ کا علم ہو جائے تو پھر ایسے راستہ پر ہرگز نہ چلیں۔۱۲: شروع میں تو اپنے گھمنڈ اور غرور کی وجہ سے بے چین رہے گا جب کہ تو اس سمندر میں کود دے گا اور پھر کنارہ پر جا لگے گا۔

ایک مکھی کا راستہ میں شہد کی مکھی کا مہال دیکھنا

۱: ایک مکھی اپنی خوراک تلاش کرنے کے لیے نکلی۔ اس نے راستہ میں ایک جگہ شہد کی مکھی کا مہال دیکھا۔۲: وہ شہد دیکھ کر اس پر فریفتہ ہو گئی اور جوش میں آکر کہا کہ مجھ جیسا آزاد کون ہے۔۳: مجھ مسکین سے یہ شہد کی مکھی جو چھین لیتی ہے اور اسے اپنے مہال میں لے جا کر رکھتی ہے۔۴: جب درخت میں میوہ لگتا ہے تو وہ بھی اس شہد جیسا لذیذ نہیں ہوتا۔۵: اگر تیرے دل میں درد ہے تو اُس کا علاج تو ہی ہے تو دل کے اندر اور جان کا علاج بن جا۔۶: جب مکھی کو شہد کا عشق ہوا تو اس کے ہاتھ پاؤں شہد میں جم کر رہ گئے۔۷: جس قدر وہ تڑپی اُسی قدر زیادہ جم گئی اور بھاگنے کی کوشش کرنے سے اور زیادہ گرفتار ہو گئی۔۸: اس نے جوش میں آکر کہا یہ شہد میری مصیبت کا باعث ہو گیا اور یہ شہد میرے لیے زہر سے بھی زیادہ کڑوا ثابت ہوا۔۹: اگر میں نے اس سے پہلے شہد کی مکھی کو ایک جَو دیا تھا تو اب دس جَو دینے پڑیں گے خدا کرے میں اس مصیبت سے آزاد ہو جاؤں۔

عشق

۱: کوئی وادی استغنا میں چین و آرام سے نہیں رہتا۔ اس وادی میں سفر کرنے والا شخص سوائے عقل مند۔ کے کوئی دوسرا نہیں۔۲: ایک مدت تک عاشق اپنی عمر غفلت میں بسر کرتا ہے۔۳: میں نے اپنی عمر بے فائدہ ضائع کی ہے لیکن

عشق حاصل کرنے کے لیے ایک دوسری زندگی کی ضرورت ہے۔۴: کھڑا ہو اور اس خطرناک وادی عشق میں سفر کرنے کا ارادہ مت کر۔ یا تو اپنی جان دے دے ورنہ اپنا دل مت کھو۔۵: کیونکہ جب تک تیرا دل تیری جان کے ساتھ ہے اُس وقت تک ہر لمحہ تو سرگردان اور پریشان رہے گا۔۶: اس راستہ پر اپنی جان قربان کر دے اور جسم ضائع کر دے ورنہ وادی استغنا کا ارادہ ترک کر دے۔

ایک خرقہ پوش شیخ کا کتوں کے محافظ کی لڑکی پر عاشق ہونا

۱: ایک خرقہ پوش بہت مشہور شیخ تھا اس کا صبر و چین ایک کتوں کے محافظ کی لڑکی نے ختم کر دیا۔۲: اُس لڑکی کے عشق میں اس کا اس قدر برا حال ہوا کہ اس کے دل سے دریا کی طرح خون بہنے لگا۔۳: اس اُمید پر کہ اُس لڑکی کو دیکھ سکے یہ رات کے وقت اُس کے کتوں کے پاس سویا کرتا تھا۔۴: اُس لڑکی کی ماں.......... اس بات سے واقف ہو گئی۔ اُس نے شیخ سے کہا تو گمراہ کیوں ہو گیا ہے۔۵: لیکن اگر حقیقتاً تجھے اس لڑکی سے عشق ہے تو ہمارا پیشہ تو کتوں کی حفاظت کرنا ہے۔ ہمارا پیشہ اختیار کر لے اور کتوں کی حفاظت کر۔ ایک سال بعد تیرا لڑکی سے نکاح کر دیا جائے گا۔ ۷: کیونکہ وہ شیخ اپنے ارادہ کا کمزور نہیں تھا اُس نے اپنا خرقہ اُتار پھینکا اور کتوں کی حفاظت کا کام کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔۸: یہ کتوں کے ہمراہ جنگل اور شہر میں پھرتا تھا ایک سال تک تو اس نے یہی کام کیا۔۹: ایک دوسرا صوفی جو اس کا دوست اور ساتھی تھا جب اُس نے اسے اس حال میں دیکھا تو کہا کہ اے جاہل!۔۱۰: تو تمیں سال تک تو انسان بنا رہا تو یہ کیا کر رہا ہے؟ بھلا آج تک کسی نے یہ کام بھی کیا ہے۔۱۱: شیخ نے جواب دیا کہ اے غافل اس قصہ کو لمبا مت کر کیونکہ اگر اس معاملہ کو سب پر ظاہر کرے گا۔۱۲: خداوند تعالیٰ تمام بھیدوں کو جانتا ہے تیرے ساتھ بھی یہی حشر کرے گا جو میرا حال ہے۔۱۳: جب وہ تیرے طعنہ اور ملامتیں سُنے گا تو یہ کام مجھ سے لے کر تجھے دے دے گا۔ ۱۴: میں کب تک اپنے دل کا رنج و غم بیان کرتا رہوں۔ میرا دل خون ہو گیا اور کسی نے ہدایت حاصل نہیں کی۔۱۵: میں اس قدر باتیں فضول نہیں کہتا لیکن تم میں سے کوئی بھی خدا کے بھید ڈھونڈنے پر رضامند نہیں ہوا۔۱۶: اگر تم اس راستہ کے بھیدوں کو سمجھ لو گے پھر تم میری بات مانو گے۔۱۷: اور اگر میں اس سے پہلے تمہیں وعظ و نصیحت کرتا رہوں تو تم سب خواب غفلت میں سوتے رہو گے اور کوئی راستہ نہیں چلے گا۔

ایک مرید کا اپنے شیخ سے سوال کرنا

۱: ایک مُرید نے اپنے شیخ سے ایک سوال کیا، شیخ نے جواب دیا کہ دُور ہو جا۔۲: اگر تم اس وقت منہ دھو لو پھر میں تم سے یہ نکتہ بیان کروں گا۔۳: نجاست میں مشک کی خوشبو سونگھانے سے کیا حاصل ہے۔ مست اور دیوانے لوگوں کے سامنے اس قسم کے نکتے اور باتیں بتانے سے کیا فائدہ۔

وادیِ توحید کی صفت میں

ا:اس کے بعد وادئ توحید آئے گی جو اکیلے رہنے کی منزل ہے۔۲:جب سب پرندے اس میدان میں داخل ہوں گے تو سب کے سر ایک گریبان سے نکلیں گے۔۳:خواہ تم بہت سی چیزیں یا کم اس راستہ میں صرف ایک چیز نظر آئے گی۔۴:چونکہ ہمیشہ بہت سی چیزیں ایک چیز سے بنی ہیں اور تمام اعداد ایک کے عدد سے نکلتے ہیں۔۵:سب سے پہلے ایک کا ہندسہ ظاہر ہوتا ہے اور پھر اس سے اور ہندسے اور عدد نکلتے ہیں۔۶: کیونکہ یہ شمار میں نہیں آسکتا اس لیے ازل اور ابد کو چھوڑ دے۔۷:جب ازل غائب ہوگئی تو ابد ہمیشہ کے لیے باقی رہا ان دونوں کے درمیان کوئی اور چیز نہیں ہے۔

ایک شخص کا دیوانہ سے سوال کرنا

ا:اُس دیوانے سے ایک شخص نے پوچھا کہ یہ دُنیا کیا چیز ہے اس کی تفصیل بیان کر۔۲:اُس نے جواب دیا کہ یہ عزت اور بدنامی کی دُنیا کی مہندی کی طرح سینکڑوں رنگ ہیں۔۳:اگر کوئی مہندی کے درخت کے پتوں کو ہاتھ میں ملے تو بے شک یہ موم کی طرح پس جائیں گے۔۴: کیونکہ یہ صرف موم ہیں۔اس لیے مہندی کے سامنے اور رنگوں کی کوئی حقیقت نہیں ہے یہ سب صرف ایک رنگ ہے (جو مختلف رنگ بن جاتا ہے)۔۵: کیونکہ یہ سب ایک چیز ہے۔ اس میں کوئی دوسری چیز شامل نہیں ہے، نہ یہاں ''میں'' کا سوال ہے، نہ ''تو'' کا۔

ایک بوڑھی عورت کا بوعلی کے پاس جانا

ا: وہ بوڑھی عورت بوعلی کے سامنے گئی وہ سونے کا کاغذ (غالباً یہ آجکل کے نوٹ تھے) لے کر گئی اور کہا کہ یہ مجھ سے لے لیجیے۔۲: شیخ نے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ کسی سے سوائے اُس چیز کے کہ جس پر میرا حق ہے میں کوئی چیز نہیں لوں گا۔۳:بوڑھی عورت نے اُسی وقت کہا کہ اے بوعلی تو اس قدر بھینگا کیوں ہو گیا ہے (چیزوں کو ٹیڑھی نظر سے کیوں دیکھتا ہے)۔۴:تو اس معاملہ کا ذمہ دار نہیں ہے تو سب چیزوں کو اس طرح کیوں دیکھتا ہے اگر تو بھینگا نہیں ہے۔۵:انسان اس جگہ کسی غیر کو نہیں دیکھ سکتا کیونکہ یہ کعبہ ہے بت خانہ نہیں ہے (کہ جہاں بہت سے بت ہوں)۔ ۶: خدا کو تمام باتوں کا علم ہے اور وہ سب کو جانتا ہے۔۷:اُس کے سوا کوئی اور دکھائی نہیں دیتا اور اُس کے سوا کوئی باقی رہنے والی ہستی نہیں ہے۔۸: جو شخص اُس کی ذات میں محو ہو جاتا ہے اور سب چیزوں سے علیحدہ ہو کر اُسی کا ہو جاتا ہے وہ سب سے بہتر ہے۔۹: جو شخص دریائے وحدت میں گم نہیں ہوا وہ حقیقت میں انسان نہیں ہے۔۱۰: جو غیب سے واقف ہے وہ ہنر والا ہے اس کے گریبان میں سورج چھپا ہوا ہے (اُس کا دل سورج کی طرح روشن ہے)۔ ۱۱: آخر کار ایک دن وہ سورج اپنے چہرے سے نقاب اُٹھا دیتا ہے۔۱۲: جو شخص کہ سورج تک پہنچ گیا تو یقین رکھ کہ پھر

اُسے اچھائی اور برائی کی تمیز نہیں رہتی اور جب تو حقیقت و معرفت کے درجہ پر پہنچ گیا تو پھر سب چیزیں بے کار ہیں۔ ۱۴: اگر تو اپنے آپ میں محو رہا تو ہمیشہ اچھائی اور برائی میں پھنسا رہے گا۔ ۱۵: جب تک تجھے معرفت حاصل نہیں ہوتی اس وقت تک تو اپنے آپ میں گرفتار ہے۔ ۱۶: اے کاش تو پیدا ہونے سے پہلے کی حالت میں رہتا یعنی تو پیدا ہی نہ ہوتا۔ ۱۷: پہلے بری باتوں سے بالکل پاک ہو جا پھر اس کے بعد خاک اُڑاتا پھر۔ ۱۸: تجھے کیا خبر ہے کہ تیرے جسم میں کیا کیا غلاظتیں اور نجاستیں بھری ہوئی ہیں۔ ۱۹: سانپ اور بچھو تیرے جسم میں چھپے ہوئے ہیں یہ تیرے اندر سو رہے ہیں۔ ۲۰: اگر تو ذرا انہیں چھیڑ دے گا تو یہ ہزاروں اژدہے بن جائیں گے۔ ۲۱: ہر ایک سانپ ایک دوزخ ہے تو کہاں تک ان سے بچے گا تیرا کام ہی دوزخ میں رہنا ہے۔ ۲۲: مگر تو ان سانپوں سے پاک ہو جائے تو زمین میں آرام سے سو جائے گا۔ ۲۳: ورنہ زمین کے نیچے (قبر میں) قیامت تک ہزاروں سانپ اور بچھو تجھے ڈسیں گے۔ ۲۴: جس شخص کو اس پاک بات کی خبر ہے وہ آرام اور چین سے ہے۔ ۲۵: اے عطار تو کب تک ان مجاز کی باتوں میں مبتلا رہے گا اب تو خدا کی توحید کے بھید بیان کر۔ ۲۶: جب انسان توحید کے راستہ پر چلتا ہے تو اس کا راستہ اس کے قدم چومنے کو اپنی جگہ سے اُٹھتا ہے۔ ۲۷: اگرچہ وہ راستہ ظاہر ہوتا ہے لیکن اس کی آنکھوں کے سامنے سے غائب ہو جاتا ہے اگر وہ بولتا ہوا ہو تو گونگا ہو جاتا ہے۔ ۲۸: جزو کل بن جاتا ہے اور پھر نہ جزو رہتا ہے اور نہ کل باقی رہتا ہے صرف انسان کی صفت رہ جاتی ہے اس کی جان اور جسم نہیں رہتا۔ ۲۹: عناصر اربعہ (آب و آتش، خاک و باد) ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور ہزاروں چیزیں اپنی شکل و صورت کھو دیتی ہیں۔ ۳۰: یہ عجیب بات ہے کہ اس مدرسہ میں تو ہزاروں بچوں کو حیران دیکھے گا۔ ۳۱: عقل وہاں کہاں ہے اُسے تو نکال دیا گیا یہ بچے مادرزاد اندھے اور بہرے ہیں۔ ۳۲: اگر ایک ذرے نے بھی اس راستہ پر قدم رکھ لیا تو اسے دونوں جہانوں کے بھیدوں کا علم ہو گیا۔ ۳۳: تمام دُنیا میں خدا کی ہستی کے سوا اور کوئی چیز باقی رہنے والی نہیں ہے اور کوئی چیز بال برابر بھی اُس کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتی۔ ۳۴: اگر کوئی شخص اُس کی ذات کل میں شامل نہیں ہوا تو اس کا وجود عدم کے برابر ہے۔

شیخ لقمان سرخسی کی مناجات

۱: لقمان سرخسی نے کہا کہ اے خدا میں بوڑھا ہوں۔ پریشان حال ہوں اور میں راستہ بھول گیا ہوں۔ ۲: جب غلام بوڑھا ہو جاتا ہے تو اُسے خوش کر دیتے ہیں۔ اُس کو آزادی کا پروانہ دے کر آزاد کر دیتے ہیں۔ ۳: اے بادشاہ تیری اطاعت و بندگی میں میں نے اپنے بال برف کی طرح سفید کر لیے ہیں۔ ۴: میں نے بہت سی مصیبتیں جھیلی ہیں۔ اب تو مجھے خوش کر دے، میں بوڑھا ہو گیا ہوں مجھے آزادی کا پروانہ دیدے۔ ۵: فرشتہ غیب نے آواز دی کہ اے خدا کے خاص بندے کہ جو شخص اُس کی غلامی سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے۔ ۶: اُس کی عقل اور تکالیف ختم ہو جاتی ہیں (دیوانہ ہو جاتا ہے) تو ان دونوں چیزوں کو ترک کر دے اور اس راستہ پر قدم رکھ۔ ۷: اُس نے کہا کہ اے خدا میں تجھے ہمیشہ مانگتا رہتا ہوں مجھے عقل اور تکلیف کی ضرورت نہیں ہے (تیری ضرورت ہے)۔ ۸: وہ تکلیف اور

عقل سے آزاد ہوگیا اور جنون میں ناچنے لگا۔۹: اُس نے کہا کہ اب مجھے خبر نہیں کہ میں کیا ہوں میں خدا کا غلام نہیں ہوں تو پھر میں کیا چیز ہوں۔ ۱۰: میری اطاعت ختم ہوگئی لیکن میری آزادی بھی جاتی رہی اب مجھے خوشی مصیبت کا بالکل احساس نہیں ہے۔ ۱۱: میں اگر چہ تمام صفات سے بالاتر ہوگیا لیکن پھر بھی مجھ میں صفت باقی ہے اگر چہ میں عارف ہوں لیکن مجھے معرفت حاصل نہیں ہوئی ۔۱۲: اب مجھے یہ خبر نہیں کہ میں تُو ہوں یا تُو میں ہے، میں تجھ میں غیب ہوگیا ہوں، اب سوائے توحید کے کچھ اور چیز باقی نہیں رہی۔

ایک معشوق کے پانی میں گرنے کی حکایت

۱: ایک معشوق پانی میں گر پڑا۔ عاشق نے بھی اپنے آپ کو فوراً پانی میں گرا دیا۔ ۲: جب وہ دونوں ایک دوسرے سے ملے تو معشوق نے عاشق سے پوچھا کہ اے جاہل۔ ۳: اگر میں اس دریا میں گر پڑا تھا تو تُو کیوں اس میں کودا۔ ۴: اُس نے جواب دیا کہ میں نے اپنے آپ کو اس لیے پانی میں پھینکا کیونکہ میں اپنے آپ میں اور تجھ میں کوئی فرق نہیں پاتا (میں اور تو ایک ہیں)۔ ۵: ایک مدت سے یا میں تُو ہوں یا تُو میں ہے یا ہم دونوں ایک ہیں۔ ۶: میں اور تُو ایک ہیں ہم میں دُوئی نہیں ہے یا تُو میں ہوں یا میں تُو ہے۔ ۷: چونکہ میں اور تُو ہمیشہ ایک ہیں اس لیے ہم دونوں واحد ہیں۔ ۸: جب تک ہم دونوں ایک ہیں ہم میں شرکت ہے اور جب ہم دو ہوگئے تو توحید رخصت ہوئی۔ ۹: تُو توحید میں غائب ہو جا اور گم ہونے سے وحدت حاصل ہوتی ہے۔

سُلطان محمود کی حکایت

۱: ہُد ہُد نے کہا کہ ایک مبارک دن جبکہ محمود کے لشکر دیکھنے کا دن تھا۔ ۲: بادشاہ اپنی فوج اور ساتھیوں کے ہمراہ جنگل میں گیا اور ایک اونچے مقام پر بادشاہ بیٹھا۔ ۳: محمود کے قریب اُس کا غلام ایاز اور اُس کا وزیر حسن مہندی تھا اور یہ دونوں لشکر کے حالات بتا رہے تھے۔ ۴: تمام میدان میں فوج اور ہاتھیوں کی کثرت ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے چیونٹیاں پھر رہی ہیں۔ ۵: آج تک کسی انسان نے اتنا بڑا لشکر نہیں دیکھا ہوگا اور اس فوج سے بڑی کوئی اور فوج نہ دیکھی ہوگی۔ ۶: بادشاہ نے اپنے خاص غلام ایاز سے کہا کہ اے لڑکے! ۷: یہ جتنی بھی فوج اور لشکر ہے یہ میری ملکیت ہے اور میں تیری ملکیت ہوں تو میرا بادشاہ ہے۔ ۸: اگر چہ بادشاہ نے یہ الفاظ کہے لیکن ایاز بہت بے قرار تھا۔ ۹: اُس وقت ایاز نے بادشاہ کی تعظیم نہیں کی اور اپنے دل میں کہا کہ محمود نے مجھے بادشاہ کیوں کہا ہے۔ ۱۰: وزیر حسن نے ناراض ہو کر کہا کہ اے غلام! بادشاہ تیری اتنی عزت کرتا ہے۔ ۱۱: اور تو اس طرح بے عزتی کر رہا ہے تو جھک کر زمین بوسی نہیں کرتا۔ ۱۲: تو عزت واحترام کیوں نہیں کرتا کیا بادشاہوں کے سامنے حق شناسی نہیں کرنی چاہیے۔ ۱۳: جب ایاز نے یہ بات سنی تو کہا کہ اس کے جواب دو ہو سکتے ہیں۔ ۱۴: ایک تو جواب یہ ہے کہ اگر کوئی بادشاہ کے سامنے زمین بوسی کرتا ہے۔ ۱۵: تو یا تو عاجزی سے اُس کے سامنے زمین پر گر پڑتا ہے یا رو رو کر اُس سے اپنی درخواست عرض کرتا

ہے۔ ۱۶: بادشاہ سے زیادہ ہونا یا کم ہونا دونوں حالتوں میں بادشاہ کی برابری مقصود ہے۔ ۱۷: میری ہستی ہی کیا ہے کہ ایسی جرأت کرسکوں اور بادشاہ کی برابری کروں۔ ۱۸: میں بادشاہ کا غلام ہوں اور میری عزت اُس کی دی ہوئی ہے۔ میں چیز ہی کیا ہوں سب کچھ اُسی کا حکم ہے۔ ۱۹: وہ بات جو بادشاہ روز کرتا ہے، آج اُس نے غلام ایاز سے کی ہے۔ ۲۰: اگر دونوں جہان اس کے نام کا خطبہ پڑھیں جب بھی اس کے احسان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے۔ ۲۱: میں بھلا کس گنتی میں ہوں جو اس میدان میں نکلوں۔ ۲۲: میں اُس کی تعظیم اور زمین بوسی بھی نہیں کرتا اور نہ اُس پر چڑھائی کرتا ہوں میری ہستی ہی کیا ہے جو اُس کی برابری کرسکوں۔ ۳۲: جب حسن نے ایاز کی یہ بات سنی تو کہا، اے حق شناس غلام شاباش۔ ۳۳: میں اس بات کو ماننے کے لیے تیار ہوں کہ تو ہر گھڑی بادشاہ کی سینکڑوں عنایات کے لائق ہے۔ ۳۴: پھر حسن نے کہا کہ دوسرا جواب بتاؤ ایاز نے کہا کہ یہ تیرے سامنے بتانا درست نہیں ہے۔ ۳۵: اگر میں اور بادشاہ اکیلے ہوں اُس وقت اس کا بتانا درست ہے۔ ۳۶: چونکہ تو ان باتوں کا جاننے والا نہیں ہے اس لیے میں یہ بات تیرے سامنے نہیں کہہ سکتا کیونکہ تو بادشاہ نہیں ہے (بادشاہ اس راز سے واقف ہے)۔ ۳۷: بادشاہ نے وزیر حسن کو فورا بھیج دیا اور حسن بھی فوج کے سپاہیوں کی طرح دور کھڑا ہو گیا۔ ۳۸: چونکہ اُس خلوت میں نہ ''ہم'' (یعنی دوئی) تھے نہ ''میں'' (یعنی دوئی) ایسی حالت میں حُسن بال کے برابر بھی ہو تو اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ ۳۹: بادشاہ نے کہا کہ اب خلوت ہوگئی وہ راز اب مجھے بتا۔ ۴۰: ایاز نے کہا کہ جس وقت بادشاہ مجھ پر مہربان ہوتا ہے اور مجھ غریب پر مہربانی کی نظر کرتا ہے۔ ۴۱: اُس نگاہ کی روشنی میں میرا وجود غائب ہو جاتا ہے۔ ۴۲: بادشاہ کے آفتاب کی روشنی میں بالکل غائب ہو جاتا ہوں۔ ۴۳: جب کہ میرا وجود ہی نہیں رہتا تو پھر میں بادشاہ کے سامنے سجدہ کیسے کروں۔ ۴۴: اگر اُس وقت کوئی مجھے دیکھے تو اس وقت میں ایاز غلام نہیں ہوتا۔ بلکہ دُنیا کا بادشاہ ہوں۔ ۴۵: اگر تو مجھ پر سینکڑوں مہربانیاں کرتا ہے تو وہ مہربانیاں مجھ پر نہیں کرتا بلکہ اپنے آپ پر کرتا ہے۔ ۴۶: اگر سورج کی روشنی میں سایہ غائب ہو جائے تو پھر وہ سایہ زمین بوسی کیونکر کرسکتا ہے (کیونکہ دھوپ میں سایہ کا وجود ہی نہیں ہوتا)۔ ۴۷: ایاز تیرے کوچہ میں سایہ کی طرح ہے اور تیرے چہرے کے سورج کی روشنی میں غائب ہو گیا ہے۔ ۴۸: جب میں غلامی کی قید سے آزاد ہو گیا تو جو تیرا جی چاہے کہہ کیونکہ اب تو خود ہے، ایاز نہیں رہا۔

وادیِ حیرت کی صفت میں

۱: اس کے بعد وادیٔ حیرت آتی ہے جہاں ہمیشہ حسرت و یاس سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ ۲: ہر سانس یہاں تلوار کی طرح زخم لگاتا ہے اور ہر گھڑی رنج و افسوس ہوتا ہے۔ ۳: اس وادی میں جانے والوں کے ہر ایک بال سے تلوار کے زخم کے بغیر خون ٹپکتا ہے جس سے ایک تحریر لکھی جاتی ہے جس کا مطلب افسوس ہوتا ہے۔ ۴: اس وادی میں آہ، درد اور سوز و گداز ملتا ہے اس جگہ نہ دن دن ہوتا ہے اور نہ رات رات ہوتی ہے۔ ۵: یہاں آکر آگ بجھ جاتی ہے اور اس کے دل کا درد انسان کے دل و جان کو جلا دیتا ہے۔ ۶: جب کوئی حیران و پریشان شخص اس جگہ جاتا ہے تو وہ حیرت د

استعجاب میں اپنا راستہ گم کر دیتا ہے۔ ۷:اس کے دل میں توحید خداوندی کا جس قدر بھی خیال ہوتا ہے یہاں آنے کے بعد سب غائب ہو جاتا ہے۔ ۸:اگر اس سے پوچھا جائے کہ تو زندہ ہے یا نہیں اور تیری ہستی موجود ہے یا تو معدوم ہو چکا ہے۔ ۹:تُو اس دنیا کے بیچ میں ہے یا اس سے باہر ہے تو کنارہ پر ہے یا اس میں غائب ہے یا اس میں ظاہر ہے۔ ۱۰:تو فنا ہو چکا ہے یا ابھی باقی ہے یا تو فنا اور بقا سے آزاد ہے۔ ۱۱:وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے ان باتوں کی بالکل خبر نہیں ہے اور میں فنا اور بقا سے بالکل بے خبر ہوں۔ ۱۲:میں عاشق ہوں لیکن یہ نہیں جانتا کہ کس پر عاشق ہوں نہ میں مسلمان ہوں نہ کافر ہوں اور نا معلوم میں کیا کیا ہوں۔ ۱۳:لیکن میں عشق سے بھی واقف نہیں ہوں میرا دل عشق کی لذت سے آشنا بھی ہے اور اس سے بے خبر بھی ہے۔

بادشاہ کی لڑکی کا غلام پر عاشق ہونا

۱:ایک بادشاہ جو تمام دُنیا پر حکمران تھا اس کے محل میں اس کی ایک لڑکی تھی۔ ۲:اپنی خوب صورتی کی وجہ سے وہ رشک پری لڑکی حضرت یوسف کا سا حسن رکھتی تھی اور اس کے چہرہ پر چاہ زنخداں بھی موجود تھا چاہ زنخداں ٹھوڑی کے گڑھے کو کہتے ہیں جو خوب صورتی کی نشانی ہے)۔ ۳:اُس کی زلفوں سے ہزاروں کے دل زخمی ہوتے تھے اور اس کے سر کے ہر ایک بال میں ایک عاشق کی جان اٹکی ہوئی تھی۔ ۴:وہ جنت کی طرح خوب صورت تھی اور اس کی بھنویں کمان کی طرح تھیں۔ ۵:جب کہ اُس کی ابرو سے تیروں کی بارش ہوتی تھی تو اس وقت ''قاب قوسین'' بھی اُس کی تعریف کرتا تھا (قاب قوسین ایک آیت قرآن کا ٹکڑا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ شب معراج حضرت رسول خدا صلعم اور خدا کا درمیانی فاصلہ دو کمانوں کو ملانے کے بعد جو فاصلہ رہتا ہے اس سے بھی کم رہ گیا تھا۔ ۶:اُس کی آنکھیں نرگس سی مست تھیں جو بڑے بڑے عقل مندوں کو مست و دیوانہ کر دیتی تھیں۔ ۷:اُس عذرا جیسی معشوق اور سورج جیسی حسین کا چہرہ خوب صورتی اور حسن میں چاند سے بھی زیادہ تھا (عذرا عرب کی ایک مشہور معشوقہ کا نام ہے جس پر وامق عاشق ہوا تھا)۔ ۸:اُس کے دانت گویا یاقوت کی ڈبیا تھے جو روح کی تقویت کا باعث تھے جنہیں دیکھ کر جبرئیل حیران تھے۔ ۹:جب وہ ہنستی تھی تو اس کے ہونٹ آب حیات معلوم ہوتے تھے تو انہیں دیکھ کر پیاسا ہو جاتا اور ان سے خیرات کے طور پر پانی مانگتا۔ ۱۰:جو اس کے زنخداں کو دیکھ لیتا تھا وہ اس کنوئیں میں سر کے بل گر پڑتا تھا۔ ۱۱:جو اس کے چاند جیسے چہرہ کا شکار (عاشق) ہو جاتا تھا وہ بغیر رسی کے کنوئیں میں جا پڑتا تھا (جہاں سے نکلنا دشوار تھا)۔ ۱۲:الغرض بادشاہ کی خدمت میں ایک چاند جیسا خوب صورت غلام آیا۔ ۱۳:وہ غلام نہیں تھا بلکہ اس کو اس قدر خدا نے حسن دیا تھا کہ چاند اور سورج کو بھی نہیں مل سکتا۔ ۱۴:تمام دُنیا میں اس جیسا کوئی حسین نہیں تھا اور کسی کو ایسا حسن نہیں ملا تھا۔ ۱۵:اُسے بازار میں دیکھ کر لاکھوں انسانوں کی آنکھیں چکا چوند ہو جاتی تھیں۔ ۱۶:ایک دن اتفاقاً بادشاہ کی لڑکی نے اس غلام کو دیکھ لیا۔ ۱۷:اُس کا دل قابو سے باہر ہو گیا اور خون میں تڑپنے لگا اور یہ اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھی۔ ۱۸:اُس کی عقل جاتی رہی اور عشق نے اُس پر غلبہ پالیا اور اُس کی پیاری جان مصیبت میں مبتلا ہو گئی۔ ۱۹:بہت مدت

تک یہ دل میں سوچتی رہی۔ آخر کار اس سے صبر نہ ہوسکا اور یہ بے قرار رہنے لگی۔ ۲۰:یہ اُس غلام کے عشق اور جدائی میں گھلی جاتی تھی اور اس سوز وگداز میں اس کے دل کا شوق اور بھی بڑھ رہا تھا۔ ۲۱:شہزادی کی خدمت میں دس گانے والی لونڈیاں حاضر رہتی تھیں جنھیں گانے میں بہت دسترس اور کمال حاصل تھا۔ یہ تمام لونڈیاں گویا موسیقار اور بلبل کی طرح گاتی تھیں (موسیقار ایک پرندہ ہے جس سے لفظ موسیقی نکلا ہے) اور گانے کو اس کی آواز کی وجہ سے عروج و شہرت حاصل تھی۔ ۲۳:ان کی آواز جس کسی کے کان میں بھی پہنچ جاتی تھی وہ بے قرار اور بے ہوش ہو جاتا تھا۔ ۲۴:شہزادی نے اپنے عشق کا فوراً ان سے اظہار کیا اور اپنی ناموس و عزت اور جان تک کھونے پر رضامند ہوگئی۔ ۲۵:جس کو معشوق سے عشق ہو جائے پھر اُس کی جان کی کیا حقیقت رہتی ہے۔ ۲۶:شہزادی نے کہا کہ اگر میں اپنے عشق کا سب کے سامنے اعلان کر دوں تو لوگ میری زندگی دشوار کر دیں گے۔ ۲۷:شہزادی ہونے کی وجہ سے جو میری عزت اور مرتبہ ہے اس سے مجھے بہت نقصان پہنچ رہا ہے میں اس غلام تک کیسے پہنچوں۔ ۲۸:میں اپنے عشق کا اظہار سب کے سامنے نہیں کرتی بلکہ پوشیدہ طور پر روتے روتے جان دے دوں گی۔ ۲۹:میں نے صبر کی ہدایت میں سینکڑوں کتابیں پڑھی ہیں لیکن اب میں کیا کروں اب مجھ سے صبر نہیں ہوسکتا۔ ۳۰:میں اس سرو قد معشوق (غلام) کے عشق میں جل رہی ہوں اور اسے اس کی خبر تک نہیں ہے۔ ۳۱:اگر میری مراد مل جائے تو میری زندگی کا مقصد حاصل ہو جائے۔ ۳۲:جب ان لونڈیوں نے یہ بات سنی تو کہا کہ ہمارا دل خوش کرنے کی فکر کیجیے۔ ۳۳:ہم آج رات اُس غلام کو سب سے چھپا کر آپ کے سامنے لے آئیں گی اور کسی کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔ ۳۴:ان میں سے ایک لونڈی غلام کے پاس گئی اور اس نے کہا کہ ایک شراب کا پیالہ لاؤ۔ ۳۵:اس نے شراب میں بے ہوشی کی دوا ڈال دی اور بے ہوش کر دیا۔ ۳۶:جب غلام نے یہ پیالہ پیا تو بے ہوش ہوگیا اور اس خوب صورت لونڈی کا کام بن گیا۔ ۳۷:وہ غلام صبح سے شام تک بے ہوش رہا اور اسے دُنیا کی کچھ خبر نہیں ہوئی۔ ۳۸:رات کے وقت وہ لونڈیاں غلام کے پاس گرتی پڑتی آتی تھیں۔ ۳۹:اور اُس غلام کو ایک بستر پر لٹا کر پوشیدہ طور پر شہزادی کے پاس لے گئیں۔ ۴۰:فوراً اسے سونے کے تخت پر بٹھاتی تھیں اور اس کے سر پر جواہرات نثار کیے۔ ۴۱:آدھی رات کے وقت وہ بے ہوش غلام اپنی مست آنکھیں کھولتا تھا۔ ۴۲:اُس نے جنت جیسا محل دیکھا جس میں سونے کے تخت بچھے ہوئے تھے۔ ۴۳:عنبر کی شمع جل رہی تھی اور لکڑیوں کی جگہ عود روشن تھا۔ ۴۴:ان خوب صورت لونڈیوں نے مل کر گانا شروع کیا جس کو سن کر جان سے عقل اور جسم سے جان رخصت ہوگئی۔ ۴۵:اُس رات وہ شہزادی بھی ان کے درمیان میں موجود تھی اور شمع کی طرح روشن تھی۔ ۴۶:اس خوشی اور مسرت میں شہزادی غلام کو دیکھنے میں محو تھی۔ ۴۷:اُس کے پاس اب نہ عقل رہی تھی نہ جان! اسے نہ اس دنیا کی خبر تھی اور نہ دوسرے عالم کی۔ ۴۸:اس کے سینے میں عشق تھا اور زبان گونگی تھی اور اس کی جان عشق کی وجہ سے بے حال تھی۔ ۴۹:اس کی آنکھیں غلام کے چہرہ پر لگی ہوئی تھیں اور کان گانے کی طرف متوجہ تھے۔ ۵۰:وہ عنبر کی خوشبو سونگھ رہی تھی اور اس کے منہ میں گویا آگ لگی ہوئی تھی۔ ۵۱:اُسی حالت میں شہزادی نے غلام

کوشراب کا پیالہ دیا اور نقل کے طور پر غلام کا بوسہ لیا (نقل وہ چیز شراب سے پہلے کھائی جائے)۔۵۲: غلام کی آنکھیں شہزادی کے چہرہ پر جم گئیں اور حیرت سے دیکھتا رہا۔۵۳: چونکہ اس کی زبان سے اس کے جذبات ادا نہیں ہو سکتے تھے اُس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھا ہوا تھا اور وہ حیرت و پریشانی میں سر کھجا رہا تھا۔۵۴: اور وہ خوب صورت شہزادی بھی زار و قطار رو رہی تھی۔۵۵: کبھی وہ غلام کے شیریں لبوں کا بوسہ لیتی تھی اور کبھی اس بوسہ سے اپنے جگر پر نمک پاشی کرتی تھی۔۵۶: کبھی یہ غلام کی سرکش زلفوں کو پریشان کرتی تھی اور کبھی اس کی جادو سے بھری ہوئی آنکھوں میں گم ہو جاتی تھی۔۵۷: اور وہ مست غلام شہزادی کے سامنے بالکل دیوانوں کی طرح خاموش بیٹھا تھا اور اس کی مست آنکھیں کھلی تھیں۔۵۸: ابھی غلام اس نظارہ میں محو تھا کہ اتنے میں مشرق سے صبح نمودار ہو گئی۔۵۹: صبح کے وقت صبح کی ٹھنڈی ہوا چلنی شروع ہوئی اور غلام مست ہو گیا۔۶۰: جب وہ غلام سو گیا تو لونڈیاں اسے اُٹھا کر وہاں سے لے گئیں۔۶۱: اس کے بعد جب اُس خوب صورت غلام کو ہوش آیا۔۶۲: اس کے ذہن میں ایک خاکہ سا باقی تھا لیکن اسے خبر نہیں تھی کہ یہ کیا چیز تھی اب وہ پہلے جیسا غلام تھا، اُس وقت اُس عالم کے متعلق سوچنے سے کیا فائدہ ہو سکتا تھا۔ ۶۳: اگرچہ صبح اُس میں بالکل طاقت باقی نہیں رہی تھی لیکن اُس نے سر پر پانی ڈالا۔۶۴: اُس نے ہاتھ مار کر اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اپنے بال نوچ لیے اور سر پر خاک ڈالی۔۶۵: اُس سے لوگوں نے ماجرا پوچھا اُس نے جواب دیا کہ اس بات کو میں بتا نہیں سکتا۔۶۶: جو چیز کہ میں نے ظاہرا طور پر دیکھی ہے وہ کوئی خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتا۔ ۶۷: جو مصیبت مجھ اکیلے شخص پر پڑی ہے آج تک کسی کو اس سے سابقہ نہیں پڑا ہوگا۔۶۸: جو کچھ میں نے دیکھا ہے میں اسے بیان نہیں کر سکتا۔ اس سے عجیب واقعہ کوئی شخص نہیں دیکھ سکتا۔۶۹: ہر ایک شخص نے کہا کہ آخر ہوش میں آ کر تھوڑا بہت کچھ تو بیان کر، سو باتوں میں سے ایک بات تو کہو۔۷۰: غلام نے کہا کہ میں غم میں مبتلا ہوں بھلا کبھی دیوانے بھی باتیں کیا کرتے ہیں۔۷۱: میں نے سب کچھ سنا اور کچھ بھی نہیں سنا میں نے سب کچھ دیکھا ہے اور میں نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔۷۲: اک عقل مند نے کہا کہ اس نے ایک خواب دیکھا ہے اور اب یہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ ۷۳: اُس نے کہا میں کچھ نہیں جانتا کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ خواب میں دیکھا تھا یا جاگتے ہوئے دیکھا۔ ۷۴: مجھے یہ بھی خبر نہیں کہ جو کچھ میں نے دیکھا وہ دیوانگی اور مستی کی حالت میں دیکھا یا ہوشیاری کے عالم میں دیکھا۔ ۷۵: اس سے زیادہ دنیا میں کسی کا عجیب حال نہیں ہوا ہوگا، خواہ ظاہرا طور پر یا پوشیدہ۔۷۶: نہ میں کچھ کہہ سکتا ہوں نہ خاموش رہ سکتا ہوں اور نہ میں بے ہوش ہی رہ سکتا ہوں۔۷۷: نہ میں اپنی جان کو بھلا سکتا ہوں اور نہ مجھے اپنی جان کی کچھ خبر ہے۔۷۸: میں نے ایک ایسے حسین کو دیکھا ہے کہ ایسا حسن کسی کو آج تک نہیں ملا۔۷۹: اُس کے چہرہ کے مقابلہ میں آفتاب کی حقیقت ایک معمولی ذرہ سے زیادہ نہیں اور باقی باتیں خدا بہتر جانتا ہے۔۸۰: جب مجھے خبر نہیں تو میں اس سے زیادہ اور کیا بیان کروں۔ اگرچہ میں نے اُسے اس سے زیادہ دیکھا ہے۔۸۱: میں اسی بات میں حیران ہوں کہ آیا میں نے اُسے دیکھا بھی ہے یا نہیں۔

اُس ماں کی حکایت جو اپنی لڑکی کی خاک پر روتی تھی

۱: ایک ماں اپنی لڑکی کی قبر پر رو رہی تھی۔ ایک عقل مند نے اُس عورت کو دیکھا۔ ۲: اُس عورت نے کہا کہ اے شخص تو اور لوگوں سے اپنے علم کی وجہ سے سبقت لے گیا ہے۔ خدا کی قسم کیا تجھے معلوم ہے کہ میری لڑکی کس طرح ہے۔ ۳: وہ مجھ بے صبر سے اس قدر دور کیوں چلی گئی ہے۔ ۴: اُس کا حال معلوم ہے کہ وہ کیسی ہے اور اُسے معلوم ہے کہ اُس کے لیے کون روتا ہے۔ ۵: اس غم زدہ کا حال بہت تباہ ہے وہ دن رات بیٹھی رو رہی ہے۔ ۶: مجھے یہ بھی خبر نہیں کہ میں دُنیا میں کس کے لیے رو رہی ہوں (روتے روتے بالکل بے ہوش ہوگئی ہوں)۔ ۷: اور مجھ غم زدہ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ میں کس سے دور ہوں۔ ۸: اس وقت وہ مجھ سے ہزار درجہ بہتر ہے کیونکہ اُسے اپنی کھوئی ہوئی چیز کا پتہ لگ گیا ہے۔ ۹: مجھے اس کی خبر نہیں...... اس لیے مجھے حیرت ہے اور اس حیرت میں میرا خون بہہ رہا ہے۔ ۱۰: اس منزل میں جس نے اپنا دل کھو دیا اور بلکہ جس نے اپنی منزل مقصود بھی غائب کر دی۔ ۱۱: عقل کی رسی کا سرا گم ہو گیا ہے اور غرور کے گھر کا دروازہ غائب ہو گیا ہے۔ ۱۲: جو شخص وہاں پہنچتا ہے وہ اپنا سر کھو دیتا ہے اور عناصر اربعہ (آب و آتش۔ خاک و باد) سے باہر ہو جاتا ہے (مر جاتا ہے)۔ ۱۳: اگر کسی کو اس جگہ تک آنے کا راستہ مل جائے تو تمام بھید ایک گھڑی میں معلوم ہو جائیں۔

حکایت صوفی اور اُس شخص کی جس نے چابی کھودی تھی

۱: ایک صوفی جا رہا تھا اس نے آواز سُنی۔ ایک شخص کہہ رہا تھا کہ میں نے اپنی چابی کھودی ہے۔ ۲: کیا کسی کو چابی ملی ہے کیونکہ دروازہ بند ہے اور میں باہر کھڑا ہوں۔ ۳: اگر میرے گھر کا دروازہ بند ہو تو میں کیا کروں جب مجھے ہمیشہ رنج و غم رہے تو میں کیا علاج کروں۔ ۴: صوفی نے جواب دیا کہ تیری باتیں نرالی ہیں دروازہ سے تجھے کیا مطلب۔ اسے بند رہنے دے تو مکان کے اندر چلا جا۔ ۵: تو اس بند دروازہ پر کیوں بیٹھا ہے کیا تو اسے کسی طرح کھول نہیں سکتا۔ ۶: تیرا کام بہت آسان ہے لیکن میرا کام مشکل ہے کیونکہ حیرت و تعجب میں میری جان جلی جاتی ہے۔ ۷: میرے کام کا نہ سر ہے نہ پاؤں، نہ اس کی چابی ہے نہ اس کا دروازہ۔ ۸: اے صوفی، کاش تو اور زیادہ بھاگتا اور اپنے کام کا دروازہ بند کیا ہوا ڈھونڈھ لیتا۔ ۹: انسان کو سوائے خیال اور فکر کے کچھ نہیں ملا کسی کو خبر نہیں کہ اصلیت کا کیا حال ہے۔ ۱۰: جو شخص یہ کہے کہ میں کیا کروں تو اُسے کہہ دے کہ کچھ مت کر اور جو تو نے اب تک کیا ہے وہ مت کر۔ ۱۱: جو وادی حیرت میں داخل ہوتا ہے وہ ہر ایک سانس حسرت و یاس کے ملک میں لیتا ہے۔ ۱۲: میں کب تک حسرت و یاس میں مبتلا رہوں جب اوروں نے راستہ کھو دیا تو مجھے یہ راستہ کیسے ملے۔ ۱۳: مجھے کچھ معلوم نہیں ہے کاش کہ مجھے معلوم ہوتا اور اگر مجھے معلوم بھی ہوتا تو میں حیرت میں پڑا رہتا۔ ۱۴: انسان کے لیے یہ شکر ادا کرنے کا مقام ہے کیونکہ یہاں کفر ایمان ہو جاتا ہے اور ایمان کفر بن جاتا ہے۔

شیخ نصر آباد کا آتش کدہ میں جانا

۱: شیخ نصر آباد کے دل میں عشق خدا کا درد اُٹھا اور انھوں نے خدا کے بھروسے پر چالیس مرتبہ حج کیا۔۲: اس کے بعد ایک شخص نے انہیں بہت کمزور دیکھا۔ لمبے لمبے بال جسم پر تھے اور صرف ایک پاجامہ تھا۔ باقی بالکل ننگے تھے۔ ۳: آپ کے اندر اور باہر گویا ایک آگ سی لگی ہوئی تھی جس میں آپ جل رہے تھے۔ آپ نے زنار باندھا تھا اور آپ کا دل کھلا ہوا تھا۔۴: آپ نے فخر و غرور کی وجہ سے نہیں بلکہ سچے دل سے ایک آتش خانہ کا طواف کیا۔ ۵: اُس شخص نے کہا کہ اے بزرگ شیخ یہ کیا حرکت ہے اس پر شرم کیجیے۔ ۶: آپ نے چالیس سال تک برابر حج کیا ہے اور بادشاہت کی کیا اس کا مطلب یہ کافری ہے۔ ۷: آپ کی یہ حرکت ایمان کی مزدوری کی وجہ سے ہے' صوفیوں کو آپ کی وجہ سے بدنامی ہوگی۔ ۸: یہ کام (آتش کدہ کا طواف اتنے بڑے شیخ نے کیا ہے۔ کیا آپ کو صبر نہیں کہ یہ کافروں کا آتش خانہ ہے۔ ۹: شیخ نے جواب دیا کہ میں بڑی مشکل میں ہوں اس آگ نے مجھے برباد کر دیا۔ ۱۰: اس کی وجہ سے میری عزت و ناموس برباد ہوگئی' میرے گھر اور سب سامان میں آگ لگ گئی۔ ۱۱: میں حیران پھر رہا ہوں میری سمجھ میں اس کا کوئی علاج نہیں آتا۔ ۱۲: جب کہ میری جان میں اس طرح آگ لگ گئی پھر مجھے اپنی عزت کا کس طرح خیال رہ سکتا ہے۔ ۱۳: جب سے میں اس مصیبت میں گرفتار ہوا ہوں اُس وقت سے میں کعبہ کے بُت خانہ سے بیزار ہو گیا ہوں۔ ۱۴: اگر تجھے میری حالت دیکھ کر ذرا بھی حیرت ہوگی تو میری طرح تو بھی حسرت میں گرفتار ہو جائے گا۔

ایک مُرید کی حکایت کہ جس نے اپنے پیر کو خواب میں دیکھا تھا

۱: ایک نئے مرید کا دل سورج کی طرح روشن تھا' اس نے ایک رات اپنے پیر کو خواب میں دیکھا۔ ۲: اُس نے کہا کہ حیرت کی وجہ سے میرا دل خون ہو گیا ہے' آپ بتایے کہ آپ کا وہاں کیسا حال ہے۔ ۳: آپ کے فراق میں میرا دل شمع کی طرح جل رہا ہے جب سے آپ گئے ہیں میں بہت رنجیدہ رہتا ہوں۔ ۴: میں حیرت کی وجہ سے یہاں بھیدوں کو تلاش کر رہا ہوں۔ آپ کا حال کیسا ہے فرمایے۔ ۵: پیر نے جواب دیا کہ میں بھی حیرت میں پڑا ہوا ہوں اور اپنی زندگی پر افسوس و تاسف کرتا ہوں۔ ۶: ہم اس قبر کے تاریک قید خانہ میں تجھ سے زیادہ حیرت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ۷: آخرت کی حیرت کا ایک ذرہ دنیا کے پہاڑوں سے زیادہ ہے۔

وادیِ فقر و فنا کی صفت میں

۱: اس کے بعد فقر و فنا کی وادی ہے' اس کے متعلق کچھ کہنا مناسب نہیں۔ ۲: اس وادی میں پہنچ کر انسان اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔ گونگا، بہرہ اور بے ہوش ہو جاتا ہے۔ ۳: ہزاروں سائے تو اس ایک خورشید کے سامنے غائب

دیکھے گا۔ ۴: جب تمام سمندر ہی متحرک ہو گیا تو پھر اس کے نقوش کیسے قائم رہ سکتے ہیں۔ ۵: یہ تمام دُنیا نقش بر آب ہے (فانی) ہے اور جو اس بات سے انکار کرتا ہے وہ دیوانہ ہے۔ ۶: جو شخص اُس کل (خدا کی ذات سے مراد ہے) کے سمندر میں گم ڈوبتا ہے وہ ہمیشہ کم آرام سے رہتا ہے اور فارغ البال نہیں ہوتا۔ ۷: اس مقام پر جا کر دل کو راحت نہیں ملتی اور سوائے فنا ہونے کے کچھ نہیں ملتا۔ ۸: اگر انسان کو یہ تھوڑی سی زندگی دوبارہ دے دی جائے یہ خدا کی صنعت کو پھر دیکھ سکتا ہے اور خدا اس کے فرائض کو اور بڑھا دے گا۔ ۹: اس راستہ پر چلنے والے بڑے بڑے جوان ہمت اور مرد میدان جب اس میدان ہمت میں داخل ہوئے۔ ۱۰: تو ہمت والے راستہ بھول گئے' بے شک کسی کو ایک اور قدم چلنے کی جرات تک نہیں ہوئی۔ ۱۱: جمادات یا انسان سب کے سب پہلے ہی قدم میں ڈگمگا گئے۔ ۱۲: جبکہ عود اور معمولی لکڑی آگ میں جلتی ہے تو دونوں خاک ہو جاتے ہیں۔ ۱۳: اگر چہ یہ دونوں چیزیں شکل میں ایک سی ہوتی ہیں لیکن اوصاف کے لحاظ سے عود زیادہ قیمتی اور بہتر ہے۔ ۱۴: اگر کوئی نجس چیز کیچڑ میں دھنس جائے تو اس کی صفات اور خاصیتیں بالکل ویسی ہی رہتی ہیں (یعنی نجس چیز نجس ہی رہتی ہے)۔ ۱۵: لیکن اگر یہ ناپاک اور نجس چیز دریا میں گر پڑے تو یہ جو کچھ بھی ہو، اس کے لیے مناسب ہے (یعنی دریا میں جا کر یہ چیز پاک ہو جاتی ہے)۔ ۱۶: وہ دریا کی حرکت میں مل جاتی ہے اب دریا میں مل کر یہ جو کچھ بھی ہو اس کے لیے زیادہ مناسب ہے۔ یہ چیز جو کچھ بھی ہوتی ہے خیال اور عقل سے اس کا بیان باہر ہے۔

محمود طوسی کی اپنے مُرید سے گفتگو

۱: ایک رات محمود طوسی جو خدا کے بھیدوں کے سمندر تھے۔ اپنے ایک مُرید سے کہہ رہے تھے کہ تو ہمیشہ گھلتا رہ۔ ۲: پہلے تو نے عشق کی منزل میں قدم ہی کیوں رکھا تھا پھر بعد میں تو کمزوری کی وجہ سے بال کے برابر نحیف و زار ہو گیا۔ ۳: جب تیرے جیسا شخص بال کی طرح کمزور اور نحیف ہو جائے تو اُس کی جگہ معشوق کی زلف میں ہے۔ ۴: جو شخص معشوق کے عشق میں بال کی طرح کمزور ہو جائے بے شک اُس بال (عاشق) کے لیے مناسب جگہ معشوق کی گلی ہے۔ ۵: اے عقل مند اگر تو انسان کی زندگی کا مطالعہ کرتا ہے تو نہایت باریک بینی سے ایک ایک بال کا ملاحظہ کر۔ ۶: اگر تجھ میں غرور اور خود بینی بال کے برابر بھی باقی رہ گئی تو تجھے سات دوزخوں میں جلایا جائے گا۔

اُس عاشق کی حکایت جو بہت روتا تھا

۱: ایک عاشق خُون کے آنسو رو رہا تھا اُس سے کسی نے پوچھا کہ تو کیوں رو رہا ہے۔ ۲: اُس نے جواب دیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ کل قیامت کے دن اگر خدا نے ہم سے سوال کیا۔ ۳: چالیس ہزار سال تک ہمیشہ اُس نے اپنے خاص خاص بندوں کو اپنے دربار میں آنے کی اجازت دی۔ ۴: وہ سب ایک وقت میں خدا کے سامنے حاضر ہو کر سجدہ کریں گے۔ ۵: مجھے خطرہ ہے کہ اُس وقت مجھے میرے ہوش و حواس واپس کر دیے جائیں گے اور مجھے اپنی زندگی کا

احساس ہو جائے گا۔۶: جب میں ایک گھڑی اپنے متعلق سوچوں گا تو اس غم سے نجات حاصل کر لونگا۔۷: جب میں غرور نہیں کرتا تو خدا کا مجھے قرب نصیب ہوتا ہے اس لیے میری خود بینی اور غرور بہت بُرا ہے (کہ یہ خدا سے دُور رکھتا ہے)۔۸: اُس وقت جبکہ مجھے اپنی خود بینی سے نجات مل جائے گی تو اُس بے خودی کی حالت میں مجھے خدائی کا درجہ بھی مل سکتا ہے۔۹: جو یہاں سے چلا گیا (مر گیا) وہ فنا ہو گیا اور جب فنا ہو گیا تو اُسے بقا نصیب ہو گئی۔۱۰: اگر تجھ میں اس مصیبت کے برداشت کرنے کی طاقت اور قوت ہے تو آگ کے راستہ پر چل۔۱۱: تو غمگین مت ہو کیونکہ چراغ میں تیل جل کر کوّے کے پر کی طرح سیاہ دُھواں بن جاتا ہے۔۱۲: اور جب یہ دھواں آگ پر سے گزرتا ہے تو اس سے اس کا وجود خارج کر دیا جاتا ہے (جلنے کے بعد تیل دھواں بن جاتا ہے)۔۱۳: اگر تو جلانے والی آگ پر چلے اور قرآن جیسا تو پاک وصاف ہو جائے۔۱۴: اور پھر تو چاہے کہ اُس جگہ پہنچ جائے اُس وقت تو وہاں تک پہنچ سکتا ہے۔

۱۵: پہلے تو اپنے نفس کو آزاد کر اور پھر اپنے حصہ کو عدم سے بھی آگے لے جا (فنا ہو جا)۔۱۶: نیستی کی چادر کو سر سے اُتار کر پھینک دے (پھر تو فنا نہیں ہو سکتا کیونکہ اب تجھے بقا نصیب ہو گئی) اور بقائے دوام کی چادر کو اوڑھ لے۔

۱۷: اپنے پاؤں محویت اور استغراق کی رکاب میں ڈال (دُنیا سے غافل ہو جا) اور اپنی ناکامی و یاس کا گھوڑا بڑھا (ناکامی دُنیاوی معاملات میں تجھے ہو گی)۔۱۸: اس کے بعد فنا ہے اور تو اس سے زیادہ کم نہیں ہو سکتا (فنا سے زیادہ کوئی درجہ نہیں ہے) اور اس کے بعد کوئی اور قسم اور درجہ باقی نہیں ہے۔۱۹: اسی طرح تو خوش وخرم رہ یہاں تک تیری زندگی ختم ہو جائے۔۲۰: اگر تجھ میں اس دنیا کا ذرا سا بھی اثر باقی رہا (دُنیاوی تعلقات قائم رہے) تو دوسری دُنیا میں تجھے بال کے برابر بھی جگہ نہیں مل سکتی۔۲۱: تو نیستی کا لباس پہن لے (فنا ہو جا) اور وفا کا پیالہ پی لے۔۲۲: تو اس مشکل اور مصیبت کے وقت اپنی کمر پر فنا کی پٹی باندھ لے۔

پروانوں کا شمع کے عشق میں جمع ہونا

۱: ایک رات تمام پروانے ایک جگہ شمع کے عشق میں جمع ہوئے۔۲: تمام نے کہا کہ ہمیں ایک ایسے پروانے کی ضرورت ہے جو ہمارے معشوق (شمع) سے واقف ہو۔۳: ایک پروانے نے بہت دُور سے ایک محل دیکھا اور اُس محل میں شمع کا نور دیکھا۔۴: وہ واپس آیا اور اُس نے اپنی قوم کے سامنے شمع کی تعریف میں دفتر کے دفتر بیان کر دیے۔

۵: ایک سمجھدار اور عقل مند بھی اس مجمع میں موجود تھا اس نے کہا کہ اس پروانہ کو شمع سے کوئی واقفیت نہیں ہے۔۶: ایک اور پروانہ گیا اور اس نے شمع کا نور بہت دور سے دیکھا اور اس پر گر پڑا۔۷: اپنے پر مارتا ہوا یہ شمع کی روشنی میں گیا شمع نے اس پر غلبہ حاصل کر لیا اور یہ ہار گیا۔۸: وہ واپس آیا اس نے شمع کے وصال کی داستان بیان کی۔۹: اُس سمجھدار نے کہا، اے دوست تو تیری ناواقفیت کی یہی نشانی ہے کہ تو دُوسرے پروانہ کی طرح باتیں کر رہا ہے۔۱۰: ایک پروانہ اور اُٹھا اور ناچتا کودتا شمع کی لو پر جا گرا۔۱۱: وہ آگ سے دست وگریبان ہو گیا اور اپنے آپ کو خوشی خوشی اُس میں فنا کر دیا۔۱۲: جب اُس کے سر سے پاؤں تک آگ لگ گئی تو اُس کے اعضا آگ کی طرح سُرخ ہو گئے۔۱۳: اُس سمجھدار

شخص نے اُس پروانے کو دُور سے دیکھا کہ شمع نے اُسے اپنے جیسے رنگ کا نورانی بنالیا ہے۔۱۴: اُس نے کہا بس یہی پروانہ کام کا ہے کسی کو کچھ خبر نہیں، سب کچھ یہی جانتا ہے۔۱۵: جو پروانہ کہ اس مجلس میں بے ہوش ہو گیا وہی سب باتیں جانتا ہے۔۱۶: جب تک تو اپنی جان اور جسم سے بے خبر نہیں ہو گا اُس وقت تک تجھے معشوق کی خبر نہیں لگ سکتی۔ ۱۷: جس کا ایک بال تک باقی ہے وہ اپنے معشوق کے لیے اپنے قتل کی بکمال رضا و رغبت اجازت دیتا ہے۔۱۸: جب تک کوئی اس جگہ کا رازدان نہ ہو اُس وقت تک وہ یہاں ایک گھڑی بھی نہیں ٹھہر سکتا۔

ایک شخص کا ایک صوفی کی گردن پر گھونسہ مارنا

۱: ایک صوفی جا رہا تھا کہ ایک ظالم نے بغیر کسی خطا کے نہایت زور سے اس کی گردن پر گھونسہ مارا۔۲: اُس نے نہایت رنجیدہ ہو کر سر موڑ کر کہا کہ جس شخص کو تو نے گھونسہ مارا ہے۔۳: تیس سال کے قریب ہوئے کہ وہ شخص مر گیا اور چلا گیا اُس کی مستی کا زمانہ ختم ہو گیا اور وہ مر گیا۔۴: اُس شخص نے کہا کہ اے جھوٹے بھلا کہیں مُردے بھی بولا کرتے ہیں (جو تو بول رہا ہے) اپنے جھوٹ پر شرم کر۔۵: جب تک تو زندہ ہے اور بول رہا ہے تو خدا کا دوست نہیں ہو سکتا اور جب تک تیری ہستی کا ایک بال تک بھی باقی ہے تو خدا کے بھیدوں سے واقف نہیں ہو سکتا۔۶: اگر ایک بال کا تعلق بھی باقی ہے تو خدا تک پہنچنے میں بہت زیادہ راستہ باقی ہے۔۷: اگر تو چاہتا ہے کہ اُس جگہ پہنچ جائے جب تک تیرا ایک بال بھی باقی ہے تو وہاں تک مشکل سے پہنچے گا۔۸: جو کچھ بھی تیرے پاس دُنیاوی ساز و سامان میں سے باقی ہے اُسے جلا دے حتیٰ کہ ایک ایک بال تک جلا ڈال۔۹: جب تیرے کفن کا ایک تار تک باقی نہ رہے اُس وقت ننگا آگ میں کود پڑ۔۱۰: جب تو اور تیرا سارا سامان راکھ ہو جائے گا اُس وقت تیرا غرور کم ہو گا۔۱۱: اور اگر حضرت عیسیٰؑ کی طرح تیرے پاس ایک سوئی تک باقی رہ گئی تو پھر تیرے راستہ میں سینکڑوں چور موجود ہیں (جو تجھے لوٹ لیں گے)۔۱۲: جب اس جگہ تیرے اور خدا کے درمیان ایک پردہ حائل ہو گیا اس لیے تیرا ملک و مال اور دولت کسی کام نہیں آ سکتی۔۱۳: جو کچھ بھی تیرے پاس ہے اُسے ایک ایک کر کے دوسروں کو تقسیم کر دے اور پھر تو گوشہ تنہائی میں جا کر بیٹھ جا۔۱۴: جب تیرے اندر بے خودی اور بے ہوشی جمع ہو جائے گی اُس وقت تو اچھائی اور بُرائی کی قید سے آزاد ہو جائے گا۔۱۵: جب اچھائی اور بُرائی کا سوال جاتا رہا تو سچا عاشق بن جائے گا اور اُس وقت تو عشق میں فنا ہونے کے قابل ہو گا۔

ایک خوب صورت شہزادہ پر ایک درویش کا عاشق ہونا

۱: ایک چاند جیسے خوب صورت اور سُورج جیسے شان دار بادشاہ کا حضرت یوسف جیسا حسین لڑکا تھا۔۲: کسی شخص نے اُس لڑکے جیسا خوب صورت کوئی اور نہیں دیکھا تھا اُس جیسا حسین اور ارجمند بھی نہیں دیکھا تھا۔۳: تمام معشوق اُس کے پاؤں کی خاک کے برابر تھے اور تمام بڑے بڑے لوگ اُس کے چہرہ کے غلام تھے۔۴: اگر وہ رات کے وقت محل سے نکلتا تو اس طرح معلوم ہوتا گویا جنگل میں سورج نکل آیا۔۵: اُس کی خوب صورتی کا حال بیان کرنا

ناممکن ہے کیونکہ اُس کی خوب صورتی بال کی طرح محدود اور کم نہیں تھی۔ ۶: اُس حضرت یوسفؑ جیسے حسین لڑکے کے حُسن کی تعریف پچاس سال میں بھی ختم نہیں ہوسکتی۔ ۷: اگر وہ اپنی زلفوں کی رسّی بنالیتا تو لاکھوں کے دل کنوئیں میں جاپڑتے (کہ اس کی رسی پکڑ کر باہر نکلیں گے)۔ ۸: اُس کی شمع کی طرح دُنیا کو جلانے والی زلفوں نے دُنیا کے لیے جینا دوبھر کر دیا تھا۔ ۹: اگر وہ اپنی نرگسی آنکھوں کو ذرا حرکت دیتا تو تمام دنیا میں آگ لگ جاتی۔ ۱۰: اُس کی ہنسی سے جب نمک پاشی ہوتی تھی تو موسم بہار میں ہزاروں پھول کھل جاتے تھے۔ ۱۱: اُس کے ذہن کی کسی کو خبر ہی نہیں تھی کہ کہاں ہے کیونکہ جو چیز موجود ہی نہ ہو اُس کے متعلق کوئی بات نہیں کہی جاسکتی۔ ۱۲: جب وہ پردے میں سے باہر نکلتا تھا تو اُس کا ہر ایک بال سینکڑوں انسانوں کو قتل کرتا تھا۔ ۱۳: وہ لڑکا تمام دُنیا کے انسانوں کے لیے فتنہ شر تھا میں جس قدر بیان کرسکتا ہوں اس سے کہیں زیادہ خوب صورت تھا۔ ۱۴: جب وہ گھوڑے پر سوار ہوکر باہر نکلتا تھا تو اس کے آگے پیچھے ننگی تلواروں کا پہرہ ہوتا تھا۔ ۱۵: جو شخص اس شہزادہ کی طرف دیکھ لیتا تھا اُسے راستہ میں پکڑ لیتے تھے۔ ۱۶: ایک بے خبر درویش بھی تھا وہ اس شہزادہ کے عشق میں دیوانہ ہوگیا۔ ۱۷: جب اُسے درد کی مدد ملی تو عشق اور غم اُس کی جان پر نازل ہوگئے۔ ۱۸: اُس کی قسمت میں سوائے رونے اور غم کھانے کے کچھ باقی نہ رہا ہو مر رہا تھا لیکن کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔ ۱۹: رات دن وہ ایک گوشہ میں بیٹھا رہتا تھا اور تمام دُنیا سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ ۲۰: وہ روتا تھا کچھ نہیں بولتا تھا اور چھپا رہتا تھا وہ غم میں گھُل رہا تھا کچھ نہیں کھاتا تھا اور بالکل نہیں سوتا تھا۔ ۲۱: دُنیا میں کوئی بھی اس کے بھید سے واقف نہیں تھا وہ اپنے غم کو اس قدر چھپائے رکھتا تھا۔ ۲۲: دن رات ہمیشہ اس کا چہرہ سونے کی طرح زرد رہتا تھا اور چاندی جیسے سفید آنسو بہاتا تھا وہ غم زدہ ہمیشہ کسی کے انتظار میں رہتا تھا۔ ۲۳: ایک بے صبر فقیر اُس لڑکے کو دیکھ کر زندہ رہتا تھا کیونکہ کبھی کبھی وہ اُس کے سامنے سے گزر جاتا تھا۔ ۲۴: جب شہزادہ دور سے دکھائی دیتا تھا تو تمام بازار میں غُل مچ جاتا تھا۔ ۲۵: اُس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دُنیا میں قیامت آگئی ہے اور تمام لوگ بھاگ کر اسے دیکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ ۲۶: نقیب اُس کے آگے پیچھے ہوتے تھے اور ہر گھڑی سینکڑوں آدمیوں کو قتل کرتے جاتے تھے۔ ۲۷: اُس کو چاروں طرف سے چاند کی طرح حلقہ میں سپاہی لے لیتے تھے اور تقریباً تین میل تک فوج پھیل جاتی تھی۔ ۲۸: جب یہ فقیر ان نقیبوں کی آواز سُنتا تھا وہ دیوانہ ہوجاتا تھا اور فوراً اپنی جگہ پر گر پڑتا تھا۔ ۲۹: اُس پر غش کی حالت طاری ہوجاتی تھی اور یہ خون میں لوٹنے لگتا تھا اور اپنے آپے سے باہر ہوجاتا تھا۔ ۳۰: اُس وقت اُس کی آنکھوں سے خون کے لاکھوں آنسو بہتے تھے۔ ۳۱: کبھی وہ کمزور درویش نیلا پڑ جاتا اور کبھی اُس کی آنکھوں سے خون بہنے لگتا تھا۔ ۳۲: کبھی اُس کی آہوں سے اُس کے آنسو جم جاتے تھے اور کبھی اُس کے رشک کی آگ سے آنسو جل جاتے تھے۔ ۳۳: وہ فقیر آدھ مُوا اور نیم جان تھا اور کھانے کو اس کے پاس آدھی روٹی تک نہیں تھی۔ ۳۴: کیا کسی پر اس قدر مصیبت پڑی ہے جس طرح کہ شہزادہ کے ہاتھوں اُس درویش کی حالت ہوئی تھی۔ ۳۵: وہ شہزادہ اس کی حالت سے بالکل بے خبر تھا اور وہ اس خیال میں تھا کہ سورج جیسا مرتبہ حاصل کر لے۔ ۳۶: ایک روز شہزادہ اپنی فوج کے

ہمراہ جا رہا تھا کہ اُس فقیر نے ایک نعرہ مارا۔ ۳۷: اُس نعرہ کے مارتے ہی وہ بے ہوش ہوگیا۔ اُس نے کہا کہ میری جان چلی ہے اور میری عقل غائب ہوگئی ہے۔ ۳۸: وہ دیوانہ فقیر یہ باتیں کہتا جاتا تھا اور درد سے بے تاب ہوکر اپنا سر پتھر پر مار رہا تھا۔ ۳۹: میں کب تک اس غم میں اپنی جان ہلاک کروں، مجھ میں اس سے زیادہ صبر کی طاقت نہیں ہے۔ ۴۰: جب اُس نے یہ الفاظ کہے تو اس کے ہوش وحواس غائب ہوگئے اور اس کی آنکھوں اور کانوں میں سے خون بہنے لگا۔ ۴۱: شہزادہ کے نقیب کو اس بات کا علم ہوگیا اور وہ اس کی جان لینے کا ارادہ کر کے شہزادہ کے پاس گیا۔ ۴۲: اُس نے شہزادہ سے کہا کہ تجھ پر ایک رند عاشق ہوگیا ہے۔ ۴۳: بادشاہ کو یہ بات سن کر اس قدر شرم آئی کہ اُس کے دل کی گرمی سے اس کا دماغ جوش میں آ گیا۔ ۴۴: اُس نے حکم دیا کہ اُس فقیر کو لے جا کر سولی پر چڑھا دو اور اس کے پاؤں باندھ کر اُلٹا لٹکا دو۔ ۴۵: اُسی وقت بادشاہ کے سپاہیوں نے جا کر اُس فقیر کے گرد حلقہ باندھ لیا۔ ۴۶: پھر اسے سولی کی طرف لے گئے تمام دنیا اسے دیکھ کر خون کے آنسو رو رہی تھی۔ ۴۷: کوئی شخص اُس فقیر کے درد (عشق) سے واقف نہیں تھا اور کوئی اُس کی شفاعت اور سفارش نہیں کرتا تھا۔ ۴۸: جب وزیر اُسے پھانسی کے نیچے لے گیا تو حسرت ویاس سے اس کی چیخیں نکل گئیں۔ ۴۹: درویش نے کہا کہ خدا کے لیے مجھے تھوڑی سی مہلت دے تاکہ میں خدا کی جناب میں سجدہ کرلوں۔ ۵۰: اُس غصہ میں بھرے ہوئے وزیر نے اُسے مہلت دے دی اور اُس فقیر نے اپنا سر زمین پر رکھ دیا۔ ۵۱: اُس نے سجدہ میں کہا کہ اے خدا چونکہ شہزادہ مجھے بے گناہ قتل کر رہا ہے۔ ۵۲: اس سے قبل کہ میری جان نکلے میری قسمت میں شہزادہ کا ایک مرتبہ دیدار اور لکھ دے۔ ۵۳: تاکہ میں اسے ایک مرتبہ اور دیکھ لوں اور اپنی جان اُس پر سے قربان کردوں۔ ۵۴: اے خدا یہ درویش تجھ سے ایک آرزو رکھتا ہے یہ تیرا عاشق ہے اور تیرے لیے قتل ہو رہا ہے۔ ۵۵: جب میں اپنے معشوق شہزادے کی شکل دیکھ لوں گا اُس وقت میں ہزاروں جانیں قربان کردوں گا۔ ۵۶: میں تیرے دروازہ کا غلام ہوں اگرچہ میں عاشق ہوں لیکن کافر نہیں ہوں۔ ۵۷: چونکہ تو لوگوں کی لاکھوں حاجتوں کو پورا کرتا ہے میری درخواست بھی منظور کرلے اور میری مراد دے۔ ۵۸: چونکہ اُس مظلوم نے درخواست کی تھی اس لیے اس کی دُعا کا تیر ٹھیک نشانہ پر لگا (اس کی دُعا قبول ہوگئی)۔ ۵۹: جب وزیر نے اس درویش کی باتیں سنیں تو اسے اس کی حالت اور آہ وزاری پر رحم آ گیا۔ ۶۰: وہ بادشاہ کے سامنے گیا اور رو رو کر اُس عاشق درویش کا سارا حال سنایا۔ ۶۱: اُس نے درویش کی خدا سے التجا اور مُناجات کا حال سنایا اور سجدہ میں جو اس نے آرزو کی تھی اس کے متعلق بھی شہزادہ سے کہا۔ ۶۲: بادشاہ کے دل میں اس درویش کی ہمدردی پیدا ہوئی وہ خوش ہوگیا اور اس کی جان بخشنے کا ارادہ کیا۔ ۶۳: بادشاہ نے شہزادے سے کہا اُس دیوانے اور بے کس سے ناراض مت ہو۔ ۶۴: اسی وقت سولی کے قریب جاؤ اور اُس عاشق کے پاس جاؤ۔ ۶۵: اپنے عاشق اور غم زدہ درویش سے جا کر بات کرو وہ اس وقت غمگین ہے تم اُس کی ہمت بندھاؤ۔ ۶۶: تم اُس سے مہربانی سے پیش آؤ کیونکہ اُس نے تمہاری وجہ سے مصیبت اُٹھائی ہے اُسے شہد دو کیونکہ اُس نے تمہاری وجہ سے زہر (غم) کھایا ہے۔ ۶۷: اُسے وہاں سے لے کر باغ میں آؤ اور جب تم

اُسے ساتھ لے آؤ تو میرے پاس آنا۔ ۶۸: وہ یوسف جیسا حسین شہزادہ درویش کے پاس گیا۔ ۶۹: وہ سورج جیسا خوب صورت شہزادہ گیا تا کہ ذرّہ کے ہمراہ خلوت میں بیٹھے۔ ۷۰: وہ موتیوں سے بھرا ہوا سمندر گیا تا کہ اس ایک قطرہ (درویش) کو اپنے میں جذب کر لے۔ ۷۱: تمام لوگ خوشی میں دیوانوں کی طرح ناچنے لگے۔ ۷۲: آخر کار وہ شہزادہ سولی کے نیچے پہنچا اور قیامت کی طرح پھر شور وغل مچنے لگا۔ ۷۳: اُس فقیر کو مصیبت میں پایا وہ سر جھکائے خاک پر پڑا تھا۔ ۷۴: اس جگہ کی مٹی اُس کے خون کے آنسوؤں سے باغ کا نمونہ بن گئی تھی اور تمام دُنیا حسرت وافسوس کر رہی تھی۔ ۷۵: وہ ناچیز درویش اپنے آپ میں محو ہو چکا تھا اس سے بُرا حال کسی کا کیا ہوگا جیسا کہ اُس کا ہوا۔ ۷۶: جب شہزادے نے اُس کی لاش کو خون میں بھرا ہوا دیکھا تو اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ ۷۷: اُس نے چاہا کہ اپنے آنسو فوج والوں سے چھپائے کیونکہ بادشاہوں کے لیے رونا مناسب نہیں ہے۔ ۷۸: لیکن اُس وقت اُس کے آنسو خون کی طرح بہہ رہے تھے اور اُس کے دل میں ہزاروں جہانوں کا درد بھرا ہوا تھا۔ ۸۰: جو شخص اپنے عشق میں سچا ہے اُس کا معشوق اُس پر عاشق ہو جاتا ہے۔ ۸۱: اگر تجھے سچا عشق ہو جائے تو تیرا معشوق تیرا عاشق ہو جائے۔ ۸۲: آخر کار شہزادہ نے جو خورشید کی طرح حسین تھا مہربانی اور لطف سے درویش کو آواز دی۔ ۸۳: اُس درویش نے آج تک شہزادہ کی آواز نہیں سُنی تھی البتہ اُسے دور سے دیکھا تھا۔ ۸۴: جب فقیر نے اپنا سر خاک سے اُٹھایا تو اپنے قریب شہزادے کو دیکھا۔ ۸۵: جلتی ہوئی آگ اگر چہ پانی کو بھی جلا دیتی ہے لیکن پیچ وتاب کھاتی ہے۔ ۸۶: وہ درویش گویا ایک آگ کی طرح تھا اور اُسے دریا (شہزادہ) کا قرب نصیب ہوا۔ ۸۷ اُس نے شہزادہ سے کہا کہا کہ مجھے تنہا مار سکتا تھا۔ ۸۸: اس قدر لشکر اور سپاہ لانے کی کیا ضرورت تھی یہ کہا اور اس کے بعد خاموش ہو گیا۔ ۸۹: اُس نے ایک نعرہ مارا اور مر گیا شمع کی طرح بھڑک کر گل ہو گیا۔ ۹۰: جب اسے معشوق سے وصل حاصل ہو گیا وہ مر گیا اور غائب ہو گیا۔

۹۱: اس راستہ پر چلنے والے (سالک) جانتے ہیں کہ درد وغم کے میدان میں عشق میں فنا ہونے نے ان پر کیا ستم ڈھائے ہیں۔ ۹۲: تمام مرد اس راستہ پر فنا ہو گئے اور خدا کے راستہ میں فنا ہونے کی وجہ سے انہیں خدا کا علم ہو گیا۔

۹۳: تیرا وجود عدم سے ملا ہوا ہے (تو فنا ہونے والا ہے) اور تجھے مصیبت میں مزا آتا ہے۔ ۹۴: جب تک تو ایک مدت تک ایک مصیبت میں گرفتار نہیں رہے گا۔ اُس وقت تک تجھے آرام کا مزا نہیں آ سکتا۔ ۹۵: اگر تجھے یہ کیمیا بنانی نہیں آتی (مصیبت برداشت نہیں کر سکتا) تھوڑی دیر کے لیے دیکھ۔ ۹۶: اپنے ہاتھ کھول کر تو بجلی کی طرح کوندا تھا لیکن اب تو بجلی کے سامنے ہاتھ باندھے ہوئے اظہار عجز کیوں کر رہا ہے۔ ۹۷: یہ کیا کر رہا ہے تو مردوں کی طرح آگے آ' اپنی عقل جلا دے اور رندوں کی طرح آ۔ ۹۸: تو کب تک اپنا خیال کرتا رہے گا میری طرح اپنا خیال ترک کر دے۔ ایک گھڑی ذرا اپنے نفس کے متعلق بھی سوچ۔ ۹۹: تا کہ آخر کار تجھے درویشوں کا سا مرتبہ مل جائے اور بے خودی کا مزا اور چسکا پڑ جائے۔ ۱۰۰: میں اب نہ خودی میں ہوں نہ بے خود ہوں میری برائی اور بھلائی عقل سے بالاتر ہے (اسے کوئی نہیں سمجھ سکتا)۔ ۱۰۱: میں اپنے آپ میں گم ہو گیا تھا' اب میرا سوائے عاجزی اور بے چارگی کے کچھ

نہیں ہے۔۱۰۲: جب فقیری اور گدائی کا سورج چمکا تو میری آنکھوں میں دونوں جہانوں کی قیمت ایک دانہ سے بھی کم رہ گئی۔۱۰۳: جب میں نے اس سورج کا سایہ دیکھ لیا تو پھر میں اپنی موجودہ حالت میں نہیں رہا کیونکہ قطرہ پھر دریا میں مل گیا۔۱۰۴: جو کچھ بھی میرے پاس تھا میں نے سب کچھ پانی میں بہادیا۔۱۰۵: میں ایک قطرہ تھا اور خدا کے بھیدوں کے سمندر میں غائب ہو گیا اور اب مجھے وہ قطرہ (اپنی ہستی) نہیں ملتا۔۱۰۶: میں محو ہو گیا اور خدا کی ذات میں گم ہو گیا میری ہستی کا کچھ بھی باقی نہیں رہا اور میرے دل میں غم و غصہ کا ایک ذرّہ بھی باقی نہیں بچا۔۱۰۷: اگرچہ گم ہونا ہر ایک شخص کا کام نہیں ہے لیکن میری طرح فنا بھی کوئی نہیں ہو سکتا۔۱۰۸: اس دنیا میں مچھلی سے لے کر چاند تک ایسا کون ہے جو خدا کی ذات میں غائب ہونا نہیں چاہتا۔

ایک شخص کا نور سے سوال کرنا

۱: ایک پاک اور باایمان شخص نے نور سے سوال کیا کہ ہم میں اور خدا کے وصال میں اس قدر فاصلہ کیوں ہے۔ ۲: اُس نے جواب دیا کہ ہمارے ہاں آگ اور نور کے سات دریا ہیں اس لیے بہت دور کے راستہ پر چلنا پڑتا ہے۔۳: جب تو ان ساتوں دریاؤں کو عبور کر لے گا تو تجھے ایک مچھلی نگل جائے گی۔۴: جب یہ مچھلی سانس لیتی ہے تو یہ اس کا پہلا اور آخری سانس ہوتا ہے۔۵: اور تیرے خون کا نہ سر ملتا ہے نہ پاؤں اور بے نیازی کے سمندر میں اس کی کوئی جگہ نہیں ہے۔۶: کیونکہ یہاں دُنیا میں وہ آسانی سے زندگی بسر کرتا ہے اور تمام دُنیا کو ایک سانس میں نگل جاتا ہے۔

بعض پرندوں کا اس بیان کو سُن کر مر جانا!

۱: اس بیان کو سُن کر تمام پرندے غم واندوہ میں سرنگوں ہو گئے۔۲: سب کو معلوم تھا کہ ان کے بازوؤں میں اس قدر مشکل راستہ طے کرنے کی ہمّت نہیں تھی۔۳: اس بات کو سن کر سب بے قرار اور بے چین ہو گئے اور بعض اُس جگہ روتے روتے مر گئے۔۴: جو کچھ اُن پر اس راستہ میں گزری اُس کی تفصیل بیان نہیں ہو سکتی۔۵: اگر تو ایک دن اس راستہ پر آئے اور اُس راستہ کی مشکلات کو دیکھے۔۶: تجھے معلوم ہو جائے گا کہ انھوں نے ایسا کیوں کیا اور تجھ پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ مصیبت میں کیوں پھنسے۔۷: آخرکار پرندوں کے اُس لشکر میں سے بہت کم پرندے منزل مقصود تک پہنچے۔۸: تمام پرندوں میں سے بہت کم پرندے وہاں گئے گویا ہزار میں سے ایک پرندہ وہاں تک پہنچا۔۹: ان میں سے بعض دریا میں ڈوب کر مر گئے اور ڈوب کر غائب ہو گئے۔۱۰: بعض پرندے بلند پہاڑوں پر پیاسے مر گئے۔ ۱۱: بعض پرندوں کے سورج کی گرمی سے پر جل گئے اور دل کباب ہو گئے۔۱۲: بعض پرندوں کو چیتے اور جنگل کے شیروں نے مار ڈالا۔۱۳: بعض پرندے گم ہو گئے اور مصیبت و بلا میں گرفتار ہو گئے۔۱۴: بعض پرندے خشک بیابانوں میں گرمی اور پیاس کی شدت میں مر گئے۔۱۵: بعض پرندے دانے کی آرزو میں دیوانے ہو گئے۔۱۶: بعض پرندے

راستہ کی تکان کی وجہ سے تھک گئے اور دوسرے پرندوں سے پیچھے رہ گئے۔ ۱۷: بعض پرندے راستہ کی عجیب عجیب چیزیں دیکھ کر اپنی جگہ پر حیران کھڑے رہ گئے۔ ۱۸: بعض پرندے خوشی و مسرت اور زندگی کی خواہش کی وجہ سے اس مصیبت میں پڑنے پر رضامند نہیں ہوئے۔ ۱۹: آخرکار ہزاروں پرندوں میں سے اوسطاً ایک پرندے سے زیادہ وہاں تک نہیں پہنچا۔ ۲۰: تمام راستہ میں پرندہ ہی رہ گئے اور آخرکار وہاں تک تیس پرندے (سی مرغ) پہنچے۔ ۲۱: وہ پرندے بغیر مال و دولت کے تھے بہت تھکے ہوئے تھے اور رنجیدہ تھے ان کے دل ٹوٹ چکے تھے اور بہت غمگین تھے۔ ۲۲: انھوں نے ایک درگاہ دیکھی جس میں بہت زیادہ اوصاف تھے جنہیں عقل اور معرفت محسوس نہیں کر سکتی۔ ۲۳: بے نیازی کی بجلی اسی طرح کوندرہی تھی جو ہزاروں جہانوں کو ایک سانس میں جلا دیتی تھی۔ ۲۴: وہاں ہزاروں سورج، چاند اور تارے جمع تھے۔ ۲۵: سب پرندے انہیں دیکھ کر حیران ہو گئے اور ذرّوں کی طرح سورج کی روشنی میں ناچنے لگے۔ ۲۶: سب نے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ سورج اُس بڑی درگاہ میں ذرّہ جیسی حقیقت رکھتا ہے۔ ۲۷: اگر ہم اس جگہ گئے تو ہمارے راستہ کی تکالیف پر بہت افسوس ہے (کیونکہ جب سورج جیسی بڑی ہستی یہاں کوئی حقیقت نہیں رکھتی تو پھر ہماری کیا ہستی ہے چنانچہ ہماری محنت بے کار گئی)۔ ۲۸: وہ سب نا اُمید ہو گئے اور کہا کہ جو ہم سوچ رہے تھے وہ بات حاصل نہیں ہو سکتی (سیمرغ کا وصال حاصل نہیں ہو سکتا)۔ ۲۹: اس جگہ تو سینکڑوں آسمان خاک کے ایک ذرہ کے برابر حقیقت رکھتے ہیں چاہے ہم وہاں جائیں یا نہ جائیں وہاں کسی کو ہماری کیا پرواہ ہے۔ ۳۰: وہ تمام پرندے نا اُمید ہو کر رہ گئے اور نیم بسمل پرندوں کی طرح تڑپنے لگے۔ ۳۱: وہ سب اپنی اس حالت میں محو ہو گئے اور اسی طرح چند دن گزر گئے۔ ۳۲: آخرکار اُس بڑی مرتبے والی درگاہ سے ایک باعزت نقیب اُن کے پاس آیا۔

عزّت کے نقیب کا آنا

۱: اُس نے تیس پرندوں کو عاجز و ناتواں دیکھا، نہ ان کے پر باقی تھے اور نہ ان میں جان ہی تھی۔ ۲: تمام پرندے سر سے لے کر پاؤں تک حیرت میں پھنسے ہوئے تھے اور کسی پرندے کے بال اور بازو سلامت نہیں تھے۔ ۳: اُس نقیب نے پوچھا کہ تم پرندے کون سے شہر سے آئے ہو اور اس جگہ کیوں آئے ہو۔ ۴: اے بے فائدہ کام کرنے والو تمہارے نام کیا ہیں اور تمہیں آرام کہاں ملتا ہے (یعنی تمہارا وطن کہاں ہے)۔ ۵: تمہیں دنیا میں کس نام سے پکارتے ہیں اور تمہاری ان مٹھی بھر ہڈیوں سے کیا کام لیا جاتا ہے (تم کیا کام کرتے ہو)۔ ۶: سب نے کہا ہم یہاں اس لیے آئے ہیں کہ سیمرغ ہمارا بادشاہ ہو جائے۔ ۷: ہم اُس کے لیے مارے مارے پھر رہے ہیں اور اس کے غلام ہیں اور اس کے لیے بے قرار ہیں۔ ۸: ہم بہت مدت تک سرگرداں پھرنے کے بعد اس جگہ پہنچے ہیں اور ہزاروں پرندوں میں سے ہم صرف تیس پرندے باقی بچے ہیں۔ ۹: ہم اس قدر دور سے صرف اس امید پر آئے ہیں تا کہ ہمیں اس درگاہ میں حاضر ہونے کا موقعہ مل سکے۔ ۱۰: اگر بادشاہ (سیمرغ) مناسب سمجھے اور ہماری مصیبت کو پسند کرے تو ہماری طرف یہ مہربانی سے دیکھ لے۔ ۱۱: اُس نقیب نے کہا کہ اے دیوانو، تم پھول کی طرح خون میں کیوں نہائے ہوئے

ہو۔۱۲: خواہ تم دنیا میں رہو یا مرجاؤ، بادشاہ (سیمرغ) ہمیشہ تمہاری بندگی واطاعت سے آزاد ہے (اُسے تمہاری ضرورت نہیں ہے)۔۱۳: لاکھوں فوج ولشکر سے بھرے ہوئے جہان اُس کے دروازے کے سامنے ایک بال سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔۱۴: تم سے سوائے رنجیدہ ہونے کے اور کیا امید ہوسکتی ہے اس لیے اے فقیرو تم واپس چلے جاؤ۔۱۵: اس بات سے سب بہت مایوس ہو گئے، اُسی وقت ایک خوشخبری آئی۔۱۶: سب نے کہا کہ اے بڑے مرتبہ والے بادشاہ (سیمرغ) اگر تو ہمیں سرگردان اور پریشان ہی رکھنا چاہتا ہے۔۱۷: اس حکم سے ہم ذلیل وخوار نہیں ہوں گے اور اس آوارگی اور خوارگی پر بھی ہمیں غرور ہوگا۔

مجنوں کی حکایت بلند ہمتی اور ثابت قدمی کے متعلق

۱: مجنوں نے کہا کہ اگر تمام دُنیا ہر وقت مجھے شاباش کہے۔۲: میں کسی کی تعریف کی پرواہ نہیں کرتا، میری تعریف تو لیلیٰ کی گالیاں ہیں۔۳: اُس کی ایک گالی میرے لیے سینکڑوں ملکوں کی حکومت سے زیادہ ہے اور اُس کا نام دونوں جہانوں سے زیادہ پیارا ہے۔۴: اگر تجھے تیرا مست معشوق پتھر بھی مارے تو یہ پتھر کھانا اس بات سے بہتر ہے کہ تو اوروں سے جواہرات قبول کرے۔۵: اے دوست میں نے اپنا دین اور طریقہ تجھے بتادیا ہے اگر مجھے ذلت بھی اُٹھانی پڑے تو مجھے منظور ہے۔۶: جب کہ اُس کی عزت کی بجلی کوندے گی تو تمام لوگ فنا ہوجائیں گے۔۷: اگر انسان ہزاروں غموں میں گھل گھل کر مرے تو اس سے کیا فائدہ اور دُنیا کی عزت اور ذلت کس کام کی۔۸: پھر سب پرندوں نے کہا کہ ہماری جان تو وہ جلتی ہوئی آگ ہے (یعنی سیمرغ)۔۹: پروانہ آگ سے کیونکر بھاگ سکتا ہے کیونکہ اُسے آگ سے عشق ہوتا ہے۔۱۰: اگر ہمیں ہمارے معشوق (سیمرغ) کا وصال نصیب نہیں ہوتا تو کوئی پرواہ نہیں ہم جل کر تو مرسکتے ہیں۔۱۱: اگر ہم اُس کی درگاہ تک نہیں جاسکتے تو کوئی پرواہ نہیں لیکن اب ہم واپس نہیں ہوسکتے۔

پرندوں کی پروانہ سے گفتگو اور اُس کا جواب

۱: تمام دُنیا کے پرندوں نے پروانہ کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔۲: سب نے پروانے سے کہا اے کمزور پروانے تو کب تک اپنی جان کو جلاتا رہے گا۔۳: چونکہ تجھے شمع کا وصل حاصل نہیں ہوسکتا اس لیے اس ناممکن بات کے لیے اپنی جان جہالت کی وجہ سے مت دے۔۴: اس بات کو سن کر پروانہ دیوانہ ہوگیا اور تمام پرندوں کو یہ جواب دیا۔۵: اُس نے کہا کہ میں بے چارہ عاشق اگر شمع سے ڈروں تو اُس سے کیا کہوں۔۶: چونکہ تمام اُس کے عشق میں ہمت والے نکلے ہیں اور سب سر سے لے کر پاؤں تک درد وغم میں مبتلا ہیں۔۷: اگر چہ اس کی بے نیازی حد سے زیادہ ہے لیکن اُس کی مہربانی اور عنایت بھی بے حد وشمار ہے۔۸: اُس مہربان ہستی نے آکر دروازہ کھولا، گویا ہر پرندہ ہزاروں بھیدوں سے واقف ہوگیا۔۹: اُس متواتر نور کے بعد اُس کا راز معلوم ہوا۔۱۰: سب پرندوں کو عزت کی مسند پر بٹھایا گیا اور انہیں عظمت اور بزرگی کے تخت پر جگہ دی۔۱۱: ان سب کے سامنے ایک خط رکھا اور کہا کہ سب اسے اول سے لے کر آخر تک پڑھیں۔۱۲: اُس پرندوں کی تھکی ماندی قوم کے رقعہ کا حال مثال کے طور پر اس سے معلوم ہوگا۔

حضرت یوسف کے بھائیوں کا انہیں فروخت کرنا

ا: ستارے جیسے یوسف کو کالے دانوں کی طرح جلا دیا یعنی آپ کے دس بھائیوں نے آپ کو فروخت کر دیا۔ ۲: مصر کے بادشاہ نے جب حضرت یوسف کو ان کے بھائیوں سے خرید لیا ان سے ایک رسید مانگی کیونکہ اُس نے بہت سستا خریدا تھا۔ ۳: ان لوگوں سے اُسی جگہ رسید لکھوائی اور ان دس بھائیوں کو بطور گواہ کے اس پر لکھوایا۔ ۴: جب عزیز مصر (عزیز مصر کے بادشاہ کا لقب ہوتا ہے) نے حضرت یوسف کو خرید لیا تو ایک معذرت کا خط حضرت یوسف کے پاس بھیجا۔ ۵: آخر کار جب حضرت یوسف بادشاہ ہو گئے تو آپ کے دسوں بھائی آپ کے پاس آئے۔ ٦: انھوں نے حضرت یوسف کو نہیں پہچانا اور یہ سب اُن کے سامنے گر پڑے۔ ۷: وہ اپنی زندگی کا سہارا چاہتے تھے اور اپنی عزت کھو کر روٹی مانگتے تھے۔ ۸: سچے یوسف نے کہا کہ لوگو! میرے پاس عبرانی زبان میں ایک رسید ہے۔ ۹: اُس رسید کو دُنیا بھر میں کوئی شخص نہیں پڑھ سکتا اگر تم اسے پڑھ سکو گے تو میں تمہیں بہت سی روٹیاں دوں گا۔ ۱۰: یہ سب بھائی عبرانی زبان سے واقف تھے سب نے خوشی خوشی کہا کہ اچھا وہ رسید لاییے۔ ۱۱: وہ سب اس بات سے بے خبر تھے کہ اسی وقت بادشاہ کے سامنے اپنے مکر وفریب کا قصہ سنیں گے۔ ۱۲: اُن کی رسید حضرت یوسف نے انہی کو دے دی اور وہ سب خوف سے کانپنے لگے۔ ۱۳: وہ اُس خط کو نہیں پڑھ سکے اور کچھ بات بھی نہیں کہہ سکے۔ ۱۴ کہ وہ سب خوف وغم اور اظہار ندامت کر رہے تھے اور حضرت یوسف سے ڈر رہے تھے۔ ۱۵: اُن کی زبان سے کوئی لفظ نہیں نکل سکا اور وہ سب حیران کھڑے دیکھتے گئے۔ ۱٦: حضرت یوسف نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے گویا تم سب بے ہوش ہو گئے ہو خط پڑھتے پڑھتے تم سب خاموش کیوں ہو گئے۔ ۱۷: تم نے یوسف کو ذلیل وخوار کرنا چاہا اور اس لیے تم نے اُسے بیچ دیا۔ ۱۸: اے فقیر اور عاجز بندہ کیا معلوم نہیں کہ تم ہر گھڑی ایک یوسف فروخت کرتے ہو (گناہ کرتے ہو)۔ ۱۹: جب میرا یوسف بادشاہ ہو جائے گا اُس وقت خدا کی درگاہ میں اسے بڑا رتبہ ملے گا۔ ۲۰: اور اُس درگاہ تک ہم بھوکے ننگے فقیروں کی طرح جائیں گے۔ ۲۱: جب اُن تیس عاجز پرندوں نے اس خط کو پڑھا۔ ۲۲: جو کچھ گناہ انھوں نے کیے ہیں وہ اوّل تا آخر اس خط میں لکھے تھے۔ ۲۳: اُن پرندوں کی جانیں خوف اور شرم سے فنا ہو کر سرمہ بن گئیں۔ ۲۴: اور جب فنا ہونے کے بعد اس طرح پاک ہو گئے تو انہیں درگاہ ایزدی کے نور سے دوبارہ جانیں عطا ہوئیں۔ ۲۵: پھر نئے سرے سے وہ غلام بن گئے اور دوبارہ ان پر حیرت طاری ہو گئی۔ ۲٦: اُن کے پرانے گناہ اور ثواب سے ان کے سینہ پاک ہو گئے۔ ۲۷: سیمرغ سے نزدیکی کا سورج اُن کے چہروں پر چمکا (وہ سیمرغ سے قریب ہو گئے) اور سب کی جانیں اس کی شعاعوں سے منور ہو گئیں۔ ۲۸: ان تیس پرندوں کے چہرے کے عکس میں انھوں نے سیمرغ کی شکل دیکھی (پہلے مصرعہ میں سی مرغ سے مراد تیس پرندے ہیں)۔ ۲۹: جب ان تیس پرندوں نے غور سے دیکھا تو یہ تیس پرندے خود ہی سیمرغ تھے (اس جگہ عطار وحدت وجود کا مسئلہ بتا رہے ہیں کہ خدا ہر جگہ موجود ہے اب یہ تیس پرندے ریاضت وعمل کے بعد خود ہی سیمرغ نکلے)۔ ۳۰: سب حیرت کے مارے دیوانے ہو گئے اور ان پر نئے سرے سے

حیرت طاری ہوگئی۔۳۱: انھوں نے اپنے آپ کو سیمرغ پایا اور یہ سیمرغ یہ تیس پرندے ہی تھے۔۳۲: جب انھوں نے سیمرغ کی طرف غور سے دیکھا یہی تیس پرندے جو راستہ طے کرکے آئے تھے خود ہی سیمرغ تھے۔۳۳: اور جب انھوں نے اپنے آپ کو دیکھا تو یہ خود سیمرغ تھے۔۳۵: یہ سیمرغ تھے اور سیمرغ اور پرندوں کی صورت میں تھا تمام دُنیا میں یہ نرالی بات آج تک کسی نے نہ سُنی ہوگی۔۳۶: وہ سب حیرت کے سمندر میں ڈوب گئے اور بغیر ہوش وعقل کے سوچ میں پڑگئے۔۳۷: کیونکہ وہ اس بات کو نہیں سمجھے اس لیے خاموشی کی زبان سے انھوں نے سیمرغ سے سوال کیا۔ ۳۸: وہ اس بھید کو معلوم کرنا چاہتے تھے اور ''ہم'' اور ''تو'' کے راز سے واقف ہونا چاہتے تھے۔۳۹: خاموشی کی زبان میں اُس درگاہ سے جواب ملا کہ یہاں ایک ذرہ کی حقیقت آفتاب جیسی ہے (پروفیسر براؤن نے دوسرے مصرعہ کو یوں لکھا ہے کہ ''بود آئینہ چوں آں آفتاب'' جس سے مطلب زیادہ واضح ہو جاتا ہے یعنی ہماری آفتاب جیسی روشن ہستی ایک آئینہ کے مانند ہے)۔۴۰: جو شخص یہاں داخل ہوتا ہے وہ اپنی ہستی کو اس میں دیکھتا ہے اور اس کی روح اور جسم اس میں نظر آتے ہیں۔۴۱: جب تم تیس پرندے ہماری درگاہ میں حاضر ہوئے تو اس آئینہ میں تم نے تیس پرندے دیکھے۔۴۲: اگر یہاں چالیس یا پچاس پرندے آئیں تو وہ بھی اپنی ہستی کو اس آئینہ میں دیکھیں گے۔۴۳: اگرچہ تم بہت زیادہ مسافت طے کرکے آئے ہو لیکن یہاں آکر تم نے اپنی ہی ہستی دیکھی ہے اور تم نے گویا اپنی ہی تلاش کی ہے۔۴۴: ہر ایک شخص بھلا ہمیں کیسے دیکھ سکتا ہے چیونٹی کی آنکھ ثریا جیسے بلند رتبہ ستارے کو نہیں دیکھ سکتی۔۴۵: چیونٹی کی ننھی سے آنکھ لوہے کے ہتھوڑے کو کس طرح دیکھ سکتی ہے اور معمولی سا مچھر ہاتھی کو اپنے دانت میں کیسے پکڑ سکتا ہے۔۴۶: جو کچھ تمھیں خیال تھا وہ درست نہیں نکلا اور جو کچھ تم سنتے اور کہتے چلے آئے تھے وہ بات اس طرح نہیں ہوئی۔۴۷: وہ تمام وادیاں جنہیں تم نے طے کیا ہے اور وہ تمام ہمت اور مردانگی جو تم نے اس راستہ کے طے کرنے میں دکھائی ہے۔۴۸: تم نے ذات اور صفت کی وادی کو دیکھا ہے اور تم نے ہمارے کاموں کو کیونکر پسند کیا ہے۔ ۴۹: چونکہ تم تیسوں پرندے حیران، مایوس اور بے صبر ہو چکے ہو۔۵۰: میرا رتبہ سیمرغ سے کہیں بلند ہے کیونکہ میں سیمرغ کا اصلی جوہر ہوں۔۵۱: اب تم میری ذات میں محو ہو جاؤ تاکہ تم اپنی ہستی میری ذات میں حاصل کرلو۔ ۵۲: آخرکار وہ پرندے ہمیشہ کے لیے اُس کی ذات میں غائب ہو گئے یعنی سایہ دھوپ میں گم ہو گیا اور بس۔۵۳: وہ راستہ بھر باتیں کر رہے تھے لیکن جب وہاں پہنچے تو نہ انہیں اپنے سر کی خبر تھی نہ پاؤں کا ہوش۔۵۴: بے شک یہاں قصہ ختم ہوتا ہے کیونکہ نہ رہبر رہا نہ راستہ چلنے والے رہے اور راستہ بھی ختم ہو گیا۔

منصور حلاج کی خاک پر ایک عاشق کا آنا!

۱ کہتے ہیں کہ جب بھڑکتی ہوئی آگ میں منصور حلاج جل کر خاک ہو گیا۔۲: ایک عاشق ہاتھ میں لکڑی لیے ہوئے آیا اور اُس راکھ کے ڈھیر پر بیٹھ گیا۔۳: اُس نے آگ کی طرح اپنی زبان نکالی اور پھر راکھ کو پریشان کر دیا۔ ۴: پھر اُس نے کہا کہ درست ہے۔ وہ شخص جو اناالحق (میں خدا ہوں) کہتا تھا کہاں ہے۔۵: جو کچھ میں نے کہا تو نے

سُن لیااور جوتو جانتا تھاوہ میں نے دیکھ لیا۔۶: یہ سب باتیں اول تا آخر افسانے اور کہانی سے زیادہ نہیں ہیں اور تیری جان اس ویرانے میں ضائع نہیں گئی۔۷:اصل (خدا) چیز کو بے نیاز اور پاک رہنا چاہیے خواہ اس اصل کے علاوہ فرع (وہ چیز جو اصل سے نکلے) رہے یا نہ رہے، اس کا کچھ خوف نہیں (خدا کی ہستی جاوید ہے انسان فرع ہے اس کی زندگی ضروری نہیں ہے)۔۸:اصل آفتاب ہمیشہ چمکتا رہتا ہے خواہ ذرّے اور سایہ رہیں یا نہ رہیں۔

فنا اور بقا کے متعلق

ا: جب لاکھوں سال گزر گئے کہ جن کا حد وشمار ہی نہیں ہو سکتا۲:اس کے بعد بھی تمام پرندے حیران وسرگشتہ پھرتے ہیں۔۳:اس کے بعد یہ فانی پرندے خدا کی ذات میں فنا ہونے کے بعد بھی زندہ رہے۔۴: جب انھوں نے اپنی ذات سے تعلق قطع کر لیا تو انہیں بقا حاصل ہو گئی۔۵:اگرچہ سُولی وہی پرانی ہے لیکن کسی کو فنا اور بقا سے کوئی اعتراض نہیں۔۶: جس طرح کہ ایک دوست آنکھوں سے دور ہو تو اس کے حال کی خبر نہیں دی جا سکتی۔۷: لیکن حضرت رسول خدا کے اصحاب نے فنا ہونے کے بعد بقا کے متعلق آپ سے سوال کیا تھا۔۸: وہاں تک کوئی کیسے پہنچ سکتا ہے اس کام کے لیے تو ایک نئی کتاب بنانی پڑتی ہے۔۹: کیونکہ فنا کے بعد بقا کا راز اُسی کو معلوم ہوتا ہے جو اس بھید کو سمجھنے کے قابل ہوتا ہے۔۱۰: جب تک تو وجود اور عدم کے بھیدوں میں پھنسا ہوا ہے تو اُس (بقا) منزل میں قدم نہیں رکھ سکتا۔۱۱: جب تیرے راستہ سے عدم اور وجود غائب ہو جاتے ہیں اُس وقت تو بقا کی حقیقت معلوم جان سکے گا۔۱۲: یہ منزل بہت دُور ہے اس لیے تو اپنی جان سے راستہ بنا اور جب جان تیرے قبضہ میں آ جائے تو اس سفر کا ارادہ کر لے۔۱۳: تاکہ اِس منزل سے اُس منزل تک پہنچ جائے اور اپنی جان چھڑکتا ہوا وہاں جا پہنچے۔۱۴: راستہ میں تیرے لیے بہت سے کام ہیں اے بے وقوف تو سو کیوں رہا ہے۔۱۵: دیکھ کہ اس راستہ کے شروع اور آخر میں کیا ہوگا اور اگر تجھے آخرت کی خبر ہے تو اس سے تجھے کیا فائدہ ہے؟۱۶: تو ایک نطفہ تھا جسے خدا نے نہایت مہربانی اور عنایت سے پالا یہاں تک کہ تو عقل مند اور کام کرنے والا بن گیا۔۱۷: خدا نے اس نطفہ (انسان) کو اپنے بھیدوں سے واقف کیا اور اسے اپنے کاموں سے آگاہ کیا۔۱۸:اس کے بعد آگ میں سب کچھ جلا دیا اور اس رتبہ اور عزت سے بے عزتی اور ذلت میں گرا دیا۔۱۹: اُس کو پھر خاک کر دیا اور اسے فنا کر دیا۔۲۰:اور اس فنا کے درمیان بھی اس سے سینکڑوں راز کہے اور اپنی خاص باتیں اُس بے نیاز ہستی نے اسے بتائیں۔۲۱:اس کے بعد اس کو بقا دی اور اس ذلت کو عزت میں دل دیا۔۲۲: تجھے کیا خبر کہ تیرا کیا حال ہوگا تو اپنے متعلق ذرا غور کر۔۲۳: جب تک تو فنا ہو کر گم نہ ہو گا اُس وقت تک تجھے بقا نصیب نہیں ہو سکتی۔۲۴: پہلے تجھے ذلیل خوار کرتا ہے اور پھر اس کے بعد تجھے بڑا مرتبہ عنایت کرتا ہے۔۲۵: پہلے تو فنا ہو جا تاکہ تجھے ہستی عطا ہو جب تک تو زندہ ہے اُس وقت تک تجھے بقا حاصل نہیں ہو سکتی۔۲۶: جب تک بادشاہ کا تجھ پر عتاب اور غصہ نہیں ہوگا اُس وقت تک تو بادشاہ کے خاص بندوں میں داخل نہیں ہو سکتا۔۲۷: جب تک تو بالکل فنا نہیں ہوگا اُس وقت تک تجھے خدا کی درگاہ سے عزت حاصل نہیں ہو سکتی۔

بادشاہ کا وزیر کے لڑکے پر عاشق ہونا اور اس بیان میں کہ فنا کی ذلت کے بغیر بقا کی عزت حاصل نہیں ہوسکتی

۱: ایک بادشاہ تھا جو تمام دُنیا کا مالک تھا اور سات اقلیم کا فرماں روا تھا۔ ۲: سکندر جیسا بادشاہ بھی اس کا حکم مانتا تھا اور اس کی فوج کوہ قاف تک پھیلی ہوئی تھی (پہلے زمانے میں خیال تھا کہ کوہ قاف دُنیا کی آبادی کی آخری حد ہے اس کے بعد انسان نہیں رہتے بلکہ جنات اور پریوں کا مسکن ہے)۔ ۳: اُس کے مرتبے کی وجہ سے چاند دوزخ میں قید میں تھا اور یہ دوزخ کا چاند اس کے راستہ کی خاک تھا۔ ۴: اُس بادشاہ کا ایک وزیر تھا جو عقل مندی میں سب سے بڑھا ہوا تھا اور سب پر نکتہ چینی کرتا تھا۔ ۵: اُس وزیر کا ایک لڑکا تھا تمام دُنیا کی خوب صورتی اُس کے لیے وقف تھی۔ ۶: کسی نے آج تک اُس جیسا کوئی خوب صورت نہیں دیکھا ہوگا اور اُس جیسا حسین وخوش رُو دنیا میں نہیں ملتا۔ ۷: اپنی خوب صورتی کی وجہ سے وہ دن کے وقت بازار میں نہیں نکلتا تھا۔ ۸: اگر وہ چاند جیسا خوب صورت لڑکا بازار میں نکلتا تو دنیا میں سینکڑوں قیامتیں برپا ہو جاتیں۔ ۹: قیامت تک اس دنیا میں اُس جیسا خوب صورت کوئی شخص اس دنیا میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ ۱۰: اُس لڑکے کا چہرہ آفتاب کی طرح تھا اور اُس کی رات جیسی سیاہ زلفیں مشک کی طرح خوشبودار تھیں۔ ۱۱: اُس کے آفتاب جیسے چہرہ پر سایہ کرنے والی وہ زلفیں تھیں اور اُس کے لبوں کے سامنے آب حیات بھی شرمندہ و پریشان نظر آتی تھی۔ ۱۲: اُس کے سورج جیسے چہرہ پر اُس کا دہن بالکل ایک ذرہ کی طرح تھا۔ ۱۳: یہ ذرہ برابر دہن لوگوں کو برباد کرنے کے لیے کافی تھا اس دہن میں بتیس ستارے (دانت) گم ہوگئے تھے۔ ۱۴: جس طرح کہ ستارے دکھائی دیتے ہیں: اسی طرح یہ تیس ستارے ایک ذرہ (دہن) میں غائب ہوگئے تھے۔ ۱۵: اُس کی زلفیں اُس کے کندھوں پر سوار تھیں اور ان کو بلند مرتبہ اس طرح دیا گیا تھا کہ انہیں اُلٹا لٹکا دیا تھا۔ ۱۶: اُس معشوق کی زلفوں کا ہر ایک بل ہزاروں آدمیوں سے جنگ کرنے کے لیے تیار تھا۔ ۱۷: اُس کے چہرہ پر زلفیں بہت سے منصوبے باندھ رہی تھیں اور اس کا ہر ایک بال بہت تعجب انگیز تھا۔ ۱۸: اُس کے چہرہ پر ابرو تھی اور کسی میں اُس کا کمان (ابرو) کو کھینچنے کی جرأت اور طاقت نہیں تھی۔ ۱۹: اُس کی نرگسی آنکھیں دلبری اور مستانہ پن میں ایک ایک پلک سے سینکڑوں جادو کر رہی تھیں (سامری حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں ایک جادوگر تھا)۔ ۲۰: اُس کے سرخ ہونٹ آب حیات پیدا ہونے کی جگہ تھے وہ قند اور مصری کی طرح میٹھے تھے۔ ۲۱: اُس کے چہرہ پر بالوں کی سبزی اُس کے حسن کو اور دوبالا کر رہی تھی اور اس سبزہ خط میں ماضی و مستقبل جھلک رہا تھا۔ ۲۲: اُس کے دانت بات کرنے سے نا آشنا تھے اور وہ موتی اُس کی عزت کے پردہ میں پوشیدہ تھے۔ ۲۳: اُس کے چہرہ کا سیاہ تل "جمال" کی جیم کا نقطہ تھا یا اُس کے حسن کے چشمہ کا طوطی تھا۔ ۲۴: اُس لڑکے کے حسن کی تعریف بیان کرنے کے لیے ایک عُمر چاہیے۔ ۲۵: الغرض بادشاہ اُس کے عشق میں گرفتار ہوگیا۔ ۲۶: اگرچہ بادشاہ بہت مرتبے والا تھا لیکن اُس چودھویں رات کے چاند کے عشق میں یہ ہلال (پہلی رات کے چاند) کی طرح کمزور و نحیف ہوگیا۔ ۲۷: بادشاہ اُس لڑکے کے عشق میں اس قدر محو تھا کہ اُس کو اپنی خبر نہیں رہی

تھی۔ ۲۸: اگر وہ ایک گھڑی بھی اس کے سامنے نہ ہوتا تو بادشاہ کے دل سے خون کا سیلاب بہنے لگتا تھا۔ ۲۹: بادشاہ کو اس کے بغیر ایک لمحہ چین نہیں آتا تھا اور اس عشق میں اُسے ایک گھڑی صبر نہیں آتا تھا۔ ۳۰: رات دن اُس کے بغیر آرام نہیں آتا تھا اور چوبیس گھنٹے اُسے اپنے ہمراہ رکھتا تھا۔ ۳۱: رات کو بہت دیر تک یہ اسے پاس بیٹھائے رکھتا تھا اور دن کو کہتا تھا کہ اے چاند مجھے اپنی شکل دکھا۔ ۳۲: جب اندھیری رات آتی تھی تو بادشاہ کو نیند نہ آتی تھی نہ چین ہی آتا تھا۔ ۳۳: وہ لڑکا بادشاہ کے سامنے سو جاتا تھا اور بادشاہ اس کی شکل دیکھتا رہتا تھا۔ ۳۴: وہ معشوق شمع کی روشنی میں رات بھر سوتا رہتا تھا۔ ۳۵: بادشاہ اپنے معشوق کی شکل دیکھتا رہتا تھا اور ہر گھڑی اُسے دیکھ دیکھ کر خون کے آنسو بہاتا تھا۔ ۳۶: کبھی اُس کے چہرے پر پھول برساتا تھا اور کبھی خاک اُڑاتا تھا۔ ۳۷: اور کبھی عشق کے درد سے بے تاب ہو کر بادلوں کی طرح اُس کے منہ پر آنسوؤں کی بارش کرتا تھا۔ ۳۸: کبھی اُس چاند سے معشوق کے ساتھ دربار کرتا تھا اور کبھی اُسے دیکھ کر شراب پیتا تھا۔ ۳۹: ایک لمحہ کے لیے بھی اُسے اپنے سامنے سے علیحدہ نہیں کرتا تھا جہاں تک ممکن ہو سکتا تھا اُسے اپنے سامنے رکھتا تھا۔ ۴۰: وہ لڑکا ہمیشہ کسی طرح بیٹھا رہتا لیکن بادشاہ کے خوف سے اس کے پاؤں بندھے ہوئے تھے (وہ حرکت نہیں کر سکتا تھا)۔ ۴۱: اگر وہ ایک لمحہ کے لیے بھی اس کے سامنے سے چلا جاتا تو بادشاہ اس کے غم میں اپنا سر پیٹتا تھا۔ ۴۲: اُس کے ماں اور باپ چاہتے تھے کہ ایک گھڑی اپنے بیٹے کی شکل دیکھ لیں۔ ۴۳: لیکن اُنھیں اس بات کی جرأت نہیں ہو سکی کیونکہ وہ بادشاہ سے ڈرتے تھے، الغرض یہ قصہ بہت دنوں تک ہوتا رہا۔ ۴۴: بادشاہ کے محل کے قریب ہی ایک سورج جیسی حسین لڑکی رہتی تھی۔ ۴۵: وہ لڑکا اس لڑکی کو دیکھتے ہی اُس پر عاشق ہو گیا اور اس کے عشق میں آگ کی طرح جلنے لگا۔ ۴۶: ایک رات اس نے اُس لڑکی سے ملنے کی ٹھانی اور اپنے چہرہ جیسی خوب صورت محفل قائم کی۔ ۴۷: وہ بادشاہ کے پوشیدہ کمرے میں بیٹھا کیونکہ بادشاہ اُس رات مست ہو رہا تھا۔ ۴۸: آدھی رات کے وقت شراب کی ترنگ میں بادشاہ نے اپنی خواب گاہ کا دروازہ بند کیا۔ ۴۹: اور اس لڑکے کو تلاش کیا لیکن وہ نہیں ملا' آخر کار بادشاہ وہاں پہنچا جس جگہ کہ وہ لڑکا تھا۔ ۵۰: اُس نے لڑکے کے قریب ایک لڑکی کو بیٹھے دیکھا اور دونوں باتوں میں محو تھے۔ ۵۱: جب بادشاہ نے یہ حالت دیکھی تو اس کے جگر میں غیرت و شرم کی آگ بھڑک اُٹھی۔ ۵۲: وہ مست بادشاہ جو اُس لڑکے پر عاشق تھا اپنے معشوق کو کسی دوسرے کے ساتھ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ ۵۳: بادشاہ نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بے وقوف لڑکا مجھ جیسے بادشاہ کے مقابلہ میں دوسرے کو ترجیح دیتا ہے کسی اور سے محبت کرتا ہے)۔ ۵۴: جو کچھ سلوک میں نے اس لڑکے سے کیا ہے آج تک کسی نے کسی سے نہیں کیا ہوگا۔ ۵۵: اسے اس کے بدلے میں مجھ سے ایسا سلوک کرنا چاہیے تھا جیسا کہ فرہاد نے شیریں سے کیا (اُس کی محبت میں اپنی جان دے دی)۔ ۵۶: اس کے ہاتھ میں خزانوں کی کنجی ہے اور دُنیا کے معزز اور عزت والے لوگ اس کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ ۵۷: یہ لڑکا ہر وقت میرے برابر بیٹھتا ہے یہ میرا ہمدرد اور دوست ہے۔ ۵۸: چونکہ یہ ایک غریب (لڑکی) سے پوشیدہ طور پر ملتا ہے اس لیے میں اس سے محبت ترک کر دیتا ہوں۔ ۵۹: یہ کہہ کر بادشاہ نے حکم

دیا کہ اس لڑکے کو خوب کس کر باندھ دیں۔ ۶۰: اُس کی چاندی جیسی سفید کمر بادشاہ کی سزا سے نیلی پڑ گئی۔ ۶۱: اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے سولی پر چڑھادیں اور اسے بہت ظلم اور تکلیف سے قتل کریں۔ ۶۲: اُس نے حکم دیا کہ پہلے اس کی کھال کھینچواور پھر اسے اُلٹا سولی پر لٹکا دو۔ ۶۳: تا کہ اگر کوئی شخص بادشاہ کا (معشوق) ہو جائے تو پھر کسی اور کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھے (دوسروں کو عبرت ہو)۔ ۶۴: اُس لڑکے کو نہایت بے دردی سے روتے ہوئے گھسیٹ کر لے گئے تا کہ اسے سولی پر چڑھادیں۔ ۶۵: وزیر کو لڑکے کے حال کی جب خبر ہوئی تو اُس نے سر پر خاک ڈالی اور کہا اے باپ کی جان! ۶۶: تو اس قدر بے نصیب کیونکر ہوا اور بادشاہ تیرا دشمن کیوں ہو گیا ہے۔ ۶۷: اُس جگہ بادشاہ کے دس غلام موجود تھے انھوں نے ارادہ کیا تا کہ اُس لڑکے کو سولی پر چڑھادیں۔ ۶۸: وزیر روتا پیٹتا آیا اور اس نے ہر ایک غلام کو اندھیری رات میں اُجالا کرنے والا درم دیا۔ ۶۹: اور کہا کہ آج رات بادشاہ مست ہے ورنہ اس لڑکے کا کوئی قصور نہیں ہے۔ ۷۰: جب بادشاہ ہوش میں آئے گا تو پھر اُسی طرح اس کے عشق میں بے چین اور اپنے کیے پر نادم و پشیمان ہو گا۔ ۷۱: جو اسے قتل کریں گے اگر وہ سو [۱۰۰] ہوں گے تو بادشاہ ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ۷۲: تمام غلاموں نے کہا کہ اگر بادشاہ اس وقت یہاں آجائے تو ہم میں سے کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑے (مار دے گا)۔ ۷۳: اسی وقت ہمارا خون بہادے گا اور پھر ہمیں اُلٹا سولی پر لٹکا دے گا۔ ۷۴: وزیر نے قید خانہ میں سے ایک قاتل قیدی کو پکڑ لیا اور اس کی کھال اس طرح کھنچوادی جس طرح لہسن کا چھلکا اُتارتے ہیں۔ ۷۵: اُسے سولی پر اُلٹا لٹکا دیا اور اس کے خون سے خاک کو پھولوں کی طرح سرخ رنگ کا بنادیا ۷۶: اور پھر اپنے لڑکے کو چھپا دیا اور اس بات کا منتظر رہا کہ دیکھئے اب کیا پردہ غیب سے ظہور میں آتا ہے۔ ۷۷: دوسرے دن جب بادشاہ شراب کے نشہ سے ہوش میں آیا تو اُس کا دل غصے کی آگ میں اسی طرح جل رہا تھا۔ ۷۸: بادشاہ نے اپنے غلاموں کو بلوایا اور پوچھا کہ اُس کتے (وزیر کے لڑکے) سے تم نے کیسا سلوک کیا؟ ۷۹: سب غلاموں نے عرض کی کہ ہم نے اُسے پکڑ کر نہایت تکلیف اور آزار دے کر پھانسی پر چڑھادیا۔ ۸۰: اُس کی کھال سر سے لے کر پاؤں تک کھینچ دی اور وہ اب تک سولی پر اُلٹا لٹکا ہوا ہے۔ ۸۱: بادشاہ نے جب غلاموں کا یہ جواب سنا تو اُن سے بہت خوش ہوا۔ ۸۲: ان دسوں غلاموں میں سے ہر ایک کو خلعت بخشا اور ہر ایک کو بہت اعلیٰ عہدہ دیا۔ ۸۳: بادشاہ نے کہا بہت دنوں تک اس کی لاش کو سولی پر لٹکائے رکھو۔ ۸۴: تا کہ اُس ناپاک ہستی کو دیکھ کر لوگوں کو عبرت ہو۔ ۸۵: جب تمام شہر والوں نے یہ واقعہ سنا تو سب لوگوں کے دل بادشاہ کے ظلم کی وجہ سے بھر آئے۔ ۸۶: اُس کی لاش دیکھنے کے لیے بہت سے لوگ آئے لیکن اب ہر ایک شخص اسے پہچان نہیں سکتا تھا۔ ۸۷: لوگوں نے گوشت کا ایک لوتھڑا خون میں بھرا ہوا دیکھا اُس کی کھال کھینچی ہوئی تھی اور اُلٹا لٹکا ہوا تھا۔ ۸۸: جس شخص نے بھی لاش دیکھی وہ چھپ کر خون کے آنسو رویا۔ ۸۹: صبح سے لے کر شام تک تمام شہر میں اُسی لڑکے کا ماتم ہوتا رہا گویا تمام شہر آہوں اور نالوں سے بھرا ہوا تھا۔ ۹۰: چند دن کے بعد بادشاہ اپنے معشوق کے بغیر بہت بے چین ہوا اور اب اُسے اپنے کیے پر افسوس و ندامت ہوئی۔ ۹۱: اُس کا غصہ کم

ہو گیا اور عشق غالب آ گیا۔ عشق نے بادشاہ کے شیر جیسے دل کو چیونٹی بنا دیا۔۹۲: وہ بادشاہ اُس یوسف جیسے حسین لڑکے کے ساتھ دن رات خلوت میں خوش خوش بیٹھا رہتا تھا۔۹۳: اور شراب وصل میں مست رہتا تھا لیکن اب وہ ہجر کے خمار میں کیسے بیٹھ سکتا تھا۔۹۴: آخر کار اُس میں سانس لینے کی بھی طاقت نہ رہی' اُس کا کام ہمیشہ روتے رہنا تھا۔ ۹۵: اُس کی جان ہجر کے درد میں جلی جاتی تھی اور وہ عشق میں بے صبر اور بے قرار تھا۔۹۶: بادشاہ اپنے فعل پر بہت نادم اور پشیمان تھا اُس کی آنکھوں سے خون بہہ رہا تھا اور اس کا سر زمین پر پڑا تھا۔۹۷: نیلے کپڑے رنگوا کر اُس نے پہن لیے اور راکھ پر بیٹھ گیا۔۹۸: اس کے بعد نہ اس نے کوئی غذا کھائی نہ شراب پی' اُس خون بہانے والی آنکھوں سے نیند بھاگ گئی۔۹۹: رات آئی تو بادشاہ روانہ ہو گیا اور سولی کے قریب سے دوسروں کو ہٹا دیا۔۱۰۰: وہ اکیلا سولی کے قریب گیا اور اُس لڑکے کی باتوں کو یاد کرنا شروع کیا۔۱۰۱: جب اس کی ایک ایک بات بادشاہ کو یاد آتی تھی تو اس کے ہر ایک رونگٹے کی آواز نکلتی تھی۔۱۰۲: اُس کے دل میں بہت زیادہ درد اُٹھا اب ہر وقت اس کا غم تازہ ہو رہا تھا۔ ۱۰۳: اس مقتول کی لاش پر یہ زار و قطار رویا اور اُس کا خون اپنے چہرہ پر مل لیا۔۱۰۴: اس نے اپنے آپ کو زمین پر پھینک دیا اور افسوس و ندامت میں اپنے ہاتھ کاٹنے لگا۔۱۰۵: اگر کوئی اس کے آنسوؤں کو گنتا تو یہ سینکڑوں بارشوں کے قطروں سے زیادہ نکلتے۔۱۰۶: شام سے صبح تک وہ اس جگہ اکیلا بیٹھا رہا اور شمع کی طرح اپنے آنسوؤں میں جلتا رہا۔۱۰۷: جب نسیم صبح چلنے لگی تو بادشاہ اپنے محل واپس گیا۔۱۰۸: وہ اُسی خاک کے ڈھیر میں جا کر بیٹھ گیا اور ہر وقت اس کی مصیبت بڑھنے لگی۔۱۰۹: جب اسی طرح چالیس دن اور راتیں گزر گئیں تو بادشاہ بال کی طرح کمزور ہو گیا۔ ۱۱۰: اُس نے دروازے بند کر لیے اور اُس پھانسی کے نیچے جا بیٹھا کیونکہ وہ اس لڑکے کے عشق میں بیمار ہو چکا تھا۔ ۱۱۱: چالیس دن تک کسی کو جرآت نہ ہو سکی کہ بادشاہ سے بات تک کر سکتا۔۱۱۲: چالیس دن تک بغیر کھائے پیے اور جاگتے رہنے کے بعد ایک روز بادشاہ نے اُس لڑکے کو ذرا سی دیر کے لیے خواب میں دیکھا۔۱۱۳: اُس کا چاند سا چہرہ آنسوؤں میں بھیگا ہوا تھا اور سر سے لے کر پاؤں تک خون میں غرق تھا۔۱۱۴: بادشاہ نے اُس سے پوچھا کہ اے میری جان کو راحت دینے والی لطیف روح تو سر سے پاؤں تک خون میں کیوں غرق ہے۔۱۱۵: اُس نے جواب دیا کہ میں تمہاری دوستی کی وجہ سے خون میں غرق ہوں اور یہ سب کچھ تمہاری بے وفائی کی وجہ سے ہے۔۱۱۶: تم نے میری کھال کھنچوا دی۔ لیکن اے بادشاہ میری تمہاری کون سی بات پر لڑائی ہوئی تھی۔۱۱۷: کیا ایک دوست اپنے دوست سے ایسا ہی سلوک کرتا ہے (جیسا کہ تم نے مجھ سے کیا) میں کافر ہو جاؤں۔ اگر کوئی کافر بھی ایسا سلوک کرتا ہو، کافر تک اس قسم کا سلوک روا نہیں رکھتے)۔۱۱۸: میں نے کیا گناہ کیا تھا جو تم نے مجھے سولی پر چڑھوا دیا اور مجھے اُلٹا لٹکوا دیا۔۱۱۹: میں اب تم سے قطع تعلق کرتا ہوں لیکن قیامت کے دن تمہارے اس فعل کی خدا سے داد لوں گا (فریاد کروں گا)۔۱۲۰: جب عادل اور منصف خدا کی عدالت ظاہر ہو گی (قیامت کے دن) تو میرا انصاف خدا تم سے کرے گا۔۱۲۱: بادشاہ نے جب لڑکے کا یہ جواب سنا تو اس کا رنجیدہ دل خواب سے بیدار ہو گیا۔۱۲۲: اُس کے جان و دل پر ایک آفت نازل ہو

گئی اور اس کی مشکلات میں اور اضافہ ہو گیا۔ ۱۲۳: وہ دیوانہ ہو گیا اور بے قابو ہو گیا اُس پر کمزوری اور ضعف کا غلبہ ہو گیا۔ ۱۲۴: اس کا محل گویا پاگل خانہ بن گیا اس نے بآواز بلند لڑکے کے فراق میں نوحے کرنے شروع کیے۔ ۱۲۵: وہ کہتا تھا کہ اے میری جان تیری وجہ سے میرا دل خون ہو گیا ہے۔ ۱۲۵: اے لڑکے تو نے مجھے دیوانہ کر دیا ہے۔ نہایت تکلیف پہنچا کر میں نے تجھے قتل کرا دیا۔ ۱۲۷: میری طرح کسی نے آپ کو برباد نہیں کیا ہوگا جو کچھ میں نے خود کیا ہے وہ کسی نے نہیں کیا۔ ۱۲۸: اگر میں خون میں تڑپوں تو میرے لیے مناسب ہے کیونکہ میں نے اپنے معشوق کو قتل کیا۔ ۱۲۹: اے لڑکے آخر تو کہاں ہے میری حالت اور میری دوستی کو ترک مت کر۔ ۱۳۰: تو میرے ساتھ برائی مت کر، اگرچہ میں نے تجھ سے بُرا سلوک کیا ہے کیونکہ یہ سب میں نے اپنے سے ہی کیا ہے۔ ۱۳۱: میں اس قدر غمگین اور رنجیدہ تیری وجہ سے ہوں اور تیرے لیے میں سر پر خاک ڈالتا ہوں۔ ۱۳۲: اے میری جان میں تجھے کہاں ڈھونڈوں میرے حیران دل پر رحم کر۔ ۱۳۳: اگر تو نے مجھ بے وفا سے ظلم و ستم کا سلوک دیکھا تھا تو وفادار ہے اس لیے تو مجھ پر جفا مت کر۔ ۱۳۴: اگر میں نے غفلت میں تیرا خوان کر دیا (تجھے قتل کر دیا) اے لڑکے تو کب تک مجھے قتل کرتا رہے گا۔ ۱۳۵: یہ غلطی مجھ سے بے خبری اور مستی کی حالت میں ہو گئی، میں دیوانہ ہو گیا اور میں نے یہ غلطی کر دی (تجھے قتل کرا دیا)۔ ۱۳۶: اگر تو میرے سامنے سے یکایک غائب ہو جائے تو پھر میں دُنیا میں کیسے زندہ رہ سکتا ہوں۔ ۱۳۷: تیرے بغیر ایک منٹ کے لیے بھی زندہ نہیں رہا میری زندگی تیرے بغیر ایک آدھ لمحہ سے زیادہ کی نہیں ہے۔ ۱۳۸: میں بادشاہ ہو کر تیرے بغیر مرنے کو کھڑا ہوں تا کہ تیرے اوپر سے اپنا خون قربان کر دوں۔ ۱۳۹: میں اپنی موت سے نہیں ڈرتا لیکن میں اپنے ظلم سے (جو تجھ پر کیا ہے) ڈرتا ہوں۔ ۱۴۰: اگر میری جان ہمیشہ تجھ سے اپنے قصور کی معافی مانگتی رہے تب بھی میں اس ایک گناہ کی معافی نہیں مانگ سکتا۔ ۱۴۱: اے کاش کہ میرا گلا تلوار سے کاٹ دیا جاتا تا کہ میرے دل سے یہ درد اور افسوس کم ہو جاتا۔ ۱۴۲: اے میرے پیدا کرنے والے (خدا) میری جان اس حسرت میں جلی جا رہی ہے اور میں سر سے پاؤں تک اس آگ میں جل رہا ہوں۔ ۱۴۳: مجھ میں اس سے جدائی کی طاقت نہیں ہے، میں کب تک اُس کے عشق میں گھلتا رہوں۔ ۱۴۴: اے انصاف کرنے والے (خدا) میری جان لے لے، کیونکہ مجھ میں اور غم برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ ۱۴۵: اتنا کہہ کر بادشاہ خاموش ہو گیا اور اسی خاموشی کی حالت میں بے ہوش ہو گیا۔ ۱۴۶: آخر کار مہربانی کا پیغامبر پہنچا اور شکایت کرنے کے بعد شکر پہنچا۔ ۱۴۷: جب بادشاہ کا غم اور رنج حد سے زیادہ بڑھ گیا وہاں وزیر چھپا ہوا اُسے دیکھ رہا تھا۔ ۱۴۸: وہ جا کر پوشیدہ طور پر اپنے لڑکے کو لے آیا اور پھر اُسے بادشاہ کے پاس بھیجا۔ ۱۴۹: وہ پردہ سے نکل کر اس طرح باہر آیا جس طرح کہ بادلوں سے چاند نکلتا ہے وہ بادشاہ کے پاس روئی اور تلوار لے کر گیا۔ ۱۵۰: بادشاہ کے سامنے زمین پر گر پڑا اور بارش کی طرح اس کے آنسو بہہ رہے تھے۔ ۱۵۱: جب بادشاہ نے اُس چاند (لڑکے) کو دیکھا تو میرے پاس الفاظ نہیں کہ اُس وقت کی حالت کا نقشہ کھینچ سکوں۔ ۱۵۲: بادشاہ زمین پر لوٹ رہا تھا اور لڑکا خون میں تڑپ رہا تھا اور کسی کو خبر نہیں کہ ایسی حالت کیوں

ہوئی۔۱۵۳: اس کے بعد کی حالت نا قابل بیان ہے کیونکہ جو چیز (موتی) سمندر کی گہرائی میں ہوتی ہے اُسے نیند ھ (موتی پرونا) نہیں سکتے۔۱۵۴: جب بادشاہ اُس کے فراق سے آزاد ہو گیا تو دونوں خوشی خوشی خاص محل میں گئے۔ ۱۵۵: اس کے بعد کے بھیدوں کا کوئی جاننے والا نہیں ہے کیونکہ اُس جگہ غیروں کو رسائی نہیں ہے۔۱۵۶: جو کچھ ایک نے کہا اور دوسرے نے سُنا وہ صرف بہرہ سُن سکتا ہے اور اندھا دیکھ سکتا ہے (کسی نے نہ دیکھا ہے نہ سُنا)۔۱۵۷: میں کون ہوں جو ان حالات کی شرح بتاؤں اور اگر میں بتانے کی کوشش بھی کروں تو مجھے اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑیں۔۱۵۸: میں وہاں بغیر پہنچے وہاں کے حالات کیسے لکھوں جب میں وہاں سے نکال دیا گیا تو پھر میں کیسے گفتگو کروں۔۱۵۹: اگر اُن دونوں کی طرف سے مجھے اجازت ہو تو فوراً مجھے حکم دیں اور حال بتائیں۔۱۶۰: کیونکہ وہاں کے حالات کی مجھے بال کے برابر بھی خبر نہیں ہے اس لیے یہاں سوائے خاموشی کے کوئی چارہ نہیں ہے۔۱۶۱: ممکن نہیں ہے کہ میں ایک لحہ کے لیے بھی کچھ کہوں سوائے خاموشی کے اب میری زبان کی تلوار کا اور کوئی جوہر نہیں ہے (خاموش ہو جاتا ہوں)۔۱۶۲: اگرچہ سوسن کی دس زبانیں ہوتی ہیں (سوسن ایک قسم کا پھول ہے جس کی پتیوں کو زبان سے تشبیہ دیتے ہیں) لیکن یہ اپنی خاموشی پر عاشق ہوتی ہے (ہمیشہ خاموش رہتی ہے)۔۱۶۳: اب میں نے تمام بات ختم کر دی میں کہاں تک بیان کیے جاؤں مجھے اور بھی کام ہیں، بس سلام۔

کتاب کا خاتمہ

۱: اے عطار تو نے ہزاروں بھیدوں کے نافہ قربان کر دیے (بھید ظاہر کر دیے)۔۲: تمام دُنیا میں تیری شہرت ہے اور تیری وجہ سے تمام دنیا کے عاشق غل مچا رہے ہیں۔۳: کبھی تو عشق حقیقی کے متعلق بھی کچھ باتیں بیان کر اور کبھی ان عاشقوں کی آہ وزاری کا بھی ذکر کر۔۴: تیرے شعروں نے عاشقوں کے لیے ایک سرمایہ جمع کر دیا ہے اور تو ہمیشہ عاشقوں کو ایسی ہی چیزیں دیتا رہتا ہے۔۵: جس طرح روشنی سورج پر ختم ہو جاتی ہے (سورج سے زیادہ کوئی چیز روشن نہیں ہوتی) اسی طرح پرندوں کی گفتگو (منطق الطیر اور ان کی باتیں تجھ پر ختم ہیں (تجھ سے بہتر کوئی نہیں لکھ سکتا)۔ ۶: یہ باتیں اور تقاریر لوگوں کے لیے حیرانی و تعجب کا باعث ہیں یا یہ تیرے دیوانہ پن کی نشانی ہے۔۷: اس کتاب کے دردسر سے نکل آ۔ اپنی جان کی ڈھال بنا اور اس میدان سے باہر آجا۔۸: ایسے میدان میں تیری جان غائب ہو گئی بلکہ یہ میدان خود غائب ہو گیا۔۹: اگر تو اس مصیبت سے نہیں نکلے گا تو تیرے لیے پریشانی کا باعث ہو گا۔۱۰: جب تیرے درد کی دلدل ختم ہوئی تو آگے بڑھ اور اپنے مطلب کی تلاش میں اور بڑھ۔۱۱: تاکہ تیری خوراک بے فائدہ اور نامراد ثابت نہ ہو پھر تیرا حیران و پریشان دل کیسے زندہ ہو سکے گا۔۱۲: تو درد حاصل کر کیونکہ تیرا علاج درد ہی میں ہے اور دونوں جہانوں میں تیری دوا تیرا درد ہے۔۱۳: اے انسان میری کتاب اور میرے اشعار کو غرور کی نظر سے مت دیکھ۔۱۴: میری کتاب کو محنت اور غور سے دیکھ تاکہ یہ تیرے دل میں درد بڑھا دے۔۱۵: خوش نصیبی کی گیند درگاہ الٰہی تک وہی شخص لے جاتا ہے جو اس کتاب کو محنت اور غور سے دیکھتا ہے۔۱۶: جس شخص نے میری مندرجہ بالا تعریف کی

خوشبو نہیں سونگھی اُس نے خدا کے راستہ پر چلنے والوں (سالکوں) کو بال کے برابر بھی نہیں دیکھا۔ ۱۷: تو سادگی اور زہد و عبادت کو چھوڑ دے کیونکہ مصیبت اور افتادگی کا علاج درد ہی کر سکتا ہے۔ ۱۸: جس شخص کے دل میں درد ہے خدا کرے اُس کا کوئی علاج نہ ہو اور جو اس کا علاج ڈھونڈے خدا کرے وہ زندہ نہ رہے۔ ۱۹: انسان کو بھوکا پیاسا اور جاگتا رہنا چاہیے اور اس قدر پیاسا رہنا چاہیے کہ قیامت تک یہ پانی نہ پیے۔ ۲۰: جس شخص کو اس طرح کا درد نہیں ملا اُسے عاشقوں کے راستہ کی کچھ خبر نہیں ہے۔ ۲۱: جس شخص نے ان باتوں کو پڑھ لیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے ان باتوں کو حاصل کر لیا اُس نے اپنی کامیابی کا پھل کھا لیا۔ ۲۲: وہ لوگ جو ظاہری باتوں پر جان دیتے ہیں وہ ہمیشہ زبانی باتیں کرتے رہتے ہیں اور حقیقت شناس لوگ خدا کے بھیدوں سے واقف ہوتے ہیں۔ ۲۳: یہ کتاب اپنے زمانہ کو رونق بخشنے والی ہے اور اس نے خاص چیزیں عام لوگوں کو دے دی ہیں۔ ۲۴: اگرچہ اس کتاب کو برف کی طرح سکڑے ہوئے دیکھا گیا تھا لیکن یہ پردے میں سے آگ کی طرح نہایت تیزی سے نکلی۔ ۲۵: میری نظم میں عجیب طرح کی خاص بات یہ ہے کہ ہر وقت اس سے لوگ زیادہ فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ ۲۶: اگر لوگ اسے زیادہ پڑھیں گے تو اسے دوبارہ پڑھنے کی خواہش کریں گے۔ ۲۷: اس گھر کی دلہن کی عزت اور ناز کا پردہ آہستہ آہستہ اُٹھے گا (لوگ اسے دیر میں سمجھیں گے)۔ ۲۸: قیامت تک کوئی مجھ سا دیوانہ اور بے خود اس قسم کی باتیں نہیں لکھے گا۔ ۲۹: میں حقیقت کے سمندر پر اپنی جان قربان کر رہا ہوں اب یہ بات مجھ پر ہی ختم ہے اور یہی نشانی ہے (میرے بعد کوئی اور ایسا نہیں لکھ سکتا)۔ ۳۰: اگر میں اپنی بہت زیادہ تعریف لکھوں تو اس تعریف کو کون پسند کرے گا؟ ۳۱: لیکن جو شخص عادل اور منصف مزاج ہے وہ میری عزّت اور قدر و قیمت خود سمجھ لے گا کیونکہ میرے چودھویں رات کے چاند کا نور چھپا ہوا نہیں ہے۔ ۳۲: میں نے اپنا حال پوشیدہ طور پر تھوڑا سا بیان کر دیا ہے سخن فہم لوگ خود اس کی داد دیں گے۔
۳۳: جو کچھ میں نے لوگوں کے سروں پر نچھاور کر دیا ہے اگرچہ میں زندہ نہیں رہوں گا لیکن میرا کلام زندہ رہے گا۔
۳۴: قیامت تک لوگوں کی زبان پر میری یادگار (یہ کتاب) کافی ہے۔ ۳۵: اگر کوئی اس کتاب کو نو آسمانوں سے بھی گرا دے تو اس کتاب کا ایک نقطہ تک کم نہیں ہو سکتا۔ ۳۶: اگر کوئی اس کتاب کو پڑھ لے گا تو اُس کے سامنے سے رازوں کا پردہ ہٹ جائے گا۔ ۳۷: چونکہ یہ یادگار کتاب آسانی سے نہیں لکھی گئی۔ دُعا میں کہنے والے کو دو دفعہ لا (یعنی اس کتاب کے مصنف کے لیے دو مرتبہ دُعا کر)۔ ۳۸: میں نے اس باغ میں بہت زیادہ پھول بکھیرے ہیں۔ اے دوستو! تمھیں نیکی اور بھلائی کے ساتھ یاد کیا ہے۔ ۳۹: جو شخص بھی اس علاقہ میں تھا وہ تھوڑی دیر کے لیے آیا اور جلدی سے چلا گیا (مر گیا)۔ ۴۰: بے شک میں نے بھی مرنے والوں کی طرح اپنی جان کے پرندہ کو سوئے ہوئے لوگوں کو جلوہ دکھایا تھا۔ ۴۱: اگر اس بات سے کوئی ایک مدّت کا سویا ہوا دل اس راز سے واقف ہو جائے اور جاگ اُٹھے۔
۴۲: تو میرا مطلب حل ہو جائے اور میرا غم و الم ختم ہو جائے۔ ۴۳: میں اپنے آپ کو چراغ کی طرح جلا رہا ہوں اور دُنیا کو شمع کی طرح روشن کر رہا ہوں۔ ۴۴: اس کے دھوئیں سے میرا دماغ سیاہ مشک کی طرح ہو گیا ہے میں جنت کی شمع

ہوں میں کب تک چراغ کے دھوئیں میں زندہ رہوں۔۴۵: دن گزر گیا اور رات کے وقت نیند نہیں آتی، دل کی آگ کی وجہ سے میرے جگر میں طاقت نہیں رہی۔۴۶: میں نے اپنے دل سے کہا کہ اے زیادہ بولنے والے تو کب تک اس طرح بولتا رہے گا' خاموش ہوجا اور خدا کے بھیدوں کو تلاش کر۔۴۷: اُس نے جواب دیا کہ میں آگ میں جل رہا ہوں میری عیب جوئی مت کر اگر میں نہ بولوں تو جل جاؤں گا۔۴۸: میری جان کے سمندر میں جوش آرہا ہے میں ایک گھڑی کے لیے بھی کیسے خاموش ہوسکتا ہوں۔۴۹: میں کسی پر فخر نہیں کرتا میں اپنے آپ کو اس میں مشغول رکھتا ہوں۔۵۰: اگرچہ میں اس درد کی وجہ سے دل کھو چکا ہوں میں کہاں تک کہوں میں اس قابل نہیں رہا۔۵۱: اگر یہ بیہودہ افسانہ ہے تو کیا ہے اور اگر یہ میرے فخر کی داستان ہے تو کیسی ہے؟ ۵۲: جس شخص کا دل ان بیہودہ باتوں میں مشغول ہوگیا۔ اُس سے کوئی کام نہیں ہوسکتا کیونکہ اُس کی باتیں پرانی ہوگئی ہیں۔۵۳: اس غم سے نجات حاصل کرنی چاہیے اور ان تمام بیہودہ باتوں سے توبہ کرنی چاہیے۔۵۴: میں کہاں تک کہوں میری جان جوش وخروش میں تھی، اب مجھے اپنی جان قربان کردینی چاہیے اور خاموش ہوجانا چاہیے۔

ایک عقل مند شخص کا حالت نزع میں ہونا

۱: جب اُس مذہب کے بزرگ شخص پر حالت نزع طاری ہوئی۔ اُس نے کہا کہ اگر مجھے اس سے پہلے خبر ہوتی۔ ۲: کہ سُننے کو بولنے پر ترجیح دی جاتی ہے تو میں اپنی زندگی اس طرح بیہودہ گوئی میں ضائع نہ کرتا۔۳: اگر کوئی نیک اور اچھی بات کہے تو اس بات کا کہنا اچھا ہے۔۴: کام کرنا بڑے بڑے آدمیوں کا کام ہے ہمارے حصّہ میں صرف باتیں کرنی ہیں، یہی افسوس کا مقام ہے۔۵: جو شخص اپنے کام میں مشغول ہے وہ خاموش ہے اور وہ جو بے کار ہے بہت بکتا ہے۔۶: اگر تجھے ہمّت والے لوگوں کی طرح مذہب کا خیال ہوتا تو جو کچھ میں نے کہا ہے اُس کا تجھے خیال ہوتا۔ ۷: تیرا دل دوستی سے بیگانہ ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ تیرے لیے افسانہ ہے۔۸: تو ایک سرکش معشوق کی طرح ناز وغرور میں سوجاتا کہ میں تیرے سامنے ایک بہت مزیدار کہانی بیان کروں۔۹: عطار کا افسانہ بہت مزیدار ہوتا ہے تجھے نیند اچھی آئے گی اور تو خوب سوئے گا۔۱۰: ہم نے دیگ میں بہت گھی ڈالا ہے اور لوگوں کے خون کے موتی بہت بہائے ہیں۔۱۱: ہم نے یہ دسترخوان بہت سجایا ہے لیکن اس پر سے بھوکے اُٹھے ہیں۔۱۲: میں نے انسان کو بہت زیادہ سمجھایا لیکن اس نے حکم نہیں مانا میں نے بہت زیادہ علاج کی کوشش کی لیکن اس نے علاج نہیں کرایا۔۱۳: کیونکہ مجھ سے کوئی کام نہیں ہوسکے گا اس لیے میں مایوس ہوکر کنارہ سے علیحدہ کھڑا ہوگیا۔۱۴: چونکہ دریا میرے لیے خدا کی رحمت تھا، اس لیے یہ مجھے سچائی کے قریب بہا کرلے گیا۔۱۵: سوائے سچائی کے اگر تیری پیشانی پر کچھ اور آیا تو میں اسے درست کردوں گا۔۱۶: چونکہ انسان کا سرکش نفس ہر گھڑی غالب ہوتا جاتا ہے۔ اُس کی اُمید نہیں ہوسکتی کہ وہ بہتر ہوجائے گا۔۱۷: نفس کسی کی بات نہیں سُنتا جو اس کی طرح موٹا اور سرکش نہ ہو، اس نے تمام باتیں سُنیں اور پھر بھی ایک گھڑی کے لیے اچھا نہ ہوا۔

خواجہ فریدالدین عطارؒ

خواجہ فریدالدین عطارؒ فارسی زبان کے معروف صوفی شاعر ہیں۔ وہ ایران کے شہر نیشاپور میں گدکن نامی قصبے میں شعبان ۱۱۴۵ء/ ۵۳۹ھ میں پیدا ہوئے۔ فریدالدین لقب اور ابوحامد کنیت ہے۔ عطار کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا آبائی پیشہ عطاری تھا اور اسی سے منسلک رہے۔ طب کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی، طبیب کی حیثیت سے لوگوں کے لیے نفع رساں ثابت ہوئے۔ دوا فروشی کے ساتھ ساتھ طبابت بھی کرتے تھے۔ حافظ شیرانی کے مطابق عطارؒ کو سب سے زیادہ ان کی مثنویوں کی بنا پر شہرت ملی۔ ان مثنویات میں اخلاقیات اور مضامین تصوف کا امتزاج ہے۔ انھوں نے اس میں حکایات سے بہت کام لیا ہے۔ ان کی اہم تصانیف میں تذکرۃ اولیا، مظہر العجائب، منطق الطیر، الٰہی نامہ، اسرار نامہ، مصیبت نامہ، لسان الغیب، خسرو نامہ، پند نامہ شامل ہیں۔

عطارؒ کی تمام زندگی گوشہ قناعت میں گزری۔ آپ نے بغداد، کوفہ، بصرہ، مکہ، مدینہ، دمشق، خوارزم تک کا سفر کیا اور صوفیا کرام سے ملاقاتیں کیں۔ عطارؒ کو صوفی شعرا میں جو مرتبہ اور قدر و منزلت حاصل ہے اس کی ایک اہم وجہ یہ شہرہ آفاق مثنوی بھی ہے۔ جس کا ہر ایک شعر معنویت اور گہرائی سے پُر ہے۔

منطق الطیر عطارؒ کی تمثیلی مثنوی ہے۔ جس میں انہوں نے ۴۶۰۰ اشعار اور ۴۵ مقالے پیش کیے ہیں۔ اس تمثیل میں علامتی انداز میں تصوف کے مراحل بیان کیے گئے ہیں۔ ''منطق الطیر'' میں تصوف کی سات وادیوں سے گزرنے کے بے حد مشکل مرحلے بیان کیے گئے ہیں۔ تمثیل کے طور پر پرندوں کے پردے میں انسانی جذبات کا نہایت دلکش اور اثر انگیز انداز میں اظہار کیا گیا ہے۔ خوب صورت علامات کے استعمال میں حقیقت کی تلاش کا عنصر موجود ہے۔

ISBN 978-969-503-1092-6

الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور